Maktaba Tul Ishaat.com

مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا

رسول اللہؐ جو کچھ تم کو دیں، اُس کو لے لو، اور جس سے منع کریں، اُس سے باز آجاؤ!

مسند

امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ

۵۲۳ احادیث نبویؐ کا ایمان افروز خزانہ

جسے فقہ حنفی کے بانی حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ نے مرتّب فرماکر
مسلمانانِ عالم پر احسانِ عظیم فرمایا ہے!

ترجمہ و فوائد

مولانا سعد حسن صاحب!

ناشران: سعید محمد اینڈ سنز تاجران کتب قرآن محل مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی

Maktaba Tul Ishaat

تمام فنون کے کتب ہمارے ویب سائٹ اور پلے سٹور سے فری ڈاون لوڈ کریں۔ ہم روزانہ کی بنیاد پر اس میں مزید نئے کتب شامل کر رہے ہیں نئے شامل شدہ کتب لیے روزانہ ہمارے پلے سٹور اور ویب سائٹ کو باقاعدگی سے چیک کیا کریں۔

اپنی کتاب کو ہمارے ویب سائٹ پر شائع کرنے کے لیے رابطہ کریں

تفاسیر	خطبات	منطق
احایث	سیرت	معانی
فقہ	تاریخ	تصوف
سوانح حیات	صرف	تقابل ادیان
درس نظامی	نحو	تجوید
لغت	فلسفہ	نعت
فتاوی	حکمت	تراجم
اصلاحی	بلاغت	تبلیغ و دعوت
آڈیو دروس	مناظرے	تمام فنون

maktaba.tul.ishaatofficial@gmail.com

Maktaba Tul Ishaat.com

DATA ENTERED

جُملہ حقُوق بحق ناشران محفوظ ہیں!

ناشران

محمد سعید اینڈ سنز تاجران کتب

قرآن محل مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی

(طابع)

مطبع سعیدی، قرآن محل، کراچی

Maktaba Tul Ishaat.com

DATA ENTERED

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

تقریب سعید

۲۶۶ Replaced by B 839

مسلمان اس سے ناواقف نہیں ہیں کہ قرآن و حدیث دین کا ستون ہیں۔ اور دین کی اصل یہی دو چیزیں ہیں۔ نیز ان دونوں کا ایک دوسرے کے ساتھ ایک ایسا گہرا تعلق ہے کہ ان میں سے کسی ایک کو دوسرے سے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا۔ قرآن اگر جسم ہے تو حدیث اس کی جان کتاب اللہ اگر متن ہے تو احادیث نبویہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال اس کی شرح ہیں۔

قرآن کو سب سے زیادہ جس نے سمجھا۔ وہ اس کے لانے والے نے سمجھا۔ اور ان کے بعد انہوں نے سمجھا جنہوں نے براہِ راست شمع نبوت سے کسب فیض حاصل کیا۔ پس ظاہر ہے کہ ان کے اقوال و آثار ان کی پاکیزہ سیرتیں قرآن کے دائرہ کے اندر ہی ہوں گی۔ اس لئے کلام ربانی یعنی قرآن کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال، اور صحابہؓ و تابعین کے اعمال و اخلاق کو اسلام کے ستون کی حیثیت حاصل ہے۔ اور ان کا مطالعہ اپنی دنیا و آخرت کو سنوارنے کے لئے ضروری ہے

زیر نظر کتاب یعنی **مسند امام اعظم** کی اہمیت واضح ہے۔ اور یہ ان حضرات کے لئے ایک چیلنج ہے جو امام ابوحنیفہؒ کے متعلق اس زعم باطل میں مبتلا ہیں کہ ان میں حدیث بہت کم تھی۔ اور اس سلسلہ میں ان کا مبلغ علم محدود بلکہ نہ ہونے کے برابر تھا۔ اور ہی یہ فراموش کر جاتے ہیں۔ کہ استخراج مسائل بغیر واقفیت حدیث کے ممکن نہیں۔ سے انہیں شرف تلمذ حاصل ہوا۔ ان میں کثرت سے اکابر محدثین کے اسماء گرامی آتے ہیں۔ بنا پر یہ کتاب احناف کے لئے بہت ہی افادیت کی حامل ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام کے اجتہاد کی بنیاد صرف قیاس اور رائے پر نہ تھی۔ جیسا کہ ایک جماعت خیال کرتی ہے بلکہ اجتہاد کا ماخذ کتاب اللہ اور سنت نبویہ دونوں ہیں۔

اردو دان عوام کے لئے جو دینی ذوق اور شرعی مسائل کے علم کا شوق رکھتے ہیں ان میں یہ کتاب معتبر اردو اور شرح بیش کرتے ہوئے ہم ایک مترجم کی حیثیت سے کام کرتے ہیں مسائل کے سمجھنے میں بیحد ممد و معاون ہوگی۔ اور خواص کے لئے بھی یہ کتاب افادیت اس لئے کہ احادیث کی روشنی میں اختلاف کرنے ہوئے ائمہ مجتہدین کے مآخذ کو بیان کرتی ہے

Maktaba Tul Ishaat.com

واضح کرتے ہوئے مسلک احناف کی وضاحت دلیلوں کے ذریعے کی گئی ہے۔ اس طرح اگر یہ کتاب ایک طرف احادیث نبویؐ کا مجموعہ ہے تو دوسری طرف مسائل فقہیہ کا ایک بے مثل ذخیرہ ہے، بصورت تعارض احادیث وجوہ ترجیح و تطبیق و تاویل وضاحت سے بیان کئے گئے ہیں اور مسلک احناف کے ترجیح کے وجوہ بہ احسن اسلوب بامحاورہ اردو میں آسان طرز پر بیان کئے گئے ہیں۔ اس لحاظ سے اردو زبان میں اپنی نوعیت کے اعتبار سے ایک بے مثل کتاب ہے۔

اُمید ہے کہ ناظرین ہماری اس کوشش کو بنظر استحسان دیکھیں گے، اور عمل کرکے اپنی دنیوی واُخروی زندگی سنوارنے دعائے خیر کے ساتھ یاد فرمائیں گے ۔

محمد سعید عفی عنہ

۲۸ محرم الحرام سنہ ۱۳۷۵ھ

Maktaba Tul Ishaat.com

فہرست مضامین مسند امام اعظم مترجم اردو

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	تقریب سعید	۳
	مقدمہ از مولانا عبدالرشید صاحب نعمانی	
	سوانح امام ابوحنیفہؒ از علامہ تاریخی احمد	
	کتاب الطہارت	
۱	اعمال کا دارومدار تمام تر نیتوں پر ہے	۳۳
	کتاب الایمان والاسلام والقدر والشفاعۃ	
۲	ارکان اسلام کا بیان اور قدریہ کی مذمت	۳۴
۳	توحید و رسالت کا بیان ؛	۳۹
۴	مشرکین کی اولاد کے بارے میں کوئی فیصلہ دینے سے توقف کرنا ؛	۴۷
۵	اسلام کی بنیاد توحید کی شہادت ہے ؛	۴۲
۶	گناہ کبیرہ کا مرتکب کافر نہیں ؛	۴۳
۷	مسلمان ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہیں گے	۴۵
۸	تقدیر پر ایمان لانا ضروری ہے ؛	۵۲
۹	عمل کی ترغیب ؛	۵۳
۱۰	منکرین تقدیر کی مذمت ؛	۵۴
۱۱	شفاعت کا بیان ؛	۵۶
	کتاب العلم	
۱۲	طلب علم کی فرضیت کے بیان میں	۶۱
۱۳	تحصیل فقہ کی فضیلت کا بیان ؛	۶۶
۱۴	اہل ذکر کی فضیلت کا بیان ؛	۶۹
۱۵	رسول اللہ صلعم کی طرف غلط باتوں کی نسبت کرنے پر سختی کی	۷۱

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	کتاب الطہارت	
۱۶	اس بات کی ممانعت میں کہ کوئی ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرے ؛	۷۵
۱۷	بلی کے جھوٹے پانی سے وضو کرنے میں	۷۷
۱۸	کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کا بیان ؛	۷۸
۱۹	دودھ پی کر وضو نہ کرنے کے بیان میں	۷۹
۲۰	گوشت کھا کر وضو نہ کرنے کے بیان میں	〃
۲۱	مسواک کی تاکید میں ؛	۸۰
۲۲	وضو میں اعضاء کو تین تین بار دھونے کا بیان ؛	۸۱
۲۳	ایک ایک مرتبہ وضو کرنے کے بیان میں	۸۵
۲۴	وضو کے بچے ہوئے پانی کو اپنی رومالی پر چھڑکنے کا بیان ؛	〃
۲۵	موزوں پر مسح کرنے کے بیان میں ؛	〃
۲۶	مسح کی مدت مقرر کرنے کا بیان	۸۵
۲۷	اس ناپاک کے بیان میں جو ناپاکی میں پھیل جاتا ہے ؛	۸۶
۲۸	ناپاک ہونے سے غسل کرنے	۹۵
۲۹	اس امر کے بیان میں	۹۰
۳۰	اس امر کے بیان میں	۹۰
	کی اسلام	
۳۱	اس بیان میں کہ امام کو	۹۰
۳۲	بدن سے نجاست دور کرنے کا بیان ؛	〃
۳۳	اس بیان میں کہ جنابت کی	〃
	دور کرنا	

Maktaba Tul Ishaat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	کتاب الصلوٰۃ	
۳۴	اس بیان میں کہ ناف اور گھٹنے کے درمیان ستر ہے ؛	۱۰۲
۳۵	ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کے بیان میں	۱۰۳
۳۶	نماز اپنے وقت پر پڑھنے کے بیان میں	۱۰۴
۳۷	باب اسفار کی فضیلت میں ؛	۱۰۵
۳۸	نماز عصر کے قضا ہو جانے پر وعید کے بیان میں ؛	۱۰۶
۳۹	اذان اور اقامت کے بیان میں ؛	۱۰۷
۴۰	اس شخص کے اجر کے بیان میں جو اللہ کے لئے مسجد بنائے ؛	۱۱۵
۴۱	مسجد میں گمی ہوئی چیزوں کے ڈھونڈنے سے ممانعت میں ؛	۱۱۶
۴۲	نماز شروع کرنے کے بیان میں ؛	۱۱۷
۴۳	نماز میں بسم اللہ بلند آواز سے پڑھنی جائز نہیں ؛	۱۳۱
۴۴	اس بیان میں کہ امام کی قرارت مقتدی کی قرأت میں ہے ؛	۱۳۳
۴۵	باب تطبیق کے منسوخ ہونیکے بیان میں ؛	۱۴۱
۴۶	اس بیان میں کہ امام کو سمع اللہ لمن حمدہ کے ساتھ ربنا لک الحمد بھی کہنا چاہیئے یا نہیں ؟	۱۴۲
۴۷	سجدہ کی کیفیت کا بیان ؛	۱۴۳
۴۸	صبح کی نماز میں دعائے قنوت پڑھنے کا بیان ؛	۱۴۵
۴۹	تشہد میں بیٹھنے کی ہیئت شرعی ؛	۱۴۸
۵۰	باب تشہد کے بیان میں ؛	۱۴۹
۵۱	امام کا نماز کو ہلکی پڑھنے کا بیان ؛	۱۵۱
۵۲	بوریئے پر نماز پڑھنے کے بیان میں ؛	۱۵۲
۵۳	مریض کی نماز کے بیان میں ؛	۱۵۳
۵۴	ولد الزنا غلام اور دیہاتیوں کی امامت کے بیان میں ؛	۱۵۶
۵۵	اس بیان میں کہ دو کی بھی جماعت ہے ؛	۱۵۷
۵۶	صفوں کے ملانے کی فضیلت میں ؛	//
۵۷	فجر اور عشاء کی جماعتوں میں شرکت کرنے کی فضیلت میں ؛	۱۵۸
۵۸	اس بیان میں کہ جب نماز عشاء کا وقت آجائے اور ادھر کھانا حاضر ہو تو انسان کیا کرے ؟ کھانا پہلے کھائے یا نماز پڑھے ؟	۱۶۰
۵۹	اس بیان میں کہ اگر کوئی تنہا فرض پڑھ آئے اور پھر مسجد میں آئے تو جماعت ہوتی ہو تو وہ کیا کرے ؟	//
۶۰	جمعہ کے دن غسل کرنے کا بیان ؛	۱۶۲
۶۱	خطبہ کے بیان میں ؛	۱۶۳
۶۲	جمعہ کی نماز میں کیا پڑھا جائے ؟	۱۶۵
۶۳	جمعہ کی شب کی فضیلت میں اور اس شخص کی برتری میں جو اس میں مرے ؛	//
۶۴	عورتوں کو رخصت دیئے جانے میں کہ جو مقامات خیر اور مسلمانوں کی دعا میں شریک ہونے کے لئے نکلیں ؛	۱۶۶
۶۵	نماز نہ عید سے پہلے ہے نہ اسکے بعد ؛	۱۶۷
۶۶	سفر میں نماز کو چھوٹا کرنے کے بیان میں ؛	۱۶۸
۶۷	سواری پر نماز پڑھنے کے بیان میں ؛	۱۷۲
۶۸	وتر کے بیان میں ؛	۱۷۳

Marfat.com

Maktaba Tul Ishaat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۶۹	دو سجدہ سہو کے بیان میں ؛	۱۷۸
۷۰	سجدۂ تلاوت کے بیان میں ؛	۱۷۹
۷۱	نماز میں بات چیت منع ہونے کا بیان ؛	〃
۷۲	نماز میں مردوں کو تسبیح کہنا چاہیئے اور عورتوں کو تصفیق کرنا مناسب ہے ؛	۱۸۰
۷۳	کونسی چیز نماز کو توڑتی ہے اور کونسی نہیں ؛	۱۸۱
۷۴	نماز کسوف کے بیان میں ؛	۱۸۲
۷۵	استخارہ کی نماز کے بارے میں ؛	۱۸۴
۷۶	چاشت کی نماز کے بیان میں ؛	۱۸۵
۷۷	اعتکاف کے بیان میں ؛	۱۸۶
۷۸	تہجد کے بیان میں ؛	〃
۷۹	سنت فجر کے بیان میں ؛	۱۸۷
۸۰	بعد نماز عشاء مسجد میں چار رکعات نفل پڑھنے کے بیان میں ؛	۱۸۹
۸۱	نماز ظہر کے بعد دو رکعت ادا کرنے کا بیان ؛	۱۹۰
۸۲	گھروں میں نفل نمازیں پڑھنے کا بیان ؛	〃
۸۳	کعبہ میں دو رکعت نماز پڑھنے کا بیان ؛	۱۹۱
۸۴	جنازے کے بیان میں ؛	۱۹۲
۸۵	قبر کے سوال و جواب کے بیان میں ؛	۱۹۷
۸۶	قبرستان میں جانے اور مردوں پر سلام کہنے کے بیان میں ؛	۲۰۰
	کتاب الزکوٰۃ	
۸۷	زکاۃ کا حکم ؛	۲۰۱
۸۸	بھلائی کا کام جس قسم کے ؛	۲۰۲

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۸۹	فقیر صدقہ کا مال دوسرے کو ہدیہ کے طور پر دے سکتا ہے ؛	۲۰۳
	کتاب الصوم	
۹۰	روزے کی فضیلت کا بیان ؛	۲۰۳
۹۱	پچھنے لگوانے سے روزہ ٹوٹ جانے کا حکم منسوخ ہے ؛	۲۰۶
۹۲	جنابت کی حالت میں صالح کا صبح کرنا ؛	۲۰۷
۹۳	روزہ کی حالت میں بوسہ لینے کے بیان میں ؛	۲۰۸
۹۴	سفر میں روزہ کھولنے کی اجازت ہے ؛	۲۰۹
۹۵	صوم وصال اور صوم صمت کا روزہ منع ہے ؛	۲۱۰
۹۶	ایام تشریق اور شک کے دن روزہ رکھنا منع ہے ؛	۲۱۱
۹۷	اعتکاف اور اپنی نذر پوری کرنے کے بیان میں ؛	۲۱۲
	کتاب الحج	
۹۸	حج میں جلدی کرنے کے بیان میں ؛	۲۱۲
۹۹	حاجی کی خشیش کے بیان میں ؛	۲۱۳
۱۰۰	حج زور سے لبیک کہنے اور قربانی کا نام ہے ؛	〃
۱۰۱	احرام باندھنے کی [illegible]	[illegible]
۱۰۲	محرم کے کپڑے کے بیان ؛	[illegible]
۱۰۳	محرم کے لئے خوشبو کے استعمال کے بیان میں ؛	۲۱۵
۱۰۴	[illegible]	[illegible]

Maktaba Tul Ishaat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۰۵	محرم کے لئے شکار کا گوشت کھانا کیسا ہے؟	۲۱۸
۱۰۶	کس قسم کا قتل محرم کے لئے جائز ہے؟	۲۱۹
۱۰۷	محرم کے نکاح کے بیان میں ٭	۲۲۰
۱۰۸	محرم کے لئے پچھنے لگانا کیسا ہے؟	۲۲۳
۱۰۹	رکن اور حجر اسود کے بوسہ دینے کا بیان ٭	〃
۱۱۰	عرفہ میں دو نمازوں کا جمع کرنا ٭	۲۲۵
۱۱۱	کنکری پھینکنے کے بیان میں ٭	۲۲۶
۱۱۲	اپنی قربانی کے جانور پر سواری لینا کیسا ہے؟	۲۲۸
۱۱۳	تمتع اور قران کے بیان میں ٭	〃
۱۱۴	رمضان میں عمرہ کی فضیلت کے بیان میں ٭	۲۳۴
۱۱۵	حضرت محمد صلعم کی قبر شریف کی زیارت کے بیان میں ٭	۲۳۵
	کتاب النکاح	
۱۱۶	خطبہ نکاح کے بیان میں ٭	۲۳۵
۱۱۷	نکاح کے حکم میں ٭	۲۳۶
۱۱۸	کنواری لڑکیوں سے نکاح کرنے کی ترغیب دلانے کے بارے میں ٭	۲۳۷
۱۱۹	بوڑھی اور رانڈ مطلقہ بچہ والی عورتوں کے نکاح سے اجتناب کیا جائے ٭	۲۳۸
۱۲۰	بانجھ عورت سے نکاح کرنے سے اجتناب کے بیان میں ٭	۲۳۹
۱۲۱	عورت کے منحوس ہونے کے بیان میں ٭	〃

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۲۲	کنواری اور بیوہ عورت سے اجازت لینے کے بیان میں ٭	۲۴۱
۱۲۳	باکرہ کی رضامندی لی جائے اور شیبہ سے اجازت ٭	۲۴۲
۱۲۴	بغیر رضامندی عورت سے نکاح جائز نہیں ٭	۲۴۳
۱۲۵	ایک عورت اور اس کی پھوپھی یا خالہ کو ایک ساتھ نکاح میں جمع نہیں کیا جا سکتا ٭	۲۴۶
۱۲۶	متعہ کی حرمت کا بیان ٭	۲۴۶
۱۲۷	عزل کے بیان میں ٭	۲۴۹
۱۲۸	عورتوں کے پاس جس طرف سے بھی چاہیں، آنا ٭	۲۵۰
۱۲۹	دبر میں عورتوں سے وطی کرنا حرام ہے ٭	۲۵۱
۱۳۰	نسب صاحب فراش کا ہے ٭	۲۵۳
	کتاب الاستبراء	
۱۳۱	رحم کو صاف اور بری کرنے کے بیان میں ٭	۲۵۴
	کتاب الرضاع	
۱۳۲	دودھ کے رشتہ سے وہی حرمت ثابت ہوتی ہے، جو نسب کے رشتہ سے ٭	۲۵۵
	کتاب الطلاق	
۱۳۳	طلاق میں مسخری کے بیان میں ٭	۲۵۶

Maktaba Tul Ishaat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۳۴	عدّت کے بیان میں ؛	۲۵۷
۱۳۵	حیض میں طلاق دینے کے بیان میں ؛	۲۵۸
۱۳۶	طلاق کے ساتھ کھیل کرنے کے حرام ہونے میں ؛	۲۵۹
۱۳۷	مجنون کی طلاق واقع نہیں ہوتی ؛	۲۶۰
۱۳۸	عورت کو صرف اختیار دینے سے اس کو طلاق نہیں ہوتی ؛	۲۶۰
۱۳۹	منکوحہ باندی کو آزاد ہونے کے بعد اختیار ہے کہ وہ خاوند کے ساتھ رہنا پسند کرے یا علیحدگی اختیار کرلے ؛	〃
۱۴۱	باندی کی طلاق کے بیان میں ؛	۲۶۱
۱۴۱	تین طلاق دی ہوئی عورت کے لئے مکان بھی ہے اور نفقہ بھی ؛	۲۶۳
۱۴۲	اس عورت کی عدّت کے بیان میں جس کا خاوند مرگیا ہو ؛	۲۶۵
۱۴۳	سورۂ بقرۃ میں وفات کی جو عدّت ہے اس کے نسخ کے بیان میں ؛	۲۶۶
۱۴۴	اس عورت کے بیان میں جس کا شوہر مرگیا ہو نہ اس کا مہر مقرر ہوا ہو اور نہ اس کے شوہر نے اسکے ساتھ خلوت صحیحہ کی ہو ؛	۲۶۷
۱۴۵	ایلاء باندی کے بیان میں ؛	۲۶۰
۱۴۶	باب خلع کے بیان میں ؛	۲۶۸
	کتاب النفقات	
۱۴۷	نفقوں کے بیان میں ؛	۲۶۹

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	کتاب التدبیر	
۱۴۸	تدبیر کی بیع کے بیان میں ؛	۲۷۰
۱۴۹	باب ولا کے بیان میں ؛	۲۷۱
۱۵۰	بیچنے اور ہبہ کرنے کی ممانعت کے بیان میں ؛	
	کتاب الایمان	
۱۵۱	جھوٹی قسم کی ممانعت میں ؛	۲۷۲
۱۵۲	باب گناہ پر نذر ماننے میں اور اس میں کفارہ ہے اور اس کا پورا نہ کرنا ؛	۲۷۳
۱۵۳	باب یمین لغو کے بیان میں ؛	۲۷۵
۱۵۴	قسم میں جملہ استثناء لانا اس کو باطل کردیتا ہے ؛	۲۷۶
	کتاب الحدود	
۱۵۵	شراب، جوئے اور دوسری چیزوں کی حرمت کے بیان میں ؛	
۱۵۶	شراب نوشی اور [illegible] بیان میں ؛	
۱۵۷	اس مقدار مالیت کے بیان میں [illegible] ہیں ہاتھ کاٹا جاتا ہے ؛	
۱۵۸	حدود لوٹ دار اور دفع کرنے کے بیان میں ؛	۲۸۲
۱۵۹	شادی شدہ [illegible] کے حکم کے بیان میں ؛	۲۸۲
—	ذمی کے قتل پر مسلمان سے قصاص لیا جائے ؛	۲۸۳

Marfat.com

Maktaba Tul Ishaat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
	کتاب الجہاد	
۱۶۱	مجاہدین کی عورتوں میں جہاد میں نہ جانے والوں کی طرف سے خیانت سرزد ہونا حرام ہے ؛	۲۸۹
۱۶۲	اس وصیت کے بیان میں جو لشکر وغیرہ بھیجتے وقت کی جاتی ہے ؛	〃
۱۶۳	مثلہ سے مخالفت کے بیان میں ؛	۲۹۱
۱۶۴	اس کی ممانعت میں کہ خمس قبل تقسیم بیچا جائے ؛	۲۹۲
	کتاب البیوع	
۱۶۵	مشتبہ چیزوں سے بچنا ؛	۲۹۳
۱۶۶	شراب پر اور اس سے تعلق رکھنے والوں پر لعنت ؛	〃
۱۶۷	سود خور پر لعنت کے بیان میں ؛	۲۹۴
۱۶۸	اس بیان میں کہ سود اُدھار میں ہے ؛	۲۹۵
۱۶۹	اس بیان میں کہ چھ چیزوں میں زیادتی سے سود ہوتا ہے ؛	〃
۱۷۰	دو غلاموں کو ایک غلام کے عوض میں خریدنا ؛	۲۹۸
۱۷۱	دھوکے کی بیع کی ممانعت میں ؛	۲۹۹
۱۷۲	بیع مزابنہ و محاقلہ سے ممانعت کے بیان میں ؛	〃
۱۷۳	اس امر کی ممانعت میں کہ میوہ کو سُرخ یا زرد ہونے سے پہلے خریدا جائے ؛	۳۰۰
۱۷۴	مشتری کی طرف سے شرط کر لینے کے بیان میں ؛	〃
۱۷۵	بھاؤ پر بھاؤ کرنے سے ممانعت کے بیان میں ؛	۳۰۱
۱۷۶	شکاری کتے کی قیمت پر رخصت لینے کے بیان میں ؛	۳۰۲
۱۷۷	تنگ دست کو مہلت دینے کے بیان میں ؛	۳۰۵
۱۷۸	خرید و فروخت میں دھوکے بازی ممنوع ہونے کا بیان ؛	۳۰۶
	کتاب الرہن	
۱۷۹	رہن کے بیان میں ؛	۳۰۷
	کتاب الشفعۃ	
۱۸۰	شفعہ کے بیان میں ؛	۳۰۸
	کتاب المزارعۃ	
۱۸۱	کھیتی باڑی کے بیان میں ؛	۳۱۲
	کتاب الفضائل	
۱۸۲	آنحضرت صلعم کی فضیلتوں کے بیان میں ؛	۳۱۳
۱۸۳	حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی فضیلتوں کے بیان میں ؛	۳۱۷
۱۸۴	حضرت عمارؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی فضیلتوں کے بیان میں ؛	۳۱۸
۱۸۵	حضرت عثمانؓ کی فضیلت کے بیان میں ؛	۳۱۹
۱۸۶	حضرت علیؓ کی فضیلت کے بیان میں ؛	۳۲۰

Marfat.com

Maktaba Tul Ishaat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۸۷	حضرت حمزہؓ کی فضیلت کے بیان میں ؛	۳۲۱
۱۸۸	حضرت زبیرؓ کی فضیلت کے بیان میں ؛	〃
۱۸۹	حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی فضیلت کے بیان میں ؛	۳۲۲
۱۹۰	حضرت خزیمہؓ کی فضیلت کے بیان میں ؛	۳۲۶
۱۹۱	حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت کے بیان میں ؛	۳۲۷
۱۹۲	حضرت عائشہ صدیقہؓ کی فضیلت کا بیان ؛	۳۲۸
۱۹۳	حضرت شعبیؒ کی فضیلت کے بیان میں ؛	۳۳۴
۱۹۴	حضرت ابراہیم علقمہؒ اور عبداللہؓ کی فضیلتوں کے بیان میں ؛	〃
۱۹۵	حضرت امام ابوحنیفہؒ کی فضیلت کے بیان میں ؛	۳۳۵
	کتاب فضل أمّة صلى الله عليه وسلّم	
(الف) ۱۹۶	حضرت مسلم کی امت کی فضیلت میں	۳۳۵
	کتاب الاطعمة والاشربة والضحايا والصيد والذبائح	
(ب) ۱۹۶	ہر نیش دار جانور کے کھانے سے ممانعت کے بیان میں	۳۳۹
۱۹۷	گھریلو گدھوں کے کھانے سے ممانعت کے بیان میں ؛	
۱۹۸	حشرات الارض کے کھانے سے ممانعت کے بیان میں ؛	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۹۹	گوہ کے کھانے کے حکم میں ؛	۳۴۰
۲۰۰	سدھائے ہوئے کتوں کے شکار کے بیان میں ؛	۳۴۲
۲۰۱	ٹڈی کے کھانے میں اختیار دینے کے بیان میں ؛	۳۴۳
۲۰۲	مجثمہ سے ممانعت کے بیان میں ؛	۳۴۵
۲۰۳	پتھر سے ذبح کرنے کے جواز میں ؛	〃
۲۰۴	ذی الحجہ کے عشرہ کی فضیلت کے بیان میں ؛	۳۴۶
۲۰۵	ہرکہ کی فضیلت کا بیان ؛	۳۴۸
۲۰۶	اس بیان میں کہ ٹیک لگا کر کھانا منع ہے ؛	۳۴۹
۲۰۷	اس بیان میں کہ سونے چاندی کے برتن میں پینا منع ہے ؛	〃
۲۰۸	نبیذ کے پینے کے بیان میں ؛	۳۵۲
۲۰۹	اس بیان میں کہ خمر کی قیمت کا کھانا حرام ہے ؛	۳۵۰
	کتاب اللباس والزينة	
۲۱۰	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ٹوپی کے بارے میں ؛	۳۵۰
۲۱۱	سدل کے بیان میں ؛	۳۵۷
۲۱۲	اس بیان میں کہ ریشم اور دیباج کا پہننا منع ہے ؛	
۲۱۳	تصاویر کے بیان میں ؛	
۲۱۴	مہندی سے بالوں کو خضاب کرنے کے بیان میں ؛	۳۵۸
۲۱۵	کتم کے ساتھ خضاب کرنے کے بیان میں ؛	

Marfat.com

Maktaba Tul Ishaat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۱۶	داڑھی کے اطراف، وجوانب کے کترانے اور چھٹوانے کے بیان میں ؛	۳۵۹
	کتاب الطب وفضل المرض والرقی والدعوات	
۲۱۷	طب، مرض کی فضیلت، منتر اور دعاؤں کے بیان میں ؛	۳۶۰
	کتاب الادب	
۲۱۸	باب ادب کے بیان میں ؛	۳۶۶
۲۱۹	باب نرمی اور خوش اخلاقی کے بیان میں ؛	۳۶۸
۲۲۰	باب اس بیان میں کہ علم نجوم میں نظر کرنا منع ہے ؛	۳۷۲
۲۲۱	باب اس بیان میں کہ زمانہ کو برا کہنے کی ممانعت ہے ؛	۳۸۰
۲۲۲	باب اس بیان میں کہ کسی کی مصیبت پر خوش ہونا منع ہے ؛	۳۸۱
	کتاب الرقاق	
۲۲۳	دل گداز باتوں کے بیان میں ؛	۳۸۱
	کتاب الجنایات	
۲۲۴	جنایات کے بیان میں ؛	۳۸۳
	کتاب الاحکام	
۲۲۵	احکام کے بیان میں ؛	۳۸۶
	کتاب الفتن	
۲۲۶	فتنوں کے بیان میں ؛	۳۹۵
	کتاب التفسیر	
۲۲۷	تفسیر قرآن کے بارے میں ؛	۳۹۷
	کتاب الوصایا والفرائض	
۲۲۸	وصایا اور فرائض کا بیان ؛	۴۰۷
	کتاب القیمۃ وصفۃ الجنۃ	
۲۲۹	قیامت کے بیان، اور جنت کی صفت میں ؛	۴۱۱

محمد سعید اینڈ سنز تاجران کتب و مالکان مطبع سعیدی
قرآن محل بالمقابل مولوی مسافر خانہ کراچی

Maktaba Tul Ishaat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ
مسند امام اعظم رح

از

مولانا محمد عبدالرشید نعمانی

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو علم حدیث میں جو رتبہ حاصل ہے۔ اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ جس کثرت سے ان کی مسندیں لکھی گئیں کسی کی نہیں لکھی گئیں۔ مسلمانوں میں روایت حدیث کو جو ترقی ہوئی، دنیا میں اس کی نظیر موجود نہیں۔ صحاح، سنن، مستخرجات، جوامع، مسانید، معاجیم، اجزاء، طرق وغیرہ مختلف عنوانات قائم ہوئے اور ہر عنوان کے تحت اس کثرت سے کتابیں لکھی گئیں کہ ان کا شمار بھی مشکل ہے لیکن ان میں کسی ایک ہی شخص کی روایات کو ایک مستقل مجموعہ میں علیحدہ قلمبند کرنے کا رواج زیادہ نہیں ہو سکا۔ محدثین اور حفاظ میں بہت کم ایسے خوش قسمت ہیں کہ جن کی حدیثیں مستقل تصانیف میں جمع کی گئی ہوں۔ ہم کو معلوم ہے صرف امام ابوحنیفہ (رضی اللہ) ایک ایسے شخص ہیں جن کی احادیث و روایات کے ساتھ اس سے زیادہ اعتنا کیا گیا۔ نہایت کثرت سے ان کی مسندیں لکھی گئیں۔ اور ان آمد دفت [illegible] جو خود اس قابل تھے کہ ان کی مسندیں لکھی جاتیں۔ اس خصوصیت میں اگر کوئی شخص [illegible] ہو سکتا ہے تو صرف امام مالک (رحمہ اللہ) ہیں۔

امام ابوحنیفہ (رحمہ اللہ) کی احادیث و روایات کو جن محدثین نے مستقل اور [illegible] میں مدون کیا۔ ان میں سے جن حضرات کے متعلق ہم تحقیق کر سکے ہیں [illegible]

(۱) حافظ محمد بن مخلد بن حفص دوری

ان کی کنیت ابوعبداللہ ہے اور [illegible] سے مشہور ہے [illegible] بغداد کے آخری سرے پر شرقی [illegible] ایک محلہ تھا۔ یہ اسی کی طرف منسوب ہیں [illegible] ۲۳۳ھ میں پیدا ہوئے اور [illegible] ۳۳۱ھ میں [illegible]

لہ واضح رہے کہ یہ سب مسندیں [illegible] کے علاوہ ہیں جو عام حدیث کی [illegible] امام ابوحنیفہ کی روایات [illegible] علم حدیث میں کیا پایہ ہے اور [illegible] کن حضرات سے [illegible] کن حضرات سے [illegible]
کتاب الآثار میں [illegible] ہے۔ [illegible] کی سند [illegible] سے [illegible]

Maktaba Tul Ishaat.com

سال کی عمر میں وفات پائی۔ فن حدیث کی تحصیل یعقوب دورقی، زبیر بن بکار، حسن بن عرفہ اور امام مسلم بن حجاج وغیرہ سے کی، اور ان سے دارقطنی، ابن عقدہ اور ابن المظفر جیسے اکابر حفاظ نے اس فن کو حاصل کیا۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا تذکرہ ان لفظوں میں شروع کیا ہے الامام المفید الثقة مسند بغداد، آگے چل کر لکھتے ہیں :-

کان معروفًا بالثقة والصلاح و الاجتهاد بالطلب۔	یہ ثقاہت میں، نیکی میں اور طلب حدیث کے لئے جدوجہد کرنے میں مشہور ہیں۔

محدث دارقطنی سے ایک بار ان کے بارے میں سوال ہوا تو فرمانے لگے ثقة مامون، تذکرۃ الحفاظ میں ان کے والد کا نام مخلد کی بجائے احمد غلط چھپ گیا ہے اس کی تصحیح کر لی جائے۔ حافظ ابن الجوزی کی المنتظم فی تاریخ الملوک والامم اور یاقوت حموی کی معجم البلدان اور رجال کی دوسری کتابوں میں ان کے والد کا نام مخلد ہی مذکور ہے حافظ ابن مخلد نے امام ابوحنیفہ کی روایات کو ایک مستقل تالیف میں علیحدہ جمع کیا ہے جس کا ذکر محدث خطیب بغدادی کی تاریخ بغداد میں متعدد جگہ آیا ہے۔ چنانچہ محمد بن الحسن بن الوازع ابوداؤد الجمال کے تذکرہ میں لکھتے ہیں کہ :-

روی عنه محمد بن مخلد الدوری فی جمعه حدایث ابی حنیفة (تاریخ بغداد ج-۲- ص ۱۸۸ طبع مصر)	ان سے محمد بن مخلد دوری نے اپنی کتاب "جمع حدیث ابی حنیفہ" میں روایت کی ہے +

(۲) حافظ عصر ابن عقدہ

ابوالعباس احمد بن محمد بن سعید الکوفی، عقدہ ان کے والد کا لقب تھا جو ایک نہایت صالح شخص تھے اور نحو کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ حافظ ذہبی نے ان کا تذکرہ ان الفاظ میں شروع کیا ہے ابن عقدة حافظ العصر والمحدث البحر پھر ان کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

الیه المنتهی فی قوة الحفظ وکثرة الحدیث وصنف وجمع والف فی الابواب والتراجم۔	قوت حافظہ اور کثرت حدیث کی ان پر انتہا ہوگئی۔ انہوں نے ابواب و تراجم دونوں عنوانوں کے تحت تصنیف و تالیف کی اور حدیثیں جمع کیں۔

حافظ ابن الجوزی، المنتظم میں لکھتے ہیں کہ :-

"یہ خود اکابر حفاظ میں سے تھے۔ اور ان سے اکابر حفاظ ابوبکر بن الجعابی، عبداللہ بن عدی، طبرانی، ابن المظفر، دارقطنی، اور ابن شاہین نے حدیثیں روایت کی ہیں"

حافظ ابن عقدہ نے ماہ ذی قعدہ ۳۳۲ھ میں وفات پائی۔ ان کا سال ولادت ۲۴۹ھ ہے۔ حافظ بدرالدین محمود عینی شارح بخاری نے اپنی تاریخ کبیر میں لکھا ہے کہ :-

ان مسند ابی حنیفة لابن عقدة یحتوی وحده علی ما یزید علی الف حدیث[1]۔	صرف ابن عقدہ کی مسند ابی حنیفہ ایک ہزار سے زائد احادیث پر مشتمل ہے۔

---

[1] ملاحظہ ہو تانیب الخطیب علی ما ساقہ فی ترجمة ابی حنیفة من الاکاذیب از محدث محمد زاہد کوثری صفحہ ۱۵۶ طبع مصر ۱۳۶۱ھ +

Maktaba Tul Ishaat.com

(۳) حافظ ابوالقاسم

عبداللہ بن محمد بن ابی العوام السعدی المتوفی ۳۳۵ھ۔ یہ فن حدیث میں امام نسائیؒ اور امام طحاوی کے شاگرد ہیں۔ مصر میں عہدہ قضاء پر فائز رہے امام ابوحنیفہ کے مناقب میں بھی ایک مبسوط کتاب لکھی۔ یہ مسند ابی حنیفہؒ بھی اس کتاب کا ایک جزو ہے اس کا قلمی نسخہ دمشق کے کتبخانہ ظاہریہ میں موجود ہے۔ اور مجلس احیاء المعارف النعمانیہ حیدرآباد دکن نے وہاں سے اس کا عکس بھی حاصل کرلیا ہے۔ سُنا ہے کہ مجلس مذکور کا ارادہ اس نادر تحفہ کو عام کردینے کا ہے۔ اس لئے امید ہے کہ جلد یا بدیر یہ کتاب زیورِ طباعت سے آراستہ ہوکر اہل علم کے ہاتھوں میں پہنچ جائے گی ؛

(۴) حافظ اشنانی

قاضی ابوالحسین عمر بن الحسن بن علی المتوفی ۳۳۹ھ حافظ طحہ بن محمد ان کے بارے میں فرماتے ہیں۔ کان من جلۃ اصحاب الحدیث المجودین الحفظ الحفاظ وقد حدث حدیثا کثیرا وحمل الناس عنہ قدیما وحدیثا۔ یعنی یہ پست پایہ کے جلیل القدر محدثین اور حفاظ حدیث میں سے تھے۔ انہوں نے نہایت کثرت سے حدیثیں بیان کیں۔ اور لوگوں نے قدیماً وحدیثاً (ہر زمانے میں) ان سے روایتیں کیں۔ اور حافظ ابوعلی نے حوالہ دارقطنی او حالہ کے شیخ تھے ان کو لکھا ہے۔ انہوں نے امام ابوحنیفہ کی جو مسند لکھی ہے، محدث خوارزمی نے اسی سے جامع المسانید میں [illegible]

(۵) امام عبداللہ حارثی

المتوفی ۳۴۰ھ، ان کے متعلق زیادہ تفصیل آگے آئے گی ؛

(۶) حافظ ابن عدی

ابواحمد عبداللہ بن عدی الجرجانی المعروف بابن القطان صاحب الکامل فی الجرح والتعدیل ۲۷۷ھ میں پیدا ہوئے۔ اور ۳۶۵ھ میں قضا کی۔ فن جرح وتعدیل میں ان کا بڑا شہرہ ہے۔ محدثین میں امام نسائی، اور ابویعلیٰ موصلی کے شاگرد ہیں ملک معظم عیسیٰ بن ابی بکر ایوبی نے السہم المصیب فی کبد الخطیب میں لکھا ہے کہ حافظ ابن عدی نے اپنی کتاب مسند ابی حنیفہ کے دیباچہ میں امام ممدوح کے مناقب بھی لکھے ہیں[1] ؛

(۷) حافظ محمد بن المظفر

ابوالحسین البغدادی، ۲۸۶ھ میں پیدا ہوئے [illegible] کا سماع شروع کیا جبکہ ان کی عمر [illegible] سال تھی۔ دارقطنی حدیث میں مصر وشام اور جزیرہ وعراق کو پے بہ پے گیا۔ امام محمد بن جریر طبری وغیرہ ان کے اساتذہ میں شامل ہیں۔ دارقطنی ابن شاہین، برقانی، اور ابونعیم اصفہانی وغیرہ بڑے بڑے اکابر محدثین نے ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ دارقطنی نے ان سے ہزاروں حدیثیں سُنی ہیں۔ وہ ان کی بڑی تعظیم کرتے تھے۔ اور جب ان کی موجودگی میں سہارے سے نہیں بیٹھے۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا تذکرہ ان الفاظ میں شروع کیا ہے۔ الامام الثقۃ محدث العراق۔ آگے پوری تعریف کی ہے کہ۔

جمع والف وعنی وطاف الدنیا وسمع الکثیر [illegible] انہوں نے حدیثیں جمع کیں کتابیں تالیف کیں اور اس میں لم یختلف [illegible] فن کے اہل نے اختلاف نہیں کیا۔

[1] تذکرۃ الحفاظ ذہبی [illegible]

Maktaba Tul Ishaat.com

حافظ ابن حجر عسقلانی نے تعجیل المنفعہ بزوائد رجال الائمۃ الاربعہ کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ :-

"انہوں نے جو مسند ابی حنیفہ لکھی ہے، وہ حافظ ابوبکر بن المقری کی مسند ابی حنیفہ کے برابر ہے، جس میں صرف امام ابوحنیفہ رح کی مرفوع حدیثیں درج ہیں۔ اور وہ امام حارثی کی تصنیف سے چھوٹی ہے"

حافظ ابن المظفر کا انتقال ۳۰۹ھ میں ہوا ہے ؛

(۸) حافظ طلحہ

بن محمد بن جعفر الشاہد ابوالقاسم ۲۹۱ھ میں پیدا ہوئے۔ اور ۳۸۰ھ میں وفات پائی۔ مشہور محدث ہیں۔ علامہ خوارزمی لکھتے ہیں کان مقدم العدول والمقنات الاثبات، حافظ تقی الدین سبکی نے شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام میں ان کی مسند سے ایک حدیث ان الفاظ میں نقل کی ہے۔ وفی مسند الامام ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تصنیف ابی القاسم طلحۃ بن محمد بن جعفر الشاہد العدل حدثنی الخ۔ محدث خوارزمی نے ان کی مسند کے متعلق لکھا ہے کہ وہ حروف تہجی پر مرتب ہے ؛

(۹) حافظ ابن المقری

ابوبکر محمد بن ابراہیم بن علی النحازن المشہور بابن المقری الاصفہانی، بڑے مشہور مصنف اور اکابر حفاظ میں سے ہیں، فن حدیث میں امام طحاوی کے شاگرد ہیں، اور ان کی مشہور تصنیف شرح معانی الآثار کے ان سے راوی ہیں۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا تذکرہ ان لفظوں سے شروع کیا ہے۔ ابن المقری محدث اصبہان الامام الرحال الحافظ الثقۃ۔ ابونعیم اصفہانی کے ان کے بارے میں یہ الفاظ ہیں محدث کبیر صاحب مسانید سمع ما لا یحصی کثرۃ (بڑے محدث ہیں، اور مسند حدیثوں کے عالم ہیں، اور اتنی کثرت سے حدیث کا سماع کیا ہے کہ جس کا شمار نہیں ہوسکتا) خود ابن المقری کا بیان ہے کہ میں نے چار مرتبہ طلب حدیث میں مشرق و مغرب کو پے سپر کیا ہے۔ ماہ شوال ۳۸۱ھ میں چھیانوے سال کی عمر میں ان کا انتقال ہوا۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کے متعلق لکھا ہے کہ :-

وقد صنف مسند ابی حنیفۃ۔ انہوں نے امام ابوحنیفہ کی مسند تصنیف کی ہے"

اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے تعجیل المنفعہ کے مقدمہ میں بیان کیا ہے کہ "ان کی تصنیف حارثی کی تصنیف سے چھوٹی ہے۔ اور صرف امام ابوحنیفہ کی مرفوع روایات پر مشتمل ہے" حافظ سخاوی نے الاعلان بالتوبیخ لمن ذم التاریخ[1] میں یہ بھی لکھا ہے کہ حافظ زین الدین قاسم بن قطلوبغا نے ابن المقری کی مسند ابی حنیفہ کے رجال کے حالات میں ایک مستقل کتاب لکھی ہے۔ حافظ قاسم نے اس مسند کی احادیث کو ابواب فقہیہ پر بھی مرتب کیا ہے ؛

(۱۰) حافظ ابن شاہین

ابوحفص عمر بن احمد بن عثمان البغدادی الواعظ المعروف بابن شاہین ۲۹۷ھ میں پیدا ہوئے۔ اور ۳۸۵ھ میں وفات پائی۔ بڑے صاحب تصانیف تھے۔ خود ان کا بیان ہے کہ میں نے تین سو تیس کتابیں لکھی ہیں جن میں تفسیر کبیر کے

[1] ملاحظہ ہو کتاب مذکور ص ۵۵۔ طبع دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن ۱۳۱۵ھ؛ [2] الاعلان بالتوبیخ ص ۱۱۷ طبع دمشق ؛

Maktaba Tul Ishaat.com

ایک ہزار مسند کے تیرہ سو، تاریخ کے ڈیڑھ سو، اور زہد کے سو جزو ہیں۔ حافظ ذہبی نے ان کا تذکرہ ان الفاظ میں شروع کیا ہے۔ ابن شاهین الحافظ المفید المکثر محدث العراق صاحب التصانیف، انہوں نے امام ابوحنیفہ کی جو مسند لکھی ہے، اس کا ذکر محدث کوثری نے تانیب الخطیب[1] میں کیا ہے۔ راقم الحروف نے مولانا ابوالوفا افغانی صدر مجلس احیاء المعارف النعمانیہ حیدرآباد دکن سے اس سلسلہ میں مراجعت کی، تو مولانا ممدوح نے اپنے مکتوب گرامی مورخہ ۲۰ رمضان المبارک ۱۳۷۱ھ میں تحریر فرمایا کہ،۔

"مسانید امام کے متعلق میں نے حضرت مولانا کوثری صاحب سے دریافت کیا تو تحریر فرمایا کہ ایک مالکی عالم نے ایک جزء میں خطیب کی ان کتابوں کو جمع کیا ہے، کہ جس وقت ان کا دمشق ورود ہوا تھا، تو ان کے ساتھ تھیں، منجملہ ان کے مسند امام للدارقطنی وللابن شاہین، وللخطیب ہر سہ کتابیں تھیں، وہ جزء کتب خانہ ظاہریہ دمشق میں موجود ہے۔ اس کا نام ہے تسمیۃ ماورد بہ الخطیب دمشق للمالکی (فہرست جدید ۳۰۹ قسم الفہارس) اس میں مذکور ہے کہ (۴۷۴) کتابیں ان کے ہمراہ تھیں منجملہ ان کے (۴۶) خود ان کی تصانیف تھیں۔ یہ سب عمدہ کتابیں حدیث و تاریخ کی تھیں۔" [2]

(۱۱) حافظ دارقطنی

ابوالحسن علی بن عمر بن احمد بن مہدی البغدادی مشہور محدث ہیں ان کی کتاب السنن طبع ہو گئی ہے۔ ۳۰۶ھ میں پیدا ہوئے اور ذی قعدہ ۳۸۵ھ میں وفات پائی۔ دارقطنی نے امام ابوحنیفہ کی جو مسند لکھی ہے اس کے متعلق ابھی آپ پڑھ چکے ہیں کہ محدث خطیب بغدادی کے پاس اس کا نسخہ موجود تھا۔

(۱۲) حافظ ابونعیم اصفہانی

احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحاق المہرانی ابو [illegible] مشہور محدث اور مصنف ہیں [illegible] صغرسنی ہی میں سارے دنیا کے مشائخ حدیث سے روایت حدیث کی اجازت [illegible] نے لکھا ہے کہ تہیأ لہ من لقی الکبار مالم یقع لحافظ (بڑے بڑے لوگوں سے جس قدر ان کو

---

[1] ملاحظہ ہو تانیب ص ۱۵۶ ۔ [2] بعد کو مولانا ابوالوفا افغانی [illegible] ۲ شعبان ۱۳۷۲ھ کو [illegible] کے نام ارسال فرمایا۔ اس میں مولانا کوثری علیہ الرحمۃ کے انتقال پر ملال پر اظہار افسوس کرتے ہوئے [illegible] "حقیقت میں مولانا کوثری کی وفات سے [illegible] بیمار نہ ہوتے۔ اور ان کی کتابیں [illegible] اس بیماری کی بنا پر انہوں نے [illegible]

ہاں یاد آیا کہ اخیر [illegible] ایک استفتاء کا جواب مکتوب [illegible] المطیب حیث ما انتقل من بلد [illegible]

Maktaba Tul Ishaat.com

ملاقات میسر نہ ہوئی، کسی حافظ حدیث کو نہ ہو سکی)۔ ذہبی نے ان کا تذکرہ ان لفظوں میں شروع کیا ہے۔ ابو نعیم الحافظ الکبیر محدث العصر۔ ابو نعیم نے محرم ۴۳۰ھ میں وفات پائی۔

حافظ ابو نعیم کی مسند ابی حنیفہ کا عکس مجلس احیاء المعارف النعمانیہ نے حاصل کرلیا ہے اور مجلس کا ارادہ اس کو طبع کرا کر شائع کرنے کا ہے۔ مولانا ابو الوفا افغانی مدظلہ اپنے مکتوب گرامی مورخہ ۲ ربیع الثانی ۷۲ھ میں راقم کو لکھتے ہیں کہ:-

"ابو نعیم نے چھوٹی سی مسند امام صاحبؒ کی لکھی مگر بہت عمدہ لکھی، بڑی تحقیق کی، متابعات ذکر کئے، تفرد کو بتایا، رواۃ کے اوہام کو بھی بتایا، مگر کتاب کا صرف ایک ہی نسخہ ہے اور وہ عمدہ نسخہ نہیں۔ تروک از سہو ناسخ اور اغلاط کتابت اس میں بہت ہیں۔ کہیں کہیں بیاضات بھی ہیں"

(۱۳) حافظ ابن القیسرانی

ابو الفضل محمد بن طاہر بن علی المقدسی المعروف بابن القیسرانی ۴۴۸ھ میں پیدا ہوئے۔ اور ماہ ربیع الاول ۵۰۷ھ کو وفات پائی۔ بہت بڑے حافظ حدیث گزرے ہیں۔ طلب حدیث میں اتنے پھرے کہ ڈھرنہ پیشاب سے خون آنے لگا۔ یہ برہنہ پا بغیر سواری کے سفر کرنے کا نتیجہ تھا۔

حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا بڑا مبسوط ترجمہ لکھا ہے۔ جو ان لفظوں میں شروع ہوتا ہے۔ محمد بن طاہر بن علی الحافظ العالم المکثر الجوال۔ حافظ ابن شیرویہ کے تاریخ ہمدان میں ان کے بارے میں یہ الفاظ ہیں:- کان ثقة حافظًا عالمًا بالصحیح والسقیم حسن المعرفة بالرجال والمتون، کثیر التصانیف، یعنی یہ ثقہ تھے حافظ حدیث تھے

(بقیہ حاشیہ) احد المالکیة من اصحابه، وهذا الفهرس محفوظ بظاهریة دمشق، ومن جملة ما حمله الی دمشق مسند ابی حنیفة للدارقطنی، ومسند ابی حنیفة لابن شاهین، واما مسند ابی حنیفة للخطیب فسبق قلم علی ان احادیث ابی حنیفة عند الخطیب فی تاریخه، والفقیه والمتفقه لا تقل عن صغار المسانید واسمه الفهرس مسجل فی الفهرس الجدید للظاهریة (یعنی خطیب جب بغداد سے دمشق منتقل ہوئے، تو اپنے ساتھ بہت سی کتابیں لائے، جن کی ان کے تلامذہ میں سے ایک مالکی عالم نے فہرست بنائی، یہ فہرست دمشق کے کتبخانہ ظاہریہ میں محفوظ ہے، خطیب جن کتابوں کو دمشق لے کر آئے، ان میں مسند ابی حنیفہ مؤلفہ دارقطنی اور مسند ابی حنیفہ مؤلفہ ابن شاہین بھی تھیں۔ لیکن خطیب کی مسند ابی حنیفہ کا ذکر سبقت قلم کا نتیجہ ہے (یعنی جلدی میں قلم سے نکل گیا جو صحیح نہیں ہے) تاہم خطیب کے یہاں ابو حنیفہؒ کی جو احادیث ان کی تاریخ اور الفقیہ والمتفقہ میں مذکور ہیں، وہ بھی چھوٹی مسندوں سے کم نہیں۔ اور اس فہرست کا نام ظاہریہ کی جدید فہرست میں درج ہے)۔ اس کے قبل جو انہوں نے لکھوایا تھا۔ اس میں خطیب کی مسند کے متعلق سبق قلم کا ذکر نہیں کیا تھا"۔

Maktaba Tul Ishaat.com

صحیح وغیر صحیح کے عالم تھے، رجال ومتون حدیث کی بڑی معرفت رکھتے تھے۔ کثیر التصانیف تھے انہوں نے اطراف احادیث ابی حنیفہ کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے۔ اس کتاب کا ذکر الحاوی مشہور تصنیف الجمع بین رجال الصحیحین کے آخر میں جوان کا مختصر تذکرہ چھپا ہے اس میں موجود ہے۔ "اطراف" پر جو کتابیں لکھی جاتی ہیں، ان میں متن حدیث کے ابتدائی ٹکڑے کو مع سند کے بیان کرتے ہیں۔ اس لئے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اس کتاب میں امام ابوحنیفہ کی مختلف مسانید سے ان کی حدیثوں کے اطراف کو لے کر جمع کر دیا ہے۔

(۱۴) حافظ ابن خسرو

ابوعبداللہ حسین بن محمد بن خسرو البلخی نزیل بغداد المتوفی ۵۲۳ھ بڑے پایہ کے محدث گزرے ہیں۔ فن حدیث میں حافظ بن حجر کو آپ سے تلمذ حاصل ہے۔

حافظ ذہبی میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں۔ محدث مکثر۔ حافظ ابن النجار نے تاریخ بغداد پر جو ذیل لکھا ہے اس میں ان کا تذکرہ ان لفظوں سے شروع کیا ہے، ابو عبداللہ السمسار الحنفی مفید اھل بغداد فی وقتہ سمع الکثیر۔ پھر ان کے شیوخ کی نام بنام تفصیل دے کر لکھتے ہیں۔ وبالغ فی الطلب حتی سمع من طبقۃ دون طبقۃ، وکتب الکثیر من الکتب لنفسہ ولغیرہ، وکان مفید اللغرباء وجمع مسند ابی حنیفۃ الذی رویناہ نے طلب حدیث میں بڑی کوشش کی۔ حتی کہ ان شیوخ مذکورین سے جو پہلے کے طبقہ تھا اس نے بھی حدیثیں لکھیں۔ اور بہت سی کتابیں اپنے لئے اور دوسروں کے لئے لکھیں۔ باہر سے آنے والوں کو افادہ علمی فرماتے۔ انہوں نے امام ابوحنیفہ کی مسند بھی تالیف کی، فقہاء حنفیہ میں ان کی ممتاز تھے ابن النجار کے ان کے بارے میں یہ الفاظ ہیں۔ ففیہ اھل العراق بخراسان فی وقتہ

ان کی مسند، امام حارثی اور حافظ ابن المقری کی مسند سے زیادہ ضخیم ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی، تعجیل المنفعہ کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:۔

وفی کتابہ زیادات علی ما فی کتابی الحارثی وابن المقری۔	ان کی کتاب میں حارثی اور ابن المقری کی کتابوں سے زیادہ روایتیں ہیں۔

حافظ شمس الدین ابوالمحاسن محمد بن علی حسینی المتوفی ۷۶۵ھ نے صحاح ستہ، موطا، مسند شافعی، مسند احمد اور مسند ابی حنیفہ کے رجال کے حالات میں ایک بڑی مبسوط کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے۔ التذکرہ برجال العشرہ، اس سلسلہ میں حافظ حسینی نے امام ابوحنیفہ کی تمام مسانید میں جس مسند کا انتخاب کیا وہ حافظ ابن خسرو کی مسند ہے۔

۱؎ الجواہر المضیہ در طبقات الحنفیہ میں ان کا تذکرہ دیکھو۔

۲؎ مخطوطہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن۔

Maktaba Tul Ishaat.com

(۱۵) مسند الدنیا

قاضی ابوبکر محمد بن عبدالباقی بن محمد الانصاری الخلبی البزار المعروف بقاضی المرستان۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں شیخ الاسلام ابوالقاسم اسمٰعیل اصفہانی کے تذکرہ میں ۵۳۵ھ کی وفیات کے ذیل میں ان کا ذکر ان ہی لفظوں میں کیا ہے۔ طبقات الحنابلہ میں ان کا مفصل تذکرہ موجود ہے۔ یہ بڑے مشہور محدث تھے، ترانوے سال کی عمر تک ان کے حواس میں ذرا تغیر نہیں ہوا تھا۔ سات سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کر لیا تھا۔ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے یاد نہیں کہ میں نے اپنی عمر کی ایک گھڑی بھی لہو ولعب میں گزاری ہو۔ بہت سے علوم کے جامع تھے۔ ان کا سال ولادت ۴۴۲ھ ہے۔ اور چورانوے سال کی عمر میں رجب ۵۳۵ھ میں ان کی وفات ہوئی ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے لسان المیزان میں حافظ ابن خسرو کے تذکرہ میں اس امر کے ماننے سے انکار کیا ہے کہ قاضی صاحب موصوف نے امام ابوحنیفہؒ کی کوئی مسند تالیف کی ہے۔ حالانکہ خود ان کے نامور شاگرد حافظ شمس الدین سخاوی۔ قاضی صاحب موصوف سے ان کی مسند کو بسند ذیل روایت کرتے ہیں:۔

عن التدھری عن المیدومی عن النجیب عن ابن الجوزی عن جامع المسند قاضی المرستان[1]۔ اور حافظ عبدالقادر قرشی نے الجواہر المضیہ میں نصر بن سیار بن صاعد کے تذکرہ میں حافظ سمعانی سے نقل کیا ہے کہ:۔

"میں نے نصر سے امام ابوحنیفہ کی کتاب الاحادیث کا سماع کیا جس کو عبداللہ بن محمد انصاری نے جمع کیا ہے۔ نصر اس کتاب کی روایت اپنے دادا صاعد سے کرتے ہیں۔ اور صاعد خود قاضی صاحب موصوف سے[2]"

محدث خوارزمی نے بھی جامع المسانید میں اس کتاب کی متعدد سندیں اپنے سے لے کر قاضی مرستان تک ذکر کی ہیں ؛

(۱۶) حافظ ابن عساکر

ثقۃ الدین ابوالقاسم علی بن الحسن بن ہبۃ اللہ الدمشقی الشافعی نہایت مشہور مصنف اور نامور محدث ہیں۔ ۴۹۹ھ میں پیدا ہوئے۔ اور ۱۰ رجب ۵۷۱ھ میں وفات پائی۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کا تذکرہ ان لفظوں میں شروع کیا ہے۔ ابن عساکر الامام الحافظ الکبیر محدث الشام فخر الائمۃ۔ صاحب التصانیف والکتب۔ تیرہ سو شیوخ سے علم حدیث کی تحصیل کی جن میں اسّی سے زیادہ محدث خواتین بھی داخل ہیں۔ حافظ ذہبی نے ان کا تذکرہ نہایت

---

[1] ملاحظہ ہو تقدمہ نصب الرایہ از محدث کوثری ؛

[2] الجواہر المضیہ کی اصل عبارت یہ ہے۔ سمعت منہ الترمذی بروایتہ عن القاضی ابی عاصم الجراحی عن المحبوبی عنہ، وکتاب الاحادیث التی رواھا ابوحنیفۃ رضی اللہ عنہ جمع عبداللہ بن محمد الانصاری لجداہ القاضی صاعد بروایتہ عنہ ؛

Maktaba Tul Ishaat.com

بسط کے ساتھ کیا ہے۔ حافظ ابن عساکر نے امام ابوحنیفہ کی جو مسند تالیف کی ہے اس کا ذکر محدث کوثری اور ڈاکٹر کردعلی نے کیا ہے[1]۔

(۱۷) محدث عیسیٰ الحفری المغربی

برآمد محدثین متاخرین میں سے ہیں۔ ۱۰۸۰ھ میں رحلت فرمائی۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے انسان العین فی مشائخ الحرمین میں ان کا تذکرہ لکھا ہے، فرماتے ہیں:

"یکے از علماء متقنین بود و وے استاد جمہور اہل حرمین است، و یکے از اوعیہ حدیث"

محدث عیسیٰ باوجودیکہ دور آخر کی پیداوار ہیں۔ اور ان کا زمانہ [illegible] کی انہوں نے امام ابوحنیفہ کی مسند تالیف کی۔ اور جس شرط کے [illegible] صاحب موصوف ہی کی زبانی سننے کے لائق [illegible] فرماتے ہیں:

مسندے برائے امام ابوحنیفہ؟	[illegible]
تالیف کردہ در آنجا عنعنہ مصنف ذکر	[illegible]
کردہ در حدیث، از انجا بطلان	[illegible]
زعم کسانیکہ گویند سلسلہ حدیث	[illegible]
امروز متصل نماندہ واضح ترے	ان لوگوں کے دعویٰ کا باطل
گردد" [2]	ظاہر ہوتا ہے جو یہ کہتے ہیں [illegible]
	کا سلسلہ آج کل متصل نہیں رہا [illegible]

یہ ان مشاہیر ائمہ محدثین کا ذکر تھا، جن میں سے ہر ایک نے امام ابوحنیفہ [illegible] مستقل تصانیف میں اپنی اسانید کے ساتھ جمع کیا۔ بعد کو قاضی القضاۃ خوارزمی[3] المتوفی ۶۵۵ھ نے جامع مسانید الامام الاعظم میں امام ابوحنیفہ کی [illegible] کو یکجا جمع کرنے کی کوشش کی۔ چنانچہ جامع مسانید کے دیباچہ میں لکھتے ہیں کہ:

"میں نے شام میں بعض جاہلوں کو یہ کہتے سنا کہ امام ابوحنیفہ [illegible] نہیں، اور وہ صرف معدودے چند حدیثوں کے راوی ہیں [illegible] حمیت مذہبی کا جوش ہوا، اور میں نے یہ چاہا، کہ امام [illegible] کی ان

---

[1] ملاحظہ ہو مقدمہ تبیین کذب المفتری فیما نسب الی الامام الاعظم ابی حنیفہ النعمان، تالیف ابن عساکر از ڈاکٹر کردعلی۔

[2] انسان العین فی مشائخ الحرمین۔

[3] حافظ عبدالقادر قرشی نے الجواہر المضیہ میں، اور ملا عبدالحی لکھنوی نے الفوائد البہیہ میں ان کا تذکرہ لکھا ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com

جنہیں نامور علماء محدثین نے مرتب کیا ہے، یکجا جمع کردوں۔ یہ مسانید حسب ذیل ہیں:-

(۱) مسند امام حافظ ابو محمد عبداللہ بن محمد بن یعقوب الحارثی البخاری المعروف بعبداللہ الاستاذ۔

(۲) مسند امام حافظ ابو القاسم طلحہ بن محمد بن جعفر الشاہد۔

(۳) مسند امام حافظ ابو الحسین محمد بن المظفر۔

(۴) مسند امام حافظ ابو نعیم اصفہانی۔

(۵) مسند امام ابو بکر محمد بن عبدالباقی انصاری۔

(۶) مسند حافظ ابو احمد عبداللہ بن عدی جرجانی۔

(۷) مسند امام حسن بن زیاد لؤلؤی۔

(۸) مسند حافظ عمر بن الحسن اشنانیؒ۔

(۹) مسند حافظ ابو بکر احمد بن محمد بن خالد بن خلی الکلاعی۔

(۱۰) مسند امام حافظ ابو عبداللہ حسین بن محمد بن خسرو بلخی۔

(۱۱) مسند امام ابو یوسف قاضی جو نسخہ ابی یوسف سے موسوم ہے۔

(۱۲) مسند امام محمد بن الحسن الشیبانی۔ یہ بھی نسخہ محمد سے موسوم ہے۔

(۱۳) مسند امام حماد بن ابی حنیفہ۔

(۱۴) مسند امام محمد جو الآثار سے موسوم ہے۔

(۱۵) مسند امام حافظ ابو القاسم عبداللہ بن ابی العوام السعدیؒ۔

محدث خوارزمی نے امام حماد، امام ابو یوسف اور امام محمد نے حدیث کے جن مجموعوں کی امام ابو حنیفہؒ سے روایت کی ہے، ان کو بھی مسندی کے نام سے ذکر کر دیا ہے۔ حالانکہ یہ سب کتاب الآثار کے نسخے ہیں[1]۔ اسی طرح حافظ ابو بکر کلاعی کی مسند بھی کوئی علیحدہ کتاب نہیں، بلکہ وہی کتاب الآثار کا نسخہ ہے، جس کو وہ اپنے جد محمد بن خالد وہبی المتوفی قبل سنہ ۱۹۰ھ سے روایت کرتے ہیں، چنانچہ خود محدث خوارزمی نے بھی جامع مسانید کے آخری باب میں جہاں ابو بکر کلاعی کا تذکرہ لکھا ہے۔ تصریح کر دی ہے کہ "گو یہ مسند، احمد بن محمد بن خالد بن خلی کی طرف منسوب ہے لیکن اس کے جامع محمد بن خالد وہبی ہیں، جو براہ راست اس کو امام ابو حنیفہؒ سے روایت کرتے ہیں۔ لہٰذا اس مسند کا انتساب ابو بکر کلاعی کی طرف محض روایت کے لحاظ سے ہے، جمع و تدوین

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیے۔ ہمارا مقالہ کتاب الآثار امام ابو حنیفہؒ جو کتاب الآثار بروایت امام محمدؒ کے اردو ترجمہ کے ساتھ اس کے مقدمہ کے طور پر محمد سعید ایڈ سنز کراچی نے شائع کیا ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com

کے لحاظ سے نہیں" خوارزمی کی جامع مسانید کا ذکر شاہ عبدالعزیز صاحب نے بھی بستان المحدثین میں کیا ہے فرماتے ہیں :-

"مسند امام اعظم کہ بالفعل شہرت تالیف قاضی القضاۃ ابوالمؤید محمد بن محمود بن محمد الخوارزمی است کہ در سنہ ششصد و ہفتاد و چہار آزار رائج ساختہ، مسانید امام اعظم کہ علماء سابق پرداختہ بودند درین مسند جمع کردہ بزعم خود ہیچ چیز را از مرویات امام اعظم ترک نکردہ و قبل ازو بسے ہر چند مسانید بسیار برائے مرویات امام اعظم پرداختہ بودند، چنانچہ خود در خطبہ این مسند نام ہا و مصنفین آنہا بیان نمودہ، اما بہتر از ہمہ مشہور دو مسند بود و تا حال موجود و متداول ست اول مسند حافظ الحدیث عبداللہ بن محمد بن یعقوب الحارثی، دوم مسند حافظ الوقت حسین بن محمد بن خسرو رحمۃ اللہ علیہ، چنانچہ اجازت این ہر سہ مسند بر راقم الحروف نیز از شیوخ خود رسیدہ ۔

مسند امام اعظم کہ جو بالفعل مشہور ہے قاضی القضاۃ ابوالمؤید محمد بن محمود بن محمد الخوارزمی کی تالیف ہے، جس کو انہوں نے ۶۷۴ھ میں رواج دیا ہے۔ امام اعظم کی جن مسندوں کو اگلے علماء نے تالیف کیا تھا۔ اس مسند میں ان کو جمع کر دیا ہے اور اپنے خیال میں امام اعظم کی مرویات میں سے کوئی چیز نہیں چھوڑی ہے۔ ان سے پہلے بھی اگرچہ بہت سی مسندیں امام اعظم کی مرویات کے متعلق لکھی گئی تھیں لیکن خود خوارزمی نے اس مسند کے دیباچہ میں ان کے نام اور ان کے مصنفین کے نام اور ان کے مصنفین کا حال لکھا ہے لیکن ان میں زیادہ مشہور اور اچھی دو مسندیں ہیں جو حال تک متداول ہیں۔ اول مسند حافظ الحدیث عبداللہ بن محمد بن یعقوب الحارثی، دوم مسند حافظ الوقت حسین بن محمد بن خسرو رحمۃ اللہ علیہ، چنانچہ اجازت اس ہر سہ مسند کی راقم الحروف نے اپنے شیوخ سے کی ہے ۔

لیکن یہ صحیح نہیں کہ انہوں نے امام ابوحنیفہ کی تمام مرویات کو اس مسند میں جمع کر دیا ہے کیونکہ امام صاحب کی احادیث مرویہ کی تعداد چار ہزار ہے، چنانچہ امام حسن بن زیاد فرماتے ہیں کہ :-

کان ابو حنیفۃ یروی اربعۃ آلاف حدیث امام ابوحنیفہ چار ہزار حدیثیں روایت

سلہ یہ حسن بن زیاد ابوعلی لؤلؤی ہیں جو امام ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں ۱۲ سنہ ۱۵۰ھ میں وفات پائی ۔

Maktaba Tul Ishaat.com

آلاف حديث الفين لحماد و الفين لسائر المشيخة [1] ؛

کیا کرتے تھے، دو ہزار حمادؒ سے اور دو ہزار بقیہ شیوخ سے ؛

اور خوارزمی کی جامع مسانید میں اس سے آدھی حدیثیں بھی موجود نہیں، بلکہ جیسا کہ مولانا ابوالوفا افغانی نے کتاب الآثار امام ابو یوسف کے مقدمہ میں صراحت کی ہے :-

بل لم يستوعب جميع آثار المسانيد التي قال انه جمعها كما تتبعته وقابلته على كتاب الآثار للامام محمد ومسند الحارثي ؛

خوارزمی نے ان مسندوں کی سب حدیثوں کو بھی نہیں لیا۔ جن کے جمع کرنے کے متعلق انہوں نے کہا تھا۔ جیسا کہ میں نے کتاب الآثار امام محمد اور مسند حارثی کا تتبع کر کے اور ان سے مقابلہ کر کے پتہ چلایا ہے ؛

اور اپنے مکتوب گرامی میں جو راقم کے نام ۲ ربیع الثانی ۷۲ھ کو لکھا ہے، فرماتے ہیں :-

"امام حسن (بن زیاد) کی کتاب الآثار کو تو ابن خسرو نے اپنی مسند میں پورا محفوظ کر لیا ہے۔ اور جامع المسانید نے بھی، جیسے محمد بن خالد وہبی کی کتاب الآثار کو کلاعی نے محفوظ کر لیا ہے اپنی تخریج سے، اور جامع المسانید میں خوارزمی نے آٹھ دس مسندوں کی حفاظت تو کی۔ مگر افسوس کہ کتاب الآثار للامام ابی یوسف اور مسند ابی نعیم اصفہانی، اور مسند ابن عدی اور مسند حافظ ابن ابی العوام کی حفاظت نہیں کی۔ نہ معلوم اس کے کیا اسباب تھے، سندیں تو سب کی ابتداء میں ذکر کیں، مگر کتاب میں آثار امام ابی یوسف کا تو کہیں بھی حوالہ نہیں، باقی مسانید کا کہیں کہیں برائے نام حوالہ ہے، اکثر جگہ متروک، اس لئے جامع ناقص کتاب ہے، باب المشائخ تو بالکل ناقص ہے، اور اس میں غلطیاں بھی ہیں۔ اگر مسند ابی نعیم کو بالاستیعاب ذکر کرتے، تو آج ہمیں بڑی سہولت اس کی تصحیح میں ہوتی "

تاہم خوارزمی کی جامع المسانید میں چونکہ امام ابوحنیفہؒ کی متعدد مسانید کی بیشتر روایتیں موجود ہیں اس لئے متاخرین میں اس کتاب کو بڑی شہرت نصیب ہوئی۔ حافظ زین الدین قاسم بن قطلوبغا حنفی المتوفی ۸۷۹ھ نے اس پر ایک نہایت ضخیم شرح دو جلدوں میں لکھی۔ علامہ سید مرتضیٰ زبیدی نے عقود الجواہر المنیفہ میں حافظ قاسم کی اس شرح سے بڑا فائدہ اٹھایا ہے، حافظ جلال الدین سیوطی شافعی المتوفی ۹۱۱ھ نے بھی اس کی شرح لکھی ہے۔ جس کا نام ہے التعلیقۃ المنیفہ علی مسند ابی حنیفہ متعدد محدثین نے جامع المسانید کا اختصار بھی کیا ہے، چنانچہ

[1] مناقب الامام الاعظم از صدر الائمہ موفق بن احمد مکی، ج-۱-ص ۹۶- طبع دائرۃ المعارف حیدر آباد، دکن ؛

Maktaba Tul Ishaat.com

امام شرف الدین اسماعیل بن عیسیٰ بن دولہ الادنمانی المکی المتوفی ۸۹۲ھ کے اختصار کا نام ہے۔ اختیار اعتماد المسانید فی اختصار اسماء بعض رجال الاسانید۔ اس کتاب کی ابتدا میں امام ابوحنیفہ کے مناقب بھی بیان کئے ہیں۔ امام ابو البقاء احمد بن ابی الضیاء محمد القرشی المکی نے اس کا جو مختصر لکھا ہے، اس کا نام المستند فی مختصر المسند ہے اس میں مکررات کو اور ان اسانید کو حذف کر دیا ہے کہ جو مصنف کتاب سے لیکر امام ابوحنیفہ تک مذکور تھیں تیسرا مختصر شیخ ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل بن ابراہیم حنفی نے لکھا ہے۔ کشف الظنون میں اس کے ایک اور اختصار کا بھی ذکر ہے، لیکن اس کے مؤلف کا نام معلوم نہ ہوسکا۔ جامع المسانید میں صحاح ستہ سے جو روایتیں زائد تھیں، ان کو علامہ حافظ الدین محمد بن محمد کردری المعروف بالبزازی المتوفی ۸۲۷ھ نے زوائد مسند ابی حنیفہ کے نام سے الگ جمع کیا۔ صاحب کشف الظنون نے محدث ابوحفص زین الدین عمر بن احمد الشماع الحلبی الشافعی المتوفی ۹۳۶ھ کی ایک تصنیف، لقط المرجان من مسند ابی حنیفہ النعمان کا بھی ذکر کیا ہے جو غالباً مسند خوارزمی ہی کا التقاط و ملخص ہے، بعد کے دور میں علامہ محدث سید مرتضیٰ زبیدی حنفی المتوفی ۱۲۰۵ھ نے جامع مسانید سے امام اعظمؒ کی ان احادیث احکام کا انتخاب کیا کہ جن کی روایت میں مصنفین صحاح ستہ بھی امام صاحب کے شریک ہیں، یہ بڑے کام کی کتاب ہے۔ جو باریک ٹائپ کی دو جلدوں میں مصر سے طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے۔ اس میں مؤلف نے ہر باب میں پہلے امام اعظمؒ کی روایت جن میں ہیں وہ مروی ہے۔ اس کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔ پھر صحاح ستہ اور دیگر کتب حدیث میں جن الفاظ کے ساتھ وہ روایت آئی ہے، ان کو نقل کیا ہے۔ اس کتاب کا نام ہے۔ عقود الجواہر المنیفۃ فی ادلۃ مذہب الامام ابی حنیفۃ فیما وافق فیہ الائمۃ الستۃ او بعضہم۔ اس کی ترتیب ابواب فقہ پر ہے پہلے اعتقادیات کا بیان ہے اور پھر عبادات کا۔

خوارزمی کی جامع المسانید جو کہ مطبع دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن سے طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے۔ اس میں امام ابوحنیفہؒ کے تقریباً پانچ سو روایات دعوے ہیں جو انہوں نے براہ راست امام مرویات سے سنی ہیں[1]۔

افسوس ہے کہ جامع مسانید کے علاوہ امام ابوحنیفہ کی اور مسانید جو اکابر محدثین نے مستقل طور پر مرتب کی تھیں اور جن کا ذکر سابق میں گزر چکا ہے۔ ان میں سے اب تک کوئی کتاب طبع نہ ہو سکی۔ مجلس احیاء المعارف النعمانیہ حیدرآباد دکن میں ان مسانید میں سے حسب ذیل پانچ مسانید کے نسخے موجود ہیں:۔

(۱) مسند ابن ابی العوام، (۲) مسند حارثی، (۳) مسند ابی نعیم اصفہانی، (۴) مسند ابن خسرو

---

[1] ملاحظہ ہو جامع المسانید ۵ ص ۱۵

Maktaba Tul Ishaat.com

مجلس مذکور کا ارادہ ان تمام مسانید کو طبع کرا کر شائع کرنے کا ہے، دعا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ اس کام کو جلد سے انجام فرمائے۔

اس وقت جس کتاب کا ترجمہ "مسند امام اعظمؒ" کے نام سے پیش کیا جا رہا ہے۔ یہ درحقیقت امام عبداللہ حارثی کی تالیف ہے۔ جس کا اختصار علامہ حصکفی نے کیا ہے، اور ملا عابد سندی نے اس کی ابواب فقہیہ پر ترتیب کی ہے[1]۔

امام حارثی

مشاہیر ائمہ احناف میں سے ہیں۔ شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے اپنے رسالہ الانتباہ میں ان کو "اصحاب الوجوہ" میں شمار کیا ہے، اور لکھا ہے کہ یہ اپنے زمانہ میں فقہاء حنفیہ کا مرجع تھے۔ "اصحاب الوجوہ" کا درجہ "مجتہد فی المذہب" اور "مجتہد مطلق منتسب" کے درمیان ہے۔ فقہ کی تحصیل آپ نے امام ابوحفص صغیر سے کی تھی۔ اور انہوں نے اپنے والد ماجد امام ابوحفص کبیر سے جو امام محمدؒ کے مشاہیر تلامذہ میں سے ہیں۔ طلب حدیث میں امام حارثی نے خراسان عراق اور حجاز کا پے بسیر کیا تھا، اور بہت سے شیوخ وقت سے اس فن کی تحصیل کی تھی۔ حافظ سمعانی، کتاب الانساب میں لکھتے ہیں۔ رحل الی خراسان والعراق والحجاز ولقی الشیوخ، علم حدیث میں ان کی وسعت نظر اور معرفت فن کا بڑے بڑے محدثین نے اعتراف کیا ہے۔ حافظ خلیلی فرماتے ہیں۔ یعرف بالاستاذ لہ معرفۃ بھذا الشان (استاذ مشہور ہیں، اور اس فن کی انہیں معرفت حاصل ہے)۔ اور حافظ سمعانی لکھتے ہیں۔ کان شیخا مکثرا من الحدیث (بڑے کثیر الحدیث شیخ تھے)۔ فن رجال کے مشہور امام حافظ شمس الدین ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں قاسم بن اصبغ کے ترجمہ میں بضمن وفیات سنہ ۳۴۰ھ ان کا تذکرہ ان شاندار الفاظ میں کیا ہے:-

وفیھا مات عالم ماوراء النھر ومحدثہ الامام العلامۃ ابو محمد عبداللہ بن محمد بن یعقوب بن الحارث الحارثی البخاری الملقب بالاستاذ جمع مسند ابی حنیفۃ ج الامام ولہ اثنتان وثمانون سنۃ ؛	اور اسی سال میں ماوراء النہر کے عالم اور محدث امام علامہ ابو محمد عبداللہ بن محمد بن یعقوب بن الحارث الحارثی البخاری نے کہ جو "الاستاذ" کے لقب سے ملقب ہیں۔ اور جنہوں نے امام ابوحنیفہ کی مسند کو جمع کیا ہے، بیاسی سال کی عمر میں وفات پائی"۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے تعجیل المنفعہ میں ان کو حافظ حدیث تسلیم کیا ہے۔ بڑے بڑے حفاظ حدیث، جیسے حافظ ابن مندہ، حافظ ابن عقدہ، اور حافظ ابوبکر جعابی فن حدیث میں ان کے شاگرد تھے۔

---

[1] ملاحظہ ہو مقدمہ کتاب الآثار للامام ابی یوسف از مولانا ابوالوفا افغانی۔

Maktaba Tul Ishaat.com

حافظ حارثی کی مسند کس شان کی ہے۔ اس کے متعلق محدث خوارزمی، جامع مسانید یوں رقمطراز ہیں :-

ومن طالع مسنداه الذی جمعه للامام ابی حنیفة علم تبحره فی علم الحدیث واحاطته بمعرفة الطرق والمتون ۔

"اور جو شخص بھی ان کی اس مسند کا مطالعہ کرے گا، کہ جس میں انھوں نے امام ابوحنیفہ کی مرویات کو جمع کیا ہے، وہ علم حدیث میں ان کے تبحر اور طرق اسانید و متون پر ان کی زبردست گرفت کا قائل ہو جائے گا۔"

حافظ ابن حجر عسقلانی نے تعجیل المنفعہ کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ :-

وقد اعتنی الحافظ ابو محمد الحارثی وکان بعد الثلاثمائة بحلیت الی مبتعلة بمدینة فی مجلدة ورتبه علی ابواب ابی حنیفة رض ۔

حافظ ابو محمد حارثی نے [illegible] کے بعد [illegible] امام ابوحنیفہ کی [illegible] اور ان کو ایسا [illegible] کر دیا [illegible] سے ان کی [illegible] کے [illegible] کی [illegible] کیا کرتے تھے۔

امام حارثی کی مسند کا اختصار [illegible] نے [illegible] اس اختصار میں امام ابوحنیفہ سے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک جو حدیث کی اسناد تھی اس کو بھی حذف کر دیا گیا ہے۔ حارثی سے لے کر امام صاحب تک جو اسانید تھیں، ان کو حذف کر دیا گیا ہے۔

(۱) امام علامہ قاضی صدرالدین موسیٰ بن زکریا الحنفی، ان کی [illegible] ہوئی ہے۔ اور سنہ وفات ۶۵۵ھ ہے، مشہور محدث تھے [illegible] درس دیا۔ حافظ دمیاطی کو فن حدیث میں ان سے تلمذ ہے۔ [illegible] بھی لکھا ہے۔ حافظ عبدالقادر قرشی بھی بیک واسطہ ان کے تلامذہ میں ہیں۔ ان کا مختصر مسند ابی حنیفہ للحصکفی کے نام سے مشہور ہے۔ محدث ملا علی قاری حنفی المتوفی ۱۰۱۴ھ نے اس کی شرح لکھی ہے۔ جس کا نام ہے شذ الانام فی شرح مسند الامام۔ ابوالوفا افغانی نے فیوضات اپنے مکتوب گرامی مورخہ ۲۴ ذی قعدہ ۱۳۷۵ھ میں راقم کو لکھتے ہیں کہ :

"مسند امام للحصکفی، مسند حارثی ہی کا خلاصہ ہے۔ [illegible] کیا ہے کہ امام ماتن نے [illegible] کو امام صاحب سے روایت کیا ہے اس روایت کو حذف کر دیا ہے [illegible] حارثی سے [illegible]

Maktaba Tul Ishaat.com

(۲) امام علامہ صدرالدین ابوعبداللہ محمد بن عباد الخلاطی الحنفی المتوفی ۶۵۲ھ، بڑے محدث تھے۔ صحیح مسلم کی شرح لکھی۔ حدیث میں جمال الدین حصیری کے شاگرد ہیں، انہوں نے امام ابوحنیفہ کی مسند کا جو اختصار کیا ہے۔ اس کا نام مقصد المسند ہے، صاحب کشف الظنون نے اس کو جامع المسانید کا اختصار بتایا ہے، جو بظاہر صحیح نہیں، ان کی وفات کے وقت خوارزمی بقید حیات موجود تھے، اس لئے قیاس یہ چاہتا ہے کہ یہ جامع مسانید کا نہیں بلکہ مسند حارثی کا اختصار ہے ؛

(۳) قاضی القضاۃ محمد بن احمد بن مسعود القونوی الدمشقی المعروف بابن السراج المتوفی ۷۷۸ھ بڑے مشہور مصنف ہیں۔ بہت سی کتابیں تالیف کیں۔ الفوائد البہیہ میں ان کا نام محمود بن احمد لکھا ہے۔ ان کا مختصر تیلتیس (۳۳) ابواب پر مشتمل ہے، اور فقہی ترتیب پر اس کا نام المعتمد فی احادیث المسند ہے، بعد کو خود انہوں نے اس کی شرح بھی لکھی۔ جس کا نام المستند فی شرح المعتمد ہے ؛

(۴) راقم الحروف کے پاس بھی مسند امام ابوحنیفہؒ کا ایک قلمی نسخہ ہے، جس کو احمد بن ابراہیم نامی ایک عالم نے ۱۲۴۳ھ میں جمع کیا ہے۔ اس نسخہ کو قاری محمد صدیق افغانی نے مصر کے کتب خانہ "خدیویہ" سے نقل کیا ہے۔ مولانا ابوالوفا افغانی کو راقم الحروف نے جب یہ نسخہ دکھلایا۔ تو مولانا نے فرمایا۔ کہ یہ مسند ابن خسرو اور مسند حارثی کا اختصار ہے، پہلے اس میں ابن خسرو سے حدیثیں نقل کی ہیں۔ اور بعد کو حارثی سے، یہ نسخہ ایک سو بانوے صفحات پر مشتمل ہے۔ اور کاپی پر پنسل سے لکھا ہوا ہے۔

حافظ قاسم قطلوبغا نے امام حارثی کی اصل مسند کو ابواب پر مرتب کر دیا تھا۔ بعد کے دور میں خاتمۃ الحفاظ ملا محمد عابد سندھی المتوفی ۱۲۵۷ھ نے مسند حصکفی کو بھی جو مسند حارثی کی تلخیص ہے، اور اسی کے تتبع میں معجم شیوخ پر مرتب ہے۔ ابواب فقہیہ پر مرتب کیا یہی کتاب آج کل مسند امام اعظمؒ کے نام سے مشہور و متداول ہے۔ عرصہ ہوا۔ کہ مولانا حبیب الرحمٰن بن مولانا احمد علی سہارنپوری محدث نے اس کتاب کا اردو ترجمہ کیا تھا۔ اور جا بجا اس میں مختصر تشریحی اضافے بھی تھے۔ یہ ترجمہ ۱۳۰۸ھ میں چھپا ہے۔ اب خدا کا شکر ہے کہ پھر دوبارہ یہ کتاب مع اردو ترجمہ اور مفصل شرح کے زیور طبع سے آراستہ ہو کر شائع ہو رہی ہے، جو ہمارے اردو دان طبقہ کے لئے ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔ یہ شرح اور ترجمہ ہمارے مخدوم زادے مولانا سعد حسن خاں بن استاذ مرحوم مولانا حیدر حسن خاں[1] محدث ٹونکی، مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء کے قلم کا مرہون منت ہے، جو ایک مشہور علمی خانوادہ کے چشم و چراغ ہیں۔ ترجمہ کی خوبی

[1] راقم الحروف نے علم حدیث کی تحصیل مولانا ہی کی خدمت میں دو سال کے قریب دارالعلوم ندوۃ العلماء میں رہ کر کی ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ ورضی عنہ رضی الابرار ؛

Marfat.com

Maktaba Tul Ishaat.com

اور شرح کی افادیت کے لئے مترجم کا نام کافی ضمانت ہے۔

اصل عربی متن پر خود مرتب نے ایک نہایت جامع اور ضخیم شرح تصنیف کی ہے جس کا نام ہے المواہب اللطیفۃ فی الحرم المکی علی مسند ابی حنیفہ للامام الحصکفی، ملا محمد عابد سندی، یہ شرح دو بڑی ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کے متعدد قلمی نسخے کتب خانہ پیر و جھنڈو ضلع حیدر آباد سندھ، اور کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن میں راقم الحروف کی نظر سے گزرے ہیں۔ بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ حافظ ابن حجر عسقلانی کی فتح الباری شرح صحیح بخاری کے بعد شروح حدیث میں اس شان کی کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔ متابعات و شواہد، تخریج احادیث، ایضاح مشکل، رفع مرسل، وصل منقطع، بیان خلافیات غرضکہ ہر موضوع پر اتنا ذخیرہ اس میں موجود ہے کہ باید و شاید، ان کے بعد مولانا محمد حسن سنبھلی محدث المتوفی ۱۳۰۵ھ نے اس پر ایک نہایت جامع اور مبسوط شرح تصنیف کی جو ۱۳۰۹ھ میں اصح المطابع لکھنؤ سے طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے۔ محدث سنبھلی کی شرح اپنی جامعیت و افادیت کے لحاظ سے اپنے مشہور معاصر فاضل لکھنوی مولانا محمد عبد الحی فرنگی محل کی شرح موطا امام محمد سے جس کا نام التعلیق الممجد علی موطا الامام محمد ہے، بدرجہا بڑھی ہوئی ہے۔

اسلام میں مسند ابی حنیفہ کا علمی مقام

محدث محمد بن جعفر کتانی مالکی الرسالۃ المستطرفہ لبیان مشہور کتب السنۃ المشرفہ میں جو کتب حدیث کے حالات میں ان کی ایک بے مثل تصنیف ہے۔ صحاح ستہ، مسند ابی حنیفہ، موطا مالک، مسند شافعی اور مسند احمد کا تفصیلی ذکر کرنے کے بعد یوں رقمطراز ہیں:-

فهذه كتب الائمة الاربعة	یہ ائمہ اربعہ کی کتابیں ہیں، اور ان کو پہلے
وباضافتها الى الستة الاولى	کی چھ کتابوں کے ساتھ ملانے سے
تكمل الكتب العشرة التي هي	دس کتابیں پوری ہو جاتی ہیں جو
اصول الاسلام وعليها مدار	کی بنیادی کتابیں ہیں اور جن پر دین کا
الدين (ص ۱۶، طبع بیروت ۱۳۲۲ھ)	دارومدار ہے۔

اور حافظ ابو عبد اللہ محمد بن علی بن حمزہ حسینی دمشقی، التذکرہ برجال العشرہ کے مصنف ہیں، ان دسوں کتابوں کے رجال کے حالات میں ایک مبسوط کتاب ہے اور جس سے حافظ ابن حجر عسقلانی نے تعجیل المنفعہ بزوائد رجال الائمۃ الاربعہ مرتب کی ہے جو ائمہ اربعہ کی مذکورہ (صحاح ستہ) کے رجال کے حالات میں ان کی مشہور تصنیف ہے، فرماتے ہیں:-

مسند الشافعي موضوع الاول	مسند امام شافعی ان اول پر مشتمل ہے کہ جو
على ما صح عند من رواياته	امام ہمارے کی روایات میں ان کے نزدیک
وكذلك مسند ابي حنيفة	ہیں اور یہی حال امام ابو حنیفہ کا ہے

Marfat.com

Maktaba Tul Ishaat.com

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے بھی قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین میں مسند ابی حنیفہؒ کو حنفیوں کی امہات کتب میں شمار کیا ہے[1]۔ اور تصریح کی ہے کہ:-

مسند ابی حنیفہؒ و آثار امام محمد مبنائے فقہ حنفیہ است[2] ؛

فقہ حنفی کی بنا مسند ابی حنیفہ اور آثار امام محمد پر ہے ؛

حافظ حسینی کی تصریح ابھی آپ کی نظر سے گزری، جس میں انہوں نے اس امر کا صاف اعتراف کیا ہے کہ مسند امام شافعی کی طرح امام ابوحنیفہ کی مسند بھی امام ممدوح کے ان اولاد پر مشتمل ہے جو امام کی مرویات میں ان کے نزدیک صحیح تھے۔ یہ حسینی حنفی نہیں۔ شافعی ہیں، اور ان کا شمار معمولی محدثین میں نہیں بلکہ حفاظ وقت و ناقدین فن میں ہے[3]۔ اب ایک دوسرے عارف وقت علامہ دہر شافعی المذہب امام کی رائے مسانید امام ابوحنیفہؒ کی نسبت ملاحظہ فرمائیے، جن کا نام نامی عبدالوہاب شعرانی ہے۔ وہ اپنی مشہور کتاب المیزان الکبریٰ میں فرماتے ہیں ؛-

وقد من الله تعالىٰ علىّ بمطالعة مسانيد الامام ابى حنيفة الثلاثة من نسخة صحيحة عليها خطوط الحفاظ اخرهم الحافظ الدمياطى، فرأيته لا يروى حديثا الا عن خيار التابعين العدول الثقات الذين هم من خير القرون بشهادة رسول الله صلى الله عليه وسلم كالاسود و علقمة وعطاء ومجاهد ومكحول والحسن البصرى واضرابهم رضى الله عنهم اجمعين فكل الرواة الذين هم بينه وبين رسول الله صلى الله عليه وسلم عدول

مجھ پر اللہ تعالیٰ نے بڑا احسان فرمایا کہ امام ابوحنیفہؒ کی تین مسندوں کا ان کے صحیح نسخوں سے مطالعہ کرنے کی توفیق ملی، ان نسخوں پر حفاظ حدیث کے قلم کی تحریریں تھیں، جن میں آخری شخص حافظ دمیاطی ہیں۔ مطالعہ پر میں نے دیکھا، کہ امام ممدوح صرف ان تابعین کرام سے حدیثیں روایت کرتے ہیں، کہ جو اپنے وقت کے برگزیدہ ترین، عادل اور ثقہ حضرات تھے، اور جو حدیث نبویؐ کی تصریح کے مطابق خیر القرون کے لوگ تھے، جیسے کہ اسود، علقمہ، عطا، مجاہد، مکحول اور حسن بصری جیسے حضرات ہیں، رضی اللہ عنہم اجمعین۔ سو تمام وہ رواۃ جو امام ابوحنیفہؒ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین ہیں، سب کے سب عادل

---

[1] ملاحظہ ہو کتاب مذکور ص ۱۸۵۔ مطبوعہ مجتبائی دہلی ؛ [2] ایضاً۔ ص ۱۷۱ ؛ [3] ان کی جلالت شان معلوم کرنی ہو، تو حافظ ابن حجر، اور حافظ سیوطی نے طبقات الحفاظ ذہبی پر جو ذیل لکھے ہیں، ان میں ان کا تذکرہ دیکھو۔ یہ ذیول، دمشق سے چھپ کر شائع ہو چکے ہیں ؛

Maktaba Tul Ishaat.com

ثقات اعلام اخیار لیس فیهم کذاب ولا منهم بکذب، و ناهیك یا اخی بعدالة من ارتضاهم الامام ابوحنیفة رضی الله عنه لان یأخذ عنهم احکام دینه مع شدة تورعه وتحرزه و شفقته علی الامة المحمدیه، (ج - ۱ ص ۶۴ طبع مصر - سنہ ۱۳۴۴ھ)

ثقہ، نیک نام اور برگزیدہ ہیں ان میں کوئی شخص ایسا نہیں کہ جو کذاب ہو، یا اس پر کذب کی تہمت لگائی گئی ہو۔ اور میرے بھائی ان کی عدالت کے لئے کہیں یہ کافی ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے باوجود شدت، ورع و احتیاط اور امت محمدیہ کا خاص خیال رکھنے کے ان حضرات کو اس غرض کے لئے منتخب فرمایا ہے، کہ ان سے اپنے دینی احکام کو حاصل کریں۔

اس کے بعد آگے چل کر پھر لکھتے ہیں کہ:-

کل حدیث وجدناه فی مسانید الامام الثلاثة فهو صحیح (ج - ۱ ص ۶۵)

امام اعظم رحمہ کی تینوں مسندوں میں ہم نے جو بھی حدیث پائی، وہ صحیح ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ اس بحث سے پہلے امام شعرانی یہ تصریح کر چکے ہیں، کہ:-

انی لما اجب عن الامام ابی حنیفة وغیره بالجلد و احسان الظن کما یفعل ذلك غیری وانما اجیب عنه بعد التتبع والفحص۔ (ج - ۱ - ص ۶۳)

میں امام ابوحنیفہ وغیرہ کے متعلق حسن ظن اور حسن ظن کی بنا پر کوئی جواب دہی نہیں کروں گا جیسا کہ میرے علاوہ دوسرے لوگ کرتے ہیں لیکن جو کچھ جواب دوں گا، وہ تتبع اور تلاش کے بعد دوں گا۔

امام شعرانی کے اس بیان سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مسانید امام اعظم رحمہ پر ان لوگوں نے جس رائے کا اظہار کیا ہے، وہ پوری تحقیق اور جانچ پڑتال کے بعد کیا ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com

احادیث نبوی کے دو بیش بہا گوہر!

موطا امام محمدؒ مترجم اُردو

مع ضروری فوائد و تشریحات

ایک ہزار سے زائد احادیث نبوی کا بے نظیر مجموعہ

فقہ و احکام کی کتابوں میں جو اہمیت مؤطا امام محمدؒ کو حاصل ہے وہ محتاج بیان نہیں۔

در اصل "مؤطا" امام مالکؒ کی لکھی ہوئی ہے جس کو آپ نے دس ہزار احادیث نبوی کے ذخیرہ سے منتخب کیا تھا، اور آجکل اس کے کم بیش پندرہ نسخے دیار عرب میں پائے جاتے ہیں، یعنی امام مالکؒ کے پندرہ شاگردوں کے نام سے یہ نسخے مشہور ہیں، جنہوں نے آپ سے روایت کر کے ترتیب دی تھی، ان میں یحییٰ اندلسیؒ اور امام محمدؒ کی مؤطا کو جو شہرت حاصل ہوئی وہ کسی دوسری مؤطا کو حاصل نہ ہو سکی، مؤطا امام مالک یحییٰ اندلسی نے مرتب کی اور اس کتاب کا نام اپنے استاد کے نام پر رکھا مگر امام محمدؒ نے مؤطا ترتیب دے کر اپنے نام سے رکھی، اور چونکہ امام محمدؒ حنفی مسلک تھے اس لئے جہاں کہیں انہیں اپنے استاد سے اختلاف یا اتفاق ہے اس کا حدیث کے بعد اظہار کر دیا ہے یہی وجہ ہے کہ مؤطا امام محمدؒ کو اکثر اصحاب علم نے یحییٰ اندلسی کی مؤطا امام مالکؒ پر ترجیح دی ہے اور برتری ثابت کی ہے۔

اس مہتم بالشان کتاب کا حق تھا کہ اردو داں حضرات بھی اس سے مستفید ہوتے، چنانچہ ہم نے ایک کالم میں متن عربی عبارت مع زیر و زبر اور اس کے مقابل دوسرے کالم میں اردو ترجمہ با محاورہ اور فقہ حنفی کی روشنی میں شرح و ضروری فوائد کے ساتھ شائع کی ہے۔

قیمت مجلد آٹھ روپے، محصول ڈاک ایک روپیہ،

کتاب الآثار مترجم اُردو

مع فوائد ضروری تشریحات

۹۰۰ آثار (احادیث نبوی) کا گرانقدر و بیش بہا ذخیرہ

جس کو امام اعظم ابو حنیفہؒ نے چالیس ہزار احادیث کے مجموعہ سے منتخب فرمایا تھا اور آپ سے امام محمدؒ نے روایت کر کے کتابی شکل میں مرتب فرمایا ہے کتاب الآثار کے سوا آج ہمارے پاس سنن کی کوئی کتاب ایسی موجود نہیں کہ جس کے مصنف کو تابعیت کا شرف حاصل ہوا اور یہ ایسی فضیلت ہے جس میں امام ابو حنیفہؒ اس عہد کے تمام نامور ائمہ میں ممتاز ہیں، امام ممدوح کی جلالت قدر کیلئے اس سے زیادہ اور کیا درکار ہے کہ وہ اُمت میں امام اعظمؒ کے لقب سے مشہور ہیں، اور ان کے اجتہادی مسائل پر اسلامی دنیا کی دو تہائی آبادی بارہ سو برس سے برابر عمل کرتی چلی آرہی ہے، اور تمام اکابر ائمہ آپ کے فضل و کمال کے معترف ہیں،

امام ابو حنیفہؒ کی نظر انتخاب نے چالیس ہزار احادیث کے مجموعہ سے ۹۰۰ احادیث منتخب کیں، اور علم شریعت کو باقاعدہ ابواب پر مرتب فرمایا، اور یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ فقہ حنفی کی بنیاد کتاب الآثار کی احادیث و روایات پر مبنی ہے،

ایک کالم میں عربی اور دوسرے کالم میں اردو ترجمہ مع ضروری فوائد و تشریحات شائع کی گئی، تاکہ اردو داں حضرات بھی احادیث نبوی کے فیض سے استفادہ حاصل کر سکیں،

قیمت

مجلد مع رنگین گرد و پوش آٹھ روپے

محصول ڈاک ایک روپیہ

محمد سعید اینڈ سنز تاجران کتب و مالکان مطبع سعید، قرآن محل مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی

Maktaba Tul Ishaat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حالات امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

(از مولانا فارسی احمد پیلی بھیتی)

آپ کا نام نعمان ہے۔ ابوحنیفہ کنیت ہے اور امام اعظم لقب ہے۔ والد کا نام ثابت اور دادا کا نام زوطی ہے۔

آپ کے دادا زوطی تک کفر میں رہے۔ والد ثابت مذہباً پارسی تھے۔ اسلام قبول کرنے کے ساتھ چھینا جا رہا تھا۔ ملک فارس پر جو اثر اسلام کا پڑا اس سے خاندان اسلام کی برکت سے مستفیض ہوئے۔ زوطی جو بڑے ذہین تھے اسلام کا مطالعہ کرتے رہتے تھے۔ اسلام لانے کے بعد خاندان کے کچھ افراد نے آپ کو دین سے پھیرنے کی کوشش کی۔ آخر آپ کے دل کے خیال سے ۳۷ھ میں اپنی بیوی اور تھوڑے سرمایہ کے ساتھ کوفہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ راستہ میں بہت سے اسلامی شہروں سے گزرے اور اسلام اور خلفاء اسلام کے متعلق اپنی معلومات میں اضافہ کرتے رہے۔

کوفہ پہنچ کر اسلام کی عظمت و جلالت کا پورا نقشہ سامنے آگیا کیونکہ جناب علی رضی اللہ عنہ خلیفہ تھے اور کوفہ کو دارالخلافہ ہونے کا شرف حاصل تھا۔

زوطی نے فیصلہ کر لیا کہ ہم کو یہیں رہنا ہے۔ آخر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ کپڑے کی تجارت کا سلسلہ شروع کر دیا۔

زوطی کبھی کبھی جناب علی رضی اللہ عنہ کے دربار میں حاضر ہوتے۔ اور خلافت [illegible] بجا لاتے۔ ایک مرتبہ "نوروز" کے دن جو پارسیوں کی عید کا دن ہے۔ زوطی کچھ نذرانہ پیش کرنے کے لئے جناب علیؓ کی خدمت میں لے گئے۔ جناب علیؓ نے پوچھا کیا ہے؟ کہنے لگے۔ [illegible] حضرت علیؓ نے ارشاد فرمایا۔ نَیْرُوزُنَا کُلَّ یَوْمٍ۔ ہمارے یہاں ہر روز نوروز ہے۔

سنہ ۸۰ھ کے اوائل میں زوطی کے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام باپ نے ثابت رکھا اور بچہ کو خوش برکت کے لئے جناب علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرت علی نے دست شفقت اور دعائے خیر کے ساتھ نصیحت کیا۔

ثابت کا بچپن اپنے باپ کی گود میں گزرا [illegible] سایہ پدری سے محروم ہو گئے

Maktaba Tul Ishaat.com

تجارت کا سلسلہ باپ سے ورثہ میں ملا تھا۔ زندگی آرام سے گذرتی رہی۔

کب شادی کی؟ اور کس خاندان میں کی؟ تاریخ اس سلسلہ میں خاموش ہے۔ البتہ اتنا ضرور پتہ چلتا ہے کہ ۴۰ سال کی عمر میں خدا نے ثابت کو ایک فرزند عطا کیا۔ والدین نے نعمان نام رکھا۔ آگے چل کر اس بچہ نے ابو حنیفہ کی کنیت اختیار کی۔ اور امام اعظم کے لقب سے پکارا گیا ۔۔۔ سنہ ۸۰ھ کا واقعہ ہے۔

یہ وہ زمانہ تھا جبکہ عبدالملک ابن مروان خلیفہ تھا۔ اور حجاج بن یوسف عراق کا گورنر تھا۔ حضرت صحابہ کرام دنیا سے تشریف لے گئے تھے اگرچہ ۷۰ سال کے قریب ہو چکے تھے۔ مگر پھر بھی بہت میں تعداد ایسی بزرگ حیات تھے:۔

حضرت انس بن مالکؓ خادم رسول اللہ ۔ سنہ ۹۳ھ میں وفات پائی۔

حضرت سہل ابن سعد الصحابیؓ ۔ سنہ ۹۱ھ میں وفات پائی۔

حضرت ابوطفیل عامر بن واثلہؓ ، سنہ ۱۰۰ھ میں وفات پائی۔

امام ابوحنیفہؒ نے ان بزرگوں سے ملاقات کی۔ اور ان کی صحبت کا شرف حاصل کیا۔ ایک حضرت انس رضی اللہ عنہ اور دوسرے ابوطفیل عامر رضی اللہ عنہ۔

اس موقعہ پہ پتہ بتا دینا ضروری ہے کہ امام صاحب کی کنیت جو نام سے زیادہ مشہور ہے حقیقی کنیت نہیں ہے، بلکہ وصفی معنے کے اعتبار سے ہے۔

قرآن مجید میں خدا نے مسلمانوں سے خطاب کر کے فرمایا ہے۔ فَاتَّبِعُوا مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا یعنی ابراہیم کے طریقہ کی پیروی کرو جو خدا کے راستہ پر چلتے تھے۔ امام صاحب نے اسی نسبت سے اپنے لئے ابوحنیفہ کنیت اختیار کی۔

امام ابوحنیفہؒ نے ابتدائی تعلیم اپنے گھر پر حاصل کی۔ جب کچھ ہوشیار ہوئے تو والد کے ساتھ دوکان پر بیٹھنے لگے۔ ابھی ۱۶ سال کی عمر تھی کہ والد کا انتقال ہو گیا۔ اور امام ابوحنیفہ تمام کاروبار خود ہی سنبھالنے لگے۔ طبیعت کے بہت ذہین اور محنتی تھے اس لئے بہت جلد کاروبار میں نمایاں ترقی کر لی۔ دوکان کے ساتھ ایک کپڑے کا کارخانہ بھی قائم کر لیا۔ اور زندگی بڑے آرام سے گزرنے لگی۔

امام صاحب کی والدہ بہت دن تک زندہ رہیں۔ بہت عابدہ اور علماء کی طرف سے بہت خوش عقیدہ تھیں۔ اکثر علماء کے وعظ پردہ میں بیٹھ کر سنتی تھیں۔ اس لئے اسلامی معلومات بھی بہت اچھی تھی۔ امام صاحب کا فطری رجحان بھی علم کی طرف تھا۔ مگر ماں کی مذہب دوستی نے اس رجحان کو اور بھی تیز کر دیا۔

Maktaba Tul Ishaat.com

۸۶ھ میں خلیفہ عبدالملک کا انتقال ہوا تو اس کا بیٹا ولید تخت پر بیٹھا مگر حجاج کی گورنری اور سفاکی بدستور چلتی رہی۔ آخر ۹۵ھ میں حجاج بھی مر گیا۔ اور ۹۶ھ میں ولید نے بھی انتقال کیا۔ اور ملک کی خوش قسمتی سے ایک نیا دور شروع ہوا۔ یعنی سلیمان بن عبدالملک خلافت پر متمکن ہوا۔ سلیمان بہت علم دوست اور نیک دل خلیفہ تھا۔ تخت خلافت پر بیٹھتے ہی اس نے ملک میں امن وامان کو بحال کرنے اور دین و تدریس کے سلسلہ کو بڑھانے کی کوششیں شروع کر دیں۔ اس کے ساتھ ہی سلیمان نے اسلامی دنیا پر ایک اور بھی احسان کیا، کہ عمر ابن عبدالعزیز کو اپنا مستقل وزیر تعلیم مقرر کیا۔ سلیمان کی زندگی نے زیادہ وفا نہیں کی۔ اور ۹۹ھ میں عمر ابن عبدالعزیز کو اپنے بعد خلیفہ بنانے کی وصیت کر کے اس جہان سے رخصت ہو گیا۔

عمر ابن عبدالعزیز نے مروانی حکومت کے [illegible] اور تمام ملک میں علم و عمل کی ایک نئی روح پھونک دی۔

ایک زمانہ سے حضرت علیؓ کو خطبوں میں برا بھلا کہا جاتا تھا۔ اسے حکماً بند کرا دیا۔ بنی امیہ کے بہت سے عیش پسند شہزادوں کی جاگیریں ضبط کر لیں۔ اور تمام ملک میں ظالم حکام کو برطرف کر کے ان کی جگہ دوسرے لوگوں کو مقرر کیا۔

سب سے زیادہ یہ کہ علوم مذہبی کو وہ [illegible]

امام ابوحنیفہؒ کو والد ابوثابت کے زمانہ تک کسی علم کی کوئی خیال نہیں پیدا ہوا [illegible] کے زمانہ میں یہ دبا ہوا شوق ابھرا۔ ایک دن آپ کسی کام کو بازار جا رہے تھے۔ راستہ میں کوفہ کے قاضی علامہ شعبی سے ملاقات ہو گئی۔ پوچھا۔ میاں کہاں جا رہے ہو؟ کہا کہ [illegible] سوداگر کے پاس جا رہا ہوں۔ علامہ شعبی نے کہا۔ کیا تم نے کبھی علم پڑھا ہے؟ ابوحنیفہؒ نے بڑے افسوس کے ساتھ جواب دیا کہ نہیں۔ شعبی نے محبت آمیز لہجہ میں فرمایا۔ مجھ کو تم میں قابلیت کے [illegible] بیٹھا کرو۔ اس نصیحت نے امام ابوحنیفہؒ کے دل [illegible] کیا۔ اور تحصیل علم کے لئے کسی مدرسہ میں جانے کی [illegible] دلدادہ تھیں۔ اس خیال کو سن کر والدہ خوش [illegible]

امام صاحب جو ابتدائی مذہبی تعلیم اپنے گھر پر حاصل کر چکے تھے [illegible] تاکہ حدیث و فقہ کا علم حاصل کیا جائے۔

اس زمانہ میں جناب حماد کوفہ کے مشہور [illegible] تھے [illegible] حدیث و فقہ سے گہری دلچسپی رکھتے تھے۔ [illegible] مدرسہ قائم کر رکھا تھا [illegible] مشہور

Maktaba Tul Ishaat.com

مدرسہ سمجھا جاتا تھا۔ حضرت حمادؒ بڑی پابندی اور دل جمعی سے مدرسہ میں بیٹھتے اور تشنہ لبان علوم کو درس دیتے تھے۔

امام ابوحنیفہؒ نے شاگردی کے لئے حضرت حمادؒ ہی کا انتخاب کیا۔ خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور اپنی خواہش کا اظہار کیا۔ اُستاد نے اجازت دے دی۔ اور امام ابوحنیفہ درس میں بڑے انہماک اور پابندی سے بیٹھنے لگے۔ قائل اُستاد نے چند ہی دن کے بعد معلوم کر لیا کہ تمام حلقہ درس میں ابوحنیفہؒ کے حافظہ اور ذہانت کا کوئی شخص نہیں ہے۔ لہٰذا حکم ہوا۔ کہ ابوحنیفہ سب سے آگے بیٹھا کریں۔

امام ابوحنیفہؒ کامل دو برس تک جناب حمادؒ کے درس میں شریک ہوئے اور پوری توجہ سے فقہ کی تعلیم حاصل کی۔

اس مختصر سے زمانہ میں امام صاحبؒ نے اپنی خیر معمولی ذہانت طبع کے باعث تمام حلقہ درس میں ایک خاص مقام حاصل کر لیا۔ اور اُستاد کی توجہ کا مرکز بن گئے۔

خود امام صاحب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ بسبب اُستاد جناب حمادؒ کو دو ماہ کے لئے بصرہ جانے کا اتفاق ہوا۔ اور مجھ کو اپنا جانشین بنا گئے۔ اس عرصہ میں طلباء کے علاوہ اور بھی بہت سے لوگوں نے مسائل دریافت کئے، جن میں کچھ ایسے بھی مسائل تھے جن کے متعلق اُستاد سے کبھی کچھ نہیں سُنا تھا۔ مگر میں اپنے اجتہاد سے جواب دیتا رہا۔ اور ساتھ ہی ایک یادداشت بھی لکھتا رہا۔ دو ماہ کے بعد جب اُستاد بصرہ سے واپس آئے تو میں نے وہ کاغذ ان کے سامنے پیش کیا۔ کل ۶۰ مسئلے تھے۔ ان میں سے ۴۰ میں غلطیاں نکالیں۔ اور باقی کے متعلق فرمایا۔ تمہارے جواب ٹھیک ہیں۔

امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ میرا خیال تھا کہ میں علیحدہ درس و تدریس کا سلسلہ قائم کر لوں۔ اوّل تو اُستاد کا ادب مانع تھا، دوسرے اس واقعہ کے بعد بالکل ہی خیال بدل گیا اور عہد کر لیا۔ کہ جب تک اُستاد زندہ ہیں۔ ان کی شاگردی کے تعلق کو نہ چھوڑوں گا ؛

امام ابوحنیفہؒ نے فقہ کی تعلیم کے ساتھ حدیث پڑھنے کا سلسلہ بھی شروع کر دیا تھا، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ مسائل فقہ کی مجتہدانہ تحقیق حدیث کی تکمیل کے بغیر ناممکن ہے۔

جناب حمادؒ کا حلقہ درس فقہ میں تو امام صاحبؒ کے لئے کافی تھا۔ مگر حدیث میں وہ سیراب نہیں ہو سکتے تھے۔ اس لئے ان کو کوفہ کے محدثین کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔

یہ وہ زمانہ تھا۔ جبکہ حدیثیں جمع نہیں ہوئی تھیں۔ اور کوئی ایسا محدث نہیں تھا جس کو دو چار سے زیادہ حدیثیں یاد ہوں۔ یہی وجہ تھی۔ کہ امام ابوحنیفہ کو کوفہ کے بہت سے محدثین سے استفادہ کرنا پڑا۔

تمام ممالک اسلامیہ میں حدیث کا درس بڑے زور شور سے جاری تھا۔ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہزاروں صحابہؓ ہر جگہ پہونچ چکے تھے۔ اور ان کی وجہ سے حدیث کا ایک عظیم الشان سلسلہ قائم ہو گیا تھا۔ مگر کوفہ اور بصرہ کو خاص اہمیت حاصل تھی۔

Marfat.com

Maktaba Tul Ishaat.com

کوفہ کے جن محدثین سے امام ابوحنیفہؒ نے علم حدیث حاصل کیا۔ ان میں امام شعبیؒ، سلمہ بن کہیلؒ، محارب بن وثارؒ، ابواسحاق سبیعیؒ، عون بن عبداللہؒ، سماک بن حربؒ، ابراہیم بن محمدؒ، عدی بن ثابتؒ اور موسیٰ بن ابی عائشہ کے نام بہت مشہور ہیں ؛

امام ابوحنیفہؒ کی علمی زندگی میں امام شعبیؒ کو بہت اہمیت حاصل ہے، کیونکہ یہی وہ بزرگ ہیں جنہوں نے اپنے ایک ناصحانہ جملہ سے ابوحنیفہؒ کے دل میں علم کا شوق پیدا کر دیا تھا۔

امام شعبیؒ کے متعلق مشہور ہے کہ انہوں نے دس سو صحابیوں کو دیکھا تھا۔ اور ان سے حدیث سنی تھی۔

امام شعبیؒ بہت زمانہ تک کوفہ میں منصب قضا پر مامور رہے۔ خلفاء اور تمام اراکین حکومت بے حد احترام کرتے تھے۔ آپ نے ۱۰۶ھ میں وفات پائی ؛

کوفہ کے بعد امام ابوحنیفہؒ بصرہ تشریف لے گئے۔ اور جناب قتادہؒ اور حضرت شعبہؒ کے درس میں شامل ہوئے اور ان کے فیض صحبت سے بہت بڑا فائدہ اٹھایا۔ حضرت قتادہؒ بصرہ کے مشہور محدث اور تابعی تھے۔ اور خادم رسول اللہ جناب انسؓ ابن مالک کی شاگردی کا فخر رکھتے تھے۔ جناب انسؓ کے شاگردوں میں حضرت قتادہؒ کو جو شہرت اور عظمت حاصل تھی، اس کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ حدیث کو اس طرح بیان کرتے تھے، کہ الفاظ و معانی میں کوئی فرق نہیں ہونے پاتا تھا۔

جناب شعبہؒ بھی بڑے رتبہ کے محدث تھے۔ دو ہزار سے زائد حدیثیں زبانی یاد تھیں۔ سفیان ثوریؒ فن حدیث میں ان کو امیرالمومنین کہا کرتے تھے۔ امام شافعیؒ بھی اپنے [illegible] کرتے تھے، کہ اگر عراق میں شعبہ نہ ہوتے تو حدیث کا رواج نہ ہوتا۔ آپ [illegible] انتقال فرمایا۔

یہ دونوں حضرات امام ابوحنیفہؒ کی ذہانت اور [illegible] کیا کرتے تھے۔ شعبہؒ نے ایک مرتبہ یہاں تک فرمایا کہ میں پورے یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ علم اور ابوحنیفہ دو چیزیں نہیں ہیں ؛

بصرہ کے محدثین میں ان دونوں حضرات کے علاوہ امام ابوحنیفہؒ نے [illegible] امیہؒ اور عاصم بن سلیمانؒ کے نام بھی پائے جاتے ہیں ؛

کوفہ اور بصرہ سے فارغ ہو کر امام ابوحنیفہؒ کی نظر [illegible] کی طرف اٹھی جو [illegible] کا بھی مرکز تھا۔

Maktaba Tul Ishaat.com

تاریخوں سے یہ پتہ نہیں چلتا، کہ آپ کس سنہ میں مکہ معظمہ کے لئے روانہ ہوئے۔ مگر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سفر کے وقت عمر ۲۴ برس کے لگ بھگ تھی۔

امام ابو حنیفہؒ جب مکہ معظمہ پہونچے تو درس و تدریس کا بہت زور تھا۔ بہت سے اساتذہ جو فن حدیث میں کمال رکھتے تھے اور صحابہ کرامؓ کی صحبت سے مستفیض ہو چکے تھے، اپنی اپنی درسگاہوں میں مشغول درس تھے۔

مگر ان سب میں حضرت عطاء ابن ابی رباحؒ کا حلقہ درس بہت وسیع اور مشہور تھا جناب عطاءؒ کو یہ عظمت اور شہرت حاصل ہونے کی وجہ یہ تھی کہ وہ بہت سے صحابہؓ کی خدمت میں رہ چکے تھے، اور ان کے فیض صحبت نے انہیں درجہ اجتہاد پر فائز کر دیا تھا۔ خود جناب عطاءؒ کا بیان ہے کہ میں دو سو ایسے حضرات سے ملا ہوں، جن کو رسول اکرمؐ کی صحبت کا شرف حاصل تھا۔ اُن حضرات میں یہ چند خاص طور پر قابل ذکر ہیں :- ۲۶۶ ۷

عبداللہ ابن عباسؓ، عبداللہ ابن عمرؓ۔ عبداللہ ابن زبیرؓ۔ اسامہ بن زیدؓ۔ جابرؓ بن عبداللہؓ۔ زید بن ارقمؓ۔ ابو درداءؓ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ۔

امام صاحبؒ نے مکہ کی تمام درسگاہوں کو دیکھا۔ مگر ان کا دل کسی طرف نہیں کھنچا۔ وہ سیدھے جناب عطاءؒ کی درس گاہ میں پہونچے، اور درس میں بیٹھنے کی اجازت چاہی۔ جناب عطاءؒ نے نام پوچھا۔ اور پھر عقیدہ پوچھا۔ فرمانے لگے "بزرگوں کو بُرا نہیں کہتا ہوں، گنہ گار کو کافر نہیں سمجھتا ہوں اور قضا و قدر کا قائل ہوں"۔ جناب عطاءؒ نے بڑے غور سے جواب کو سُنا، اور پھر فرمایا "اچھا درس میں شامل ہو سکتے ہو"۔

چند روز میں امام صاحبؒ کی ذہانت اور قابلیت کے جوہر کھلنے لگے۔ اور اُستاد کی نظر میں ان کا وقار بڑھنے لگا۔ جناب عطاءؒ نے ۱۱۵ھ میں انتقال فرمایا۔ امام صاحبؒ اس عرصہ میں جب بھی مکہ جاتے، ان سے ضرور ملاقات کرتے ۔

امام ابو حنیفہؒ نے حضرت عطاءؒ کے علاوہ مکہ میں اور بھی حضرات سے حدیث کی سند حاصل کی۔ ان میں حضرت عکرمہؓ کا نام بہت نمایاں ہے۔ جناب عکرمہؓ کو حضرت عبداللہ ابن عباسؓ، جناب علیؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، عبداللہ ابن عمرؓ، جناب جابرؓ اور حضرت ابو قتادہؓ کی شاگردی کا شرف حاصل تھا ۔

مکہ معظمہ سے فارغ ہو کر امام ابو حنیفہؒ مدینہ طیبہ گئے اور جناب رسالت مآبؐ کی بارگاہ میں حاضری کا شرف حاصل کیا۔ اس کے بعد وہاں کے علماء سے ملاقات کی۔

Maktaba Tul Ishaat.com

سب سے پہلے آپ جناب امام باقر علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت امام باقرؑ نے نام سُنا، تو فرمایا "کیا تم وہی ابو حنیفہ ہو، جو ہمارے دادا کی حدیثوں سے اپنے قیاس کی بنا پر مخالفت کرتے ہو؟ جواب دیا۔ حضرت میرے متعلق یہ بات غلط مشہور کی گئی ہے اگر اجازت ہو تو کچھ عرض کروں۔ فرمایا کہو۔

امام ابو حنیفہؒ نے عرض کیا۔ عورت مرد کے مقابلہ میں کمزور ہے۔ اگر میں قیاس سے کام لیتا تو کہتا کہ وراثت میں عورت کو زیادہ ملنا چاہیئے۔ مگر میں ایسا نہیں کہتا ہوں۔ بلکہ یہی فتویٰ دیتا ہوں کہ مرد کو دُگنا ملنا چاہیئے۔

اسی طرح نماز روزہ سے افضل ہے۔ اگر قیاس لگاتا تو کہتا کہ حائضہ عورت پر نماز کی قضا واجب ہے۔ حالانکہ میں روزہ کی قضا کا فتوےٰ دیتا ہوں۔

جناب امام باقرؑ اس تقریر سے بہت خوش ہوئے اور اُٹھ کر امام ابو حنیفہؒ کی پیشانی کو چُوم لیا۔

امام ابو حنیفہؒ بہت عرصہ تک مدینہ طیبہ میں مقیم رہے اور برابر امام باقرؑ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔ فقہ اور حدیث کے متعلق بہت سی ایسی باتیں آپ کو ان کی صحبت سے حاصل ہوئیں، جو اب تک معلوم نہیں تھیں۔ جناب امام باقرؑ نے ۱۱۴ھ میں انتقال فرمایا

حضرت امام باقرؑ کی وفات کے بعد ان کے صاحبزادے حضرت امام جعفر صادقؑ سے بھی امام ابو حنیفہؒ کو گہری عقیدت تھی۔ اکثر ان کی مجالس میں اکتساب علم کی نیت سے حاضری دیتے۔ اہل بیت کے متعلق امام صاحب کا خیال تھا کہ حدیث و فقہ بلکہ تمام مذہبی علوم اہل بیت کے گھر سے نکلے ہیں۔

صَاحِبُ الْبَیْتِ اَدْرٰی بِمَا فِیْھَا

امام ابو حنیفہ جب بھی کوفہ سے حرمین شریف لے جاتے تو [illegible] اہل بیت اور مقامی علماء کے علاوہ حج کے زمانہ میں تمام [illegible] جو مکہ اور مدینہ میں جمع ہوتے۔ امام صاحب کو ان سے بھی [illegible] صاحب کو تحصیل علم کی کوئی حاجت باقی نہیں تھی۔ مگر شوق علم نے یہ گوارا نہ کیا کہ [illegible] حصول علم کے خیال کو دل سے نہیں نکالا۔

امام ابو حنیفہؒ نے کوفہ میں کوئی اپنی علمی درسگاہ قائم نہیں کی بلکہ اپنے استاد کی درس [illegible] میں انہیں کے ہمراہ بیٹھتے رہے۔ ۱۲۰ھ میں جب آپ کے استاد حضرت حماد [illegible] اہل کوفہ نے [illegible]

Maktaba Tul Ishaat.com

کی، کہ مسند درس کو مشرف فرمائیں۔

امام صاحبؒ نے ذمہ واریوں کا احساس کرتے ہوئے کچھ اصرار کے ساتھ یہ درخواست قبول کرلی، اور بڑے استقلال سے درس دینے لگے۔ تھوڑے ہی دنوں میں امام ابوحنیفہؒ کی قابلیت نے تمام اسلامی دنیا کو اپنی طرف متوجہ کرلیا۔ دُور دُور سے طلبا، ان کی درس گاہ میں آنے لگے اور شاگردی کا سلسلہ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا گیا ٭

محرم ۱۴۶ھ میں تیسرا عباسی خلیفہ منصور اپنے ایک حریف ابراہیم کو شکست دیکر جب بغداد پہنچا تو کچھ لوگوں نے منصور کو بتایا، کہ امام ابوحنیفہؒ ابراہیم کے طرفدار ہیں۔ منصور آپے سے باہر ہوگیا اور امام صاحبؒ کو پیغام بھیجا، کہ فوراً بغداد آئیں۔

امام صاحبؒ صفر ۱۴۶ھ میں بغداد آئے اور منصور کے دربار میں پہونچے۔ منصور کا خیال تھا کہ امام صاحبؒ کو قتل کردیا جائے۔ مگر ربیع نے جو بہت مقرب درباری تھا، منصور کو اس اقدام سے روکا۔

آخر منصور نے امام صاحبؒ سے کہا کہ میں نے آپ کو اس لئے بُلایا ہے کہ عہدۂ قضاء آپ کو دیا جائے۔ امام ابوحنیفہؒ نے جو منصور کی سفاکیوں سے بیحد نالاں تھے عہدۂ قضاء قبول کرنے سے انکار کردیا۔

منصور نے قسم کھائی، کہ تم کو ایسا کرنا ہی پڑے گا۔ مؤرخین نے لکھا ہے کہ جب منصور کی طرف سے زیادہ جبر کیا گیا، تو امام صاحبؒ نے قبول کرلیا۔ دارالقضاء میں بیٹھے اور پہلے دن ایک قرض کا مقدمہ پیش ہوا۔ ثبوت کے گواہ موجود نہیں تھے اس لئے مدعا علیہ سے قسم کھانے کو کہا گیا۔ مدعا علیہ تیار ہوگیا اور ابھی صرف لفظ واللہ زبان سے نکالا تھا، کہ امام ابوحنیفہؒ نے گھبرا کر روک دیا اور جیب سے روپیہ نکال کر مدعی کو دیئے اور فرمایا۔ یہ اپنا قرض لو اور ایک مسلمان سے قسم مت کھلواؤ۔

اِس واقعہ نے امام صاحبؒ کو بہت متاثر کیا، عدالت سے اُٹھے اور سیدھے منصور کے پاس آئے اور کہا مجھ سے یہ کام نہیں ہوسکے گا۔ منصور کو یہ بات بہت ناگوار ہوئی۔ اور اُس نے اُسی وقت آپ کو قیدخانہ بھجوا دیا ٭

قیدخانہ میں امام ابوحنیفہؒ کچھ دن تو خاموش رہے، مگر درس و تدریس کے شائق کب تک اس طرح زندگی گزارتے، آخر ایک دن آپ نے منصور سے درخواست کی کہ مجھے سلسلہ درس جاری رکھنے کی اجازت دی جائے۔ منصور نے اس درخواست کو قبول کرلیا اور اب نظربندی کے ساتھ ساتھ سلسلہ درس و تدریس بھی جاری رہنے لگا۔

امام ابوحنیفہؒ کی نظربندی کا سلسلہ ۱۴۶ھ سے ۱۵۰ھ تک چلتا رہا۔ منصور نے امام صاحبؒ کے ادب و احترام کو تو بہت ملحوظ رکھا، مگر قیدخانہ سے باہر نہیں ہونے دیا ٭

Marfat.com

Maktaba Tul Ishaat.com

بغداد دارالخلافہ ہونے کی وجہ سے مختلف علوم وفنون کا مرکز بن گیا تھا۔ ہر طرف سے طالبانِ علم وفن یہاں آتے اور اکتسابِ علم میں مشغول رہتے تھے۔ امام ابوحنیفہؒ پہلے ہی بہت کچھ شہرت حاصل کر چکے تھے۔ نظر بندی نے ان کی مقبولیت اور اثر کو اور زیادہ کر دیا۔ امام محمدؒ نے جو فقہ حنفی کے دست وبازو ہیں، قید خانہ ہی میں امام صاحبؒ سے تعلیم حاصل کی تھی ؛

وفات

عام طور پر مؤرخین نے لکھا ہے کہ منصور کو امام صاحبؒ کی طرف سے جو خطرات پیدا ہو چکے تھے وہ بدستور باقی تھے۔ وہ جانتا تھا کہ اگر کسی وقت ان کو رہائی ملی تو ضرور باغیوں کی حمایت کرینگے۔ یہ ایک ایسی خلش تھی، کہ جس میں روز بروز اضافہ ہی ہوتا جا رہا تھا۔ آخر تنگ آکر رجب ۱۵۰ھ میں منصور نے زہر دلوا دیا۔

امام صاحبؒ نے زہر کے اثر کو محسوس کیا اور شاگردوں کو وصیت کی کہ مجھے خیزران [illegible] دفن کیا جائے۔ پھر سجدہ میں گئے۔ اور اسی حالت میں انتقال فرما گئے۔ تاریخ انتقال ۱۵ رجب ۱۵۰ھ ہے۔

امام صاحبؒ کے انتقال کی خبر بہت جلد تمام شہر میں پھیل گئی۔ اور مسلمان [illegible] شریک ہونے کے لئے جمع ہونے لگے۔

قاضی شہر حسن ابن عمارہ نے غسل دیا۔ اور کفن پہنایا۔ ظہر سے پہلے نماز جنازہ پڑھی گئی۔ ۵۰ ہزار سے زائد مسلمان شریک تھے۔ آنے والوں کا سلسلہ برابر جاری تھا۔ اس لئے ۶ مرتبہ نماز پڑھی گئی، اور عصر کے وقت دفن کیا گیا۔

کہتے ہیں کہ دفن کے بعد بھی ۲۰ دن تک لوگ قبر پر نماز ادا کرتے رہے ؛

کافی دنوں تک آپ کا مزار کھلا پڑا رہا۔ اور کثرت سے لوگ فاتحہ خوانی کے لئے [illegible] ۴۵۹ھ میں سلطان سلجوقی نے جس کو امام صاحبؒ سے بڑی عقیدت تھی۔ آپ کی [illegible] اس کے قریب ایک شاندار عمارت مدرسہ کے لئے بنوائی۔ اور ایک ساتھ خانقاہ بھی بنا دی جس میں قیام کرنے والوں کو کھانا بھی دیا جاتا تھا۔ آج بھی بغداد میں دوسرے متبرک مقامات کے ساتھ امام صاحب کے مقبرہ کو بھی بہت عقیدت کی نظروں سے دیکھا جاتا ہے ؛

اولاد

امام ابوحنیفہؒ کی اولاد میں صرف ایک صاحبزادے تھے جن کا نام [illegible] کے نام پر حماد رکھا تھا۔ جناب حمادؒ نے تمام علوم اپنے والد سے حاصل کئے۔ بہت بڑے عالم، زاہد، اور پرہیزگار تھے۔ امام صاحبؒ کی علمی مشاغل کے ساتھ تجارت کرنے میں زیادہ دلچسپی تھی۔ کسی کی نوکری نہیں کی۔ اور نہ ہی شاہی دربار سے تعلق پیدا کیا۔ آپ نے [illegible] ۱۷۶ھ میں انتقال فرمایا۔ اور کوفہ میں دفن ہوئے ؛

Maktaba Tul Ishaat.com

اخلاق وعادات

بزرگوں کے حالات زندگی لکھنے کا سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ ان کی اخلاقی اور مذہبی خوبیوں کو نمایاں طور پر ظاہر کیا جائے۔ تاکہ قوم اسلاف کے نقش قدم پر چل کر اپنی زندگی کو صحیح راہ عمل پر گامزن کر سکے۔

امام صاحبؒ کی مذہبی اور اخلاقی زندگی کی تصویر دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی ذات میں وہ تمام محاسن بدرجہ اتم موجود تھے جو ایک اعلیٰ کردار کے انسان میں ہونا چاہئیں۔

زیر نظر سطور میں امام صاحبؒ کے اخلاق وعادات کا ایک اجمالی نقشہ آپ کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے، جسے پڑھ کر آپ ان کی پاکیزہ زندگی سے صحیح طور پر واقف ہو سکیں گے :-

---

عبادت

امام ابوحنیفہؒ بہت بڑے عابد اور پرہیزگار تھے جتنی دیر فرض نماز یا نوافل پڑھتے رہتے تھے طبیعت پر رقت طاری رہتی تھی۔ اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ آپ اپنے ہوش میں نہیں ہیں۔ کبھی تلاوت قرآن سنتے وقت یا خود تلاوت کرتے وقت آنسو نکل آتے اور دیر تک روتے رہتے تھے۔

ایک مرتبہ نماز میں شریک تھے۔ امام نے جب اس آیت کو تلاوت کیا وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُوْنَ ۝ یعنی خدا کو ظالموں کے کردار سے غافل نہیں سمجھنا چاہئے" امام ابوحنیفہؒ پر ایسی رقت طاری ہوئی کہ حالت نماز میں تمام بدن کانپنے لگا۔ ایک مرتبہ کوفہ میں عشاء کی نماز میں امام مسجد نے اِذَا زُلْزِلَتِ کی سورت پڑھی تو امام ابوحنیفہؒ کی حالت اس درجہ متغیر ہوئی کہ نماز کے بعد بھی دیر تک بیٹھے ہوئے ٹھنڈی ٹھنڈی سانسیں بھرتے رہے اور زبان سے کہتے رہے۔ اے وہ اللہ جو ذرہ ذرہ نیکی اور بدی کا حساب لے گا، اپنے غلام نعمان کو آگ سے بچانا۔

امام صاحبؒ کی عادت تھی، کہ فجر کی نماز سے فارغ ہو کر کچھ دیر وظیفہ پڑھتے۔ پھر مسائل پوچھنے والوں کو جواب دیتے۔ ظہر کے بعد گھر تشریف لے جاتے۔ کھانے سے فارغ ہو کر تھوڑی دیر قیلولہ فرماتے۔ عصر کے بعد سے مغرب تک لوگوں سے ملاقات کرتے اور کہیں آنے جانے کا کام ہوتا تو تشریف لے جاتے۔

ہر روز کا معمول تھا۔ کہ مغرب سے عشاء تک درس کا سلسلہ جاری رکھتے۔ عشاء کے بعد اکثر مسجد میں سو جاتے اور جب بیدار ہوتے تو صبح تک تہجد اور دوسرے ورد و وظائف میں مصروف رہتے ۝

تجارت اور سخاوت

امام صاحبؒ کو تجارت باپ دادا سے ورثہ میں ملی تھی۔ اور پھر خود بھی اس میدان میں بڑی واقفیت اور تجربہ رکھتے تھے۔ کوفہ میں بہت بڑا کپڑا بنانے کا کارخانہ تھا جس میں سینکڑوں آدمی کام کرتے تھے۔ لاکھوں روپیہ کا روزانہ لین دین ہوا کرتا تھا۔

اکثر شہروں میں ایجنٹ مقرر تھے جو سوداگروں کو مال پہونچایا کرتے تھے۔ اتنے بڑے کاروبار میں دیکھنے کی چیز یہ ہے کہ اس بات کا بیحد خیال رہتا تھا کہ ایک پیسہ بھی ناجائز طریقہ پر نہ آنے پائے۔ تمام

Maktaba Tul Ishaat.com

کام کرنے والوں کو اس بات کی سخت ہدایت تھی کہ کپڑے کے وہ تھان جن میں کچھ عیب ہو نیلیے وہ کھو اور خریدار کو ان عیوب سے مطلع کر دیا کرو۔ ایک مرتبہ ایک ملازم حفص ابن عبدالرحمٰن نے کپڑے کے کچھ تھان خریدار کے ہاتھ فروخت کئے۔ مگر خریدار کو ان کے عیب سے مطلع کرنا بھول گئے۔ امام صاحب کو جب اس واقعہ کی خبر ہوئی، تو بہت افسوس کیا، اور تمام تھانوں کی قیمت خیرات کر دی۔

اسی طرح کسی دوسرے کا مال خریدنے میں بھی آپ اس بات کا بہت لحاظ رکھتے تھے کہ بیچنے والے کو نقصان نہ پہونچے۔ ایک مرتبہ دوکان پر بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک عورت آئی اور ایک ریشم کا تھان دے کر کہا کہ اس کو فروخت کرنا ہے۔ آپ نے قیمت پوچھی، تو کہنے لگی ۱۰۰ روپے ہیں۔ امام صاحب نے فرمایا۔ جو قیمت تم بتاتی ہو وہ بہت کم ہے عورت نے کہا، تو پھر آپ ہی سمجھ کر دے دیجئے۔ فرمانے لگے۔ تھان ۵۰۰ روپے کا ہے۔ اور یہ کہہ کر ۵۰۰ روپے اس کو دے دیئے۔ عورت تعجب کرتی اور ہنستی ہوئی چلی گئی۔

دولت کی اس درجہ فراوانی کے ساتھ خدا نے دل بھی آپ کو بہت فیاض عطا کیا تھا۔ تجارت اور اکتساب دولت سے آپ کی غرض زندگی کو عیش و عشرت سے گزارنا اور سرمایہ کو جمع کر کے ناجائز طور پر خرچ کرنا نہیں تھی۔ بلکہ آپ چاہتے تھے کہ پیسے کو عوام کے فائدہ اور ضرورت مند لوگوں کی حاجت برآری پر خرچ کیا جائے۔

چنانچہ بہت سے غریب اور نادار طلبا کے وظائف مقرر تھے جو ان کو ماہ بماہ ادا کئے جاتے تھے۔ تاکہ وہ اطمینان سے علم کی تکمیل کر سکیں۔ بہت سے علماء اور مدرسین کے لئے اپنی تجارت میں ان کے نام کا ایک حصہ مخصوص کر دیا تھا۔ اور اختتام سال پر جو نفع ہوتا۔ وہ ان کی خدمت میں راز دارانہ طریقہ پر پہونچا دیا جاتا تھا۔

جب کوئی نئی یا اچھی چیز بازار میں آتی تو اتنی زیادہ خریدتے کہ اپنے گھر والوں کے طلباء، علماء اور غریب دوست احباب کے گھر پر بھیجتے۔ جب کوئی ملنے آتا ان کے لحاظ سے ضرورت مند معلوم ہوتا تو چلتے وقت کچھ اس کی نذر کرتے۔

تمام ملنے والوں سے فرمایا کرتے۔ اگر کبھی کوئی حاجت ہو۔ تو وہ بلا تکلف بیان کر دیا کریں۔ شیخ ابو یوسف امام صاحب ہی کی کفالت کی بدولت علم سے اتنے بلند مرتبہ پر پہونچ سکے۔

ایک مرتبہ کسی بیمار کو دیکھنے جا رہے تھے۔ راستہ میں ایک شخص نے جو امام صاحب کا مقروض تھا۔ دور سے آپ کو آتے ہوئے دیکھا۔ تو جلدی سے اپنا راستہ بدل کر چلا۔ آپ نے اس کو دیکھ لیا اور قریب پہونچ کر فرمایا۔ بھائی تم سے کچھ لینا تھا۔ یہ کہہ کر اس کا کل قرض ۱۰ ہزار کا مقروض تھا۔ ابھی تک ادا نہیں کر سکا۔ اس لئے شرم محسوس ہوتی تھی سامنے آتے ہوئے امام صاحب پر اس کی اس حرکت کا بہت اثر ہوا اور فرمایا کہ تم کو کل سے قرض ادا کرنا ہے۔

ایک مرتبہ کچھ لوگ ملنے آئے۔ ان میں ایک شخص [illegible]

Maktaba Tul Ishaat.com

جب سب جانے لگے تو آپ نے اس آدمی سے فرمایا۔ ذرا ٹھہر جاؤ۔ پھر ایک ہزار کی تھیلی دینے لگے اُس نے عرض کیا حضرت میں دولتمند ہوں۔ مجھے اس کی حاجت نہیں ہے۔ امام صاحب نے فرمایا۔ تو پھر تم نے صورت ایسی کیوں بنائی ہے جو دوسروں کو تمہارے غریب ہونے کا شبہ ہوتا ہے۔

والدہ کی اطاعت اور خدمت

امام صاحبؒ کو اپنی والدہ کا بہت خیال رہتا تھا۔ چنانچہ ان کی تمام ضروریات زندگی خود اپنے ہاتھ سے خرید کر کے لاتے اور پیش کرتے اگرچہ اُن کی خدمت کے لئے خدام موجود تھے۔ مگر آپ پھر بھی کبھی غافل نہیں رہتے تھے۔ اور برابر خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتے "نعمان حاضر ہے" جب کبھی باہر جانے کا اتفاق ہوتا، تو والدہ سے اجازت لیتے۔ اور بغیر حکم کبھی نہ جاتے۔

والدہ کو بھی اپنے بلند مرتبہ بیٹے سے بے انتہا محبت تھی کبھی گھر میں آنے میں دیر ہوتی تو آدمی کو بھیجتیں کہ معلوم کرو، کیوں دیر لگی ہے؟

امام صاحبؒ کی والدہ کو کوفہ کے مشہور عالم عمرو ابن ذرقہ سے خاص عقیدت تھی جب کوئی مسئلہ پوچھنا ہوتا تو فرماتیں۔ نعمان! ذرا عمرو بن ذرقہ سے یہ پوچھ آؤ۔ امام صاحبؒ فوراً جاتے اور مسئلہ پوچھتے۔ عمرو کہتے بھلا میں آپ کے سامنے کیا زبان کھول سکتا ہوں۔ امام صاحبؒ جواب دیتے۔ والدہ کا یہی حکم ہے۔

کبھی خود بھی جاتی تھیں۔ اور مسئلہ پوچھ کر آتی تھیں۔ ایک مرتبہ اپنے بیٹے سے مسئلہ پوچھا۔ امام صاحبؒ نے جواب دیا۔ تو کہنے لگیں۔ تمہاری بات کچھ سمجھ میں نہیں آئی۔ چلو ذرقہ سے تصدیق کرونگی۔ امام ابوحنیفہؒ لے کر گئے، اور مسئلہ بیان کیا۔ ذرقہ نے وہی جواب دیا۔ جو امام صاحبؒ دے چکے تھے۔ والدہ کو تسکین ہوگئی۔

ابن ہبیرہ نے جب امام صاحبؒ کو بلا کر میر منشی مقرر کرنا چاہا۔ اور پھر انکار کرنے کے جُرم میں دُرّے لگوائے۔ اس وقت امام کی والدہ زندہ تھیں۔ ان کو نہایت صدمہ ہوا۔ امام صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ مجھ کو اپنی تکلیف کا چنداں خیال نہ تھا۔ البتہ یہ رنج ہوتا تھا کہ میری تکلیف کی وجہ سے والدہ کو صدمہ پہنچتا ہے۔

امام صاحبؒ کے شاگرد رشید قاضی ابو یوسف سے ایک مرتبہ ہارون رشید نے کہا۔ کہ امام ابو حنیفہؒ کے کچھ اوصاف بیان کرو۔ قاضی صاحبؒ نے امام کے اخلاق و عادات پر ایک مختصر مگر جامع تقریر کی۔ جو حسب ذیل ہے :-

"امام ابوحنیفہؒ بہت با اخلاق اور پرہیزگار بزرگ تھے۔ اوقات درس کے علاوہ زیادہ وقت خاموش رہتے تھے۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ کسی گہرے غور و فکر میں مصروف ہیں۔ اگر کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تو اس کا جواب دیدیتے۔ ورنہ خاموش رہتے۔ نہایت سخی اور فیاض تھے۔ کبھی کسی کے آگے کوئی حاجت نہیں لے گئے۔ اہل دنیا سے حتی الامکان بچتے تھے اور دُنیاوی جاہ و عزت کو حقیر سمجھتے تھے کبھی کسی کی غیبت نہیں کرتے تھے۔ اگر ذکر آتا۔ تو بھلائی سے یاد کرتے تھے۔ بہت بڑے عالم اور مال

Maktaba Tul Ishaat.com

کی طرح علم کے خرچ کرنے میں فیاض تھے۔

لوگوں کے ساتھ عام طور پر اچھا سلوک کرتے۔ اُن کی خرابیوں پر کبھی نظر نہیں ڈالتے۔ بلکہ اپنی طرف سے بھلائی کرنے کی ہر ممکن کوشش فرماتے۔ کسی کی پریشانی کو نہیں دیکھ سکتے تھے۔ بیماری یا کسی دوسری مصیبت کو دیکھ کر بے چین ہو جاتے تھے۔

ایک مرتبہ مسجد میں تشریف رکھتے تھے۔ کسی نے آکر کہا: فلاں شخص مکان کی چھت پر سے گر پڑا ہے امام صاحبؒ پر اس جملہ سے اتنا اثر کیا، کہ منہ سے چیخ نکل گئی۔ پھر اسی وقت اس کے گھر آنے جانے سے گئے۔ اور اظہار ہمدردی فرمایا۔ جب تک یہ اچھا نہیں ہوا۔ روزانہ صبح کو اسکے دیکھنے کے لئے جاتے رہے۔ خود اپنی ذات پر کوئی مصیبت آجاتی۔ تو بڑے استقلال سے برداشت کرتے۔ اور کبھی کوئی ناشائستہ زبان سے ایسا نہیں نکالتے جس سے ذرا بھی بے چینی کا اظہار ہوتا ہو۔

اسی طرح کسی دوسرے کی طرف سے کوئی تکلیف پہنچ جاتی تو اسے بھی حتی الوسع کبھی کوئی جواب انتقام نہیں لیتے۔ بلکہ اسے معاف فرما دیتے۔

ایک مرتبہ ایک شخص نے کہا [illegible] آپ کو [illegible] آپ کی زبان سے میں نے کبھی کسی کے لئے لعنت نہیں سنی۔ فرمایا [illegible] فضل [illegible]

حضرت سفیان ثوری سے کسی نے کہا ہم نے کبھی امام ابوحنیفہ کو کسی کی غیبت کرتے نہیں سنا۔ سفیان ثوری نے جواب دیا۔ امام ابوحنیفہ ایسے نہیں ہیں کہ اپنے اعمال صالحہ کو کسی کی غیبت کر کے برباد کرلیں۔

ناصحانہ اقوال

(۱) جس وقت اذان کی آواز آئے، فوراً نماز کے لئے تیار ہو جاؤ۔

(۲) روزہ اور تلاوت قرآن کی عادت ڈالو۔

(۳) کبھی کبھی قبرستان کی طرف نکل جایا کرو۔

(۴) لہو ولعب سے پرہیز کیا کرو۔

(۵) پڑوسی کی کوئی برائی دیکھو تو پردہ پوشی کرو۔

(۶) تقوےٰ اور امانت کو فراموش مت کرو۔

(۷) جس خدمت کے انجام دینے کی قابلیت نہ ہو۔ اُسے ہرگز مت قبول کرو۔

(۸) اگر کوئی شخص شریعت میں کسی بدعت کا موجد ہو، تو اس کی غلطی کا علانیہ اظہار کرو، تاکہ عوام کو اس کی اقتداء کی جرأت نہ ہو سکے۔ تحصیل علم کو سب پر مقدم رکھو۔

(۹) جو آدمی کوئی بات پوچھے تو وہ سوال کا جواب دو۔ اپنی طرف سے کچھ اضافہ مت کرو۔

(۱۰) شاگردوں کے ساتھ ایسا برتاؤ کرو، کہ دیکھنے والے ان کو تمہاری اولاد خیال کریں۔

(۱۱) جو بات کہو خوب سوچ سمجھ کر کہو [illegible] کا کافی ثبوت دے سکو۔

Marfat.com

Maktaba Tul Ishaat.com

(۱۲) جو کام کرو اطمینان اور وقار کے ساتھ کرو۔

(۱۳) جس شخص کو علم نے بھی برائیوں سے نہیں روکا، اس سے زیادہ زیاں کار کوئی نہیں ہے۔

(۱۴) اگر علماء خدا کے دوست نہیں تو عالم میں خدا کا کوئی دوست نہیں۔

(۱۵) جو شخص علم کو دنیا کے لئے سیکھتا ہے، علم اس کے دل میں نہیں ٹھہرتا۔

(۱۶) جو شخص علم کا مذاق نہیں رکھتا۔ اس کے سامنے علمی گفتگو مت کرو۔

(۱۷) علم کھانے میں بھی وسعت کا کام نہیں بلکہ علماء کا فرض ہے کہ انہیں جو کچھ آتا ہے دوسروں کو سکھائیں۔ علم کے دربار میں خاص و عام کی کوئی تفریق نہیں۔

(۱۸) اگر روٹی کا ایک ٹکڑا اور معمولی کپڑا امن و عافیت سے ملتا رہے، تو اس عیش سے بہتر ہے جس کے بعد ندامت اٹھانی پڑے۔

فقہ حنفی کی تدوین

امام ابو حنیفہؒ نے اپنے استاد جناب حمادؒ کی زندگی میں ہی درجہ اجتہاد حاصل کر لیا تھا۔ اور قرآن و حدیث سے مسائل نکالنے میں کافی مہارت حاصل ہو چکی تھی۔ مگر آپ اس بات کو پسند نہیں کرتے تھے کہ استاد کی حیات میں اپنے اجتہادی مسائل کو شروع دیں۔ اور اپنی علیحدہ کوئی درس گاہ قائم کریں۔

استاد کے انتقال کے بعد جب اہل کوفہ نے آپ کو استاد کی مسند پر بٹھایا۔ اور پھر درس و تدریس کا سلسلہ زور شور سے شروع ہوا۔ اس وقت آپ کو یہ خیال پیدا ہوا کہ مسلمانوں کی روزمرہ زندگی سے تعلق رکھنے والے مسائل قرآن و حدیث سے نکال کر جمع کئے جائیں۔ تاکہ بروقت کسی مسئلہ کو قرآن و حدیث میں تلاش کرنے پر جو دشواریاں پیش آتی ہیں، دور ہو جائیں۔

یہ کام آسان نہیں تھا۔ اس کے لئے بڑے علم اور سمجھ والے آدمی کی ضرورت تھی۔ امام ابو حنیفہؒ میں قدرت نے وہ تمام خوبیاں جمع کر دی تھیں جو ایسے اہم کام کی تکمیل کے لئے ضروری تھیں۔

مسائل فقہ کا وجود امام صاحبؒ کے زمانہ سے پہلے بھی پایا جاتا تھا، اور صحابہ کرام میں کچھ ایسے حضرات موجود تھے جو قرآن و حدیث سے مسائل کا استنباط کرنے میں مہارت تامہ رکھتے تھے، جیسے حضرت علیؓ۔ جناب عمرؓ۔ عبداللہ ابن عباسؓ۔ عبداللہ بن مسعودؓ۔ ان حضرات میں اگرچہ فقیہہ تو سب ہی تھے مگر جناب علیؓ کا ملکۂ استخراج مسائل اتنا بڑھا ہوا تھا، کہ باقی تینوں حضرات کو بھی اس کا اعتراف تھا۔

چنانچہ حضرت عمرؓ فرماتے تھے کہ خدا ایسا نہ کرے کہ کوئی مشکل مسئلہ آجائے اور جناب علیؓ موجود نہ ہوں۔ اسی طرح عبداللہ بن عباسؓ کا قول تھا، کہ جب ہم کو حضرت علیؓ کا فتوے مل جائے تو پھر کسی کی حاجت باقی نہیں رہتی ہے۔

Marfat.com

Maktaba Tul Ishaat.com

امام ابوحنیفہؒ کے زمانہ تک بہت سے مسائل قرآن و حدیث سے استنباط کئے جا چکے تھے اور ہر جگہ مسلمان ان پر عمل کر رہے تھے۔ ان مسائل کے استنباط کا شرف انہیں صحابہ کرام کو حاصل تھا، جن کے نام اوپر بیان کئے جا چکے ہیں لیکن تمام مسائل زبانی طور پر چل رہے تھے تحریر کا کوئی سلسلہ ابھی تک قائم نہیں ہوا تھا۔ امام صاحب نے اس ضرورت کو شدت سے محسوس کیا۔ اور فقہی مسائل کے استنباط اور ان کی ترتیب و تحریر کا بیڑا اٹھایا تو ہر طرف سے سوال کرنے لگے۔

یہ کام ملک و قوم کے لئے جتنا ضروری تھا، اس سے کہیں زیادہ مشکل تھا۔ ظاہر ہے کہ تنہا امام صاحب کی ذات جن کو درس و تدریس کے علاوہ اپنی تجارت کی طرف بھی توجہ کرنی پڑتی تھی اتنے بڑے کام کو انجام نہیں دے سکتے تھے۔ دوسرے آپ یہ بھی نہیں چاہتے تھے کہ شاگردوں کی رائے اور معلومات پر بھروسہ کر کے اس کام کو انجام دے لیا جائے۔

اس لئے امام ابوحنیفہؒ نے اپنے شاگردوں پر نظر ڈالی۔ اور چند خاص خاص لوگوں کا انتخاب کیا جن میں قاضی ابو یوسف، داؤد طائی، امام محمد اور امام زفر بہت ممتاز ہیں۔

یہ تھی وہ مجلس جو مسائل کے استنباط اور فقہ کی تدوین کے لئے امام صاحب نے قائم کی۔ اس مجلس نے ۱۲۱ھ سے اپنا کام شروع کیا۔ اور امام صاحب کی وفات ۱۵۰ھ تک جاری رہی۔ غرض یہ کہ یہ مجلس ۳۰ سال کی مدت میں یہ عظیم الشان کام انجام کو پہنچا۔ اور مسائل فقہ کا ایک ایسا مجموعہ تیار ہوا جس میں باب الطہارت سے لے کر باب المیراث تک کے تمام مسائل موجود تھے۔

فقہ حنفی کا رواج

امام صاحب کے زمانہ حیات ہی میں فقہ حنفی کو تمام اسلامی ملکوں میں قبول عام حاصل ہو چکی تھی۔ کیونکہ جو مسائل نکالے جاتے تھے ان کی اشاعت ساتھ ساتھ ملک میں ہوتی رہتی تھی۔ لہٰذا مکہ اور مدینہ کے علاوہ تمام اسلامی ممالک کے اجتہادی مسائل کا عام رواج ہو گیا۔

امام صاحب کے زمانہ حیات میں فقہ حنفی کا مجموعہ تیار ہو چکا تھا جس میں مسائل عبادات کے علاوہ دیوانی، فوجداری، تعزیرات، لگان، مالگذاری، شہادت، وصیت اور بہت سے قوانین موجود تھے۔ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ ان مسائل کی تعداد ۱۲ لاکھ سے زیادہ تھی۔ ہارون رشید کی وسیع حکومت جو سندھ سے افریقہ کے کونہ تک پھیلی ہوئی تھی، انہیں اصول پر قائم تھی۔ اور اس زمانہ کے تمام مقدمات انہیں مسائل کو سامنے رکھ کر فیصل کئے جاتے تھے۔

عرب میں اور خصوصاً مکہ اور مدینہ میں امام ابوحنیفہؒ کے فقہی مسائل بہت کم رواج پا سکے

Maktaba Tul Ishaat.com

اس کی وجہ یہ تھی، کہ امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام حنبلؒ اور دوسرے مجتہدین و ائمہ وہاں موجود تھے۔ مگر پھر بھی تمام ممالک اسلامیہ میں امام ابوحنیفہؒ کی فقہ کو جو ترقی حاصل ہوئی، وہ دوسرے ائمہ کو حاصل نہیں ہوسکی۔ اس کی بڑی وجہ یہ تھی، کہ فقہ حنفی ضروریات انسانی کے لئے بہت مناسب اور موزوں واقع ہوا تھا۔ چنانچہ چند خاص خاص شاگردوں نے فقہ حنفی کو اتنا مضبوط اور مقبول بنا دیا۔ کہ ہارون رشید سے لے کر آخر زمانہ تک اکثر سلاطین و بادشاہ حنفی مسلک کے حامی تھے ؛

تمام دنیا میں مسلمانوں کی تعداد ۸۰ کروڑ سے زیادہ پائی جاتی ہے۔ یہ ۸۰ کروڑ مسلمان مختلف فرقوں اور جماعتوں میں بٹے ہوئے ہیں۔

صرف حنفی مسلمانوں کی تعداد ۱۳ کروڑ کے قریب ہے۔ جو پاکستان، ہندوستان، افغانستان، چین، روسی ترکستان، ترکی، شام اور عراق وغیرہ ممالک میں آباد ہیں ؛

Maktaba Tul Ishaat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مسند حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ

مع شرح ضروری

بَابُ الْاَعْمَالِ بِالنِّيَّاتِ

اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے

ابوحنيفة عن يحيى عن محمد بن ابراهيم التيمي عن علقمة بن وقاص الليثي عن عمر بن الخطاب قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انما الاعمال بالنيات ولكل امرئ ما نوى فمن كانت هجرته الى الله ورسوله فهجرته الى الله ورسوله ومن كانت هجرته الى دنيا يصيبها او امرأة ينكحها فهجرته الى ما هاجر اليه.

[illegible] عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ [illegible] اور سلم نے اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے لئے وہی ہے جو اس نے نیت کی پس جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہو تو اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہے اور جس کی ہجرت [illegible] ہو یا کسی عورت سے نکاح کرنے کی غرض سے ہو تو اس کی ہجرت اسی کی طرف ہے جس کی طرف اس نے ہجرت کی۔

شرح اس حدیث کا بیان [illegible] خاص کر بیان ہے اور قالب [illegible] داخل ہے یعنی جملہ اعمال [illegible] پورے دین میں ہو یا اس کے کسی [illegible] عمل دینی ہو یا دنیوی [illegible] کو نیت کے بدل جانے سے ایک [illegible]

Maktaba Tul Ishaat.com

تعلق بھی نہ رہا۔ یا مثلاً درس وتدریس کے شغل پر نظر ڈالیے کہ اگر وہ نشر واشاعت دین کی خاطر ہے تو کیا کہنے نور علی نور ہے۔ اور اگر طلب شہرت وجاہ وثروت پیش نظر ہے تو اجر وثواب سے قطعی محرومی ہے۔ بلکہ وبال جان اور سر بسر خسران۔ اسی بیان کو پیش نظر رکھ کر اگر آپ حدیث مذکور کی ترتیب کو دیکھیں تو آپ کو عجیب پر لطف استدلالی ترتیب نظر آئے گی کیونکہ سب سے پہلے الاعمال بالنیات سے اجمالاً سمجھایا کہ اعمال میں ہر جگہ نیت کی کارفرمائی ہے اور ہر عمل کا حسن وقبح اسی پر موقوف ہے۔ پھر لکل امرئ ما نوی سے اس کی مزید تشریح فرمائی کہ ہر شخص کو اس کے کام کا نہیں بلکہ اس کی نیت کا پھل ملیگا۔ پھر ہجرت جو دین میں نہایت ہی بابرکت اور باشرف عمل ہے اس کی مثال پیش فرما کر ظاہر فرمایا۔ کہ وہ بھی نیت کے خالص نہ رہنے سے دینی کام سے نکل کر ایک دنیوی کام میں اس کا شمار ہوا۔ اس کے بعد دنیوی امور میں بھی ایک خاص مہاجر ام قیس کے قصہ کو پیش نظر رکھ کر جس نے محض ام قیس نامی مہاجر عورت سے نکاح کرنے کی خاطر اپنا وطن چھوڑا تھا۔ بات کی مزید وضاحت فرمائی۔ اور لوگوں کو عبرت دلائی۔

محدثین کی عادت ہے کہ اپنی تصانیف کا آغاز زیادہ تر اسی حدیث سے کرتے ہیں۔ اس سے ایک لطیف اشارہ اس طرف بھی ہے۔ کہ حدیث کے ہر طالب کو چاہیئے۔ کہ اس باشرف علم کو شروع کرنے سے پہلے اپنی نیت خالص اللہ کے لیے کرلے ورنہ اس کی ساری کدوکاوش اللہ کے نزدیک ذرہ کے برابر قدر وقیمت نہیں رکھے گی۔ بلکہ اور اس کو سزاوار عتاب وسرزنش بنا دیگی کہ اس نے ایسے مقدس علم کو دنیا حاصل کرنے کا ذریعہ ٹھہرایا۔ اور دنیا کو دین پر ترجیح دی۔

كِتَابُ الْاِيْمَانِ وَالْاِسْلَامِ وَالْقَدَرِ وَالشَّفَاعَةِ

یہ کتاب ایمان، اسلام، قدر اور شفاعت کے بیان پر مشتمل ہے

بَابُ شَرَائِعِ الْاِسْلَامِ وَذِمِّ الْقَدَرِيَّةِ

ارکان اسلام کا بیان اور قدریہ کی مذمت

۲ اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ يَحْيٰى بْنِ يَعْمَرَ قَالَ بَلَغَنَا مَعَ صَاحِبٍ لِيْ يَمَانِيَةٍ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ يُنْكِرُ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ قَالَتْ لِصَاحِبِيْ هَلْ لَكَ اَنْ نَاْتِيَهُ فَنَسْاَلَهُ عَنِ الْقَدَرِ قَالَ ثُمَّ فَتَلْتُ كَفَّيْهِ حَتّٰى اَكُوْنَ اَنَا الَّذِيْ اَسْاَلُهُ فَاِنْ اَنْكَرَ بَرِيْءٌ مِنْهُ قَالَ فَاهْتَدَيْنَا

۲ ابوحنیفہ نے علقمہ سے انہوں نے ابن بریدہ سے انہوں نے یحیی بن یعمر سے روایت کی کہ یحیی کہتے ہیں کہ میں اپنے ہمراہی کے ساتھ ایک مرتبہ مدینہ طیبہ میں قیام پذیر تھا۔ کہ اچانک عبداللہ بن عمر نظر پڑے۔ میرے ساتھی نے مجھ سے کہا کہ کیا چاہتے ہو کہ ہم ان سے پاس جاکر قدر کا مسئلہ حل کریں۔ کہا ہاں۔ تو میں نے کہا اچھا مجھے سوال کرنے دو۔ کیونکہ میں ان کو تم سے زیادہ جانتا ہوں۔ یحیی کہتے ہیں کہ پھر ہم نے حضرت

Maktaba Tul Ishaat.com

الی عبد الله فقلت یا ابا عبد الرحمٰن انا نتقلب فی هذه الارض فربما قدمنا البلدة بها قوم یقولون لا قدر فربما نرد علیهم قال ابلغهم منی انی منهم بری ولو انی وجدت اعوانا لجاهدتهم ثم انشأ یحدثنا قال بینما نحن مع رسول الله صلی الله علیه وسلم ومعه رهط من اصحابه اذ اقبل شاب جمیل ابیض حسن الثنة طیب الریح علیه ثیاب بیض فقال السلام علیك یا رسول الله. السلام علیكم قال فرد علیه رسول الله تعالیٰ علیه وسلم وردد نا معه فقال ادنوا یا رسول الله قال ادن فدنا دنوة او دنوتین فقام موقرا له ثم قال ادنو یا رسول الله فقال ادنه فدنا حتی الصق رکبته برکبة رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال اخبرنی عن الایمان قال ان تؤمن بالله وملائکته وکتبه ورسله والبعث والیوم الاٰخر والقدر خیره وشره من الله فقال صدقت قال فعجبنا من تصدیقه رسول الله صلی الله علیه وسلم

عبداللہ کی خدمت میں حاضری دی اور میں نے عرض کیا۔ اے ابوعبدالرحمن (حضرت عبداللہ کی کنیت ہے) ہم اس ملک میں چلتے پھرتے رہتے ہیں۔ اور کبھی ایسے شہر میں بھی ہمارا گذر ہوتا ہے جس کے باشندے قدر کے قائل نہیں ہیں۔ تو ایسے لوگوں کو ہم کیا جواب دیں آپ نے فرمایا ان کو میری طرف سے یہ بات پہنچا دو کہ میں ان سے بیزار ہوں اور بری۔ اور اگر میں کچھ مدد کر سکا تو ان سے جہاد کروں۔ پھر آپ نے یہ حدیث بیان کرنی شروع کی فرمایا کہ ہم صحابہ دس بارہ کی تعداد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر تھے۔ کہ ناگاہ ایک جوان خوش رنگ گورا۔ کاکلیں کاندھوں پر چھوٹی ہوئیں خوشبو میں بسا ہوا سفید پوش سامنے آتا ہوا دکھائی دیا۔ قریب آکر کہا السلام علیک یا رسول اللہ۔ السلام علیکم (حاضرین میں سے کسی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سلام کا جواب دیا۔ اور ہم نے بھی۔ پھر اس نے [illegible] کہا کہ میں قریب آسکتا ہوں یا رسول اللہ آپ نے فرمایا قریب آ تو وہ ایک دو قدم اور قریب ہوا۔ پھر عرض کیا [illegible] حاضر ہوں یا رسول اللہ [illegible] تو وہ قریب آ [illegible] گھٹنے سے گھٹنا ملا کر بیٹھ گیا [illegible] فرمایا ایمان [illegible]

Maktaba Tul Ishaat.com

وقوله صدقت كانه يعلم قال
فاخبرني عن شرائع الاسلام ماهي
قال اقام الصلوٰة وايتاء الزكوٰة وحج
البيت لمن استطاع اليه سبيلا
وصوم رمضان والاغتسال من الجنابة
قال صدقت فعجبنا لقوله صدقت
قال فاخبرني عن الاحسان ماهو
قال الاحسان ان تعمل لله كانك
تراه فان لم تكن تراه
فانه قال فاذا فعلت ذلك
فانا محسن قال نعم قال
صدقت۔
قال فاخبرني عن الساعة متى
هي قال ما المسئول عنها بأعلم
من السائل ولكن لها
شرائط فقال ان الله عنده
علم الساعة وينزل الغيث
ويعلم ما في الارحام وما
تدري نفس ماذا تكسب غدا
وما تدري نفس بأي ارض
تموت ان الله عليم خبير
قال صدقت
ثم انصرف ونحن نراه قال
النبي صلى الله عليه وسلم
علي بالرجل فقمنا فطلبنا اثره
فما ندري اين ذهب فمكثنا
شيئا فذكرنا ذلك النبي صلى
الله عليه وسلم فقال هذا
جبريل عليه السلام اتاكم يعلمكم

کیونکہ اس سے پتہ چلا کہ وہ پہلے سے جانتا ہے - پھر
کہنے لگا کہ شرائع اسلام بتلایئے کہ وہ کیا ہیں آپ
نے فرمایا نماز پڑھنا زکوٰۃ دینی حج بیت اللہ ادا کرنا -
اگر جا سکے، رمضان کے روزے رکھنا - اور غسل جنابت
کرنا - اس نے پھر کہا کہ سچ کہا آپ نے ہم کو اس کے
قول صَدَقْتَ پر پھر تعجب ہوا - پھر بولا مجھے احسان
کی حقیقت سمجھایئے - کہ وہ کس سے عبارت ہے -
آپ نے فرمایا کہ احسان اس کا نام ہے کہ تو عمل کر
اس کیفیت سے سرانجام دے کہ گویا تو اللہ تعالیٰ کو
دیکھ رہا ہے - اگر تجھ کو یہ درجہ نصیب نہ ہو تو لم از کم یہ
تصور کر کہ وہ تجھ کو دیکھ رہا ہے - اس نے کہا اگر میں
نے ایسا کیا تو کیا میں محسن ہوں آپ نے فرمایا ہاں
بیشک کہنے لگا سچ فرمایا آپ نے - پھر اس نے کہا
کہ مجھ کو قیامت کا پتہ دیجئے - کہ وہ کب آئے گی - آپ
نے فرمایا جس سے سوال کرتے ہو وہ اس بارہ میں سائل
سے زیادہ واقفیت نہیں رکھتا - (گویا اس نے ناواقفیت
میں ہم تم برابر ہیں اور ایک درجہ میں) البتہ اس کی چند
علامتیں ہیں - پھر آپ نے فرمایا کہ ان چیزوں کو اللہ ہی
جانتا ہے کہ قیامت کب آئے گی - بارش کب ہو سکے
گی - عورت کے رحم میں کیا ہے - کیا لڑکا ہے یا لڑکی -
کل انسان کیا کرے گا - اور یہ کہ انسان کس جگہ مرے
گا - البتہ اللہ ہی ان کو جاننے والا ہے - اور ان سے
باخبر - اس نے کہا سچ کہا ہے آپ نے - اور یہ کہہ کر
ہماری نظروں کے سامنے واپس چلدیا - نبی صلے اللہ علیہ
وسلم نے ارشاد فرمایا - ذرا بلانا اس آدمی کو - ہم اس کے
نشانات قدم پر دوڑ پڑے - مگر ہم نے اس کا کوئی
نشان نہ پایا - اور نہ سمجھے کہ وہ کدھر غائب ہو گیا - یہ
بات ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہہ دی - آپ نے
فرمایا کہ یہ جبریل علیہ السلام تھے کہ تم کو تمہارے امور دینی

Maktaba Tul Ishaat.com

معالم دینکم والله ما اتانی بصورة الا وانا اعرفه فیها الا هذه الصورة ۔

سکھلانے آئے تھے۔ قسم ہے اللہ کی اس موقع کے علاوہ جب کبھی کسی صورت میں نمودار ہوئے۔ میں ان کو پہچان گیا ۔

ف اصطلاح شرع کی رو سے ایمان و اسلام ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ ایک ہی معنی کو کبھی ایمان سے تعبیر کرتے ہیں اور کبھی اسلام سے۔ کیونکہ ہر دو ایک دوسرے سے منکبین مربوط ہیں۔ اسلام بدون ایمان کے درست نہیں۔ اور ایمان بغیر اسلام کے کامل نہیں۔ البتہ بعض وقت شریعت میں ایمان و اسلام میں فرق بھی کرتے ہیں۔ ایمان باطنی عقیدہ کی ترجمانی کرتا ہے اور اسلام ظاہری عمل کی۔ ایمان القیادی باطنی کو بتاتا ہے تو اسلام القیاد ظاہری کو۔ حدیث زیر بیان میں بھی ایمان و اسلام جداجدا معانی میں استعمال ہوئے ہیں۔ جس طرح کہ آیت قرآنی میں قالت الاعراب آمنا قل لم تؤمنوا ولکن قولوا اسلمنا میں ایمان و اسلام کے استعمال میں یہ فرق ہمیشہ ملحوظ رہتا ہے۔

یہ حدیث پورے دین کا خلاصہ ہے یا بجا طور پر شریعت کا اجمال ہے یا تمام شریعت کی تفصیل اس لئے اس حدیث کو ام السنۃ بھی کہتے ہیں اور ام الاحادیث یا ام الجوامع بھی۔ گویا یہ حدیث تمام احادیث کی بنیاد ہے اور تمام احادیث اسی کی شاخیں ہیں۔ اور اس کی مزید تفصیل بعض علماء نے اس کی جامع تشریح کی یوں ترجمانی کی ہے کہ دین کی بنیاد تین چیزوں پر ہے۔ فقہ جو ظاہری اعمال کا نام ہے۔ کلام جو عقائد سے عبارت ہے۔ اور تصوف جو اخلاص و احسان کا دوسرا نام ہے۔

احسان کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو درجے ظاہر فرمائے ایک اعلیٰ دوسرا ادنیٰ۔ اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ ذات باری کا ایسا حضور ہو جائے گویا اس کو دیکھ رہا ہے۔ اس کو مشاہدہ کہتے ہیں۔ دوسرا درجہ اس میں یہ تصور ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندہ کو دیکھ رہا ہے۔ اس کا نام مراقبہ ہے۔

ابوحنیفة عن حماد عن ابراهیم عن علقمة عن عبد الله بن مسعود قال جاء جبریل الی النبی صلی الله علیه وسلم فی صورة شاب علیه ثیاب بیاض فقال السلام علیك یا رسول الله قال رسول الله صلی الله علیه وسلم وعلیك السلام ورحمة الله یا رسول الله ادنو فقال ادنه فقال یا رسول الله ما الایمان فقال الایمان بالله وملائکته وکتبه ورسله والقدر خیره وشره قال صدقت فعجبت لقوله صدقت کانه یدری ثم قال یا رسول الله فما الاسلام

عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے

السلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم

ایک شخص انسان کی شکل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم

یا رسول اللہ آپ نے فرمایا وعلیک السلام

اس نے کہا یا رسول اللہ قریب ہو جاؤں

آپ نے فرمایا قریب آؤ۔ پھر اس شخص نے کہا

یا رسول اللہ ایمان کیا ہے فرمایا ایمان

پر اس کی فرشتوں پر اس کے رسولوں پر اور تقدیر

یا خیر اس نے کہا سچ فرمایا آپ نے۔ ہمیں اس کے

اس لفظ پر تعجب ہوا کیونکہ اس سے سوال کرنے والا

جانتا ہے۔ پھر اس نے کہا یا رسول اللہ

Maktaba Tul Ishaat.com

الاسلام قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اقام الصلوٰة وايتاء الزكوٰة وصوم رمضان وغسل الجنابة قال صدقت فعجبنا لقوله صدقت كانه يدري ثم قال فما الاحسان قال ان تعمل لله كانك تراه فان لم تكن تراه فانه يراك۔
قال صدقت۔
قال فمتى تيام الساعة قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما المسئول عنها باعلم من السائل
فقفى
فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم علي بالرجل
فطلبنا فلم نر له اثرا فاخبرنا النبي صلى الله عليه وسلم فقال ذلك جبرئيل عليه السلام جاء كم يعلمكم امر دينكم ۔

کون کون سے ہیں۔ آپ نے فرمایا نماز پڑھنا۔ زکوٰۃ دینی رمضان کے روزے رکھنا۔ غسل جنابت کہا سچ فرمایا آپ نے (حضرت عبداللہ فرماتے ہیں) ہم اس کے اس لفظ پر بہت متعجب ہوئے اس لئے کہ لفظ صاف پتہ دیتا تھا کہ وہ نجاہل عارفانہ کر رہا ہے۔ پھر اس نے کہا بتلایئے احسان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ وہ یہ کہ تو اس کیفیت سے عبادت کرے۔ گویا کہ تو اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے۔ اگر یہ درجہ نصیب نہ ہو تو کم از کم یہ تصور کرے کہ وہ تجھ کو دیکھ رہا ہے۔ وہ پھر بولا سچ فرمایا آپ نے پھر کہا بتلایئے قیامت کب آئے گی۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ اس بارہ میں جس سے پوچھا جا رہا ہے وہ (یعنی میں) سائل سے زیادہ واقفیت نہیں رکھتا۔ یہ کہہ کر وہ واپس چل دیا۔ آنحضرت نے حاضرین مجلس سے فرمایا۔ ذرا اس شخص کو بلاؤ۔ تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم اس کی تلاش میں نکلے۔ لیکن اس کا کہیں نشان نہ پایا اور ایسی بات کی آکر آپ کو خبر دی کہ وہ تو ملا نہیں آپ نے فرمایا کہ یہ جبریل علیہ السلام تھے۔ جو تم کو احکام دینی سکھانے آئے تھے۔

فائدہ یہ حدیث الفاظ و مضمون میں پچھلی حدیث کی تکرار ہے۔ البتہ شرائع اسلام کے سلسلہ میں اس میں حج کا ذکر نہیں۔ شاید یہ روایت فرضیت حج سے پہلے کی ہو۔ یہ حدیث جو حدیث جبریل کہلاتی ہے صحاح میں کم و بیش الفاظ سے متعدد مقامات میں مروی ہے کہیں کچھ الفاظ میں اور کہیں کچھ ان ہر دو احادیث میں شہادتین کا ذکر نہیں۔ ابن ماجہ کی روایت میں سب سے پہلے شہادتین کا ذکر ہے اور پانچویں چیز حج ہے۔ ان ہر دو احادیث میں غسل جنابت کا اضافہ ہے۔ یہ اختلاف الفاظ یا تو تعدد واقعہ پر مبنی ہے یا پھر یہ صورت ہے کہ رواۃ کہیں کہیں اختصار و اجمال سے کام لیتے ہیں۔

اس حدیث میں احسان کی حقیقت واضح فرما کر ریاکاری کی بیخکنی فرمائی۔ اور دکھاوے اور نام نمود کی جڑ کاٹ دی۔ کیونکہ یہی سب چیزیں اعمال دینی کے لئے سخت مہلک بیماریاں ثابت ہوتی ہیں۔ ذات باری سے خوف و خشیت نفس میں خشوع و خضوع۔ دل میں خدا تعالیٰ کی عظمت و جلال کا صحیح تخیل پیدا کرنے کیلئے یہ بہترین نسخہ ہے۔ اور عمدہ ترین ترکیب اگر انسان صحیح معنی میں محسن ہو تو غیر اللہ کی کیا حقیقت کہ دل میں سمائے۔ اس کی کیا تاب کہ دل میں جگہ لے۔ اس لئے عبادت کے ساتھ اخلاص کی

Maktaba Tul Ishaat.com

قید لگا کر یوں ارشاد فرمایا۔ وَمَا أُمِرُوْا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ۔

پتہ چلتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی پہلے حضرت جبریل علیہ السلام کی شناخت نہ فرما سکے چنانچہ صحیح ابن حبان میں اس کی مزید تصریح ہے کہ آپ فرماتے ہیں وَمَا عَرَفْتُ حَتّٰى وَلّٰى کہ میں حضرت جبریل کی پشت تک ان کو نہ پہچان سکا۔

بَابُ التَّوْحِيْدِ وَالرِّسَالَةِ

توحید و رسالت کا بیان

أبو حنيفة عن عطاء ان رجالاً من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم حدثوه ان عبد الله بن رواحة كانت له راعية تتعاهد غنمه وانه افسرها تتعاهد شاة فتعاهد تها حتى سمنت الشاة واشتغلت الراعية ببعض الغنم فجاء الذئب فاختلس الشاة وقتلها فجاء عبد الله وفقد الشاة فاخبرته الراعية بامرها فلطمها ثم ندم على ذلك فذكر ذلك لرسول الله صلى الله عليه وسلم فعظم النبي صلى الله عليه وسلم ذلك وقال ضربت رجلا مؤمنة فقال سَرُّدَاهُ لاعتاقها فارسل اليها النبي صلى الله عليه وسلم فسألها اين الله فقالت في السماء قال فمن انا قالت رسول الله قال انها مؤمنة فاعتقها فاعتقها ۔

جملہ اصحاب کے واسطہ سے حضرت عطاء [illegible] کہتے ہیں کہ عبداللہ بن [illegible] تھی جو ان کی بکریاں [illegible] کیا کرتی انہوں نے اس کی نگرانی [illegible] دی جس کی وجہ سے وہ خوب [illegible] ہو گئی ایک روز وہ بھولی کسی اور بکری کے [illegible] یہاں تک کہ بھیڑیا ایک [illegible] گیا اور چیر پھاڑ ڈالا جب [illegible] کو نہ پایا بھولی سے [illegible] لے بھیڑیں آگئیں [illegible] پشیمان ہوئے [illegible] رسول اللہ سے کیا [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم نے اس [illegible] فرمایا [illegible] حضرت [illegible] پوچھا [illegible] فرمایا [illegible] کون ہے [illegible] فرمایا آسمان [illegible] اللہ کے رسول [illegible] کو آزاد کر دے [illegible]

ف انسانوں کے درمیان مختلف حقوق قائم ہیں جن کی پاسداری کی جاتی ہے حق جس کو حق انسانیت سے تعبیر کیا جاتا ہے [illegible] ان میں سے دو حقوق کی رعایت پر [illegible] جس پر یہ لوگ فائز تھے چنانچہ [illegible]

Maktaba Tul Ishaat.com

کہ وہ حق انسانیت کا پاس نہ کرسکے۔ ایک بے قصور انسان کو سزا دی اور تکلیف پہنچائی کیونکہ یہ غفلت جو بکری کے تلف ہوجانے کا سبب بنی وہ اس کے قصد و ارادہ سے نہ تھی۔ کہ وہ قصوروار ٹھہرتی اور سزاوار سرزنش ہوتی۔ اس وجہ سے آپ نے افسوس ظاہر فرمایا۔ پھر یہ عمل ایک عرصہ تک اس بلند درجہ اخلاق کے بھی خلاف تھا جو صحابہ کو نصیب تھا کہ والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس کے ماتحت انہوں نے اپنے جذبات پر پورا پورا اقتدار حاصل کرلیا تھا غصہ کو پی جانا۔ لوگوں کی لغزشوں سے درگذر کرنا۔ ان کا خاص مشغلہ تھا۔ اور ان کی خاص صفت بن چکی تھی۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اس فعل کو زیادہ اہمیت دی وہ اس اہم اور مقدس رشتہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے جس کو ہم رشتہ ایمانی یا رشتہ اسلامی سے تعبیر کرتے ہیں کہ اس کی رعایت اور اس کا پاس بھی نہایت ضروری ہے۔ دوسری حدیث میں یوں ارشاد ہے المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ کہ مسلمان صحیح معنی میں وہ ہے جس کی زبان اور جس کے ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں۔

ح ۲

ابوحنیفۃ عن علقمۃ عن ابن بریدۃ عن ابیہ قال کنا جلوسا عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لاصحابہ انھضوا بنا نعود جارنا الیھودی قال فنھض علیہ فوجدہ فی الموت فسالہ فقال اشھد ان لا الہ الا اللہ انی رسول اللہ فنظر الی ابیہ فلم یکلمہ ابوہ فقال لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اشھد ان لا الہ الا اللہ وانی رسول اللہ فنظر الی ابیہ فقال ابوہ اشھد لہ فقال الفتی اشھد ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ۔ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الحمد للہ الذی انقذ بی نسمۃ من النار۔

وفی روایۃ انہ قال ذات یوم لاصحابہ انھضوا بنا نعود جارنا الیھودی قال فوجدہ فی الموت فقال اتشھد ان لا الہ الا اللہ۔

حضرت بریدہ بن الحبیب کہتے ہیں کہ ہم ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ آپ نے اپنے اصحاب کی طرف رخ کرکے فرمایا۔ کہ چلو اٹھو ہم اپنے پڑوسی یہودی کی بیمار پرسی کریں۔ کہتے ہیں کہ جب آنجناب اس کے پاس پہنچے تو اس کو نزع کی حالت میں پایا آپ نے اس کی حالت اس سے پوچھی پھر فرمایا کہ اقرار کر کہ سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں۔ اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ اس یہودی نے اپنے باپ کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا۔ مگر وہ کچھ نہ بولا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا۔ اقرار کر کہ سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ یہودی نے پھر باپ کی طرف نظر اٹھائی تو اس کا باپ بولا اقرار کرلے۔ تو اس جوان نے کہا کہ اقرار کرتا ہوں میں کہ سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کا شکر ہے کہ اس نے میرے ذریعہ ایک انسان کو نار دوزخ سے بچایا۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ ایک روز آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا چلو اٹھو ہم اپنے ایک یہودی پڑوسی کی عیادت کریں۔ راوی نے کہا کہ جب آنحضرتؐ اس کے پاس پہنچے تو اس کو حالت نزع میں پایا۔ آپ نے اس سے

Maktaba Tul Ishaat.com

قال نعم قال اتشهد انی رسول الله قال فنظر الرجل الی ابیه قال فاعاد علیه رسول الله صلے الله علیه وسلم فوصف الحدیث ثلث مرات الی اخره علی هذه الهیأة الی قوله فقال اشهد انك رسول الله۔

فقال رسول الله صلی الله علیه و سلم الحمد لله الذی انقذ بی نسمة من النار۔

فرمایا کہ کیا تو اقرار کرتا ہے کہ سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں۔ اس نے کہا ہاں بیشک۔ پھر فرمایا کیا تو اقرار کرتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ اس پر اس بچہ نے نظر اٹھا کر اپنے باپ کی طرف دیکھا۔ راوی نے کہا کہ آپ نے اس کلام کو چھ بار اس روایت میں تین بار تکرار کیا ہے باقی حدیث بدستور ہے یہاں تک کہ مریض نے کہا میں اقرار کرتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شکر ہے کہ اس نے ایک انسان کو میری وجہ سے آگ کی آگ سے بچا لیا

ف اس حدیث سے پتہ چلا کہ اگر یہودی، نصرانی یا مجوسی کی عیادت کی جائے۔ تو کوئی حرج نہیں بلکہ یہ بھی مستحب ہے جیسا کہ آنحضرت نے عمل فرمایا۔ امام محمد نے اثار میں اسی کو اختیار کیا ہے اور اسی کو ہمارے فقہاء نے بھی اختیار فرمایا ہے کہ کفار کی بیمار پرسی میں کوئی حرج نہیں۔

یہ حدیث پڑوسی کے حقوق کی فضیلت کرتی ہے۔ اور ثابت کرتی ہے کہ حق پڑوس اسلام و [illegible] محدود نہیں۔ ہمارے ابو نعیم اور طبرانی نے ایک مرفوع حدیث بیان کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ پڑوسی کے تین حق ہوتے ہیں۔ ایک وہ جس کا صرف ایک پڑوس میں کا حق ہو۔ دوسرا وہ جس کے دو حق ہوں۔ تیسرا وہ جس کو صرف پڑوس کا حق حاصل ہے۔ یہ وہ پڑوسی ہیں جو [illegible] اس کو نصیب نہ ہو۔ [illegible] دوسرا وہ جس کو دو حق حاصل ہوں [illegible] دوسرا حق قرابت کا ہے۔ [illegible] وہ مسلمان ہیں جو قرابت دار بھی اور پڑوسی بھی ہیں۔ یہ بندہ جو کلیدی ہے [illegible] بھی لکھتا ہے دو حق قرابت ہیں اور ایک حق پڑوس کا ہے۔

اس حدیث سے اس بات کا بھی انکشاف ہوا کہ [illegible] عجائب تو ہزار عذاب ہو سا اور اگر وہ اسلام لے آئے تو اس کا اسلام [illegible] کے سامنے اسلام کیوں پیش فرمائے۔

باب الوقف فی ذراری المشرکین

مشرکین کی اولاد کے بارے میں کوئی فیصلہ دینے سے توقف کرنا

ابوحنیفة عن عبد الرحمٰن بن [illegible]

Maktaba Tul Ishaat.com

وهذا الحديث عن ابي هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال كل مولود يولد على الفطرة وابواه يهودانه وينصرانه وقد بين فان مات صغيرا يا رسول الله قال الله اعلم بما كانوا عاملين ۔

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر پیدا ہونے والا بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی بنا لیتے ہیں یا نصرانی۔ آپ سے عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ اگر بچپن میں ہی مر گئے تو آپ نے فرمایا کہ اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ وہ آئندہ زندگی میں کیا کرتے ۔

فطرۃ سے مراد وہ طبع سلیم اور عمل حسن پسند طبیعت ہے۔ جو ہر بچہ ماں کے پیٹ سے لیکر پیدا ہوتا ہے۔ اس میں اچھائی برائی ہر دو کی قابلیت ہوتی ہے۔ اگر یہ کفر و شرک کے ناخوشگوار اثرات سے پاک رہے اور شامت ابائی صحبت سے اس کا دامن گندہ نہ ہو تو اس میں ایمان کی قبولیت کی پوری صلاحیت رہتی ہے اور وہ بچہ حد بلوغ پر پہنچکر ایمان کی صراط مستقیم پر گامزن ہو جاتا ہے۔ بدقسمتی سے اگر اس کو یہودی، نصرانی یا مجوسی ماں باپ مل گئے تو وہ اپنے اثرات سے اس کی سلامت روی کو کجروی سے بدل کر اس کی سادہ طبیعت کا رخ پلٹ دیتے ہیں۔ اسی نظریہ کی طرف حدیث زیر بیان اشارہ کرتی ہے۔

حدیث کا دوسرا حصہ ایک شدید اختلافی مسئلہ کی طرف مشیر ہے کہ کفار کے کم سن بچے بروئے شرع کافر شمار ہوتے ہیں یا مومن جنتی ہیں یا دوزخی۔ بعض کہتے ہیں کہ انکا معاملہ مشیت پر موقوف ہے۔ بیہقی نے اس کی نسبت امام شافعی کی طرف کی ہے کہ اولاد کفار کے بارہ میں وہ اسی خیال کے پیرو ہیں۔ امام مالک سے کوئی امر تصریح منقول نہیں۔ البتہ ان کے اصحاب نے تصریح کی ہے کہ اطفال المسلمین جنت میں ہیں اور اطفال مشرکین کا معاملہ مشیت پر موقوف ہے۔ قاضی عیاض نے کہا ہے۔ کہ امام احمد اس کے قائل ہیں کہ اولاد مشرکین دوزخ میں ہیں۔ امام ابوحنیفہ توقف کے قائل ہیں۔ کیونکہ قطعی فیصلہ کسی رخ میں نہیں دیا جا سکتا چنانچہ حدیث زیر بیان کے الفاظ بھی اسی خیال کی پرزور تائید کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ہمیں نہیں جانتے اللہ ہی جانتا ہے کہ وہ آئندہ زندگی میں کیا کرتے۔ نیکیاں کرتے کہ جنتی بنتے یا برائیاں کرتے اور دوزخی ٹھہرتے۔ جب تمام تر معاملہ اللہ کے علم پر ہو تو قطعی فیصلہ کی کب گنجائش رہی۔

باب اصل الاسلام الشهادة

اسلام کی بنیاد توحید کی شہادت ہے!

ابوحنيفة عن ابي الزبير عن جابر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال امرت ان اقاتل الناس حتى يقولوا لا اله الا الله فاذا قالوها عصموا مني دماءهم واموالهم

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مجھ کو حکم ہے کہ میں کافروں سے مقاتلہ اور جنگ جاری رکھوں جب تک وہ لا الہ الا اللہ نہ کہیں جب وہ اس کلمہ کو کہہ لیں گے۔ تو وہ اپنی جانوں کو اور مالوں کو مجھ سے بچا

Maktaba Tul Ishaat.com

الا بحقها وحسابهم على الله تبارك وتعالى ۔

لیں گے۔ مگر تعزیرات شرعی اور احکام دینی ہیں۔ پھر ان کی دلی حالت کا معاملہ خدا کے سپرد ہے۔

ف فرمایا حتی یقولوا لا الہ الا اللہ۔ ایک صورت تو اس کی یہ ہے کہ کافر کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔ اور دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تو اب ان کی جانیں اور مال ہر قسم کے دستبرد سے محفوظ ہیں اور امن میں ہیں۔ دوسری صورت یہ بھی ہے کہ مسلمان تو نہ ہوئے۔ لیکن اسلام کے مقابلہ سے دست کش ہو گئے اور لوائے اسلام کے سایہ میں امن کے خواہاں ہوئے۔ مثلاً جزیہ قبول کیا۔ صلح کے طالب ہوئے۔ اسلام کے اقتدار اعلیٰ کے سامنے سر جھکا دیا۔ تو یہ صورت بھی جانوں اور مالوں کو محفوظ کر لینے کی ہے۔ گویا اس کلمہ کے اقرار میں داخل ہے۔ (الا بحقها) سے وہ مواقع مراد ہیں، جن میں بسبب تعزیرات اور نفاذ احکام اسلام کے یہی ان کی جانیں بھی لی جائیں گی اور مال بھی مثلاً کسی کو مار ڈالنا قصاص لیا جائے گا۔ زنا کاری سے مرتکب ہونے پر کیا جائے گا۔ کسی کا مال غصب کر لیا ان کا مال چھین لیا جائے گا۔ اسی طرح زکوٰۃ وغیرہ میں ان کا مال لیا جائے گا۔ (وحسابهم على الله) یعنی دلی حالت کے مخفی کا مواخذہ نہیں۔ اگر زبان سے کلمہ پڑھ لیا۔ اور دل میں نفاق رہا کا ذرہ یا زندیقیت چھپائے رکھی تو اس کی باز پرس ہم سے نہیں۔ ان کے حساب کتاب اور معاملہ کا ذمہ خدا نے لیا ہے۔ اس ذمہ داری سے اللہ تعالیٰ نے ہم کو سبکدوش کیا ہے۔ چنانچہ اسی حدیث کے پیش نظر حضرات فقہاء اور مجتہدین کی توبہ قبول کر لی جاتی ہے۔ ان کی دلی حالت سے کوئی سروکار نہیں رکھا جاتا

باب عدم کفر اهل الکبائر

گناہ کبیرہ مرتکب کافر نہیں!

ابو حنیفة عن ابی الزبیر قال قلت لجابر بن عبد الله ما کنا نعد ون الذنوب شرکا قال لا قال ابو سعید قلت یا رسول الله هل فی هذه الامة ذنب یبلغ الکفر قال لا الا الشرک بالله تعالیٰ ۔

حضرت ابو زبیر کہتے ہیں میں نے جابر بن عبد اللہ سے پوچھا کہ ہم کبیرہ گناہوں کو شرک نہیں سمجھتے کہا نہیں۔ حضرت ابو سعید سے میں نے حضرت سے دریافت کیا کہ کیا اس امت میں کوئی گناہ ایسا بھی ہے جو کفر تک پہنچا دے فرمایا نہیں مگر شرک باللہ۔

ف یہاں یہ حدیث کا مسئلہ اس امر کی دلیل ہے کہ کبیرہ گناہ کرنے والا مسلمان کافر نہیں ہو جاتا۔ یہی مذہب اہل سنت و جماعت کا ہے۔ خوارج کا مذہب کفر نہیں۔ یہ اصل مذہب ہے جو خوارج کی تردید ہے۔ جو قائل ہیں کہ گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے مومن کافر ہو جاتا ہے اور خلود فی النار کا مستحق۔ مزید برآں یہ مسئلہ کئی شبہ ہائے خیال پر مبنی ہے ایک طرف تو وہ ہیں کہ ان کے نزدیک گناہ کبیرہ سرزد ہونا دلیل ہے ایمان سرے سے کھو کر کفر کی حد میں جا پڑنے کی۔ ان کے پیش نظر اس قسم کی احادیث ہیں کہ لا یزنی الزانی وهو مومن (الحدیث) حضرت نے لا یزنی الزانی وهو مومن (الحدیث) فرمایا کہ زنا کار ایمان نہیں رہتا۔ جو کہ زنا ایسا گناہ ہے جو ایمان کو زائل کر دیتا ہے۔ اور دوسری طرف وہ ہیں جو ان احادیث کو جو دلیل ہیں ان کی غلطی پر

Marfat.com

Maktaba Tul Ishaat.com

مدمقابل دوسری سرحد پہ کھڑے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ایمان لانے کے بعد کوئی گناہ مومن کو ضرر نہیں پہنچاتا۔ ایمان کے بعد بے کھٹکے جنت میں چلا جائے گا۔ ان کے مدلل نظر اس قسم کی احادیث پر ہیں کہ مثلاً فرمایا آنجناب نے من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ کہ جس نے کلمہ شہادت پڑھ لیا وہ جنت میں داخل ہوا۔ یہ ان تمام آیات قرآنیہ واحادیث نبویہ سے چشم پوشی کرتے ہیں جن میں اہل معاصی کے لئے سزا عذاب کی وعید ہے۔ معتزلہ ایک نرالا خیال پیش کرتے ہیں کہ مومن گناہ کبیرہ کا مرتکب نہ مومن ہی ہے نہ کافر کلمہ پڑھنے سے کفر سے نکلا اور گناہ کبیرہ سے ایمان سے خارج ہوا۔ اس کو محض فاسق کہہ سکتے ہیں۔ یہ گویا کفر وایمان میں ایک برزخ مانتے ہیں اور ایک درمیانی منزل۔ یہ وہ انوکھا نظریہ ہے جس کی تردید کے لئے ادلہ شرعیہ کے علاوہ عقل سلیم ہی بس ہے۔

یہ حدیث ان لوگوں کی غلط فہمی کو بھی دور کرتی ہے جو حدیث من ترک الصلوٰۃ عمدا فقد کفر کہ جس نے قصداً نماز چھوڑی وہ کافر ہوا کے تحت اس شخص کو کافر مانتے ہیں جو بقصد وارادہ نماز چھوڑ دے۔ کیونکہ ان احادیث صحیحہ کے معانی کو اپنی جگہ برقرار رکھنا مجبور کرتا ہے۔ کہ من ترک الصلوٰۃ عمداً جیسی احادیث کی تاویل کی جائے کہ یہاں یہ مقصد نہیں کہ نماز کا تارک اصل ایمان سے نکل کر حقیقی کفر میں داخل ہو جاتا ہے بلکہ درحقیقت قرب کفر مراد ہے کہ نماز کے ترک سے کفر کے قریب تک پہنچ جاتا ہے۔ حدیث کی یہ ترجمانی کیوں نہ کی جائے جب کہ نفس ایمان کی حقیقت اقرار شہادتین سے زائد نہیں اور شارع اسلام اور صحابہ کرام کے نزدیک ہدایت ایمانی یا دعوت ایمانی اسی حد پہ ختم ہو جاتی ہے۔ چنانچہ فرمایا آنحضرت نے من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ یا فرمایا من شہد ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ حرم اللہ علیہ النار یا اس قسم کی اور صحیح احادیث کہ ان میں دوزخ کا حرام ہونا یا جنت میں داخل ہونا محض کلمہ شہادت کے اقرار پہ موقوف رکھا ہے۔

ابوداؤد بھی حضرت انس سے اسی مضمون کی مرفوع حدیث لائے ہیں کہ ایمان کی بنیاد تین چیزوں پر قائم ہے۔ کلمہ گو سے دست کش رہنا محض گناہ کی وجہ سے اس کو کافر نہ بنانا اور اس کو خارج از اسلام نہ جاننا۔ طبرانی میں ابن عمر سے بعینہ اسی مضمون کی مرفوع حدیث لائے ہیں کہ کلمہ گو سے باز رہو ان کو کافر نہ بناؤ جس نے ان کو کافر ٹھہرایا وہ خود کفر سے قریب تر ہے۔

ابوحنیفۃ عن عبد الکریم بن ابی المخارق عن طاؤس قال جاء رجل لابن عمر فسألہ فقال یا ابا عبد الرحمن ارأیت الذین یکسرون اغلاقنا وینقبون بیوتنا ویغیرون علی امتعتنا اکفروا قال لا قال ارایت ھؤلاء الذین یتأولون علینا ویسفکون دماءنا اکفروا قال لا حتی یجعلوا مع اللہ شیئا قال وانا انظر الی ابن عمر وھو

حضرت طاؤس سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ ایک شخص ابن عمر کے پاس آیا۔ اور ان سے پوچھنے لگا کہ اے ابا عبد الرحمن ذرا بتلائیے جو لوگ ہمارے تالے توڑتے ہیں۔ ہمارے گھروں میں نقب لگاتے ہیں اور ہمارے مال واسباب کو لوٹتے ہیں کیا وہ کافر ہوئے آپ نے فرمایا نہیں۔ پھر بولا ذرا بتائیے جو تاویلیں کر کے ہمارے خون بہاتے ہیں کیا وہ کافر ہیں آپ نے فرمایا نہیں۔ تاوقتیکہ وہ اللہ کے ساتھ کسی شے کو شریک نہ بنائیں طاؤس کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمر کو انگلی ہلاتے

Maktaba Tul Ishaat.com

یحرکھا ویقول سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھذا الحدیث رواہ جماعۃ فرفعوہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ؛

ہوئے دیکھ رہا تھا اور وہ کہتے جاتے کہ یہی ہے طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس حدیث کو ایک جماعت نے مرفوعاً روایت کیا ہے ؛

ف یہ حدیث اگلی حدیث کی گویا تفصیل و تشریح ہے یا تمثیل اس سے مطلقاً بلا تمثیل معلوم ہوا تھا کہ گناہ سے مومن کفر تک نہیں پہنچتا۔ اس حدیث میں گناہ کبیرہ کی چوری لقمہ زنی، لوٹ مار اور خونریزی سے تشریح کر دی ہے کہ یہ گناہ مومن کو کافر نہیں بناتے جبتک وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے۔

کتب صحاح اسی مضمون کی احادیث سے پر ہیں کہ اہل قبلہ اور گناہ کبیرہ کے مرتکب کا ٹھکانہ ہمیشہ ہمیشہ [illegible] میں ہمیشہ رہیں گے۔ صحیحین میں حضرت معاذ سے مرفوعاً روایت ہے۔ کہ اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ [illegible] کریں اور اس کے ساتھ کسی شے کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ اور بندوں کا حق اللہ پر یہ ہے کہ [illegible] اس کے ساتھ کسی شے کو شریک نہ کرے۔ اور صحیحین میں حضرت معاذ ہی سے مرفوعاً روایت ہے کہ [illegible] کہ کوئی معبود نہیں سوائے خدا کے اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔ اور دل سے اس کی تصدیق کرے [illegible] کر دیتا ہے۔ مسلم میں عثمان سے مرفوعاً روایت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ [illegible] ہو کہ سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں تو وہ جنت میں جائے گا۔ غرض کہ بہت سی [illegible] موجود ہیں جن سب کا منشا یہ ہے کہ صرف وحدانیت و رسالت کا اقرار خلود فی النار سے [illegible] جنت کو واجب کر دیتا ہے جب یہ حقیقت سامنے آگئی تو گناہ کبیرہ کے مرتکب کا [illegible] ہے جبکہ کافر کے لئے خلود النار لازمی ہے۔ اب رہا معاملہ ان احادیث کا جن سے یہ [illegible] مومن ایمان سے نکل جاتا ہے جب ایمان سے نکلا تو کافر ہوا۔ تو ان احادیث کو جن میں [illegible] اور جن کو دیکھ کر اہل باطل نے ٹھوکر کھائی ہے اور گمراہی کا شکار ہوئے ہیں [illegible] بلکہ یہ سب کچھ شدید دھمکی ہے اور سخت تہدید۔ مقصد یہ ہے کہ مومن سے [illegible] کبھی جرأت نہ ہو سکے۔ کہ ایسے شنیع افعال کا ارادہ بھی کرے۔ [illegible] کیونکہ وہ مذہب سے خارج ہو مذہب کی آڑ میں وہ سب کچھ کر [illegible] مذہب کے بجائے دیکھئے وہ قربانیاں دیتے ہیں جن کو دیکھ کر [illegible] ہے اور جذبہ حفظ دینی کے زیر اثر یا یہ صورت [illegible] مراد ہے یعنی ان گناہوں کا مرتکب کامل مومن نہیں رہتا [illegible] کمال در اصل اس سے عبارت ہے کہ مومن کا دامن گناہوں سے [illegible]

سرنشن ؛

باب عدم خلود المؤمنین فی النار

مسلمان ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں [illegible]

ابو حنیفۃ عن عبد اللہ بن حبیبۃ [illegible]

Maktaba Tul Ishaat.com

قال سمعت ابا الدرداء صاحب رسول
الله صلى الله عليه وسلم قال بينا
انا رديف رسول الله صلى الله عليه
وسلم فقال يا ابا الدرداء من شهد
ان لا اله الا الله وانى رسول الله
وجبت له الجنة
قلت وان زنى وان سرق قال
فسكت عنى ساعة ثم سار ساعة
فقال من شهد ان لا اله الا الله
وانى رسول الله وجبت له الجنة
قلت وان زنى وان سرق قال
فسكت عنى ساعة ثم سار ساعة
ثم قال من اشهد ان لا اله الا
الله وانى رسول الله وجبت له
الجنة قال قلت وان زنى وان
سرق. قال وان زنى وان سرق
وان رغم انف ابى الدرداء
قال فكانى انظر الى اصبع
ابى الدرداء السبابة يومى الى
انفه ؛

میں نے ابوالدرداء صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے ساتھ سواری پر سوار تھا آپ نے مجھ سے فرمایا اے
ابوالدرداء جو شخص اقرار کرے کہ کوئی معبود نہیں سوائے
اللہ کے اور میں اللہ کا رسول ہوں تو اس کے لئے جنت
واجب ہوئی (حضرت ابوالدرداء) کہتے ہیں کہ میں نے
کہا اگرچہ زنا کرے اور چوری کرے۔ کہتے ہیں کہ آنحضرت
تھوڑی دیر خاموش رہے اور کچھ راستہ طے کیا پھر فرمایا
جو کوئی گواہی دے کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں
اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں اس کے لئے جنت واجب
ہوئی (کہتے ہیں) میں نے پھر کہا اگرچہ وہ زنا کرے اور چوری
کرے آپ نے پھر سکوت فرمایا۔ اور قدرے راستہ
چلے پھر ارشاد فرمایا جو اقرار کرے کہ سوائے اللہ کے کوئی
معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں اس کے لئے جنت
واجب ہوئی۔ میں پھر بولا اگرچہ زنا کرے اور چوری کرے
(اس مرتبہ آپ نے فرمایا ہاں) اگرچہ وہ زنا کرے اور
چوری کرے اور اگرچہ ابوالدرداء کی ناک گرد آلود ہو۔
(عبداللہ راوی اور شاگرد ابودرداء) کہتے ہیں کہ مجھ کو اس
کا منظر ایسا یاد ہے گویا میں اس وقت دیکھ رہا ہوں
کہ ابودرداء اپنی شہادت کی انگلی سے اپنی ناک کے
بینسہ کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔

فقہا یہ حدیث بھی خوارج و معتزلہ کے مذہب کو نہایت واضح الفاظ میں لغو بے بنیاد اور بے اصل ثابت
کرتی ہے۔ طبرانی اس حدیث کو حضرت ابودرداء سے مختصراً لائے ہیں۔ احمد اور ابن حبان ان ہی سے مختصراً
ذکر کرتے ہیں۔ احمد اور شیخین حضرت ابی ذر سے بھی اس حدیث کو لائے ہیں تین ہی مرتبہ تکرار کے ساتھ۔ ترمذی
[illegible] ابی ذر سے اس حدیث کو مرفوعاً ذکر کیا ہے۔ غرض یہ حدیث باعتبار معنی متواتر ہے اور
[illegible]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی بظاہر ترجمانی یہ ہے کہ مقرد حد انیت و رسالت اگر گناہوں سے
پاک ہے تو البتہ جنت اس کے لئے واجب ہوگی۔ اور اگر وہ گناہگار رہے تو سزا بھگتنے پر آخر میں جنت میں
داخلہ اس کے لئے واجب ہوگا۔ غرض مقر شہادتین اگرچہ گناہگار ہو اور گو وہ مرتکب کبیرہ گناہ کا ہو ہمیشہ ہمیشہ

Maktaba Tul Ishaat.com

دوزخ میں نہیں رہے گا۔ پھر اگر نظر غائر سے دیکھا جائے تو اس ارشاد نبوی میں ان سب ہی کے لیے جنت کا داخلہ ابتداءً واجب قرار دیا ہے جو اس کی منشا کے تحت میں آتے ہیں کیونکہ یہاں وحدانیت و رسالت کی ایسی شہادت اور ایسا اقرار مراد ہے جو صمیم قلب اور خلوص دل سے ہو کہ یہ اقرار دل کی گہرائیوں تک پہنچ کر سارے بدن اور تمام اعمال بدنی پر اثر انداز ہو۔ اللہ تعالےٰ کے عذاب کا خوف اس قدر دل میں جاگزیں ہو جائے کہ نافرمانی کی طرف قدم بڑھانے کی صلاحیت ہی باقی نہ رہے اور عدم عمل کی کی اہلیت ہی سرے سے فقود ہو جائے۔ جب کلمہ شہادتین سے یہ اثر پیدا ہو تو گناہ کیسے سرزد ہوں جب گناہوں کا صدور نہ ہو تو پھر جنت میں داخلہ ابتداءً ہی واجب ہوگا۔ سزا بھگتنے کا احتمال ہی کب رہیگا۔ اسی نظریہ کی طرف نماز کے بارہ میں باری تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ان الصلوٰۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر کہ وہ نماز جو روح میں انقلاب پیدا کرے وہ نماز جو نفس کا کایا پلٹ کر دے وہ نماز جو نہ صرف منہ کو قبلہ کی طرف پھیر دے بلکہ دل کا رخ بھی خدا کی طرف کر دے وہ نماز جو قرۃ عینی فی الصلوٰۃ کی ترجمانی کرے وہ نماز جو ان تعبد اللہ کانک تراہ کا نقشہ سامنے لے آئے واقعی ایسی نماز یہی اثر دکھاتی ہے کہ بیحیائی اور نازیبا بات کرنے کی انسان میں صلاحیت ہی باقی نہیں رہتی اسی خیال کے ماتحت کہا جاتا ہے کہ اعمال ایمان کو برقرار رکھنے کے ذمہ دار ہیں اور اسکی حقیقت سے آئینہ دار

ابوحنیفة عن الحارث عن ابی المسلم الخولانی قال لما نزل معاذٌ حمص اتاہ رجل شابٌ فقال ما تری فی رجل وصل الرحم وبرّ وصدق الحدیث وادّی الامانة وعفّ بطنہ وفرجہ وعمل ما استطاع من خیر غیر انہ شک فی اللہ ورسولہ قال انہا تحبط ما کان معہا من الاعمال۔

ابو مسلم خولانی کہتے ہیں کہ جب حضرت معاذؓ حمص میں فروکش ہوئے تو ایک شخص ان کے پاس حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ ایسے شخص کے بارہ میں آپ کا کیا خیال ہے جس نے اقارب کے ساتھ صلہ رحمی کی۔ انسانوں کے ساتھ احسان کا ہاتھ بڑھایا۔ بات کا سچا رہا امانت ادا کی پیٹ اور شرمگاہ کے معاملہ میں محتاط رہا جس قدر قدرت پائی نیک کام کیے رسول کی تصدیق کی لیکن اللہ اور رسول کے بارہ میں شک کیا کیا ایسے شخص کے لیے بھی کوئی امید ہے فرمایا اس کی نیکیاں ضائع ہو جائیں گی کیونکہ اللہ اور رسول کے بارہ میں شک کفر ہے جو تمام اعمال کو برباد کر دیتا ہے

قال فما تری فی رجل رکب الذنوب وسفک الدماء واستحل الفروج والاموال غیر انہ شہد ان لا الٰہ الا اللہ وان محمدا عبدہ ورسولہ فمات علی ذلک قال معاذ ارجو لہ وارجو علیہ قال الفرق وان کان الذی احتبطت من

Maktaba Tul Ishaat.com

عمل ما تضر هذه ما عمل معها ثم انصرف فقال معاذ ما أزعم ان رجلا افقه بالسنة من هذا ۔

سوخت کردیا اور بے اثر تو اس کے اعمال سیئہ اس کے خلوص دل کی شہادت کو نقصان نہیں پہنچائیں گے ۔ (یہ کہہ کر) وہ واپس پھرا۔ حضرت معاذ نے فرمایا کہ میرے خیال میں اس سے زیادہ سنت کو جاننے والا کوئی نہیں ہے

ف اس حدیث میں مسئلہ زیر غور کی بھی وضاحت ہوئی اور اسی سلسلہ میں ایک اور ضروری امر کا بھی انکشاف ہوا۔ مسئلہ کی صورت دراصل دو شقوں میں منقسم ہے ایک یہ کہ وحدانیت و رسالت کو تسلیم نہ کرتے ہوئے اعمال حسنہ موجب ثواب و اجر ہیں یا نہیں دوسرے یہ کہ وحدانیت و رسالت پر یقین رکھتے ہوئے اعمال سیئہ عقیدہ ایمانی پر اثر انداز ہوتے ہیں یا نہیں شق ثانی اس وقت زیر بحث ہے اور شق اول بھی شریعت کا ایک اہم مسئلہ رہی ہے اس حدیث میں ہر دو امور پر بیک وقت روشنی ڈالی ہے پہلی صورت کا ذکر قرآن پاک میں کفار کے بارہ میں بہت آیا ہے کہ ان کے اعمال خیر بلا ایمان و تصدیق محض بے اثر ہیں اور بے نتیجہ کہیں اس طرح فرمایا حبطت اعمالہم وما لہم من ناصرین کہیں یوں ارشاد ہوا حبطت اعمالہم فلا نقیم لہم یوم القیامۃ وزنا۔ اس حدیث میں اسی کی تشریح فرمائی کہ صلہ رحمی، داد و دہش، صدق کلامی، امانت داری جیسے اعمال حسنہ ایمان نہ ہونے سے سوخت ہو گئے کیونکہ تمام اعمال کی بنیاد اور بنائے قرار ایمان ہے یہ اعمال گویا اس ایمان کی شاخیں ہیں یا ڈالیاں جب جڑ ہی نہ ہو یعنی ایمان سرے سے غائب ہو یا جڑ ہو تو مگر گلی سڑی کہ ایمان ہو مگر شک و شکوک سے خستہ حال تو اب شاخیں کیسے سرسبز ہوں گی اور بار آور یعنی اعمال کیسے اپنا ثمر دکھائیں اور موجب ثواب ہوں گے دوسری صورت کی بھی پوری پوری وضاحت ہے کہ اعمال سیئہ شہادت ایمانی کو ضرر نہیں پہنچاتے یعنی اس کو بالکل بے اثر نہیں کرتے کیونکہ شہادت کا سب سے پہلا اثر یہ ہے کہ وہ مومن کو خلود نار سے بری کر دیتی ہے ۔ اس اثر کو بد اعمالی نہیں مٹا سکتی۔ یہی عقیدہ اہل حق کا ہے۔ یہاں سے مرجیہ کا خیال سرگز ثابت نہیں ہوتا۔ جیسا کہ بعض کو وہم ہوا ہے اور بعض نے تو یہاں ترک الضاد کا خون کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ کی طرف بھی مرجیہ ہونے کی نسبت کر دی ہے اور حضرت غوث پاک سید عبد القادر رضی اللہ عنہ کا حوالہ پیش کیا ہے کہ انہوں نے غنیہ میں اس کا اظہار کیا ہے یہ سراسر بے اصل بات ہے۔ نہ غنیہ میں اس قسم کا کوئی حوالہ ہے نہ ہی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا پاک دامن اس بدعقیدگی کے ناپاک دھبہ سے آلودہ ہے اور ملوث۔

۱۲ ۳ حماد عن ابی حنیفۃ عن ابی مالک الاشجعی عن ربعی بن جراش عن حذیفۃ قال یدرس الاسلام کما یدرس وشی الثوب ولا یبقی الا شیخ کبیر او عجوز نانیۃ یقولون قد کان قوم یقولون لا الہ الا اللہ وہم لا یقولون لا الہ الا اللہ قال فقال صلۃ بن زید فما یغنی عنہم یا عبد اللہ لا الہ الا اللہ

حضرت حذیفہ رض سے نقل ہے کہ انہوں نے کہا کہ مٹ جائیگا اسلام جس طرح مٹ جاتے ہیں کپڑے کے نقوش۔ نہیں باقی بچے گا۔ مگر ایک بوڑھا یا ایک پھونس بڑھیا۔ جو کہیں گے کہ (پچھلے زمانہ میں) ایک قوم تھی جو لا الہ الا اللہ کہا کرتی تھی اور یہ خود لا الہ الا اللہ نہیں کہیں گے تو حاضرین مجلس میں سے صلہ بن زید کہنے لگے اے عبد اللہ ان کو لا الہ الا اللہ کہنا کیا نفع دے

Maktaba Tul Ishaat.com

وهم لا يصومون ولا يصلون ولا يحجون ولا يتصدقون قال يحجون بها من النار ؛

گا جبکہ نہ وہ نماز پڑھتے تھے نہ روزہ رکھتے تھے نہ حج ادا کرتے تھے اور نہ زکوۃ دیتے تھے۔ حضرت حذیفہ نے جواب دیا کہ وہ اس کے ذریعہ آگ دوزخ سے نجات پالیں گے

ف اس سلسلہ میں بہت سی مشہور حدیثیں ہیں جو اسی مضمون کو ادا کرتی ہیں چنانچہ احمد۔ مسلم۔ ترمذی نے حضرت انس سے مرفوع حدیث روایت کی ہے کہ قیامت اس وقت قائم ہوگی کہ کوئی اللہ اللہ کہنے والا نہ رہے گا۔ پھر احمد و مسلم کی ایک روایت میں یوں ہے کہ قیامت شریر ترین لوگوں کے زمانہ میں برپا ہوگی۔ حاکم نے ابی سعید سے روایت کی ہے کہ قیامت جب برپا ہوگی کہ کوئی حج بیت اللہ کا ادا کرنے والا نہ رہے گا۔

یہ حدیث بھی اسی مضمون کی وضاحت کرتی ہے جو کہ تفصیل پچھلی احادیث میں آچکی ہے کہ بعض قسم ار صداقت و تصدیق رسالت خلود نار سے بری کرنے کے لئے کافی ہیں۔ باقی اعمال کی زائل کی باشفاعت سے معاف ہوں گے۔

ابوحنيفة وللسعر من يزيد قال كنت ارى رأى الخوارج فسألت بعض اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم فاخبرني ان النبي صلى الله عليه وسلم قال بخلاف ما كنت اقول فانقذني الله تعالى به ؛

یہ کہتے ہیں کہ پہلے میں بھی خوارج کی رائے رکھتا تھا۔ یعنی یہ کہ مرتکب گناہ کبیرہ کافر ہے اور ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا لہذا میں نے بعض اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارہ میں دریافت کیا انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے خلاف ہے جو میں کہتا تھا پس اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعہ مجھے نجات بخشی ؛

ف اس حدیث سے بھی پتہ چلا کہ مذہب خوارج خلاف سنت ہے اور گمراہی ہے

ابوحنيفة قال كنا مع علقمة وعطاء بن رباح فسأل علقمة فقال له يا ابا محمد ان ببلادنا قوما لا يثبتون لانفسهم الايمان ويكرهون ان يقولوا انا مؤمنون بل يقولون انا مؤمنون ان شاء الله تعالى فقال وما لهم لا يقولون قال يقولون انا اذا اثبتنا لانفسنا الايمان جعلنا لانفسنا الجنة قال سبحان الله هذا من خداع الشيطان

ابوحنیفہ نے کہا میں [illegible]
کے ساتھ تھے [illegible]
ہمارے شہروں میں [illegible]
اپنے لئے ایمان [illegible]
ہیں کہ [illegible]
[illegible]
کہ وہ ایسا نہیں [illegible]
کہ جب ہم اپنے [illegible]
تو ہمارا ہم نے [illegible]
[illegible]
اس کے [illegible]

Maktaba Tul Ishaat.com

وحبائله وحِبَاله الجأهم الى ان
دفعوا اعظم منّة الله تعالى
عليهم وهو الاسلام وخالفوا
سنة رسول الله صلى الله عليه
وسلم رأيت اصحاب رسول الله صلى
الله عليه وسلم ورضى عنهم يثبتون
الايمان لانفسهم ويذكرون
ذلك عن رسول الله صلى الله عليه
وسلم فقال انهم يقولون انا مؤمنون
ولا يقولون انا من اهل الجنة فان الله
تعالى لو عذب اهل سمواته واهل
ارضه لعذّبهم وهو غير ظالم لهم
فقال له علقمة يا ابا محمد ان الله تعالى
لو عذب الملائكة الذين لم يعصوه
طرفة عين عذبهم وهو غير ظالم
لهم قال نعم قال هذا عندنا
عظيم فكيف نعرف هذا فقال
له يا ابن اخي من ههنا ضل اهل
القدر فاياك ان تقول بقولهم
فانهم اعداء الله تعالى الزادون على
الله تعالى الليس يقول الله تعالى
لنبيه صلى الله عليه وسلم قل فلله
الحجة البالغة فلو شاء لهداكم اجمعين
فقال له علقمة اشرح يا ابا محمد شرحًا
يُذهب عن قلوبنا هذه الشبهة فقال
الليس الله تبارك وتعالى دلّ الملائكة على
تلك الطاعة والهمهم اياها وعزّمهم
عليها وصبرهم على ذلك قال نعم فقال و
هذه نِعَمٌ انعم الله تعالى بها عليهم قال نعم

کے دھوکے ہیں اور اس کے دام ہائے تزویر اور حیلے کہ
اس نے ان کو مجبور کیا کہ اللہ تعالے کے سب سے بڑے
احسان کو احسان اسلام کو نہ مانیں اور سنت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی خلاف ورزی کریں میں نے اصحاب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ وہ اپنے نفسوں
کے لئے ایمان (بلا شک وشبہ) ثابت کیا کرتے۔ اور
اسی کی روایت آنحضرت سے کرتے۔ پھر عطا نے کہا۔
کہ وہ یہ کہا کرتے کہ ہم مومن ہیں یہ نہ کہتے کہ ہم جنتی ہیں۔
(کیونکہ اس کا فی الحال یقین نہیں) اس لئے کہ اللہ تعالی
اگر سارے آسمان وزمین کے بسنے والوں کو عذاب
دے تو وہ اس عذاب سے ظالم نہیں ٹھہریگا۔ تو علقمہ
نے عطا سے پھر کہا اے ابا محمد اگر اللہ تعالے فرشتوں کو
عذاب دے جنہوں نے چشم زدن کے مقدار بھی اس
کی نافرمانی نہیں کی تو کیا اس عذاب سے اللہ تعالے
ظالم نہیں ٹھہرے گا۔ عطا نے کہا نہیں علقمہ بولے یہ
تو ہمارے لئے بڑی گہری اور دقیق بات ہے۔ ہم اس
کو کیونکر سمجھیں عطاء نے ان سے کہا اے بھتیجے معتزلہ نہیں
تو یہ کہے ہیں۔ تو یہ کہو کہ ان جیسا قول کرو کیونکہ وہ اللہ کے
دشمن ہیں اور اللہ کی بات کو جھٹلانے والے کیا اللہ اپنے
نبی سے نہیں کہتا ہے کہ کہہ دیجئے کہ اللہ کے پاس کھلی
دلیل ہے اگر وہ چاہتا تو سب کو راہ راست پر لگاتا
علقمہ نے کہا اے ابا محمد اس کی شرح کیجئے کہ ہمارے دل
اس شبہ سے پاک ہو جائیں تو اس پر عطا نے کہا کہ کیا اللہ
تعالی نے فرشتوں کو اس طاعت کی طرف رہنمائی نہیں
کی ہے اور ان کو طاعت کے طریقے نہیں سکھائے ہیں
اور ان کے دلوں میں اس کی عظمت بٹھا کر ان کو اس پر
جمائے نہیں رکھا۔ علقمہ نے جواب دیا بیشک تو عطا
نے کہا یہ اللہ کی وہ نعمتیں ہیں جن سے ان کو سرفراز
علقمہ نے کہا درست ہے۔ عطاء نے کہا اگر اللہ تعا

Maktaba Tul Ishaat.com

قال فلو طالبهم بشكر هذه النعم ما قدروا على ذلك وقصروا وكان له ان يعذبهم بتقصيرهم الشكر وهو غير ظالم لهم ۔

ان سے ان نعمتوں کے شکر کا مطالبہ کرے تو وہ اس ادائیگی پر قادر نہ ہو سکیں اور اس سے قاصر رہیں اور اس کا حق ہو کہ شکر کی ادائیگی سے کوتاہی کرنے پر ان کو عذاب دے اور وہ ان کے حق میں ظالم نہ ٹھہرے۔

ف یہ حدیث بالخصوص دو اہم امور کی طرف اشارہ کرتی ہے اور شریعت کی روشنی میں اس کا حل بتاتی ہے۔ ایک یہ کہ انا مؤمن انشاء اللہ کہنا ٹھیک ہے یا نہیں دوسرا قدر کا مسئلہ۔ پہلے امر میں حق مسلک یہ ہے کہ ایسا کہنا مناسب نہیں۔ بروئے شرع یوں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم و صحابہ کرام سے اس کا ثبوت نہیں کہ انہوں نے اپنے ایمان کے ساتھ انشاء اللہ کی قید لگائی ہو پھر قرآن پاک میں جہاں مومنین کی تعریف فرمائی ہے وہاں فرمایا اولئك هم المومنون حقًا یا کافروں کی مذمت فرمائی تو فرمایا اولئك هم الكافرون حقًا تو گویا اللہ تعالے نے جو اس وقت مومن تھے ان کو مومنین کے نام سے یاد فرمایا۔ اور جو کافر تھے ان کو کافر کہا اور چونکہ فی الحال وہ مومن مانے جاتے ہیں۔ اس لئے ان پر احکام ایمانی مانے جاتے ہیں اور اس کے آثار مرتب ہوتے ہیں جب احکام بھی جاری ہوئے اور آثار بھی مرتب ہوئے تو اب ایمان کا وجود حقیقی یقینی کیوں نہ مانا جائے۔

بلحاظ عقل اس لئے کہ لفظ انشاء اللہ اگر شک کی وجہ سے بولا جائے کہ گویا ایمان میں شک ہے تو یہ تو صریح کفر ہے اور ایمان سے دست برداری۔ اور اگر بلحاظ ادب و عاقبت وغیرہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے یا خیال کسر نفسی کے پیش نظر یا خود پسندی سے بچنے کی خاطر یہ لفظ بولا جائے تو بھی مناسب نہیں کیونکہ یہ لفظ آخر شک کو ظاہر کرتا ہے۔ اور ایمان سے بریت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

جو انشاء اللہ کہنا روا رکھتے ہیں وہ یہ دلیل پیش کرتے ہیں جو حضرت علقمہ کے بیان میں بھی ذکر ہے کہ ایمان پر یقین ظاہر کرنا خود کو جنتی ٹھہرانا ہے کیونکہ اللہ تعالے نے مومنین کے لئے جنت کا وعدہ فرمایا ہے اور چونکہ باری تعالیٰ کا خلاف وعدگی کا امکان نہیں اس لئے لامحالہ اس کو مومن کہنا خود کو جنتی کہنے کا مرادف ہے حالانکہ انبیاء علیہم السلام اور عشرہ مبشرہ کے کسی کو شہ یہ حق نہیں کہ خود کو جنتی کہے۔ کبھی اس پر یقین [illegible] ایمان پر اس وقت لئے نہیں کہ نہ معلوم خاتمہ کیسا ہو اور سارا مدار خاتمہ ہے اس کا [illegible] گزرا کہ بحث اس وقت سے ہے اگر اس وقت ایمان یقینی نہیں تو احکام ایمانی کا جاری ہونا کیسا۔ پہلی دلیل کا جواب حدیث میں حضرت عطاء کی زبانی خود نقل ہے ہم نقولون انا مؤمنون کہ وہ یہ کہیں کہ ہم مومن ہیں یہ نہ کہیں انا من اهل الجنة کہ ہم جنتی ہیں کیونکہ ظاہر ہے یہ سب کہہ سکتے ہیں کہ خاتمہ کی علم تو کسی کو بھی نہیں سوائے اس کے سارا مدار خاتمہ پر ہے۔ بلکہ اگر خاتمہ بھی اچھا ہو تو بھی جنت کا ملنا عمل پر موقوف نہیں بلکہ رحمت الٰہی پر حضرت عطاء نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالے معصوم بندوں کو باوجود ان کے گناہوں کے عذاب دے تو بھی اس کے لئے ظلم نہ ہوگا کیونکہ اللہ تعالے کے احسانات بہرحال ان پر اس قدر ہیں کہ وہ ان کے گناہوں کے بعد دور نہیں ہو سکتا ہیں تو ان کا مسلک جو بتایا ہے جس کی نہ ضمانت حضرت عطاء نے دی ہے نہ خود کی ہے کہ وہ سب کے سب معصوم ہیں اور ان کی عصمت کا دعویٰ کرنا اور ان کو عذاب دینا ظلم معلوم ہوتا ہے اور پھر بھی ان کی [illegible] حل پڑی ہیں [illegible]

Marfat.com

Maktaba Tul Ishaat.com

لیفیں سے ہے اسی نے طاعت کی توفیق دی اسی نے طریق عبادت سکھایا۔ اسی نے ان کے دلوں میں اس کی محبت اتاری۔ آرچ اگر وہ شکر کا مطالبہ کرے تو فرشتے کب طاقت رکھتے ہیں کہ اس کا شکر ادا کریں بس اسی قصور میں وہ پکڑ بھی سکتا ہے اور اس میں وہ حق بجانب ہے ۔

بَابُ وُجُوبِ الْاِیْمَانِ بِالْقَدَرِ — تقدیر پر ایمان لانا ضروری ہے!

ابو حنیفۃ عن ابی الزبیر عن جابر ان سراقۃ قال یا رسول اللہ حدثنا عن دیننا کانا ولد نالہ اعمل بشئ قد جرت بہ المقادیر وسبقت بہ الاقلام ام فی شئ نستقبل فیہ العمل۔

قال بل فی شئ قد جرت بہ المقادیر وجفت بہ الاقلام قال ففیم العمل قال اعملوا فکل میسر لما خلق لہ۔

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلْیُسْرٰی وَاَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰی وَکَذَّبَ بِالْحُسْنٰی فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلْعُسْرٰی ۔

حضرت سراقہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ ہمارے دین کی حقیقت بیان فرمایئے۔ جو ہمارا مقصد پیدائش ہے کیا ہم وہی کرتے ہیں جو تقدیر میں لکھا جا چکا ہے اور جس کو لکھ کر قلم سوکھ گئے ہیں (گویا کتابت سے پوری فراغت ہو گئی) یا یہ ہی چیز ہے (راحت و دل) جن میں ہم عمل کریں گے۔ (اگلا الفاظ اندازہ نہیں) آپ نے فرمایا بلکہ وہ چیز (عمل) ہے۔ جو تقدیر میں لکھا جا چکا اور قلم لکھ کر سوکھ گئے۔ سراقہ کہنے لگے پھر عمل کس لئے ہے۔ آپ نے فرمایا۔ (نہیں) عمل تو کرو پس ہر شخص کے لئے وہ سہل ہوگا جس کے لئے وہ پیدا ہوا ہے (پھر آپ نے یہ آیت پڑھی) پس البتہ جس نے دیا لیا۔ پرہیزگاری کی بھلی بات (کلمہ شہادت) کی تصدیق کی تو ہم اس کے لئے آسان کر دیتے ہیں آسانی کو اور جس نے بخل کیا بے پروائی برتی اور بھلی بات کی تکذیب کی تو اس کے لئے ہم سختی آسان کر دیتے ہیں۔

ش اس حدیث کو تقریباً ان ہی الفاظ سے احمد، مسلم، ابن حبان طبرانی ابن مردویہ نے سراقہ سے روایت کیا ہے۔ فرمان نبوی کا خلاصہ یہ ہے کہ دنیا میں ہمارے سارے عمل اسی اندازہ ازلی کے مطابق ہیں۔ جو لکھا جا چکا ہے اور جس کو ہم تقدیر سے تعبیر کرتے ہیں لیکن اس تقدیر کے یہ معنی نہیں کہ انسان محض بے اختیار اور مجبور ہو جائے اور کسب عمل کی قدرت اس سے چھن جائے اگر ایسا ہوتا تو حقیقت میں عمل بیکار ہوتا۔ مگر واقعہ ایسا نہیں تقدیر کا جو کچھ اندازہ ہے وہ مستقبل کی محض ایک حکایت ہے اور آئندہ واقعات کی پیشگوئی۔ انسان کی قدرت عمل پر اس کا کچھ اثر نہیں اس کی کسب عمل کی طاقت بحال خود باقی ہے اسی کسبی قوت کی بنا پر وہ ماجور یا معذب ہے۔ البتہ تخلیق فعل اللہ تعالیٰ کے قبضہ و قدرت میں ہے۔

Marfat.com

Maktaba Tul Ishaat.com

بَابُ الحثّ علی العمل!

حماد عن ابی حنیفة عن عبد العزیز بن رُفیع عن مُصعب عن سعد عن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال ما من نفس الا وقد کتب الله عزوجل مدخلها ومخرجها وما هی لاقیة قیل ففیم العمل یا رسول الله قال اعملوا فکل مُیَسّر لما خُلِقَ له فمن کان من اهل الجنّة یُیَسّر لعمل اهل الجنة ومن کان من اهل النار یُیَسّر لعمل اهل النار قال الانصاری الا رجل العمل

ف قدر کا مسئلہ اس سلسلہ حدیث میں نہایت خوبی سے آگیا ہے کہ عمل انسان کی نہایت غلط رہنمائی کرتی ہے اور ترک عمل کا مشورہ دیتی ہے اس پر کہ عمل تو سب کا لکھا ہوا ہے اگر لکھا جا چکا ہے تو وہ مل کر رہے گا اگر نہیں تو ہو گا نہیں ہو سکتا ہے کوئی نہیں بن سکتا۔ اس کا حال یوں سمجھو کہ بیشک اعمال انسانی سے تقدیر کون ہوتی ہے اسی لئے یہ کارخانہ بنایا ہے کہ اعمال انسانی سے تقدیر کے فیصلے ہوں گے اور وہ اپنے اپنے لئے بہشت کا سامان کر لیں گے اور اپنے لئے بدی کے کام آسان ہوں گے اور وہ اپنے لئے دوزخ کا سامان کر لیں گے تو اعمال سے تقدیر کیوں غلط ہوئی ہمارے اعمال بھی تو لکھے جا چکے ہیں اگر ہمارے عمل سے تقدیر بدلتی ہے تو ہمارے اعمال بھی تو لکھے جا چکے ہیں ہمارے عمل سے تقدیر کیوں نہیں بدلتی۔ اس کا جواب یوں سمجھو کہ بیشک اعمال انسانی سے تقدیر بدل

Maktaba Tul Ishaat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من
لا وقد کتب اللہ مدخلہا ومخرجہا
لا قیتر فقال رجل من الانصار فیم
اذًا یارسول اللہ فقال اعملوا فکلٌ
لما خلق لہ اما اہل الشقاوۃ فییسّروا
اہل الشقاوۃ واما اہل السعادۃ فییسّروا
اہل السعادۃ فقال الانصاری الآن حق العمل
وفی روایۃ اعملوا فکلٌ مُیسّرٌ فمن
من اہل الجنۃ ییسّر لعمل اہل
جنۃ ومن کان من اہل النار ییسّر
بل اہلہا فقال الانصاری الآنَ
ق العملُ ۔

پیش آنے والا ہے اللہ تعالےٰ نے لکھ دیا ہے ایک انصاری بولے تو پھر یارسول اللہ عمل کس لئے ہے آپ نے فرمایا عمل تو کرو ہر ایک کے لئے وہی آسان ہے جس کے لئے وہ پیدا ہوا ہے۔ بدبختوں کے لئے بدبختی کے کام آسان ہیں اور نیک بختوں کے لئے نیک بختی کے کام اس پر انصاری نے کہا اب عمل کرنے کی وجہ صاف ہوگئی۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ عمل کرو ہر ایک کے لئے آسانی ہے جو جنتی ہو اس کے لئے جنتوں کے کام آسان ہیں اور جو دوزخی ہو اس کے لئے دوزخیوں کے کام سہل۔ انصاری نے کہا تو اب عمل کرنے کی وجہ کھل گئی۔

حدیث:۔ یہ حدیث بھی قدر کے مسئلہ کو حل کرتی ہے۔

بَابُ ذم القَدْرِیّة

منکرین تقدیر کی مذمت

ابوحنیفۃ عن الہیثم عن نافع
ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی
علیہ وسلم یجیئ قوم یقولون
(ثم یخرجون) منہ الی الزندقۃ فاذا
تموہم فلا تسلموا علیہم وان مرضوا فلا
دوہم وان ماتوا فلا تشیعوہم فانہم
یعۃ الدجال وحقوس ہذہ الامۃ حق
علی اللہ ان یلحقہم بہم فی النار۔

حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قوم ایسی آئے گی جو کہے گی کہ قدر کوئی چیز نہیں پھر وہ زندیقی ہو جائیں گے تو اگر تم ان میں سے ملو تو انکو سلام نہ کرو اگر وہ بیمار ہوں تو ان کی بیمار پرسی کے لئے نہ جاؤ۔ اگر وہ مرجائیں تو ان کے جنازہ میں شرکت نہ کرو۔ کیونکہ وہ دجال کے ساتھی ہیں اور اس امت کے مجوس۔ حکم الٰہی میں ثابت ہے کہ ان کو انہیں کے ساتھ دوزخ میں ملادے گا۔

حدیث:۔ اس حدیث میں قدریوں کے ساتھ معاشرتی تقاطعہ اور ترک موالات کا گویا سبق ہے کہ ان سے ہر طرح روابط توڑ دے جائیں۔ ان کو مجوس امت اس لئے فرمایا کہ مجوس دو خدا مانتے ہیں ایک یزدان بھلائی کا خدا اور اہرمن برائی کا خدا یہ ان سے بھی چند قدم آگے ہیں کہ یہ ہر انسان کو اس کے افعال کا خالق جانتے ہیں گویا انہوں نے لاکھوں خدا مانے۔ لہٰذا ان کا حشر ونشر انہیں کے ساتھ ہوگا۔ قرآنی آیات اس خیال کی صاف تردید کرتی ہیں۔ مثلاً فرمایا۔ واللہ خلقکم وما تعملون کہ اللہ نے تم کو بھی پیدا کیا اور تمہارے عملوں کو بھی۔

ابوحنیفۃ عن نافع عن ابن عمر — ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی

Maktaba Tul Ishaat.com

قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يجيئ قوم يقولون لا قدر ثم يخرجون منه الى الزندقة فاذا لقيتموهم فلا تسلموا عليهم وان مرضوا فلا تعودوهم وان ماتوا فلا تشهدوا جنائزهم فانهم شيعة الدجال ومجوس هذه الامة وحقا على الله تعالى ان يلحقهم بهم في النار ۔

اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک قوم ایسی آئے گی جو کہے گی کہ قدر کوئی چیز نہیں پھر وہ زندیقی ہو جائیں گے جب تم ان سے ملاقات کرو تو ان کو سلام نہ کرو (جس طرح تم پنج نماز والے کے بارے میں حکم ہے) اگر وہ بیمار ہوں تو ان کی عیادت کو نہ جاؤ اگر مر جائیں تو ان کے جنازہ میں شرکت نہ کرو (اس طرح تارک صلوٰۃ کے بارہ میں حکم ہے کیونکہ وہ دجال کے ساتھی ہیں اور اس امت کے مجوس اللہ تعالیٰ ضرور ان کو ان کے ساتھ دوزخ میں ملا دے گا ۔

ف یہ حدیث پچھلی حدیث کے مضمون کو دہراتی ہے اور یہ حکم زجر و توبیخ اور دھمکی کے طور پر ہے کہ یا ان کو مسلمانوں برادری سے خارج کیا جاتا ہے کہ ان کو عبرت ہو اور یہ اپنی اس بدعقیدگی اور بے راہ روی سے باز آئیں ۔

ابوحنيفة عن سالم عن ابن عمر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لعن الله القدرية وقال ما من نبي بعثه الله تعالى قبلي الا لعنهم ولعنهم ۔

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قدریوں پر لعنت کی اور فرمایا آپ نے کہ مجھ سے پہلے کوئی نبی نہیں ہوئے جنہوں نے اپنی امت کو ان (قدریوں) سے نہ ڈرایا ہو اور ان پر لعنت نہ بھیجی ہو ۔

ف قدریوں کی مذمت میں ان ہی الفاظ یا ان کے مثل الفاظ سے بہت حدیثیں مروی ہیں کتب حدیث میں ان سے بھری ہیں ۔

ابوحنيفة عن علقمة بن ابن بريدة عن ابيه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لعن الله القدرية وما من نبي او رسول الا لعنهم ومنى امته عن الكلام معهم ۔

بریدہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ لعنت کی اللہ تعالیٰ نے قدریوں پر اور نہیں کوئی نبی یا رسول مگر لعنت کی اس نے قدریوں پر اور منع کیا ہے اس نے اپنی امت کو کلام کرنے سے ان کے ساتھ ۔

ف یہ حدیث پچھلی حدیث کے مضمون کا اعادہ کرتی ہے ۔

ابوحنيفة عن نافع عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم القدرية مجوس هذه الامة وهم شيعة الدجال ۔

عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قدریہ اس امت کے مجوس ہیں اور وہ دجال کے ساتھی ہیں ۔

ف اس میں قدریوں کو مجوس کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور ان کو دجال کا ساتھی ٹھہرایا ہے ۔

Maktaba Tul Ishaat.com

بَابُ الشَّفَاعَةِ

شفاعت کا بیان!

۲۳ ح ۱

أبوحنيفة عن يزيد بن صهيب عن جابر بن عبد الله عن النبي صلى الله عليه وسلم انه قال يخرج الله من النار من قال لا إله إلا الله بشفاعة محمد صلى الله عليه وسلم قال يزيد فقلت ان الله تعالى يقول وما هم بخارجين منها قال جابر اقرأ ما قبلها ان الذين كفروا انما هي في الكفار وفي رواية يخرج قوم من اهل الايمان بشفاعة محمد صلى الله تعالى عليه وسلم قال يزيد قلت ان الله تعالى يقول وما هم بخارجين منها فقال جابر اقرأ ما قبلها ان الذين كفروا ذلك الكفار۔

وفي رواية عن يزيد قال سألت جابرا عن الشفاعة فقال يعذب الله تعالى قوما من اهل الايمان بذنوبهم ثم يخرجهم بشفاعة محمد صلى الله عليه وسلم فقلت فاين قول الله عز وجل فذكر الحديث إلى آخره ۞

جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے طفیل مومنین (گنہگاروں کو) کو دوزخ سے نکالے گا۔ (ان کے شاگرد) یزید کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تو یوں فرماتا ہے وما هم بخارجين منها کہ وہ (اہل دوزخ) وہاں سے نکلنے والے نہیں۔ حضرت جابر نے فرمایا ذرا اس سے پہلے کا حصہ تو پڑھو ان الذين كفروا کہ یہ تو (عدم خروج) کفار کے حق میں ہے۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ اہل ایمان سے ایک قوم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے باعث دوزخ سے نکلے گی۔ یزید کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تو یوں فرماتا ہے کہ وہ اس سے نکلنے والے نہیں۔ حضرت جابر نے کہا اس سے پہلے کا حصہ تو پڑھو ان الذين كفروا یہی کافر لوگ ہیں (جن کی طرف اشارہ ہے) اور ایک روایت میں یوں ہے کہ یزید سے اس طرح آیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر سے شفاعت کے بارہ میں پوچھا آپ نے کہا کہ اہل ایمان سے ایک قوم کو اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کی وجہ سے عذاب دے گا پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے طفیل ان کو دوزخ سے نکالے گا۔ یزید کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ پھر اللہ تعالیٰ کا یہ قول کدھر گیا۔ پھر آخر تک حدیث ذکر کی ۞

نوٹ:- یہاں سے بیان شفاعت کا آغاز ہے۔ واضح رہے کہ یہاں سے یہ احادیث جو قدریہ کا ایمان ثابت کرتی ہیں اور اس کا وجود شرعی اور جو قدریوں کی برائی ظاہر کرتی ہیں اور ان کی مذمت اور جو صفات اور کلمات الفاظ میں شفاعت کے وجود اور حقیقت پر دال ہیں یہ سب کی سب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مقدس دامن کو اعتزال کے بدنما داغ والزام سے پاک اور بری بھی کرتی ہیں۔ امام صاحب کی ایسی روشن سیرت دیکھنے کے بعد اگر کوئی منکر پر دازاب بھی امام صاحب کی طرف اعتزال کی نسبت کرے تو یہ انصاف کا خون کرنا ہوگا۔ اور حقیقت پر پردہ ڈالنا جو کسی عقلمند کے لئے زیبا نہیں اور کسی ذی ہوش کے لئے روا نہیں۔

Marfat.com

Maktaba Tul Ishaat.com

اس مسئلہ شفاعت میں اہل حق اور معتزلہ میں اختلاف ہے معتزلہ کہتے ہیں کہ صغائر گناہ توبہ سے یا بلا توبہ معاف ہو جاتے ہیں اور کبائر بلا توبہ معاف نہیں ہوتے اور شفاعت محض رفع درجات ثواب کے لیئے ہے۔ نہ معافی گناہ کبیرہ کے لیئے۔ اہل حق کے نزدیک شفاعت سے گناہ کبیرہ بھی معاف ہو جاتے ہیں۔ معتزلہ اپنے مذہب کے ثبوت میں عقلی دلیل یہ لاتے ہیں کہ گناہ گار کو گناہ پر جری کرنا ہے اور اس کو بے فکر آمادہ کرنا۔ کہ اس کو سزا سے بچاؤ کا ایک راستہ مل گیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ گناہ کبیرہ کی معافی بشفاعت دلانا شفاعت جائز ہے واجب نہیں کہ گناہ گار کو بھروسہ کرنے کی گنجائش ہو۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر بدلو بدی کی یاداش نہ ہے تو یہ ایک قسم کی خلاف وعدگی بھی ہے اور غلط بیانی کہ کیا تو یوں عن بفعل سوء یجزیہ یا جزاہ سیئتہ مثلہا یا من اساء نعیلہا یکن شفاعت سے معاف کر کے برے کو برائی کا بدلہ نہ پانے کو بدی کی یاداش نہ دی مجرم کو جرم کی یاداش بھگتنی نہ پڑی تو یہ صاف غلط بیانی نہیں تو کیا ہے یہ محض خلاف وعدگی نہیں تو اور کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ وعدہ بھلائی میں خلاف کرنا عیب ہے اور برائی سے خلاف وعدگی کرنا عیب نہیں معافی سزا خلاف وعدگی ہرگز نہیں نہ یہ برائی میں شمار ہے یہ تو درحقیقت ایک [illegible] حق کا اپنے حق سے دست بردار ہونا ہے جس طرح کوئی شخص اپنے حق سے دست بردار ہو جائے اور [illegible] کرنے یہ عیب نہیں کہ خوبی ہے یہ اپنے [illegible] قرآن کی [illegible]

لاتقبل منہا شفاعۃ۔ یا مالاظالمین من حمیم ولا شفیع یطاع یا فی [illegible] یا من شفیع الا من بعد ان اذن اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آیات کفار کے [illegible] کے ساتھ مخصوص ہیں کیونکہ ان کے گناہ کو اور ان میں ہے۔ [illegible] شفاعت دلانے کی [illegible] ولیقنطوا عن کثیر یا ارشاد والدیغفر ما دون ذالک لمن یشاء گناہ صغیرہ کبیرہ [illegible] پھر جبکہ احادیث مشہورہ بھی شفاعت کے [illegible] موجود ہیں [illegible] نہیں [illegible] کیونکہ آخر تو وہ ان کے بھائی کی تو بیدار [illegible] کہ ان کے لیئے بھی شفاعت کا حق نہیں [illegible] ان حاصل ہو گا۔

ابوحنیفۃ عن حماد عن ابراھیم عن الاسود عن ربعی بن حراش عن حذیفۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یخرج اللہ تعالیٰ قوما من الموحدین من النار بعدما امتحشوا وصاروا فحما فیبعثہم اللہ تعالیٰ فیستغیثون الی اللہ تعالیٰ مما ینالہم اول ما یعرض الجہنمیین فیذہبہا اللہ تعالیٰ عنہم ذلک۔

ف

Maktaba Tul Ishaat.com

معصوم ٹھہراتی ہے۔ کیونکہ مرجئہ تو اس کے قائل ہیں کہ ایمان کے بعد کوئی گناہ مومن کو ضرر نہیں پہنچاتا۔ وہ بے کھٹکے اور بغیر روک ٹوک جنت میں جائے گا۔ اور یہ حدیث اس خیال کی بیخ کنی کرتی ہے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ گنہگار مومنین دوزخ میں جائیں گے۔ پھر اللہ کے حکم سے نکالے جائیں گے کیا اتنی صحیح و صاف احادیث امام صاحب سے ملنے پر بھی کوئی آنکھوں پر پٹی باندھ لے گا۔ اور یہ کہنے کی جرأت کریگا کہ امام صاحب مرجئہ تھے اور ان کا اس بدعقیدگی کی طرف رجحان تھا۔ نعوذ باللہ من ذلک

۲۵ ح ۳

ابوحنيفة عن عطية عن ابي سعيد عن النبي صلى الله عليه وسلم في قوله تعالى عسى أن يبعثك ربك مقاما محمودا قال المقام المحمود الشفاعة يعذب الله تعالى قوما من اهل الايمان بذنوبهم ثم يخرج بشفاعة محمد صلى الله عليه وسلم فيؤتى بهم نهرا يقال له الحيوان فيغتسلون فيه ثم يدخلون الجنة فيسمون في الجنة الجهنميين ثم يطلبون الى الله تعالى فيذهب عنهم ذلك الاسم۔

وفي رواية قال يخرج الله تعالى قوما من اهل النار من اهل الايمان والقبلة بشفاعة محمد صلى الله عليه وسلم وذلك هو المقام المحمود فيؤتى بهم نهرا يقال له الحيوان فيلقون فيه فينبتون به كما ينبت الثعاريز ثم يخرجون منه ويدخلون الجنة فيسمون فيها الجهنميين ثم يطلبون الى الله تعالى ان يذهب عنهم ذلك الاسم فيذهب عنهم۔

وزاد في اخره وعتقاء الله تعالى۔

وروى ابوحنيفة هذا الحديث

حضرت ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ اللہ تعالے کے اس قول عسی ان یبعثک ربک مقاما محمودا کہ پہنچائے گا تم کو تمہارا رب پسندیدہ مقام پر اس کے ذیل میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ مقام محمود سے مراد شفاعت ہے اللہ تعالی اہل ایمان کی ایک جماعت کو ان کے گناہوں کے باعث عذاب دیگا پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے طفیل ان کو نکالے گا پھر وہ جیوآن نامی (یعنی ابدی زندگی کی) نہر پر لائے جائیں گے اور اس میں وہ غسل کریں گے پھر جنت میں لیجائے جائیں گے تو جنت میں ان کا نام جہنمی پڑ جائے گا۔ لہذا وہ اللہ تعالے کی طرف اس بارہ میں التجا کریں گے اور اللہ تعالے ان کے اس نام کو مٹا دیگا۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ اللہ تعالے دوزخ میں داخل ہونے والے اہل ایمان اور اہل قبلہ کی ایک جماعت کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے دوزخ سے نکالے گا اور یہ ہی مقام محمود ہے پھر وہ نہر پر لائے جائیں گے جس کو جیوآن کہا جاتا ہے پس وہ اس میں ڈالے جائیں گے تو وہ (تر و تازہ) گکڑیوں کی طرح اس میں (فوراً) اگ آئیں گے (یعنی جلد ان کی شکل اور ان کا رنگ تبدیل ہو جائے گا) پھر اس سے نکل کر جنت میں چلے جائیں گے اور وہاں ان کا نام جہنمی پڑ جائے گا۔ پھر وہ اللہ تعالے سے درخواست کریں گے کہ وہ ان کا یہ نام مٹا دے۔ تو یہ نام ان کا مٹ جائے گا۔ اور اس روایت کے آخر میں عتقاء اللہ زیادہ کیا (یعنی وہ اس نام سے موسوم ہو گئے کہ اللہ کے آزاد کئے ہوئے) امام ابوحنیفہ رح نے اس

Maktaba Tul Ishaat.com

عن ابی روبة شداد بن عبد الرحمٰن عن ابی سعید ؓ

حدیث کو ابی روبہ شداد بن عبد الرحمن سے بھی روایت کیا ہے اور وہ ابی سعید سے روایت کرتے ہیں ؓ

فائدہ۔ شفاعت کے بارہ میں جو ہم معنی احادیث وارد ہیں وہ تواتر کی حد تک پہنچ چکی ہیں ان ہی ابی سعید سے مسلم ایک لمبی حدیث لائے ہیں جو اسی کے ہم معنی ہے۔ بزار ابی ہریرہ سے بسند لفظ حدیث مرفوع روایت کرتے ہیں۔ طبرانی اوسط میں مغیرہ سے مرفوع روایت لائے ہیں اور اوسط میں انس سے۔ الفاظ کا کہیں کہیں قدرے اختلاف ہے۔ مضمون تقریباً ایک ہی ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی کنز مدفون میں شفاعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آٹھ اقسام بیان کرتے ہیں ایک وہ جو شفاعت عظمیٰ کے نام سے موسوم ہے جو تمام انبیاء و رسل علیہم السلام میں آپ ہی کے ساتھ مختص ہے اور وہ اس وقت کی جائے گی کہ ساری مخلوق کے مقدمات فیصل ہوتے ہوں گے۔ دوسری وہ شفاعت جو امت کا حساب جلد لینے کے لئے کی جائے گی۔ چنانچہ ابن ابی الدنیا نے ایک لمبی مرفوع حدیث ان الفاظ سے نقل کی ہے یا رب عجل حسابھم کہ اے میرے رب ان کا حساب جلد لیجئے۔ تو وہ بلائے جائیں گے تیسری وہ شفاعت جو ان لوگوں کے بارہ میں کی جائے گی جنکو دوزخ میں لیجانیکا حکم ہوگا۔ پھر وہ اس شفاعت سے بچ جائیں گے ابن ابی الدنیا نے اس کی بھی ایک مرفوع حدیث میں روایت کی ہے۔ جس میں الفاظ کہ آپ نے فرمایا کہ میری امت کی ایک جماعت کو دوزخ کا حکم ملے گا۔ تو وہ کہنے لگیں گے۔ اے محمد سفارش کیجئے میں فرشتوں سے کہوں گا۔ ذرا ان کو روکے رکھو پھر میں چلا جاؤں گا۔ اور اللہ تعالیٰ سے حاضری کی درخواست کروں گا۔ تو مجھ کو سجدہ کی اجازت ملے گی پھر مجھ سے کہا جائے گا۔ کہ جاؤ اور ان کو نکال لاؤ۔ چوتھی وہ شفاعت جو آپ اپنے چچا سے اہل طبقات کے حق میں فرمائیں گے کہ ان کا عذاب کچھ ہلکا ہو جائے۔ پانچویں وہ شفاعت جو آپ چند قوموں کے بارہ میں فرمائیں گے کہ وہ بلا حساب جنت میں جائیں۔ قاضی عیاض نے اس کا ذکر کیا ہے چھٹی وہ شفاعت جو آپ ان لوگوں کے جنت میں داخل ہونے کے بارہ میں کریں گے۔ جن کو جہنم کا حکم مل چکا ہے ساتویں وہ جنتیوں کے بارہ میں فرمائیں گے کہ ان کے درجات بلند ہوں اور ان کے اعمال سے ان کو اسی شفاعت کو مانتے ہیں۔ آٹھویں وہ شفاعت جو آپ فرمائیں گے ان لوگوں کے حق میں جن کے میزان میں نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں گی اور وہ آپ کی شفاعت سے دوزخ سے نکالے جائیں گے

حماد عن ابی حنیفة عن عطیة العوفی قال سمعت ابا سعید الخدری یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا قال یخرج اللہ تعالیٰ قوما من النار من اھل الایمان والقبلة بشفاعة محمد صلی اللہ علیہ وسلم فذلک ھو المقام المحمود فیموتون حمما فیقال لہ الحیوان فیلقون فیہ

حضرت ابی سعید خدری سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا اور آپ نے فرمایا کہ محمود مقام وہ ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان اور اہل قبلہ کے ایک گروہ کو دوزخ سے نکالنے کا اور بہشت میں مقام محمود دینے کا فیصلہ فرمایا ہے

Maktaba Tul Ishaat.com

فيخرجون كما ينبت الثعاريز ثم يخرجون فيدخلون الجنة فيسمون الجهنميين ثم يطلبون الى الله تعالى ان يذهب عنهم ذلك الاسم فيذهب عنهم ۔

آگ آئیں گے۔ پھر نکل کر جنت میں چلے جائیں گے وہاں ان کا نام جہنمی پڑ جائے گا۔ پھر وہ اللہ کی جناب میں التماس کریں گے کہ وہ ان کا یہ نام مٹا دے۔ تو اللہ تعالے ان کا یہ نام مٹا دے گا ۔

ف امام محمد اس حدیث کو آثار میں لائے ہیں۔ احمد مسلم۔ ابن ماجہ بھی اس کے مثل روایت لائے ہیں۔
یہ حدیث کھلے الفاظ میں بتاتی ہے اور اس کا ثبوت دیتی ہے کہ عقیدہ کا فساد اگر انسان کو کفر کی حد تک نہ پہنچائے تو آخرت میں اس کا نفس ایمان بالآخر اس کو دوزخ سے کھینچ لائے گا۔ اگرچہ اس کا فسق بہت بڑھ چکا ہو۔ اسی لیے رافضیوں، خارجیوں اور معتزلیوں کے بارے میں یہ فیصلہ اقرب الی الصواب ہے کہ اگر انکے عقائد حد کفر تک نہ پہنچیں تو یہ فرقے خلود فی النار کے مستحق نہیں آخر میں دوزخ سے نجات پائیں گے۔

۶۵ حماد عن ابی حنيفة عن عبد الملك عن ابن عباس عن النبی صلے الله عليه وسلم قال يدخل قوم من اهل الايمان يوم القيمة النار بذنوبهم فيقول لهم المشركون ما اغنى عنكم ايمانكم وقتلتم واياكم فى دار واحدة نعذب فيغضب الله عزوجل لهم فيأمر ان لا يبقى فى النار احد يقول لا اله الا الله فيخرجون وقد احترقوا حتى صاروا كالحممة السوداء الا وجوههم فانه لا يرتق اعينهم ولا تسود وجوههم فيؤتى بهم نهرا على باب الجنة فيغتسلون فيه فيذهب كل فتنة واذى ثم يدخلون الجنة فيقول لهم الملك طبتم فادخلوها خالدين فيسمون الجهنميين فى الجنة۔

قال ثم يدعون فيذهب عنهم ذلك الاسم فلا يدعون به ابدا۔

فاذا خرجوا قال الكفار

حضرت عبداللہ بن عباس روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا۔ کہ قیامت کے روز اہل ایمان کی ایک جماعت اپنے گناہوں کے سبب دوزخ میں داخل ہوگی۔ تو ان سے مشرک کہیں گے کہ تم کو تمہارے ایمان نے نفع نہیں پہنچایا۔ کہ ہم تم ایک ہی گھر (دوزخ) میں پڑے عذاب بھگت رہے ہیں۔ اس پر اللہ تعالے کے غیظ و غضب میں جوش آئے گا اور حکم صادر فرمائے گا کہ دوزخ میں ایک لا الہ الا اللہ کہنے والا نہ رہے۔ پس وہ اس حالت میں نکالے جائیں گے کہ وہ جل کر سیاہ کوئلے کی طرح ہو گئے ہوں گے سوائے ان کے چہروں کے۔ کیونکہ ان کی آنکھیں نیلی ہوں گی نہ ان کے چہرے کالے پھر وہ اس نہر پر لائے جائیں گے جو دروازہ جنت پر ہوگی اور اس پر وہ غسل کریں گے تو اس سے ان کی طبیعت کی کثافت اور جسمانی سوزش کافور ہو جائے گی۔ پھر جنت میں پہنچا دیئے جائیں گے۔ تو ان سے رضوان جنت کہے گا۔ کہ پاک ہو گئے تم اب رہو جنت میں ہمیشہ ہمیش۔ جنت میں ان کا نام جہنمی پڑ جائے گا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر وہ جناب باری میں دعا کریں گے تو ان کا یہ نام مٹ جائے گا۔ پھر وہ اس نام سے کبھی نہیں پکارے جائیں گے۔ جب یہ (گناہگار) دوزخ سے نکلیں گے تو کافر کہیں گے

Maktaba Tul Ishaat.com

يَا لَيْتَنَا كُنَّا مُسْلِمِينَ فذلك قول الله تعالىٰ عزّ وجلّ رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كَانُوا مُسْلِمِينَ ۞

کاش ہم بھی مسلمان ہوتے یہی معنی ہیں اللہ تعالےٰ کے اس قول کے ربما یود الذین کفروا لو کانوا مسلمین کہ ایسا اوقات کافر آرزو سے کہیں گے کہ کاش وہ بھی مسلمان ہوتے ۞

ف: اسی آیت قرآنی کے ذیل میں ابن المبارک ابن جریر بیہقی نے انس اور عبداللہ بن عباس سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ دوزخ میں جتنے کافر مسلمانوں اور مشرکوں کو جمع کرے گا تو مشرک کہیں گے کہ جن کی تم عبادت کیا کرتے تھے۔ اس نے تم کو نفع نہیں بخشا۔ اس پر اللہ تعالیٰ غضبناک ہوگا اور ان خطا کاروں کو دوزخ سے نکالے گا۔ ہناد اور سعید بن منصور نے اپنی سنن میں اور بیہقی نے ابن عباس سے یوں نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ شفاعت اور رحم کی بنا پر عاصی مسلمانوں کو جنت میں داخل کرتا رہیگا۔ یہاں تک کہ یہ فرمائے گا کہ جو بھی مسلمان ہو وہ جنت میں جا داخل ہو۔ اسی کی طرف اشارہ ہے اللہ تعالےٰ کے اس قول کا ربما یود الذین کفروا لو کانوا مسلمین اور ابن ابی شیبہ میں سند صحیح سے حضرت جابر سے مرفوع حدیث لائے ہیں (کہ فرمایا آپ نے) کہ میری امت میں سے [illegible] لوگوں کو دوزخ میں عذاب دیا جائے گا۔ جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا۔ پھر پوری حدیث بیان کی اور اس میں کافروں کا یہ قول بھی ہے پھر مسلمانوں کو نکالا جائے گا۔ اور پھر یہ آیت آپ نے پڑھی ربما یود الذین کفروا [illegible] طبرانی نے ابی سعید سے مرفوعاً اسی قصہ کو روایت کیا ہے۔ اس میں شفاعت انبیاء ملائکہ اور مومنین کا بھی ذکر ہے ۞

ابوحنيفة عن حماد عن ابراهيم عن علقمة عن عبد الله بن مسعودؓ قال جاء رجل الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال يا رسول الله هل يبقى احد من الموحدين فى النار قال نعم رجل فى قعر جهنم ينادى بالحنان المنان حتى يسمع صوته جبرئيل عليه السلام فيتعجب من ذلك الصوت فقال العجب العجب ثم لم يصبر حتى يصير بين يدى عرش الرحمٰن ساجدًا فيقول الله تبارك وتعالى ارفع رأسك يا جبرئيل فيرفع رأسه فيقول ما رأيت من العجائب ما لله أعلم بما يراد فيقول يا رب سمعت صوتًا من قعر جهنم ينادى بالحنان المنان

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے [illegible] انہوں نے کہا کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا کہا یا رسول اللہ کیا موحدین میں سے [illegible] دوزخ میں باقی رہیگا فرمایا ہاں ایک شخص [illegible] کے بعد آپ نے فرمایا ہاں ایک شخص [illegible] دوزخ میں پکارتا ہوگا [illegible] کہ جبرئیل علیہ السلام [illegible] کرے جبرئیل علیہ السلام [illegible] تعجب کرے گا [illegible] سجدے میں گر پڑے گا [illegible] فرمائے گا [illegible] جبرئیل سر اٹھا [illegible] کہے گا [illegible] کہ اللہ تعالیٰ [illegible] کہے گا [illegible] کہے گا [illegible] دیکھا ہے [illegible] کہے گا [illegible] سنا ہے [illegible] کہے گا [illegible] پکارتا ہوگا [illegible]

Marfat.com

Maktaba Tul Ishaat.com

فتعجبت من ذلك الصوت فيقول الله تبارك وتعالى يا جبرئيل اذهب الى مالك قل له اخرج العبد الذى ينادى بالحنان المنان فيذهب جبرئيل عليه السلام الى باب من ابواب جهنم فيضربه فيخرج اليه مالك فيقول جبرئيل عليه السلام ان الله تبارك وتعالى يقول اخرج العبد الذى ينادى بالحنان المنان فيدخل فيطلبه فلا يوجد وأنّ مالكًا اعرف باهل النار من الأمّ بها وولادها فيخرج فيقول لجبرئيل ان جهنم زَفَرَتْ زَفْرَةً لا اعرف الحجارة من الحديد ولا الحديد من الرجال فيرجع جبرئيل عليه السلام حتى يصير بين يدى عرش الرحمن ساجدًا فيقول الله تبارك وتعالى ارفع رأسك يا جبرئيل لم لم تجئ بعبدى فيقول يارب ان مالكًا يقول ان جهنم قد زَفَرَتْ زَفْرَةً لا اعرف الحجر من الحديد ولا الحديد من الرجال فيقول الله عز وجل قل لمالك ان عبدى فى قعر كذا وكذا فى سقر كذا وكذا وفى ناديتر كذا وكذا فيدخل جبرئيل فيخبره بذلك فيدخل مالك فيجده مطروحًا منكوسًا مشدودًا ناصيته الى قدميه ويداه الى عنقه واجتمعت عليه الحيات والعقارب ثم يجذبه جذبة اخرى حتى تنقطع منه السلاسل والاغلال ثم يخرجه من النار فيصيره فى ماء الحياة

اے منان مجھ کو اس آواز پر تعجب ہوا۔ اس پر اللہ تعالے فرمائے گا اے جبریل داروغہ جہنم کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ اس آدمی کو نکالے جو حنان اور منان کی صدا بلند کر رہا ہے۔ لہذا حضرت جبریل جائیں گے وہ دوزخ کے کسی دروازہ پر در دازہ کھٹکھٹائیں گے داروغہ نکل کر ان کے پاس آئے گا اور اس سے جبریل علیہ السلام کہیں گے کہ اللہ تبارک وتعالی کا فرمان ہے کہ اس بندہ کو نکالو جو حنان اور منان پکارتا ہے۔ وہ (داروغہ دوزخ) اندر جائے گا اور اس کی تلاش کرے گا مگر اس کو نہ پائے گا۔ حالانکہ داں اپنی اولاد کو اس قدر نہیں پہچانتی جس قدر داروغہ دوزخیوں کو پہچانتا ہے تو حیران ہو کر نکل آئے گا اور حضرت جبریل سے کہے گا کہ دوزخ نے اس وقت ایک ایسی سانس لی ہے (بھڑکی ہے) کہ میں پتھر اور لوہے اور لوہے اور آدمی میں تمیز نہیں کر سکتا۔ حضرت جبریل واپس جائیں گے۔ اور عرش کے سامنے سجدہ میں گر پڑیں گے پھر اللہ تبارک وتعالی فرمائے گا اے جبریل اپنا سر اٹھاؤ کیوں کیا تم میرے بندہ کو نہیں لائے پس وہ کہیں گے اے میرے رب داروغہ جہنم نے کہا کہ دوزخ نے ایک ایسا سانس لیا ہے کہ میں پتھر کو لوہے سے اور لوہے کو آدمی سے تمیز نہیں کر سکتا۔ پس اللہ عزوجل فرمائے گا کہ داروغہ دوزخ سے جا کر کہو کہ میرا بندہ ان ان گڑھوں میں ایسی ایسی پوشیدگیوں میں اور اس اس طرح کے کونوں میں ہے۔ حضرت جبریل جا کر داروغہ کو اس کی خبر دیں گے داروغہ اندر جائے گا اور اس کو پالے گا پڑا ہوا اوندھا اس کی پیشانی قدموں سے بندھی ہوئی۔ اور اس کے ہاتھ اس کی گردن میں پڑے ہوئے۔ سانپ بچھو اس پر لپٹے ہوئے پس داروغہ ایک ایسا جھٹکا دے گا کہ سانپ بچھو اس پر سے گر جائیں گے پھر دوسرا جھٹکا دے گا کہ تمام ہتھکڑیاں بیڑیاں اور طوق ٹوٹ کر گر پڑیں گے پھر اس کو آگ سے نکال کر چشمہ حیات میں

Maktaba Tul Ishaat.com

وید فعه الی جبرئیل فیأخذ بناصیته ویمدّه مدّاً فمامرّ به جبرئیل علیٰ ملاٍ من الملائکة الا وهم یقولون اُفّ لهٰذا العبد حتی یصیر بین یدی عرش الرحمٰن ساجداً فیقول الله تبارك وتعالیٰ ارفع رأسك یا جبرئیل ویقول الله تبارك وتعالیٰ عبدی الم اخلقك بخلق حسن الم ارسل الیك رسولاً الم یقرأ علیك کتابی الم یأمرك وینهاك حتی یقر العبد فیقول الله تعالیٰ فلِمَ فعلت کذا وکذا فیقول العبد یا رب ظلمت نفسی حتی بقیت فی النار کذا وکذا اخریفاً لم اقطع رجائی منك یا رب دعوتك بالحنان المنان و اخرجتنی بفضلك فارحمنی برحمتك فیقول الله تبارك وتعالیٰ اشهدوا یا ملائکتی بانی رحمته ؛

اس کو ڈالے گا۔ اور حضرت جبریل کے سپرد کر دے گا۔ حضرت جبریل اس کو پیشانی سے پکڑ کر کھینچتے ہوئے لے چلیں گے۔ حضرت جبریل اس کو لئے ہوئے فرشتوں کے جس مجمع سے گذریں گے وہ کہیں گے اُف ہے اس بندہ پر پھر جبریل عرش کے سامنے سربسجود ہوں گے اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائیگا۔ اے جبریل اپنا سر اٹھاؤ اور اللہ تبارک و تعالیٰ کہے گا کہ اے میرے بندے کیا میں نے تجھ کو اچھی شکل میں نہیں پیدا کیا۔ کیا میں نے تیری طرف رسول نہیں بھیجا۔ کیا اس نے میری کتاب تجھ پر نہیں پڑھی کیا تجھ کو اچھائی کا حکم نہیں دیا اور برائی سے نہیں روکا۔ بندہ سب باتوں کا اقرار کرتا جائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو پھر تو نے ایسا ایسا کیوں کیا بندہ کہے گا اے میرے رب میں نے اپنی جان پر ظلم کیا کہ جس کی پاداش میں اتنی اتنی میں پڑا رہا۔ اتنے اتنے سال پڑا رہا مگر میں نے تجھ سے اپنی امید نہیں توڑی کہ تجھ کو حنان اور منان کر کے پکارتا رہا۔ اور تو نے اپنے فضل سے مجھ کو نکال لیا۔ تو اب اپنی رحمت کے طفیل مجھ پر رحم فرما اس پر اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائے گا۔ کہ فرشتو گواہ رہو میں نے اس پر رحم کیا۔

ف:- یہ حدیث مذہب معتزلہ کی کھلے الفاظ میں تردید کر رہی ہے اور ثابت کرتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام اولیاء شہداء علماء وغیرہم کی سفارشات سے عاصی موحد کا دوزخ [illegible] اسی طرح اس سے بھی کہ جبار اپنے حق سے دست بردار ہو جائے چنانچہ اس کلام سے [illegible] فرماتا ہے کہ اے فرشتو گواہ رہو میں نے اس پر رحم کیا۔ اور کیوں نہ اس کی [illegible] ہے وسعت رحمتی کل شئی۔ خواہ اول کہیں کیا اس کی بخشش وکرم [illegible] سزا دینی ہو تو اللہ تعالیٰ اپنے انصاف سے نکالے گا۔ بہرحال [illegible] کا مذہب رد ہوا کیونکہ ان کے نزدیک مرتکب کبیرہ تائب اور مرتکب کبیرہ [illegible] ہی نہیں اور کفار اور مرتکب گناہ کبیرہ دوزخ میں جائیں گے مگر ہمیشہ نہیں [illegible] صورت نہیں۔

کہتے ہیں کہ حسن بصری کی مجلس میں [illegible] کہ وہ ایک ہزار سال کی مسافت پر [illegible]

Maktaba Tul Ishaat.com

اور فرمایا کاش میں ہنا دہوتا۔ لوگوں نے تعجب کیا کہ کیا تمنا ہے اور کس قسم کی آرزو تو آپ نے فرمایا افسوس کیا اس کے لئے وہ دن نہیں ہوگا کہ وہ دوزخ سے نکلے گا اور اس میں ہمیشہ نہیں رہے گا۔ غزالی کی منہاج العابدین میں بھی اسی طرح مذکور ہے +

یہ اس شخص کا بیان تھا جو دوزخ سے سب سے آخر میں نکلے گا۔ سیوطی کی الکنز الملفوظ میں ذکر ہے کہ دوزخ میں سب سے پہلے قدم رکھنے والی وہ عورت ہوگی جو یحییٰ علیہ السلام کی قاتل ہوگی جس کا نام زنیہ یا ازمیل تھا۔ یہ ان سے پہلے ستر انبیاء کو قتل کر چکی تھی۔ توریت میں اس کا نام "مقتلۃ الانبیاء" ہے یہ دوزخ میں ایک اونچے مقام پر کھڑی چیختی ہوگی۔ کہ اس کی چیخ کی آواز دوزخ کے اس کنارہ والے سنتے ہوں گے۔ اعاذنا اللہ منہا و من کل کرب عظیم +

۲۹ ح

ابو حنیفہ عن محمد بن منصور بن ابی سلیمان البلخی وحمدان بن یحییٰ بن یزید الطوسی عن القاسم بن امیۃ الحذاء العدنی عن نوح بن قیس عن یزید الرقاشی عن انس بن مالک قال قلنا یا رسول اللہ لمن تشفع یوم القیامۃ قال لاھل الکبائر واھل العظائم منا

حضرت انس کہتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ قیامت کے دن آپ کن لوگوں کی شفاعت فرمائیں گے آپ نے فرمایا اہل کبائر کی اہل عظائم کی اور جنہوں نے ناحق خون کیا +

شرح:۔ اہل کبائر سے ظاہر ہے وہ لوگ مراد ہیں جو گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوئے۔ ان کی شفاعت ہوگی خواہ دوزخ میں جانے سے پہلے یا کچھ سزا بھگتنے کے بعد۔ لفظ عظائم چونکہ ایک عمومی اور اجمالی معنی رکھتا ہے۔ اس لئے اس کے معنی میں چند احتمالات ہیں۔ یا تو یہ کبائر ہی کی تفسیر ہے کوئی مزید یا مختلف معنی نہیں رکھتا۔ یا کبائر سے مراد حقوق اللہ ہوں اور عظائم سے مراد حقوق العباد۔ یا یہ تخصیص بعد التعمیم کی صورت ہو کہ کبائر سے عام گناہ کبیرہ مراد ہوں اور عظائم سے مقصود وہ کبیرہ گناہ ہوں جو اپنے اندر بہت ہی زیادہ بے حیائی رکھتے ہیں مثلاً ترک نماز، زنا کاری، لواطت وغیرہ یا یہ تعمیم بعد التخصیص کی شکل ہو کہ کبائر سے مراد گناہ کبیرہ ہوں۔ اور عظائم سے مراد ہر گناہ خواہ وہ صغیرہ ہو خواہ کبیرہ کیونکہ صغیرہ بھی اللہ کے مقدس بندوں کے نزدیک بڑے ہی ہوتے ہیں جو اللہ کے حکم سے ذرہ برابر انحراف کو اپنے لئے قیامت سمجھتے ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے فرمایا وھو عند اللہ عظیم +

یہ حدیث بھی اس امر کو روز روشن کی طرح واضح کرتی ہے کہ مرتکب گناہ کبیرہ مومن ہے اور مستحق شفاعت کیونکہ کافر کی شفاعت نہ قرآن کریم سے ثابت ہے نہ حدیث پاک سے۔ قرآن مجید کی یہ آیت فما تنفعھم شفاعۃ الشافعین بہ بانگ دہل کہہ رہی ہے کہ کافروں کے لئے شفاعت کا دروازہ قطعی بند ہے اور احادیث یعنی یہ حدیث زیر یا اور احادیث مشہورہ قریب قریب متواتر کے ہیں اس پر دال ہیں۔ مثلاً یہ حدیث کہ شفاعتی لاھل الکبائر من امتی۔ اس کی روایت احمد۔ ابو داؤد۔ ترمذی۔ ابن حبان اور حاکم نے اپنی مستدرک میں ترمذی۔ ابن ماجہ۔ ابن حبان اور حاکم نے حضرت جابر سے اور طبرانی نے حضرت ابن عباس سے اور خطیب نے ابن عمر سے غرض یہ حدیث بھی خوارج۔ معتزلہ اور مرجیہ کے مذہب پر ایک کاری ضرب ہے اور ان کو سراسر لغو باطل اور بے اصل ثابت کرتی ہے +

Maktaba Tul Ishaat.com

حماد عن ابی حنیفۃ عن اسمٰعیل بن ابی خالد وبیان بن بشر عن قیس بن ابی حازم قال سمعت جریر بن عبد اللہ یقول قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انکم سترون ربکم کما ترون ھٰذا القمر لیلۃ البدر لا تضامون فی رؤیتہ فانظروا ان لا تغلبوا فی صلوٰۃ قبل طلوع الشمس وقبل غروبھا۔

قال حماد یعنی الغداۃ والعشی ۔

قیس بن ابی حازم کہتے ہیں کہ میں نے جریر بن عبداللہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عنقریب تم دیکھو گے اپنے رب کو جس طرح تم دیکھتے ہو اس چاند کو چودھویں رات میں نہیں ایذا دیئے جاؤ گے تم اس کے دیکھنے میں بھیڑ یا ازدحام کے باعث پس دھیان رکھو کہ شیطان کے اثر سے کہیں طلوع آفتاب سے پہلے والی نماز نماز فجر اور غروب آفتاب سے قبل والی نماز نماز ظہر وعصر کی ادائیگی سے مجبور نہ ہو جاؤ (کہ ادا نہ کر سکو)

حماد نے ہر دو وقات کی نمازوں کی تفسیر نماز فجر و نماز ظہر وعصر سے کی ہے ۔

ف:- یہ حدیث دو اہم امور دینی پر روشنی ڈالتی ہے ایک مسئلہ رویت کہ مومنین قیامت میں اپنی ان مادی آنکھوں سے خدا تعالیٰ کا دیدار کریں گے، قرآن مجید۔ حدیث پاک اور اجماع صحابہ و تابعین و سلف صالحین سے اس کا ثبوت موجود ہے۔ اس لئے اہل سنت جماعت کا یہی مذہب ہے کہ رویت حق سے اور قطعی الثبوت قرآن میں یوں ارشاد ہے وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربھا ناظرۃ کہ آج کے دن (روز قیامت) کچھ چہرے تر و تازہ ہوں گے اپنے رب کی طرف دیکھتے ہوں گے یہاں رویت کے حقیقی معنی مراد کیوں نہ لیں جبکہ احادیث مشہورہ جو تقریباً متواتر الثبوت ہیں۔ اس کی تائید میں موجود ہیں۔ احادیث میں حدیث دل بھی ہے اور حضرت جریرؓ سے صحاح ستہ اور مسند احمد میں اس معنی کی روایت مذکور ہے کہ عنقریب تم اپنے رب کو دیکھو گے جس طرح تم اس چاند کو دیکھتے ہو نہیں شک کرو گے تم دیکھنے میں پس اگر تم سے ہو سکے کہ مغلوب نہ ہو طلوع آفتاب سے پہلے والی نماز اور غروب آفتاب سے قبل والی نماز کی ادائیگی سے (مراد از کیسو) مزید برآں اجماع امت بھی اس رویت کو حق ثابت کرتا ہے [illegible] کسی عقلمند کو رویت سے انکار کرنے یا اس میں شک کرنے کی گنجائش نہیں رہتی ہے [illegible] جنت میں عورتوں کو رویت نہیں ہوگی کیونکہ فرمان خداوندی [illegible] بھائی ہوئی کے پیش نظر عورتیں پردہ میں ہوں گی یہ بھی سراسر غلط خیال ہے [illegible] نہیں ہوں گے۔ بلکہ عورتیں مردوں کی ہم نشین ہوں گی اور شریک حال کر [illegible] داؤد اور ترمذی نے حضرت عائشہ سے اس کی [illegible] کی ہے۔ اس کے علاوہ یہ کس طرح ممکن ہو سکتا ہے کہ جنت میں حضرت فاطمہ [illegible] حضرت عائشہ صدیقہ جیسی مقدس ہستیاں نہ ہوں اور یہ عورتیں ہوں گی [illegible] اللہ محروم اہل اور دوسرے جنتیوں کے علاوہ [illegible]

Maktaba Tul Ishaat.com

ذات مومن کی عقل میں کس طرح سما سکتی ہے۔ پھر قرآن کی آیت اور روایات کے الفاظ عام ہیں یعنی کہ سب مومن جنت میں خدا تعالیٰ کو دیکھیں گے ان میں مردوں کی تخصیص کہاں تو کیا ضرورت پیش آئی کہ الفاظ کے عموم سے نظر بند کر کے تخصیص کا قول کریں ؛

بعض کہتے ہیں کہ رویت فرشتوں اور جنوں کو نہیں ہوگی۔ اس خیال کی صحت کی بھی کوئی وجہ معقول نہیں ہے ؛

فلاسفہ۔ خوارج۔ معتزلہ اور بعض مرجیہ رویت میں سخت اختلاف کرتے ہیں۔ یہ عقلی پیچیدگیوں۔ اور اصولی بندشوں میں الجھ کر رہ جاتے ہیں کہتے ہیں کہ رویت کے لئے مکان۔ جہت۔ مقابلہ۔ لون وغیرہ درکار ہیں جو صفات جسام ہیں اور جن سے ذات باری منزہ و بری ہے پھر رویت کس طرح ممکن ہو۔ سچ ہے عقل کے گھوڑے دوڑانے والے دین کے سیدھے سمجھ راستہ میں ٹھوکریں کھاتے ہیں اور عقل کے پیچھے اور پرخم راستہ میں یہ خوش رہتے ہیں۔ یہ اتنا نہیں سمجھتے کہ یہ سب شرط عادۃ رویت کے لئے ضروری نہیں۔ یہ شرط عقلیہ نہیں کہ بغیر ان کے رویت ممکن نہ ہو کیا خدا تعالیٰ نعوذ باللہ اس سے عاجز ہے کہ ان مادی آنکھوں کو مجرد کی رویت کی طاقت دے جس طرح اس نے عقل میں یہ قابلیت پیدا کی کہ وہ مجرد کا ادراک کر سکے وہ آنکھوں کو بھی یہ اہلیت دے سکتا ہے کہ وہ مجرد کو دیکھ سکیں ؛

دوسرا امر جس سے یہ حدیث بحث کرتی ہے وہ فلسفہ نماز ہے۔ نماز کی تمام تر خوبی اس میں مضمر ہے کہ نماز گویا خشوع و خضوع کا ایک مرقع ہو۔ اور پیشگان الٰہی میں حضوری کی ایک تصویر ہو۔ نماز دراصل یہ ہے کہ چہرہ کا رخ اگر قبلہ کی طرف ہو تو دل کا رخ ذات خداوندی کی طرف ہو۔ چہرہ کی آنکھیں سجدہ گاہ پر جمی ہوئی ہوں تو دل کی آنکھیں ذات باری پر۔ بلکہ بمطابق فرمان نبوی کانک تراہ یہ نقشہ ہو کہ چہرہ کی آنکھیں ذات باری پر قائم ہیں اور مشاہدہ قلبی کے ساتھ ساتھ مشاہدہ عینی بھی ہے جس طرح کسی محبوب کے دیدار سے آنکھوں کو ٹھنڈک اور دل کو مسرت نصیب ہوتی ہے اسی طرح نماز میں یہ کیفیت پیدا ہونے لگے چنانچہ خود اپنی نماز کی ترجمانی فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا قرۃ عینی فی الصلوٰۃ کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ زبان ہمکلامی کا مزہ لوٹے آنکھیں دیدار کا لطف لوٹیں دل تصور یار کا۔ یہی درحقیقت وہ نماز ہے جس کو معراج المومنین سے تعبیر فرمایا کہ یہ بیک وقت ملاقات کے سارے پہلوؤں پر مشتمل ہے۔ لہٰذا اسی حقیقت کے پیش نظر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ رویت حقیقی گو آخرت میں ہوگی مگر اس کی اہلیت یہیں دنیا سے اپنے اندر پیدا کرو کہ نمازوں کی سخت پابندی کرو۔ پھر نمازوں میں بھی صرف تین نمازوں کو تاکید سے مخصوص فرمایا۔ کیونکہ یہ ہر سہ نمازیں نماز ہی پر اکثر شامل ہوتی ہیں اور کچھ ہی۔ صبح کی نماز میں میٹھی میٹھی نیند سے ہے کہ ایسے وقت صرف دیدار الٰہی کا سچا عاشق اور متوالا ہی بستر راحت کو چھوڑ کر نماز کی طرف رخ کرتا ہے اور نیند کے مزہ کو نماز کے مزہ پر قربان کرتا ہے اسی طرح ظہر کی نماز میں صبح سے دوپہر تک کے کام کاج کی تکان و درماندگی سے انسان دوچار ہوتا ہے اور دل مشورہ دیتا ہے کہ تھوڑی دیر آرام کیجئے اتنے میں وقت ختم ہو لیتا ہے۔ اس سے بھی اہم سوال عصر کی نماز کا ہے کہ دن بھر کے سودا سلف کا یہ خاص وقت ہے۔ تمام کام سمٹ کر اس وقت جمع ہوتے ہیں۔ بازاروں میں چہل پہل رونق

Maktaba Tul Ishaat.com

بڑھتی ہے سب لوگ بازار ہاٹ میں دکھائی دینے لگتے ہیں۔ ادھر مسجدوں میں نمازیوں کی تعداد گھٹتی ہے۔ اور مسجد کی رونق گھٹائی میں پڑتی ہے یہ ہی وجہ ہے کہ اوقات نیچگانہ میں مسجدوں میں عصر کے وقت نماز کم دکھائی دیتے ہیں۔ مگر جو اثر کے دیدار کا حقیقی دلدادہ ہوتا ہے وہ ان نمازوں میں بھی تمام دنیوی رکاوٹوں۔ اور طبعی بندشوں کو توڑ کر نماز کی طرف رخ کرتا ہے اور اللہ کا دیدار کر کے دل کو شاد کرتا ہے۔ چنانچہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان نمازوں کی اسی اہمیت کو مدنظر رکھ کر ان پر پابندی کرنے کی خاص تاکید فرمائی۔ جو ان پر پابند ہو جائے گا وہ دوسری نمازوں پر لامحالہ پابندی دکھائے گا۔

كِتَابُ الْعِلْمِ

بَابُ فَرْضِيَّةِ طَلَبِ الْعِلْمِ

کتاب العلم

طلب علم کی فرضیت کے بیان میں

ابوحنيفة عن حماد عن ابی وائل عن عبد الله قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم طلب العلم فريضة على كل مسلم۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ علم کا سیکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

ف: علم اپنے مختلف شعبہ جات میں بٹا ہوا ہے اور ہر شعبہ کی فرضیت و عدم فرضیت احتیاجات ہر شخص کی طرف عائد ہوتی ہے۔ مثلاً علم ایمان یا ارکان اسلام اور ان کے فرائض سے مکلف عاقل بالغ مرد و عورت آزاد و غلام پر فرض عین ہے۔ ان کو کسی حال میں اس کی فرضیت سے سبکدوشی نہیں [illegible] اسی وقت ہر شخص پر فرض ہوتا ہے کہ وہ ان خاص خاص معاملات سے دوچار ہونے [illegible] سے وابستگی رکھتا ہے تو اس کے ضروری مسائل سیکھنے اس کے لئے ضروری ہیں [illegible] ہے تو ان کے زیادہ تر پیش آنے والے جزئیات کو جاننا اس کے لئے لابدی ہے [illegible] ہے تو اس کے متعلق مسائل حاصل کرنا اس کے لئے ناگزیر ہے۔ علی ہذا القیاس [illegible] جن کی ضرورت عام طور پر شہروں اور آبادیوں میں پیش آتی ہے تو یہ شخص پر فرض [illegible] ہے یعنی یہ کہ اگر پوری آبادی میں سے ایک شخص سیکھ لے تو سب پر سے فرض [illegible] کی طرف پیش قدمی نہ کرے تو سب پر فرض کا لوٹ [illegible] کی مثال ایسی ہے کہ مثلاً قرآن مجید میں تحفظ کرنا [illegible] مکمل پورے قرآن کو یاد کرنا فرض کفایہ ہے اور سنت علی [illegible] فرض عین

یہ حدیث مختلف طرق سے مروی ہے ابن عدی نے اپنی کامل میں [illegible] انس سے اس کی روایت کی ہے خطیب نے [illegible] میں حضرت [illegible] میں ابن عباس ابن مسعود اور ابی سعید سے [illegible] بن علی سے اور فوائد میں ابن عمر سے [illegible] آئی ہے ابن ماجہ نے بھی حضرت انس سے [illegible] روایت کی ہے [illegible]

Maktaba Tul Ishaat.com

بطرق مختلفہ مروی ہے جس کی وجہ سے یہ حسن کے درجہ سے نہیں گر سکتی۔ اس لئے ملا علی قاری نے کہا ہے۔ کہ چونکہ یہ حدیث طرق مختلفہ متعددہ سے نقل کیا ہے۔ اس کو کم از کم حسن ماننا لازمی ہے۔ لہذا اس کو ضعیف کہنا کوئی معنے نہیں رکھتا۔ جس طرح نووی نے بیہقی کی متابعت میں کہدیا ہے عراقی نے کہا ہے کہ بعض علماء نے اس کے بعض طرق کو صحیح بھی بتایا ہے۔ منذری نے بتایا ہے کہ یہ حدیث اتنے طرق سے مروی ہے جو اس کو درجہ حسن تک پہنچاتے ہیں ۔

۲۲ ۲۲

ابو حنیفۃ عن ناصح عن یحیی عن ابی سلمۃ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم ۔

ابی ہریرہ رضؓ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علم کا سیکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے ۔

ف:۔ یہ حدیث الفاظ و معنی میں پچھلی حدیث کی تکرار ہے ۔

فضیلت علم میں بہت سی حدیثیں مروی ہیں مثلاً دیلمی نے اپنی مسند میں حضرت ابن عباس سے مرفوع حدیث بیان کی ہے کہ علم کا طلب کرنا اللہ کے نزدیک نماز۔ روزہ۔ حج۔ وجہاد فی سبیل اللہ سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے اسی طرح یہ حدیث کہ ایک ساعت کا علم سیکھنا شب بیداری سے بہتر ہے اور علم کا طلب کرنا ایک دن تین ماہ کے روزوں سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔ ابن عدی۔ بیہقی اور ابن عبد البر نے انس سے مرفوع حدیث بیان کی ہے کہ علم کو طلب کرو اگرچہ وہ چین میں حاصل ہو سکے ۔

باب ۱۳ فضیلۃ التفقہ — تحصیل فقہ کی فضیلت کا بیان!

۳۳ ۳۳

قال ابو حنیفۃ ولدت سنۃ ثمانین وحججت مع ابی سنۃ ست وتسعین وانا ابن ست عشرۃ سنۃ فلما دخلت المسجد الحرام ورأیت حلقۃ عظیمۃ فقلت لابی حلقۃ من ھذہ فقال حلقۃ عبد اللہ بن الحارث بن جزء الزبیدی صاحب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فتقدمت فسمعتہ یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من تفقہ فی دین اللہ کفاہ اللہ تعالیٰ ھمہ ورزقہ من حیث لا یحتسب ۔

ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ۸۰ھ میں پیدا ہوا اور اپنے والد کے ہمراہ ۹۶ھ میں میں نے حج ادا کیا۔ اس وقت میری عمر سولہ سال کی تھی۔ جب میں مسجد حرام میں گیا تو بہت سے لوگوں کو حلقہ بنائے بیٹھے دیکھا۔ میں نے اپنے والد سے پوچھا۔ یہ حلقہ کن بزرگ کی خاطر ہے۔ انہوں نے فرمایا یہ حلقہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی عبد اللہ بن حارث بن جزء الزبیدی کا ہے۔ پس میں آگے بڑھا اور ان کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص نے اللہ کے دین کا گہرا علم حاصل کیا۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے مقاصد دینی و دنیوی کا ذمہ دار ہو گیا اور اس کو ایسے راستہ سے رزق پہنچائے گا جہاں سے اس کو گمان نہ ہو گا ۔

Maktaba Tul Ishaat.com

ف: عبداللہ بن حارث کی وفات میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے کہ ان کی وفات کہاں سے ۷۰ھ تک کے درمیان کسی سال ہوئی تو گویا امام صاحب کی عمر ان کی وفات کے وقت پانچ سات سال کے درمیان تھی اور ان کا حج ان کے والد کے ہمراہ ۹۶ھ میں ہوا۔ تو یوں امام صاحب کی ملاقات حضرت عبداللہ سے ثابت نہیں ہوتی۔ مگر برہان الاسلام حسین بن علی بن حسین غزنوی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن حارث کی وفات ۹۹ھ میں ہوئی۔ لہٰذا اس حقیقت کے پیش نظر ملاقات قرین قیاس ہے اور روایت بالکل ممکن ہے۔

فرمان نبوی میں کفایۃ اللہ تعالیٰ لھم سے دنیا و آخرت ہر دو جہان کی ذمہ داری مراد ہے۔ اس طرح دوسری حدیث میں وارد ہے کہ فرمایا کہ جس نے اپنے سارے غموں کو سمیٹ کر ایک غم بنا لیا (وہ غم آخرت ہے) تو اللہ تعالیٰ اس کے ہر دو جہان کے غموں اور فکروں کا ذمہ دار اور کفیل ہو گیا۔ اور رزقہ من حیث لا یحتسب کے اشارہ اس فرمان خداوندی کی طرف ہے: ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب۔ خطیب نے اپنی تاریخ میں زیاد بن حارث ابدائی سے مرفوع روایت کی ہے من طلب العلم کفاہ اللہ لوزق۔ کہ جس نے علم سیکھا اللہ اس کے رزق کا کفیل ہو گیا۔

ابوحنیفة عن اسمٰعیل عن ابی صالح عن ام هانئ قالت قال رسول الله صلی الله علیه وسلم یا عائشة لیکن شعارك العلم والقرآن

ام ہانی سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ کو خطاب فرمایا کہ اے عائشہ علم و قرآن کو اپنا شعار بنا لو۔

ف: یہ حدیث گو مختصر ہے مگر جامع الفاظ میں علم و قرآن کی اہمیت و فضیلت کو ذکر کیا ہے۔ اور یہی تفصیل اپنے اندر لئے ہوئے ہیں یعنی علم و قرآن سے تمسک اور اس کی دل بستگی و دلبستگی اس میں مذکور اعمال میں مشغولیت تو ان کے تمسک میں اس طرح ثابت ہوا اور اس کے لیے اس میں ایسے اعمال ذکر فرمائے جن سے ان کی اہمیت اور ان کا طریقہ امتیاز۔

باب ۳۴ فضیلة اهل الذکر

اہل ذکر کی فضیلت کا بیان

ابوحنیفة عن علی بن الاقمر عن النبی صلی الله علیه وسلم مر بقوم یذکرون الله تعالیٰ فقال انتم من الذین امرت ان اصبر نفسی معهم وما جلس هؤلاء من الناس فیذکرون الله الا حفتهم الملائکة باجنحتها وغشیتهم الرحمة وذکرهم الله فیمن عنده

علی بن اقمر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ کا گزر ایک قوم پر ہوا جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہی تھی آپ نے فرمایا کہ تم وہ لوگ ہو جن کے ساتھ رہنے کا مجھے حکم دیا گیا ہے۔ اور نہیں بیٹھے ہیں یہ لوگ مگر یہ کہ ان کو گھیر لیتے ہیں فرشتے اپنے بازوؤں سے اور ڈھانپ لیتی ہے ان کو رحمت اور ذکر کرتا ہے اللہ ان کا ان لوگوں میں جو اس کے پاس ہیں۔

Maktaba Tul Ishaat.com

ف:- اس حدیث کو ترمذی۔ ابن ماجہ نے ابی ہریرہ اور ابی سعید سے باضافہ ونزلت علیہم السکینۃ روایت کیا ہے یعنی ان پر طمانیت وسکون کا پرتو ہوتا ہے اور دلیں جو خواہشات نفسانی کا ایک طوفان برپا ہوتا ہے۔ وہ فرو ہوتا ہے اور ذات آلہی سے وابستگی اور اسی سے دل بستگی والفت پیدا ہوتی ہے اسی طرف اشارہ باری ہے الا بذکر اللہ تطمئن القلوب کہ دلوں کو اطمینان ذکر اللہ سے نصیب ہوتا ہے یعنی اطمینان قلبی کا نسخہ ذکر آلہی سے بہتر کوئی نہیں۔ ذکر ہی کی برکت سے انسان رحمت خداوندی کا فرودگاہ اور جائے نزول بنتا ہے۔ پھر فرمایا وذکرھم اللہ فیمن عندہ یہ تذکرہ مقرب فرشتوں کے سامنے محض فخر ومباہات کے طور پر ہوگا کہ بندوں کی خداشناسی اور خدا ترسی پر ان کے روبرو مسرت ظاہر کیجائے اور اس راز کا انکشاف کیا جائے جو ان کی خلقت میں ابتدائے آفرینش سے مضمر تھا اور کارفرما۔ اور جس سے غفلت برتتے ہوئے فرشتے تخلیق انسان پر بالفاظ اتجعل فیہا من یفسد فیہا سے نکتہ چینی کی حد پر اتر آئے تھے کہ اے فرشتو یہ وہی انسان تو ہے جن میں تم کو فساد انگیزی اور خونریزی کے عیوب دکھ رہے تھے آج یہ وہی ہیں کہ کس جذبہ وشوق سے ذکر آلہی میں مشغول ہیں اور رحمت آلہی ان پر لوٹی پڑتی ہے۔

۳۶ ح ۲

ابوحنیفۃ عن حماد عن ابراھیم عن علقمۃ عن عبد اللہ ابن مسعودؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یجمع اللہ العلماء یوم القیمۃ فیقول انی لم اجعل حکمتی فی قلوبکم الا وانا اریدبکم الخیر اذھبوا الی الجنۃ فقد غفرت لکم علی ما کان منکم ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رض کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ بروز قیامت علماء کو ایک جگہ اکٹھا کرے گا اور ان سے خطاب فرمائے گا کہ میں نے تمہارے دلوں میں حکمت (علم کتاب وسنت) رکھنا محض تمہارے ساتھ خیر وبھلائی کے ارادہ پر مبنی تھا۔ تو جاؤ جنت میں۔ میں نے تمہارے گناہ بخش دیئے وہ جو کچھ بھی تھے ۔

ف:- اسی سلسلہ کی مرفوع حدیث ابوبکر بن ابی عاصم اور اصبہانی ابی موسیٰ سے روایت کرتے ہیں جس کا مضمون یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بروز قیامت بندوں کو اٹھائے گا۔ پھر ان میں عالموں کو چھانٹے گا اور ان کو خطاب فرمائے گا۔ کہ اے عالموں کے گروہ میں نے کچھ جان کر تم کو علم دیا تھا اور علم اس لئے نہیں دیا تھا۔ کہ تم کو عذاب دوں۔ پس جاؤ میں نے تم سب کو معاف کیا۔ اسی طرح طبرانی ثقہ رجال سے اور ٹھیک سند سے ثعلبہ بن حکیم سے مرفوع حدیث لائے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ بروز قیامت جب اللہ تعالیٰ بندوں کے فیصلہ کے لئے کرسی عدالت پر رونق افروز ہوگا تو علماء سے فرمائے گا کہ میں نے تم کو علم وحکمت سے اس ارادہ سے نوازا تھا۔ کہ تمہارے گناہ معاف کردوں۔ وہ جو کچھ بھی ہوں۔ اور میں اس کی پروا نہیں کرتا ۔

فرمان رسالت میں فی قلوبکم سے اس حقیقت کی طرف رہنمائی کرنا ہے کہ علم وہ معتبر ہے جو دل میں جگہ لے اور وہ ہی تقویٰ اور خوف آلہی کا سبب بنتا ہے۔ ابن ابی شیبہ اور حکیم نے حسن سے مرسل اور خطیب نے انہیں سے پھر جابر سے مرفوع روایت کی ہے کہ علم دو انواع پر تقسیم ہے ایک وہ جو صرف زبان پر جاری رہا دل میں گھر نہ کرے۔ اللہ کے لئے بندہ کے خلاف حجت بنتا ہے۔ دوسرا علم وہ جو صرف دل میں جڑ پکڑے

Maktaba Tul Ishaat.com

یہ علم نفع بخشتا ہے۔ دیلمی نے مسند الفردوس میں حضرت علی سے روایت کی ہے کہ جو علم میں آگے بڑھے مگر دنیا میں ترقی نہ دکھلائے تو یہ اللہ کی ذات سے دوری سوتا جائے گا ؛

باب ۱۵ فی التغلیظ فی عمد الکذب علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف قصداً جھوٹ بات کی نسبت کرنے پر سنگین دھمکی !

ابوحنیفۃ عن القاسم عن ابیہ عن جدہ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من کذب علیّ متعمداً فلیتبوأ مقعدہ من النار قالہا قال فلیتبوأ مقعدہ من النار

حضرت ابوبکر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے میری طرف قصداً جھوٹ کی نسبت کی یا کہی (میرے متعلق) وہ بات جو میں نہ کہی تو وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنا لے

نوٹ: یہ حدیث مشہور ہے اور قریب ہے کہ تواتر کی حد تک پہنچے بلکہ اجلہ محدثین اس کے تواتر کے قائل ہو گئے ہیں کہ ساٹھ سے کچھ اوپر صحابہ سے یہ حدیث مروی ہے چنانچہ ارشاد الساری میں ہے وھو حدیث فی غایۃ الصحۃ وکفایۃ القوۃ وقد اطبق النقل بتواترہ واجماعہ کہ یہ حدیث صحت و قوت میں اس درجہ پر فائز ہے اور ایک جماعت نے اس کے متواتر ہونے کا قول کیا ہے صحاح ستہ، حاکم، طبرانی، دارقطنی، خطیب اور دوسروں نے متعدد روایات سے اس حدیث کو بیان کیا ہے بلکہ بعض نے اس حدیث کو اسی الفاظ سے روایت کیا ہے کہ من کذب علیّ الخ کے الفاظ ہیں اور کسی میں من قال ما لم اقل الخ ہے +

یہ حدیث ذیل کے مسلمہ مسئلہ کو متضمن ہے کہ کوئی شخص اپنی کم سنی یا اپنے والد سے روایت نہیں سنی لیکن راوی حسب لقہ ہو اور قابل حجت دوسری صحابہ کے متعلق میں ہو تو اس کی روایت کو قبول کیا جائے گا اور کبھی نہیں رہتا۔ وہ یہ کہ تمام صحابہ ثقہ تھے کما قال ابن عبد اللہ بن مسعود سے۔ ابوداؤد نے بھی اس کی تخریج اسی طریق سے کی ہے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھنے پر سخت دھمکی اور سنگین وعید میں یہ بات شامل کر دینا کہ جو بات نبی کی طرف منسوب کرنے کا مرتکب ہے جس کے گناہ اور پاداش کا اندازہ نہیں ہو سکتا کہ یہ بات ثابت کرنے کے لئے ہے کہ دین کا بھی بہت بڑا ثواب ہے تو وہ بھی اس میں غلط بات کو وضع کرنے کا جرم قرار دیا ہے کیونکہ حدیث ہی قرآن کے بعد دین کی بنیاد ہے اگر اس میں غلط سلط باتیں شامل ہو جائیں تو دین کا شیرازہ بکھر جائے اور حدیث سے دین کا جو ڈھانچہ اور سانچہ ہے وہ بالکل

Maktaba Tul Ishaat.com

حدیثیں بنانے والے اور گھڑنے والے پیدا ہو گئے تھے۔ ان کا کام ہی یہ تھا کہ حدیثیں گھڑیں اور یوں دین کی چلتی ہوئی عمارت میں روڑا اٹکائیں۔ گویا یہ دین کو پارہ پارہ کر دینا چاہتے تھے۔ مگر اللہ جزا دے ان ناقدین رواۃ اور ماہرین اسمائے رجال کو جنہوں نے ہر شخص کے حالات میں ایسی چھان بین کی کہ گویا بال کی کھال نکالی۔ اور جھوٹے کو سچے سے الگ کر کے رکھ دیا۔ احادیث کے انواع مقرر کیے اور تمام احادیث کو انہیں انواع کے تحت رکھا اور ترتیب دی تاکہ کسی کو خلط ملط کرنے کی گنجائش نہ رہی۔ اگر محدثین یہ جان توڑ کوششیں اس سلسلہ میں نہ فرماتے تو سارا حدیث کا ذخیرہ نعوذ باللہ ایک بے ثبات تاریخی ذخیرہ ہو کر رہ جاتا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہمیشہ ہمیش کیلئے پردہ تاریکی میں چھپ جاتی۔

لو حنیفۃ عن عطیۃ عن ابی سعیدؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کذب علی متعمداً فلیتبوأ مقعدہ من النار رواہ ابوحنیفۃ عن ابی سُرَاقَۃَ عبد اللہ بن عبد الرحمن عن ابی سعیدٍ۔

حضرت ابوسعیدؓ نے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس نے قصداً مجھ پر جھوٹ بات باندھی تو وہ دوزخ میں اپنا ٹھکانا ڈھونڈ لے۔ ابوحنیفہؒ نے ابی سراقہ عبد اللہ بن عبد الرحمن سے بھی اس کی روایت کی ہے اور انہوں نے حضرت ابوسعید سے۔

لفظ متعمداً صیغہ امر ہے جس کے معنی بظاہر صحیح نہیں بیٹھتے کیونکہ دوزخ میں بھول تو کوئی کیوں بنائے گا۔ ڈھونڈنے لگا جبکہ ہر شخص اس ہولناک مقام سے راہ گریز اختیار کرتا ہے یوں غفلت میں کوئی کچھ بھی کر گذرے مگر جب اس ہیبت ناک مقام کا خیال دل میں سماتا ہے تو لرزہ براندام ہوتا ہے اور اس سے خلاصی کا طریقہ چاہتا ہے اس لئے اس میں اپنے لئے جگہ تلاش کرنا کجا۔ پھر پیاس کے اختیار میں بھی نہیں ہوتا اور اس کے درجات کا انتخاب خدا تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے۔ انسان اس میں محض عاجز ہے اور بے بس۔ اس وجہ بعض کہتے ہیں کہ امر بدعا کے معنی میں ہے یعنی ارشاد نبوی ہے کہ جو شخص میرے بارہ میں ایسی جرأت و جسارت سے کام لے کہ بقصد و ارادہ میری ذات کی طرف جھوٹ بات کی نسبت کرے تو وہ اپنے لئے گستاخی کو دوزخ میں جگہ ملے اور جہنم ہی اس کا ٹھکانا بنے بعض کا خیال ہے کہ امر بمعنی خبر ہے یعنی خبر دی جا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ میں ٹھکانا دے گا۔ اور اس کے رہنے کا وہی مقام ہو گا چنانچہ دوسری روایت میں بلجو النار ہے۔ یعنی وہ دوزخ میں داخل ہو گا ایک اور روایت میں اس طرح ہے بنی لہ بیت فی النار کہ اس کے لئے دوزخ میں گھر بنایا جائے گا۔ لیکن اگر انسان اس کلام کی گہرائی تک پہنچے اور معنی کی لطافت۔ اور خوبی کلام پر نظر ڈالے تو سمجھے گا کہ امر یہاں اپنے حقیقی معنی میں بولا گیا ہے نہ بدعا یا خبر کے معنی میں اور اس صورت میں مطلب و معنی کی خوبی دوبالا ہو جاتی ہے۔ حقیقت میں یہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بات جوڑنے پر سخت دھمکی و تہدید مقصود ہے اور اسی غرض کلام کے ماتحت اس کو ڈالتے ہوئے اور اس پر لنکر کستے ہوئے فرمایا جا رہا ہے کہ یہ سنگین جرم بھول کر بھی کرنے کا نہیں تھا۔ گویا اس گستاخ نے اس کو بھول کر نہیں بلکہ جانکر کیا تو اب اس کو اس کی سزا دوزخ میں کبھی اپنے قصد و ارادہ کو کام میں لانا چاہئے اور وہاں کی کوئی جگہ جو اس کو پسند آئے چھانٹ لینی چاہئے بجائے اس کے کہ کوئی اور اس کے

Maktaba Tul Ishaat.com

لئے وہاں جگہ مقرر کرے۔ یہ حقیقت جب سامنے آئی تو ذرا سوچئے کہ اگر یوں سیدھے سادے الفاظ میں کہدیا جاتا کہ ایسے گنہگار کا مقام مزاد وزخ ہے تو بات مستقبل میں آنے والے ایک واقعہ کو ظاہر کرتی۔ معنی و مطلب میں یہ لطافت پیدا نہیں کرتی نہ مجرم کو اتنا خفیف اور شرمندہ کرتی۔

۳۹ ۳۲

حماد عن ابی حنیفة عن **عطیة** العوفی عن ابی سعید الخدری قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعده من النار قال عطیة واشهد انی لم اکذب علی ابی سعید وان ابا سعید لم یکذب علی رسول الله صلی الله علیه وسلم

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس نے مجھ پر جھوٹ بولا وہ دوزخ میں اپنا ٹھکانا بنالے۔ عطیہ نے کہا گواہی دیتا ہوں (قسم کھاتا ہوں) کہ میں نے ابو سعید پر جھوٹ نہیں بولا اور نہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر۔

فقہ یہ سلسلہ وعید کی وہ بنیادی حدیث ہے جس کے پیش نظر بعض کبار صحابہ اور بعض ائمہ عظام نے روایت حدیث سے حتی الوسع کنارہ کشی کی اور آنحضرت کی بات کو نقل کرتے ہوئے لرزتے کانپتے اور خوف زدہ ہوتے رہے یہاں تک کہ تقلیل حدیث یعنی حدیث کم بیان کرنا ان کی سوانح کا ایک ناقابل تردید واقعہ بن گیا اور ان کے مناقب کا طرۂ امتیاز ہوا۔ یہ بزرگ حالات سے مجبور ہو کر جب آنحضرت سے کوئی بات نقل کرتے خوف الٰہی کا ایک عالم طاری ہو جاتا صرف اس لئے کہ کہیں اس وعید کے مصداق نہ بن جائیں۔ اور زبان آخر ہے تو کوشش یہ رہتی کہ ضبط و احتیاط کی وجہ صداقت سے نہ ہٹ جائے۔ اور آنجناب کی ذات کی طرف اس بات کی نسبت کر بیٹھے جو آپ نے نہیں فرمائی۔ چنانچہ نقل ہے کہ عبداللہ بن دینار بیروایت کم کرتے اور اسی حدیث کو پیش نظر رکھتے۔ بعض طرق روایت میں یوں آیا ہے کہ آپ سے عرض کیا گیا کہ حضرت ہم آپ کو حدیث بیان کرتے ہوئے کبھی کبھی پاتے ہیں جبکہ فلاں فلاں اور ابن مسعود نے حدیث بیان کی۔ یعنی آپ کی طرف نسبت نہیں کرتے ہیں پھر آخر اس احتیاط کا کیا منشا ہے۔ سائل سے فرمایا اے صاحبزادے جب سے میں [illegible] جدا نہ ہوا لیکن میں نے آنجناب کو یہ کہتے ہوئے سنا من کذب علی متعمدا [illegible] ان کی روایت میں متعمدا کا لفظ نہیں لہٰذا اس حدیث کی وعید [illegible] تھی۔ اشاعت دین کے بڑھتے ہوئے جوش کو ایک [illegible] کر نہیں گھٹایا۔ کبھی ان کی ذات کو سبب [illegible] نہ کیا۔ اور نہ کبھی [illegible] طبقہ میں حضرت ابوبکر صدیق کی مقدس ذات پر نظر ڈالئے اور ان کے حالات سامنے لائیے [illegible] مرویات ہیں اور دیگر صحابہ سے کس قدر کم ہیں۔ اس کی وجہ جانکاہی کے سوا کیا ہے کہ ان کو سماع حدیث [illegible] شرف صحبت کم نصیب تھا العیاذ باللہ۔ بلکہ اس کی نشانی تھی کہ ان بزرگوں پر خشیۃ اللہ کا غلبہ تھا روایت سے پہلے اجر کی امید نہیں رکھتے تھے کہ مذہب کے نقشہ کو سامنے لاتے اور احتیاط کی طرف [illegible] حالانکہ آپ ہوتے تو اب کشائی کرتے اور وہ سکوت [illegible] رکھتے نہیں تو اس کی وجہ سمجھ کسی سے سمجھ کو شک ہو سکتا ہے۔ اب یہاں [illegible]

Maktaba Tul Ishaat.com

یا عبداللہ بن عمرو بن عاص وغیرہ تو ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است" - ان بزرگوں پر کوئی اور رعب چھایا ہوا تھا کیونکہ ان کے سامنے وہ احادیث تھیں جن میں علم چھپانے پر سخت تہدید آئی ہے کہ قیامت میں ایسے شخص پر آگ کی لگام لگائی جائے گی - جو دنیا میں اپنا علم دین لوگوں سے چھپاتا تھا - اور بتانے میں بخیلی کرتا تھا یہ بھی از سر تا پا خوف الٰہی میں ڈوبے ہوئے تھے - مگر انداز میں فرق ہے اور ذرا سے نظریہ کا اختلاف - کوئی خدائے قہار کے کسی تیور سے لرزتا اور کانپتا تھا اور کوئی کسی سے -

ائمہ عظام میں ہم عمر میں بزرگ ترین زمانہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے قریب ترین امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی مثال سامنے رکھتے ہیں کہ بعض ناسمجھ مذکورہ بزرگوں کے حالات سے علمی چشم پوشی کرتے ہوئے یا یوں کہئے کہ اپنی ناواقفیت اور کوتاہ علمیت کا ثبوت دیتے ہوئے کہہ بیٹھتے ہیں کہ امام صاحب سے احادیث کا کم مروی ہونا (خدا کی پناہ) ان کی کوتاہی علم یا کمتری معلومات کی نشانی ہے کیا عجب ہے بلکہ قرین قیاس ہے اور موافق عقل کہ آپ اس وعید کی شدت کے پیش نظر زیادتی روایت سے پرہیز فرماتے ہوں کیونکہ آپ صحابہ کو بہت نزدیک سے دیکھ رہے تھے اور انکے حالات جو آپ پر روشن تھے وہ بعد کے آنے والے پر نہیں - آپ حدیث کی روایت سے حتی الوسع اجتناب کرتے اور صحابہ کے زیادہ تر عمل کو پیش نظر رکھتے اور اسی کو معیار مذہب ٹھہراتے - ورنہ آپ کے تبحر علمی پر کس کو شک ہو سکتا ہے - جبکہ آپ کی پیدائش کوفہ میں ہوئی ہو جو صحابہ کا مرکز تھا - اور ۸۰ھ میں آپ کا تولد ہوا ہو کہ اس وقت بعض صحابہ بقید حیات تھے - اور بعض سے آپ کو تلمذ کا فخر بھی حاصل ہے - اور جبکہ امام محمد جیسے جلیل القدر امام آپ سے نسبت تلمذ رکھتے ہوں اور ان سے حضرت امام شافعیؒ - اور قاضی ابو یوسف کو ان سے نسبت شاگردی نصیب ہوا اور ان سے حضرت امام احمد حنبلؒ کو - غرض جو بزرگ مذاہب ثلاثہ کا سرچشمہ ٹھہریں کیا ان میں بھی کسی ایسے شخص کو جو ان ہر سہ ائمہ کے مذاہب میں سے کسی مذہب سے وابستہ رکھتا ہے حق حاصل ہے کہ وہ ان میں (امام اعظم میں) کوئی سقم علمی یا عیب ذاتی نکالے اگر وہ ایسا کرتا ہے تو گویا وہ اپنے پاؤں پر آپ کلہاڑی مارتا ہے اور اپنے گھر کی دیوار خود اپنے ہاتھ سے ڈھاتا ہے - اگر کوئی تقلیل حدیث کی کسوٹی لے کر سب کے محاسن و مناقب جانچنے لگے اور اس سے علم کا اندازہ لگائے تو نہ صرف امام اعظم اس کی جانچ میں پورے اتریں گے بلکہ خدا کی پناہ صحابہ کبار بھی - حضرت امام مالکؒ کا بھی یہی حال ہے کہ ان کی مرویہ احادیث امام احمد کی مرویات سے بہت ہی کم ہیں - اور کتب ستہ سے تو کوئی نسبت نہیں تو کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ حضرت امام موصوف کا پایہ علمی ان کے پچھلوں سے کچھ کم تھا - بلکہ امام اعظم کی شان میں بعض نے زبان کو یہاں تک آزادی دے دی ہے کہ کہتے ہیں کہ وہ صرف سترہ حدیثیں جانتے تھے - کیا خوب اگر وہ صرف سترہ حدیثیں جانتے تھے تو استاد کا علم تو بہر حال شاگرد سے زائد ہوتا ہی ہے - ان کے شاگردوں اور شاگردوں کے شاگردوں نے کس طرح ہزاروں حدیثیں لکھ ڈالیں - نعوذ باللہ من ذلک - ایک مکتب کا بچہ بھی تو اس لغویت پر مذاق اڑائے - پھر رب العزت کے نزدیک اس بہتان عظیم کی جو کچھ سزا ہوگی اس سے وہ خوب واقف ہے *

Maktaba Tul Ishaat.com

۴۳

ابوحنیفة عن سعیدٍ عن ابراهیم عن انس قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ متعمّدًا فليتبوأ مقعدهٗ من النار ؕ

حضرت انس سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس نے جان بوجھ کر میری طرف جھوٹ بات کی نسبت کی وہ دوزخ میں اپنا ٹھکانا بنا لے ؕ

ف: بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ تہدید ہر جھوٹ کو شامل ہے خواہ وہ دینی امور میں ہو یا دنیوی میں۔ بعض اس کو دینی امور سے مخصوص کرتے ہیں۔ بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ تہدید خاص اس واقعہ کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ ایک شخص نے آنحضرتؐ کی طرف سے غلط بیانی سے کام لیتے ہوئے ایک قوم سے جا کر کہا یا فیصلہ کہ مجھ کو تم میں فیصلہ کے لئے بھیجا ہے۔ مگر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے کلام سے پتہ چلتا ہے کہ یہ حدیث ہر جھوٹ کو شامل ہے چاہے وہ امور دینی میں ہو یا امور دنیوی میں ؕ

ابوحنیفة عن الزهری عن انسٍ ان النبی صلی الله علیه وسلم قال من كَذَبَ عَلَيَّ متعمّدًا فليتبوأ مقعدهٗ من النار ورواه ابوحنیفة عن یحیی بن سعیدٍ ؕ

حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جس نے جھوٹ بولا مجھ پر وہ دوزخ میں اپنا ٹھکانا بنا لے۔ ابوحنیفہ کہتے ہیں ہم سے یہ حدیث یحییٰ بن سعید نے بھی اس کی روایت کرتے ہوئے بیان کی ہے ؕ

ف: ایک ہی نوعیت کی احادیث کا سلسلہ یہاں ختم ہوا۔ اس سے پہلے کی احادیث کی تشریح و توضیح سے متعلق سابق میں گذر چکی ملاحظہ فرمائیں ؕ

کتاب الطہارۃ

باب ۱۶ فی النہی ان یبول فی الماء الدائم

کتاب طہارت

باب اس بات کی ممانعت کہ کوئی ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرے

ابوحنیفة عن ابی الزبیر عن جابر قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا یبولنّ احدکم فی الماء الدائم ثم یتوضأ منه

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی ہرگز ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرے پھر اسی سے وضو کرے ؕ

ف: ما قلیل تھوڑے پانی کا بیان ہے جو ناپاکی کے گرنے سے ناپاک ہو جاتا ہے۔ یہ حدیث اصل اصول سے اور بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ مسئلے سے پہلے اس کی اہمیت کا بیان ہے۔ اس حدیث سے متعلق سے جو شخص نے ابی سے روایت کی ہے کہ پیشاب کرنے والی جگہ سے بہتے ہوئے پانی میں جو جاری نہ ہو اس میں غسل کرے اس کے متعلق اس حدیث سے جاری سے جو جاری ہو

Marfat.com

Maktaba Tul Ishaat.com

بروئے اجماع حکم میں جاری کیے ہو۔ اس کی تقدیر میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ شافعیؒ کے نزدیک وہ پانی ہے جو مقدار قلتین ہو یا زائد۔ امام مالکؒ کے نزدیک جب تک پانی کے ہر سہ اوصاف رنگ۔ بو۔ مزہ نہ بدلیں۔ پانی میں نجاست پڑنے سے پانی نجس نہیں ہوتا۔ امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک وہ لمبا چوڑا ٹھیرا ہوا پانی تالاب یا حوض ہے جس کے ایک کنارہ پر پانی کو حرکت دینے سے دوسری جانب پانی میں حرکت پیدا نہ ہو۔ متاخرین علمائے حنفیہ کے نزدیک اس کا اندازہ دہ در دہ سے کیا گیا ہے۔ یعنی دس گز لمبائی اور دس گز چوڑائی میں وہ پانی ہو۔ حدیث ذیل ہر دو مذاہب کے خلاف حجت ہے کہ اس میں نہ اوصاف کی شرط ہے نہ قلتین کی قید۔ گویا کہ آپ نے فرمایا کہ ٹھہرا ہوا پانی پیشاب سے نجس ہو جاتا ہے وضو کرنا اس سے روا نہیں۔ پھر قلتین کی حدیث میں کئی طرح خلش ہے اول تو ایک جماعت نے اس کی تضعیف کی ہے جن میں علی بن مدینی شیخ بخاری بھی ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ اس حدیث قلتین کا ثبوت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں۔ نہ صحیحین میں اس کی روایت آئی ہے۔ اور یہ اجماع صحابہ کے بھی خلاف ہے کہ جب زمزم میں گرا تو حضرات ابن عباس اور ابن زبیر نے پورے کنوئیں کو صاف کرایا۔ حالانکہ اس حدیث کی رو سے وہ کنواں نجس نہیں ہوتا۔ اور ان ہر دو حضرات کے اس عمل پر کسی نے کوئی اعتراض نہیں اٹھایا۔ مزید برآں امور طحاوی نے اس امر کی تصریح کی ہے کہ یہ حدیث اگرچہ صحیح ہے۔ مگر ہمارا عمل اس پر نہیں کیونکہ لفظ قلۃ گھڑے مشک اور پہاڑ کی چوٹی تین معانی میں مشترک ہے اور ہم کو نہیں معلوم کہ یہاں کونسے خاص معنی مراد ہیں لہذا حدیث نا قابل عمل ٹھیری۔

امام مالکؒ کی دلیل ایک وہ حدیث ہے جس میں آنحضرت فرماتے ہیں کہ پانی طاہر ہے تاوقتیکہ اس کی بو مزہ اور رنگ نہ بدلے اس نجاست کی وجہ سے جو اس میں پڑی ہو۔ یہ ضعیف ہے قابل حجت نہیں بیہقی نے خود اس کی تصریح کی ہے دوسری وہ حدیث جس میں آپ سے بیر بضاعہ کے بارہ میں سوال کیا گیا ہے اور آپ نے فرمایا۔ ان الماء طہور لا ینجسہ شئی کہ پانی پاک ہے اس کو کوئی شے نجس نہیں کرتی۔ یہ حدیث بیر بضاعۃ کے بارہ میں سوال کیا گیا ہے۔ اور اسی کے ساتھ مخصوص۔ مطلق نہیں اور اس کا پانی جاری تھا کیونکہ وہاں سے باغات میں پانی سینچا جاتا تھا۔ اس کے اطلاق کو یہ حدیث بھی باطل کرتی ہے اور وہ بھی جس میں آپ نے فرمایا۔ کہ تم میں سے جب کوئی نیند سے جاگے تو وہ برتن میں ہاتھ نہ ڈالے جب تک ہاتھوں کو تین مرتبہ نہ دھو لے۔ یہاں نجاست نہیں ہے بلکہ شبہ نجاست ہے جب شبہ نجاست سے پانی پلید ہوتا ہے تو نجاست سے پلید کیوں نہ ہو۔ اب جب احادیث واردہ سے اس پانی کا اندازہ شرعی قائم نہ ہو سکا جو جاری پانی کے حکم میں ہے تو بصورت مجبوری معاملہ ظن غالب پر رکھا گیا کہ پانی کا طول عرض اس قدر ہو کہ ایک طرف نجاست پڑنے سے گمان ہو کہ دوسری جانب اس کا اثر نہ پہنچ سکے گا تو یہ پانی حکم میں جاری پانی کے ہے۔ یہ ہی مذہب امام صاحب کا ہے۔

۴۳ ح ۲

ابوحنیفۃ عن الهیثم الصوّاف عن محمد بن سیرین عن ابی هریرة قال نهی رسول الله

ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ منع فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہ ٹھہرے ہوئے

Maktaba Tul Ishaat.com

صلے اللہ علیہ وسلم ان یبال فی الماء الدائم ثم یغتسل منہ او یتوضأ ۔

پانی میں پیشاب کیا جائے اور پھر اسی سے غسل یا وضو کیا جائے ۔

ف: بیہقی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔ جب حدیث سے ٹھیرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنا ممنوع ہوا تو پاخانہ کرنا بدرجہ اولی ممنوع ہوگا۔ مقصد فرمان نبوی یہ ہے کہ کوئی نجاست اس میں نہ ملائی جائے ورنہ پھر پانی غسل یا وضو کے قابل نہ رہ سکے گا۔ پھر حدیث میں غسل سے مراد غسل جنابت ہے چنانچہ مسلم کی روایت میں یوں ہے کہ تم میں سے کوئی ٹھیرے ہوئے پانی میں جو کہ جنابت پلید ہی غسل نہ کرے۔ مگر غسل کے لئے یہ حکم امتناعی نجاست غیر پلید ہر دو کو شامل ہے کیونکہ جب پانی نجس ہو کر طہارت سے نکلا تو ہر دو کے لئے اسکا استعمال بے سود ہوا۔ جنبی کیلئے یوں کہ پلید ہے اس کو پاک پانی درکار ہے کہ اس کو پاک کرے اور پانی چونکہ خود پلید ہے وہ اس کو پاک کیسے کرے۔ نیز جنبی کے لئے اس طرح کہ وہ اس پلید پانی سے جو پلید ہو جائے گا اب پاک کیسے ہو۔ تو گویا پہلی صورت میں پلید چیز پاک نہ ہو سکی اور دوسری صورت میں پاک چیز پلید ہو گئی ۔

بَابُ الوُضُوءِ مِن سُور الهِرَّة

باب بلی کے جھوٹے پانی سے وضو کرنے میں!

ابوحنیفۃ عن الشعبی عن صدوق عن عائشۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم توضأ ذات یوم فجاءت الہرۃ فشربت من الاناء فتوضأ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منہ ورش ما بقی ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کا ارادہ فرمایا کہ اتنے میں ایک بلی آئی اور وضو کے پانی میں سے پانی پی گئی آپ نے اس پانی سے وضو کیا اور وضو سے بچا ہوا پانی زمین پر چھڑک دیا ۔

ف: طحاوی اور دارقطنی نے عائشہ سے اس طرح روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم برتن جھکا دیا کرتے یہاں تک کہ وہ اس سے پانی پی لیتی۔ معلوم ہوا بلی کے جھوٹے [illegible] ہے کہ وہ پاک ہے یا کیا۔ ائمہ ثلاثہ کہتے ہیں کہ بلی کا جھوٹا [illegible] ہے اور ائمہ کی دلیل حدیث کے بالکل ظاہری لفظ ہیں کہ [illegible] ہیں یوں فرمایا کہ [illegible] اور [illegible] اوصاف [illegible] صاحب کا مذہب ہے [illegible] اور منشا کلام کو سامنے رکھ کر حدیث زیر بحث کا [illegible] پیش کیا [illegible] شبہ کیونکر ہے [illegible] پانی سے [illegible] ہے [illegible]

Maktaba Tul Ishaat.com

کی طرف فرمایا دوسری جگہ زبان مقال کو کام میں لاتے ہوئے یوں ارشاد فرمایا کہ یہ نجس نہیں۔ یہ تو تم پر چکر لگانے والوں یا چکر لگانے والیوں میں سے ہے اس ارشاد سے اس حقیقت کو واضح فرمایا کہ جھوٹا پانی اگرچہ نجس ہے مگر کسی مجبوری سے اس کو جائز رکھا اور اس کو صرف کراہت کا درجہ دیا یعنی یہ کہ بروئے حدیث الھرۃ السبع کہ بلی ایک درندہ ہے جہاں اور درندوں کا جھوٹا نجس ہے اس کا جھوٹا بھی نجس ہونا چاہئے تھا مگر بلی چونکہ گھر کا ایک پلا ہوا جانور ٹھہرا اس کے جھوٹے کو نجس قرار دینے میں گھر والوں کے لئے ایک زبردست تنگی ہے اور ایک سخت خلجان کا سامنا کہ گھر ہی میں سب چیز بس کار ہنا اور گھر ہی میں بلی کا چلنا پھرنا کہاں تک چیزوں کو اس سے بچائیں۔ اور کہاں تک اس کے جھوٹے کو پھینکتے پھریں۔ گھر میں رہنا عذاب جان ہو جائے۔ لہٰذا آنجناب نے ان الفاظ سے انھا من الطوافین علیکم والطوافات اسی وجہ جواز کو آشکارا فرمایا اور مجبوری ظاہر فرمائی کہ بلی کا چونکہ ہر وقت تمہارے پاس آنا جانا ٹھہرا اس لئے عذر کے ماتحت اس کا استعمال جائز رکھا گیا اور تم کو بڑی دقت اور ہر وقت کی مصیبت سے بچا لیا۔ یعنی اس عذر سے اس کی نجاست گئی تو کراہت تو بہر حال باقی رہی یہ ہی ہے امام صاحب کا مذہب۔

دین اسلام میں مجبوری اور تنگی کے وقت اس قسم کی رعایت و مہلت کوئی انوکھی بات نہیں مثلاً گھر میں آنے کے لئے اجازت طلب کرنا ضروری قرار دیا پھر اس سے قرآن پاک میں بایں عذر طوافون علیکم بعضکم علی بعض غلاموں اور نابالغ بچوں کو مستثنیٰ فرمایا۔ بلکہ یہ ہی مقصد رعایت پورے دین میں کارفرما ہے گویا یہ وہ مرکزی نقطہ ہے جس پر پورا دین گھوم رہا ہے کہ فرمایا ما یرید اللہ لیجعل علیکم من حرج ولکن یرید لیطھرکم۔

اسی سے اندازہ لگائیے کہ امام صاحب کا مذہب گو کچھ گہرا اور دقیق ہو مگر سنگین بنیادوں پر قائم ہوتا ہے اور منشاء حدیث کا بچوڑ ہوتا ہے نہ محض الفاظ حدیث کا ظاہر میں اس کی ترجمانی مخالفت حدیث سے کرتے ہیں اور یوں اپنی ناسمجھی کا آپ ثبوت دیتے ہیں۔

باب ۱۸ البول قائما

باب کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کے بیان میں!

ابوحنیفۃ عن منصور عن ابی وائل عن حذیفۃ قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یبول علی سباطۃ قوم قائما۔

حضرت حذیفہ رض کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قوم کے گھورے پر کھڑے ہو کر پیشاب کرتے ہوئے دیکھا۔

ف:- کھڑے ہو کر پیشاب کرنے میں دو قسم کی احادیث ملتی ہیں ایک سے رخصت کا پتہ چلتا ہے۔ دوسرے سے عدم رخصت کا۔ رخصت کی احادیث میں حدیث حضرت حذیفہ رض اصل اصول ہے۔ یہ حدیث مختصر الفاظ میں تو امام صاحب سے ذیل میں نقل ہے اور کچھ مزید الفاظ سے مسلم۔ ترمذی ابن ماجہ وغیرہ نے اس کو نقل کیا ہے عدم رخصت کے سلسلہ میں بنیادی اور فیصلہ کن حدیث حضرت عائشہ کی ہے جس کو ترمذی احمد۔ نسائی

Maktaba Tul Ishaat.com

روایت کیا ہے کہ من حدثکم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یبول قائما فلا تصدقوہ ما کان یبول الا قاعدا کہ جو تم سے بیان کرے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر پیشاب کیا کرتے تھے۔ تو اس کی تصدیق نہ کرو اور اس کو سچا نہ جانو آپ تو بیٹھ ہی کر پیشاب کیا کرتے تھے۔ یہ ہر دو احادیث آپس میں ٹکراتی ہیں تو ان میں تطبیق کی شکل یہ ہے کہ عائشہ اپنے علم کی بنا پر آنحضرت کی عادت مستمرہ ظاہر فرماتی ہیں اور حضرت حذیفہ ایک خاص واقعہ کو بیان کرتے ہیں جو کسی عذر یا مجبوری کی بنا پر وقوع پذیر ہوا۔ یہ چونکہ گھر سے باہر کا واقعہ ہے۔ عائشہ کے علم سے خارج ہے اس لئے ہر دو احادیث اپنی اپنی جگہ صحیح ہیں مگر کہاں ایک دوامی عمل اور کہاں ایک وقتی فعل۔ کہاں ایک پختہ دیرپا بندھی ہوئی عادت اور کہاں عذر و مجبوری پر مبنی ایک خصوصی واقعہ۔ ایسے خصوصی واقعات اصول نہیں بنا کرتے نہ مسئلوں کی بنیاد پڑتے ہیں۔ البتہ رخصت و اجازت کا ایک راستہ کھولتے ہیں۔ وہ بھی عذر سے مشروط۔ اسی لئے علماء نے اس پر اتفاق کیا کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا مکروہ تحریمی نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں ستر زیادہ کھلتا ہے۔ بدن نجاست سے بھرتا ہے۔ کپڑوں پر پیشاب کے چھینٹے لگتے ہیں اور یہ بھی ادب و شیخ کی دمروت سے گرا ہوا فعل ہے۔

اب رہا یہ معاملہ کہ وہ عذر کیا تھا جس کی بنا پر آنحضرت نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔ اس کے بارہ میں مختلف بیانات ہیں یا تو آپ کی پشت میں درد رہا ہو کہ نہ بیٹھ سکتے ہوں۔ یا وہاں بیٹھنے کی جگہ نہ تھی تو آپ نے مجبوراً کھڑے ہوئے کیونکہ وہ اونچی جگہ تھی اور آپ نشیب میں۔ اگر آپ نشیب میں بیٹھتے تو پیشاب کے چھینٹے آپ کی طرف آتا۔ اور آپ کو نجس کرتا۔ اگر بلندی پر بیٹھتے تو گذرگاہ سامنے تھی ستر کھلا رہتا۔ ایسی حالت میں ابن عمر نے اول نقل کیا ہے کہ آپ کے گھٹنوں کے اندر کی جانب درد تھا اس لئے بیٹھ نہ سکے۔ بعض کا خیال ہے کہ ممکن ہے ان کی تعلیم دینے کی غرض سے ایسا عمل فرمایا ہو۔ یہ بھی قرین قیاس ہے۔

باب ۱۹ عدم الوضوء من شرب اللبن

دودھ پی کر وضو نہ کرنے کے بیان میں

ابو حنیفہ عن عدی عن ابن جبیر عن ابن عباس قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شرب لبنا فتمضمض وقال لہ دسم لہ یتوضأ

حضرت ابن عباس [illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] کلی کی اور فرمایا اس میں چکنائی ہوتی ہے +

باب ۲۰ عدم الوضوء من اللحم

باب گوشت کھا کر وضو نہ کرنے کے بیان میں!

ابو حنیفہ عن ابی الزبیر عن جابر قال

حضرت جابر [illegible] نبی صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

Maktaba Tul Ishaat.com

اکل النبی صلی اللہ علیہ وسلم مرۃ بلحمٍ ثم صلّٰی ۔

شوربا گوشت تناول فرمایا پھر نماز پڑھی (یعنے وضو نہیں کیا) ۔

ف:۔ یہاں مسئلہ یہ درپیش ہے کہ آگ کی پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو ٹوٹتا ہے یا نہیں؟ وضو نہ ٹوٹنے کی دلیل حدیث ذیل ہے۔ صحیح بخاری میں سعید بن حارث سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت جابر سے پوچھا کہ کیا تم آگ کی پکی ہوئی چیز سے وضو کرتے ہو۔ انہوں نے کہا نہیں۔ پھر امام احمد اپنے مذہب کی تائید میں براء بن عازب سے جو مرفوع حدیث لائے ہیں کہ آپ نے فرمایا وضو اونٹوں کے گوشت سے کرو اور بکریوں کے گوشت سے نہیں۔ وہ بھی اسی حدیث کی تائید کرتی ہے۔ ابوداؤد۔ ترمذی۔ ابن ماجہ نے اپنی اپنی سنن میں اس کی تخریج کی ہے۔ اسی ذیل میں حضرت جابر کی وہ حدیث بھی ہے جس کو ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل یہ ہی تھا کہ آگ کی پکی ہوئی چیز سے وضو نہیں کیا کرتے اس سے نسخ کا بھی پتہ چلتا ہے دوسرے شعبہ خیال کہ وضو ٹوٹ جاتا ہے کہ ماتحت بھی ابی بکر۔ عمر۔ عثمان عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہم سے روایتیں ہیں۔ مرفوع بھی ہیں اور موقوف بھی۔ بعض ہر دو نوع کی احادیث ہیں، یوں تطبیق دیتے ہیں کہ وضو کا حکم یا تو استحباب کے لئے مانا جائے۔ یا یہ کہ وضو سے لغوی معنی مراد لئے جائیں۔ یعنی ہاتھ دھونا۔ کلی کرنا۔ نہ شرعی معنی۔ اس میں کسی کو بھی اختلاف نہیں سوائے امام احمد کے کہ وہ اونٹ کے گوشت سے وضو ٹوٹ جانے کے قائل ہیں ۔

باب الامر بالسواک

باب مسواک کی تاکید میں!

ابوحنیفۃ عن علی بن الحسین الزراد عن تمام عن جعفر بن ابی طالب ان ناسًا من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم دخلوا علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ما اراکم قُلّحًا استاکوا ولولا ان اشق علی امتی لامرتھم بالسواک عند کل صلوٰۃ ۔

وفی روایۃ مالی اراکم تدخلون علیّ قُلّحًا استاکوا فلولا ان اشق علی امتی لامرتھم ان یستاکوا عند کل صلوٰۃ او عند کل وضوء ۔

حضرت جعفر بن ابی طالب سے مروی ہے کہ کچھ لوگ صحابہ میں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے آپ نے فرمایا کیا وجہ ہے کہ میں تمہارے دانتوں کو زرد دیکھتا ہوں۔ مسواک کرو۔ اگر میں اپنی امت پر اس کو شاق نہ جانتا تو ان کو ہر نماز (اس کے وضو کے وقت مسواک کے لئے (وجوبی) حکم دیتا۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ آپ نے فرمایا کیا وجہ ہے کہ میں تم کو دیکھتا ہوں کہ تم میرے پاس آتے ہو۔ اور تمہارے دانت زرد ہوتے ہیں۔ مسواک کیا کرو۔ اگر میں اپنی امت پر اس کو شاق نہ جانتا۔ تو ان کو ہر نماز یا ہر وضو کے وقت مسواک کے لئے (وجوبی) حکم دیتا ۔

ف:۔ مالک۔ احمد۔ شیخین۔ ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجہ نے بھی اس حدیث کی روایت کی ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com

اس حدیث سے صاف اور کھلا ثبوت ہے کہ مسواک کرنا واجب نہیں۔ بلکہ مستحب موکد ہے خصوصاً جبکہ دانت زرد ہوں۔ منہ میں بو آتی ہو۔ یا نیند سے انسان ابھی جاگا ہو اور اب نماز کا ارادہ ہو اور وضو کرنے بیٹھے جن روایات میں عند کل وضوء ہے وہ تو اپنے حقیقی معنی میں ہے اور قرین قیاس و موافق عقل کہ وہ ہی وقت مسواک کرنے کا ہے اور یہی مذہب احناف کا ہے۔ اب جن روایات میں عند کل صلوٰۃ ہے اس کی تفسیر عند کل وضوء کی روایت کو پیش نظر رکھ کر یوں کرنی پڑے گی کہ ہر وضو کے وقت جو نماز کے لئے کیا جائے۔ کیونکہ منشا کلام اور غرض فرمان نبوی یہ ہے کہ آنجناب فرماتے ہیں کہ میری نظر میں مسواک کے بیش از بیش منافع تھے اور تمہاری وہ تکالیف بھی جو مسواک کے واجب ہونے پر آتی ہیں کہ کبھی تمہارے پاس ہے بھی نہیں۔ کبھی تم مسافر ہو کبھی حضر میں۔ کبھی تندرست ہو کبھی بیمار۔ غرض ہر وقت میسر آنا مشکل ہے۔ لہذا اگر اس کو واجب قرار دیتا تو اس کا نباہ تمہارے پر دوبھر ہو جاتا۔ اور تمہاری تکالیف کا مجھے پریشانی ہیں۔ اس لیے اس کے بارہ میں کوئی وجوبی حکم نہیں دیتا۔ تو گویا یہاں آنجناب نے اپنی امت کا سہلترین پہلو سامنے رکھا نہ وقت طلب پہلو۔ اب اگر "عند کل صلوٰۃ" کی روایت کو اپنے حقیقی معنی پر لیں۔ اور ہر نماز کے وقت مسواک کرنی ہو تو جس وقت سے آنجناب نے اپنی امت کو بچایا تھا وہ پھر سامنے آئی۔ کہ اگر ایک وضو سے چار نمازیں پڑھنا چاہیں تو چار ہی مرتبہ مسواک کرنی ہو۔ پھر جانے دیجئے اس تکلیف کو بھی ذرا غور تو کریے کہ مسواک کرنے سے دانتوں سے خون جاری ہوتا تقریباً لازمی سا ہے ورنہ شبہ تو ٹل نہیں سکتا خصوصاً انکے لئے جن کو دانتوں سے خون آنیکی بیماری ہے۔ وضو میں تو پانی خون نکلنے کو بند کر دیتا ہے۔ مگر نماز میں یہ بات کہاں۔ تو مسواک کر کے ایک لمحہ میں بھر جانے سے مسواک کیجئے وضو ٹوٹے پھر کیجئے۔ لہذا ان تمام قباحتوں کو پیش نظر رکھ کر عند کل وضوء کی روایت قرین قیاس ہے۔ اسی طرح نسائی۔ ابن حبان۔ ابن خزیمہ۔ حاکم نے اپنی اپنی صحاح میں روایت کی ہے۔

۲۲ بَابُ الْوُضُوْءِ ثَلٰثًا ثَلٰثًا

باب وضو میں اعضاء کو تین تین بار دھونے کے بیان میں

۲۹ حماد عن ابی حنیفۃ عن خالد بن علقمۃ عن عبد خیر عن علی بن ابی طالب انہ توضأ فغسل کفیہ ثلثا ومضمض ثلثا واستنشق ثلثا وغسل وجھہ ثلثا ویدیہ ثلثا ومسح رأسہ وغسل قدمیہ وقال ھذا وضوء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔

حضرت عبد خیر سے روایت ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب نے وضو کیا تو پہلے دونوں ہاتھوں کو تین بار دھویا پھر تین مرتبہ کلی کی اور تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالا پھر تین مرتبہ چہرہ دھویا۔ پھر تین مرتبہ کہنیوں تک دونوں ہاتھ دھوئے اور سر کا مسح کیا اور دونوں پاؤں دھوئے اور فرمایا کہ یہ ہے وضو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا۔

ف: یہ حدیث اختلاف الفاظ کے ساتھ مدینہ کی طرح دوسرے راویوں ابو حنیفہ زرین حبیش۔

Maktaba Tul Ishaat.com

عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ ابن عباس نزال بن سبرہ سے بھی مروی ہے

۵۰ ح ۲

ابو حنیفہ عن خالد عن عبد خیر عن علی انہ دعا بماء فغسل کفیہ ثلثا وتمضمض ثلثا واستنشق ثلثا وغسل وجھہ ثلثا وذراعیہ ثلثا ومسح رأسہ ثلثا وغسل قدمیہ ثلثا ثم قال ھذا وضوء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

عبد خیر حضرت علی سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے پانی منگایا اور اس سے تین مرتبہ ہاتھ دھوئے تین مرتبہ کلی کی تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالا تین مرتبہ اپنا منہ دھویا۔ تین مرتبہ اپنے ہاتھ (کہنیوں تک) دھوئے تین بار اپنے سر کا مسح کیا اور تین بار اپنے پاؤں دھوئے پھر کہا یہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو۔

فائدہ: ابن الہمام نے فتح القدیر میں بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کی تیس صحابہ نے نقل اتاری ہے۔ ان میں علی و عثمان بھی ہیں لیکن سب سے زیادہ صحت عبداللہ بن زید بن عاصم نے پیش کی ہے۔ اسی لئے ان کی حدیث اس باب میں اصل اصول ہے اور اصل جہت ان کو ملی کہ وضو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یاد کیا جاتا ہے گویا آنجناب کے وضو کی نقل اتارنے والے دراصل یہی ہیں انہیں کے سلسلہ کو وضو کی شرکت میں قوت کیا تھا اور انہیں سے شیخین یعنی امام مالک اور امام شافعی روایتیں لائے ہیں یہ وہ عبداللہ نہیں جو عبداللہ بن زید بن عبدربہ کے نام سے مشہور ہیں جو مودن تھے

مضمضہ و استنشاق میں امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا اختلاف ہے کیونکہ احادیث مختلف الالفاظ ہیں بعض میں ثلاث غرفات کا لفظ ہے یعنی آپ نے تین چلو لئے اور بعض میں غرفہ واحدہ کا لفظ یعنی آپ نے ایک چلو لیا۔ امام شافعی غرفہ واحدہ کی روایت کے پیش نظر کہتے ہیں کہ ہر ایک غرفہ پانی لیں اور اس سے کلی بھی کریں ناک میں پانی بھی ڈالیں جائیں یوں گویا تین مرتبہ تین غرفے لئے امام صاحب تین غرفات کی روایت کو سامنے رکھ کر یہ معنی کرتے ہیں کہ منہ و ناک کو علیحدہ علیحدہ صاف کریں اور ہر ایک کے لئے تین بار تین غرفے لیں گویا کل چھ غرفے لئے امام صاحب کی عجب حدیث دلیل ہے کہ اس سے پتہ چلتا ہے کہ منہ و ناک کے لئے علیحدہ علیحدہ پانی لیا۔ اور ہر ایک کے لئے تین غرفے عثمان کی حدیث جو ابوداؤد لائے ہیں وہ بھی اس کی تائید کرتی ہے اس سے زیادہ صاف شہادت میں طلحہ بن مصرف کی حدیث ہے جس کی تخریج بھی ابوداؤد نے کی ہے اس میں صاف الفاظ ہیں کہ آنجناب مضمضہ و استنشاق میں فصل فرمایا کرتے تھے۔ گو اس حدیث کے پیچھے بعض محدثین پڑے ہیں مگر یہ سب کچھ بے جا حمیت مذہبی ہے اور بس۔ پھر قیاس بھی مذہب امام صاحب کی پرزور تائید کرتا ہے کہ منہ و ناک کے وضو کی طرح سے جداجدا وضو ہونا چاہئے ان کو صفائی میں جمع نہ کیا جائے لہٰذا یہ سب قواعد اصول جو روایتیں موافق قیاس ہیں وہی قابل ترجیح سمجھی گئیں اور قابل حجت۔

وفی روایۃ عن خالد عن عبد خیر عن علی انہ دعا بماء فغسل کفیہ ثلثا واستنشق ثلثا وغسل وجھہ ثلثا وذراعیہ ثلثا ومسح برأسہ مرۃ و غسل قدمیہ ثلثا ثم قال ھذا وضوء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کما رأی۔

اور ایک روایت میں عبد خیر سے یوں ہے کہ علی نے پانی منگایا تین مرتبہ ہاتھ دھوئے تین بار ناک میں پانی ڈالا تین بار چہرہ کو دھویا تین بار (کہنیوں تک) دھوئے ایک مرتبہ سر کا مسح کیا اور تین مرتبہ پاؤں دھوئے پھر کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا وضو یہ ہے یعنی جو فرض کو بھی شامل ہے اور سنت کو بھی۔

وفی روایۃ انہ دعا صاعا فاتی بانا فیہ ماء وطست قال عبد خیر ونحن ننظر الیہ فاخذ بیدہ الیمنی الاناء ثم قال بید ثلث مرات فادخل یدہ الیمنی الاناء

ایک روایت میں اس طرح ہے کہ علی نے پانی منگایا تو آپ کے پاس پانی کا برتن اور ایک طشت لایا گیا۔ عبد خیر نے کہا کہ ہم ان کی طرف دیکھ رہے تھے انہوں نے سیدھے ہاتھ سے برتن کو پکڑا اور اس کو بھر کر الٹا پھر الٹا ہاتھ تین بار دھوئے پھر سیدھا ہاتھ پانی میں ڈالا اور اس کو

Maktaba Tul Ishaat.com

فصلا يديه ومضمض واستنشق فعل هذا ثلث مرات
ثم غسل وجهه ثلث مرات ثم غسل يديه الى المرافق ثلث مرات
ثم اخذ الماء بيده ثم مسح بها راسه مرة واحدة ثم غسل
رجليه ثلثا ثلثا ثم غرف بكفه فشربه ثم قال من
سره ان ينظر الى طهور رسول الله صلى الله عليه وسلم فهذا طهوره
وفي رواية لمن اراد ان يتوضأ فغسل كفيه ثلثا ومضمض ثلثا
واستنشق ثلثا وغسل وجهه ثلثا وغسل ذراعيه ثلثا ثلثا
ثم اخذ الماء في كفه فصبه على صافوخه ثم قال من سره ان ينظر
الى طهور رسول الله صلى الله عليه وسلم فلينظر الى هذا وفي رواية عن علي
انه توضأ ثلثا ثلثا وقال هذا وضوء رسول الله صلى الله عليه وسلم
قال عبد الله بن محمد يعني ابن ابي شيبة عن ابي حنيفة
في هذا الحديث عن نافع ان النبي صلى الله عليه وسلم
مسح راسه ثلثا على انه وضع يده على يافوخه ثم مرها
الى مؤخر راسه ثم الى مقدم راسه فجعل ذلك ثلث مرات
فانما ذلك مرة واحدة لانه لم يباين يديه ولا اخذ الماء
ثلث مرات فهو كمن جعل الماء في كفه ثم مسح الى كوعه
الا ترى انه يقول في الاحاديث التي روى عنه ثم اجاز
يده وخارجة بن مصعب عن عمر ان المسح كان
مرة واحدة ويبين ان معناه ما ذكرت قد روى عن
جماعة من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم كلهم يزيد على هذا اللفظ الذي
عليه مسح راسه ثلثا منهم عثمان وعلي وعبد الله بن زيد وغيرهم رضي الله
عنهم قال البيهقي وقد روى من وجوه عن عثمان ما يدل على ان المسح لا
اسم له خلاف الحفاظ ليس بحجة عند اهل العلم فهل كان مسحه
الا على ما ذكرنا فمن جعل لابي حنيفة غالطا في رواية المسح ثلثا
فقد اوهم وكان هو الغالط اولى احتمل قد غالط شعبة هذا
الحديث غلطا فاحش الخطإ هو راوي هذا الحديث عن الاعمش
عن عبد خير عن علي فصحف الاسم في اسناده فقال بدل خارجة
وبدل علقمة عن علقمة ولو كان هذا الغلط من ابي حنيفة لنسبوه
الى الجهالة وقلة المعرفة ولا خرجوه عن الله هذا من زلة او وهم اتاه

پھر کر مضمضہ واستنشاق کیا اس مرتبہ تین مرتبہ کیا۔ پھر چہرہ کو تین بار دھویا
پھر ہاتھوں کو تین بار دھویا پھر ہاتھ میں پانی لے کر ایک مرتبہ سر کا مسح کیا پھر
پاؤں تین تین بار دھوئے پھر ایک چلو پانی لیا اور اس کو پی لیا۔ پھر کہا کہ جس کو
پسند آئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کو دیکھے تو یہ ہے آپ کا وضو
اور ایک روایت میں یوں ہے کہ انہوں نے پانی منگایا اور تین بار
دھوئے تین بار مضمضہ کیا اور تین بار استنشاق تین بار منہ دھویا اور تین بار ہاتھ
کہنیوں تک دھوئے ہاتھ میں پانی لے کر اپنے سر پر ڈالا پھر کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے وضو کو دیکھنا ایسے کہ آدمی دیکھے یہ ہے علی سے ایک اور طریق
سے انہوں نے وضو تین تین بار دھوئے اور کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو
عبد اللہ بن محمد بن یعقوب ابو حنیفہ سے اسی حدیث کی خلاف کرتے ہوئے
کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسح کیا سر کا تین مرتبہ یہاں تک
پیشانی پر رکھا دست کو یہاں تک کہ پھیر لے ہر پیشانی کی طرف سے پھر
طرح تین مرتبہ کیا تو ایک مرتبہ ہوا کیونکہ آپ نے ہاتھ
ایسے نہیں کہ کوئی [illegible]
[illegible]
[illegible]
[

Maktaba Tul Ishaat.com

ف: مسح کے بارہ میں امام ابوحنیفہ رح اور امام شافعی رح مختلف القول ہیں۔ امام صاحب کے نزدیک ایک مرتبہ مسح کرنا سنت ہے اور امام شافعی رح کے نزدیک تین مرتبہ نئے نئے پانی سے۔ امام شافعی رح غسل پر قیاس کرتے ہیں اور مطلق حدیث **توضا ثلاثا** کو سامنے رکھتے ہیں یعنی کہ آپ نے سب اعضا تین تین مرتبہ دھویا۔ کیونکہ وضو غسل و مسح ہر دو کو شامل ہے۔ امام صاحب کی دلیل وہ احادیث ہیں جن میں ایک مرتبہ مسح کا علم ہے مثلاً روایات ذیل۔ البتہ بعض میں تین مرتبہ مسح کرنا آیا ہے مثلاً ذیل میں سب سے پہلی روایت۔ اس نے مخالف نے مخالفت میں طوفان برپا کر دیا اور اعتراضات کی بوچھاڑ ہو گئی۔ کہ یہ خود اپنے مذہب کی مخالفت کیسے اور حفاظ حدیث سے اختلاف کیوں۔ چنانچہ دار قطنی نے حضرت ابو یوسف کے طریق سے امام صاحب کی روایت نقل کر کے سب سے پہلے نعرہ بلند کیا ان ابا حنیفۃ خالف الحفاظ فی ذلک فقال ثلاثا ثلاثا وانما ھو مرۃ واحدۃ مع خلافہ ایاھم قال ان السنۃ فی الوضوء مسح الراس مرۃ یعنی ابوحنیفہ رح نے اس میں مخالفت کی حفاظ حدیث کی اور قول کیا تین مرتبہ مسح کرنے کا اور ان کی مخالفت کے ساتھ ساتھ کہا کہ وضو میں سنت ایک مرتبہ مسح کرنا ہے۔ حالانکہ یہ شبہ کوئی حقیقت نہیں رکھتا اور واقعیت سے بہت دور ہے۔ امام صاحب کی روایت میں یہاں تثلیث کا لفظ ہے۔ وہاں وہ تثلیث مراد نہیں جو امام شافعی کے نزدیک ہے کہ نئے پانی سے تین بار مسح کیا جائے۔ یہ صرف تین بار سر پر ہاتھ پھیرنے سے عبارت ہے۔ بغیر نیا پانی لئے ہوئے۔ اور ہاتھ سر سے جدا کئے ہوئے۔ اس کی وضاحت خود ان کی روایات میں آ چکی ہے۔ بلکہ بمطابق روایت حسن امام صاحب اسی طریق کو مسنون کہتے ہیں۔ جب نیا پانی لیا۔ نہ ہاتھ سر سے جدا کیے تو یہ صورت درحقیقت ایک مرتبہ مسح کی ہوئی۔ اس میں تثلیث کہاں۔ ہدایہ میں کہا ہے کہ مسح کی یہی صورت مشروع ہے۔ اور امام صاحب سے مروی۔ پھر امام صاحب کی روایات کئی قسم کی ہیں۔ بعض میں ایک مرتبہ کی تصریح ہے۔ بعض مجمل اور محتمل اور بعض ساکت لامحالہ ساکت و محتمل کو تصریح شدہ پر محمول کریں گے قطع نظر اس کے ذرا سوچنے کی بات ہے کہ مسح کی بنا آسانی و سہولت پر رکھی گئی ہے۔ گویا غسل کی دقت و مشقت سے اس میں مہلت ملی اور طہارت میں ایک گونہ راحت نصیب ہوئی۔ جب ہر مرتبہ نیا پانی لیا تو وہ تو غسل ہو گیا مسح کب رہا۔ اور پھر راحت و سہولت کدھر گئی۔ اور مقصد مسح فوت ہوا۔ لہذا ایک ہی مرتبہ مسح کرنا قرین قیاس ہے اور موافق عقل۔ اور یہی مذہب امام ابوحنیفہ کا ہے۔

ابوحنیفۃ عن عطاء عن حمران مولی عثمان ان عثمان توضأ ثلثا ثلثا وقال ھکذا رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتوضأ۔

حمران مولی عثمان رض حضرت عثمان سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے تین تین مرتبہ وضو کیا اور کہا کہ اسی طرح میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے دیکھا ہے۔

ف: تین مرتبہ مسح کرنے کا ثبوت اس حدیث سے لینا کس قدر کمزور پہلو ہے مگر افسوس کہ ایک رخ کی کمزوریات قوی بنتی ہے اور دوسری طرف کی کمزوریات کمزور۔ یہ سراسر انصاف کا خون کرنا ہے امام شافعی کا تثلیث کا مذہب مشہور ہے اور طشت از بام لیکن جب امام صاحب کی روایت میں تثلیث کا لفظ آگیا اور بیان

Maktaba Tul Ishaat.com

کے مذہب کے بظاہر مخالف تھا۔ تو ان پر سخت لے دے ہوئی کہ اول تو تثلیث کا مذہب ویسے ہی کمزور۔ صحیح روایات اسے ثابت نہیں۔ پھر خود ان کے مذہب کے خلاف یہ کیا جا رہا ہے؟ غرض ہر طرف سے آوازیں آنے لگیں اور لگے تثلیث کو اور کمزور ثابت کرنے۔ مگر جب امام شافعی رح کا مسلک یہی دیکھا تو اب بڑی سنجیدگی نظر آئی۔ کیونکہ تمام اعتراضات کا رخ ادھر پھرتا تھا۔ لہذا بعض نے تو اس سے انکار ہی کر دیا۔ چنانچہ ترمذی کی عبارت اسی طرف مشیر ہے کہ وہ توحید کے قائل تھے۔ بعض سکوت کر گئے اور بعض آخر نہ رہ سکے تو اقرار کر بیٹھے چنانچہ ابن حجر فتح الباری میں کہتے ہیں ان لم یرد فی طریق من الصحیحین ذکر عدد المسح وعلیہ اکثر العلماء الا الشافعی القائل بالتثلیث کہ صحیحین کے کسی طریق سے ایک سے زائد مسح کرنے کی روایت نہیں آئی۔ اور اس مذہب پر اکثر علماء ہیں۔ سوائے شافعی رح کے جو تثلیث کے قائل ہیں۔

بَابُ ۲۳ الوضوء مرة مرة

باب ۲۳۔ ایک ایک مرتبہ وضو کرنے کے بیان میں

ابوحنیفة عن علقمة عن ابن بريدة عن ابيه ان النبي صلى الله عليه وسلم توضأ مرة مرة ؛

حضرت بریدہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک مرتبہ وضو کیا۔ (یعنی اعضائے وضو کو ایک ایک مرتبہ دھویا) ؛

۱۲ موطا ۱

ف: اعضائے وضو کو ایک ایک بار دھونا واجب ہے۔ اور تین تین بار دھونا سنت۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک مرتبہ بھی اعضائے وضو کو دھویا۔ کہ یہ واجب کا مرتبہ ہے اور دو دو مرتبہ بھی کہ یہ بھی جائز ہے اور تین تین بار بھی۔ اور اسی کی زیادہ روایات ہیں۔ کیونکہ آنجناب صلعم کی عادت مستمرہ یہی تھی۔

ابوحنيفة عن محارب عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ويل للاعراقيب من النار ؛

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایڑیوں کے لئے دوزخ کی آگ سے عذاب ہے ؛

ف: ویل جہنم کے ایک جنگل کا نام ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو لوگ وضو میں اپنی ایڑیاں خشک رکھیں گے دوزخ کی اس وادی میں ان کو آگ سے عذاب ہوگا۔ تاویل تو وضو میں کوئی عضو خشک رہ جانے کی ہے لیکن ایڑیوں کو وعید سے اس لئے مخصوص فرمایا کہ عجلت اور بے احتیاطی میں ایڑیاں چونکہ نظر سے اوجھل ہیں یہی اکثر و بیشتر سوکھی رہ جاتی ہیں جو وضو خراب کرنے میں بعض روایتوں میں تاویل کی بھی اس میں شامل کر لیا ہے۔

بَابُ ۲۴ نضح الفرج بفضل الوضوء

باب ۲۴۔ وضو کے بچے ہوئے پانی کو اپنی شرمگاہ پر چھڑکنے کے بیان میں

ابوحنيفة عن منصور عن مجاهد عن بلال

حضرت بلال سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی

Maktaba Tul Ishaat.com

کرامت کے لئے نئے وضو کی پابندی نہ تھی۔ کیونکہ بخاری۔ ابوداؤد ابن ماجہ وغیرہ میں انس بن مالک سے یہ روایت موجود ہے کہ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے لئے وضو کیا کرتے ان سے پوچھا گیا کہ حضرت آپ لوگ کیا کرتے تھے کہا کہ ہمارے لئے ایک ہی وضو کافی ہوتا جب تک وہ نہ ٹوٹ جاتا۔ اسی طرح ترمذی میں بھی حضرت انس سے روایت ہے۔ اس حدیث سے ان کا خیال بھی رد ہوا جو کہتے ہیں کہ جدید وضو سب ہی پر فرض تھا۔ فتح مکہ پر وہ منسوخ ہوا۔ ملا علی قاری اس کی شرح میں اس راز کا انکشاف کرتے ہیں کہ آنجناب نے اس عمل سے مسح کے جواز کی طرف بھی اشارہ فرماتے ہیں اور اس جانب بھی کہ یہ آیت منسوخ نہیں بلکہ "ارجلکم" کی جر نصب کی دونوں قراءتیں اپنے اپنے معنی پر دال ہیں نصب کی غسل رجلین پر اور جر کی مسح خفین پر۔ لیکن یہ خیال بھی خلش سے خالی نہیں کیونکہ مسح کے لئے کعبین کی حد نہیں۔ یہاں کعبین کی حد ہے ۔

۵۸ ح

ابوحنیفۃ عن عبد الکریم ابی امیۃ عن ابراھیم حدثنی من سمع جریر بن عبد اللہ یقول رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یمسح علی الخفین بعد ما انزلت سورۃ المائدۃ ۔

حضرت جریر رض کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو موزوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا سورۃ مائدہ کے اترنے کے بعد ۔

ف :۔ ابن ماجہ بھی ابراہیم کے ذریعہ یہ حدیث لائے ہیں کہ حضرت جریر نے پیشاب کیا اور پھر وضو کرنے کے بعد موزوں پر مسح کیا۔ لوگ متعجب ہوئے کہ یہ کیا کرتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے دیکھا ہے۔ لوگوں کا تعجب اس بنا پر تھا کہ جو مسح خفین کے قائل نہیں وہ کہتے ہیں کہ مسح سورہ مائدہ کے نزول سے پہلے تھا۔ اس کے بعد صرف غسل رہ گیا۔ اسی شبہ کو حضرت جریر دور کرنا چاہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت کو سورہ مائدہ کے نزول کے بعد موزوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ ابوداؤد کی روایت میں یوں ہے ما اسلمت الا بعد نزول المائدۃ کہ میں سورۃ مائدہ کے نزول کے بعد ہی تو اسلام لایا ہوں ۔

۵۹ ح

ابوحنیفۃ عن حماد عن ابراھیم عن ھمام بن الحرث انہ رأی جریر بن عبد اللہ توضأ ومسح علی خفیہ فسألہ عن ذالک فقال انی رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصنعہ وانما صحبتہ بعد ما نزلت المائدۃ ۔

ہمام بن حارث نے جریر بن عبداللہ کو دیکھا۔ کہ وضو کیا۔ اور موزوں پر مسح کیا۔ ہمام نے اس کے بارہ میں پوچھا تو (جریر) کہنے لگے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ اور مجھ کو شرف صحبت (یعنے صحابی ہونے کا فخر) نزول مائدہ کے بعد حاصل ہوا ہے ۔

ف :۔ حضرت جریر آنحضرت کی وفات سے چالیس روز قبل مشرف بایمان ہوئے ۔

۶۰ ح

ابوحنیفۃ عن حماد عن الشعبی عن ابراھیم بن ابی موسی الاشعری عن المغیرۃ بن شعبۃ انہ خرج مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی سفر فانطلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقضی حاجتہ ثم رجع وعلیہ جبۃ رومیۃ ضیقۃ الکمین

مغیرہ بن شعبہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں نکلا (یعنے تبوک کی طرف) آپ قضائے حاجت کے لئے تشریف لے گئے بعد فراغت واپس تشریف لائے۔ رومی جبہ تنگ آستین والا آپ نے زیب تن فرما رکھا تھا اس کی آستینیں

Maktaba Tul Ishaat.com

فَرَضَهَا رسول الله صلى الله عليه وسلم من ضيق كُمّها قال المغيرة فجعلتُ اصب عليه من الماء من اداوة معي فتوضأ وضوءه للصلوٰة ومسح على خفيه ولم ينزعهما ثمّ تقدّم وَصَلّى ؛

ہونے کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اٹھایا (یعنے نیچے کی جانب سے ہاتھ نکالے) مغیرہ کہتے ہیں کہ پھر میں آپ پر پانی ڈالنے لگا اس چھاگل سے جو میرے ساتھ تھی۔ آپ نے نماز کے لئے وضو کیا۔ اور موزوں پر ان کو بغیر اتارے مسح کیا پھر تشریف لے گئے اور نماز ادا فرمائی ؛

ف:- یہ واقعہ مزید تفصیل سے اور مختلف الفاظ سے متعدد صحاح میں آیا ہے ان سب روایات کو سامنے رکھ کر ایک قصہ اخذ کیا جا سکتا ہے۔ جو کئی اہم مسائل کا سرچشمہ ہے وہ یہ کہ مغیرہ بن شعبہ کہتے ہیں کہ غزوہ تبوک میں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمرکابی میں تھا۔ آپ نے راہ میں سواری بٹھائی اور قضائے حاجت کے لئے تشریف لے گئے۔ واپسی میں نے میں نے آپ کے ہاتھوں پر پانی ڈالا آپ نے ہاتھ دھوئے۔ چہرہ دھویا پھر کہنیوں تک ہاتھ دھو کر سر کا مسح کیا اور پھر موزوں پر مسح کیا وضو سے فراغت کے بعد ہم آگے بڑھے کیا دیکھتے ہیں کہ لوگ عبدالرحمن بن عوف کو امام بنائے ہوئے نماز فجر میں مشغول ہیں۔ عبدالرحمن ایک رکعت پڑھا چکے تھے آنجناب سواری سے اتر کر صف میں شریک ہوئے۔ جب عبدالرحمن نے سلام پھیرا تو آنحضرت نے اپنی پہلی رکعت پوری فرمائی۔ لوگ آپ کو دیکھ کر گھبرا اٹھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز میں سبقت کر بیٹھے۔ آپ نے فرمایا نہیں ٹھیک کیا تم نے۔ یہ قصہ کی اجمالی شکل ہے۔ اگر آپ اس کے تفصیلی پہلو پر نظر ڈالیں گے تو اہم مسائل کا حل دریافت ہوگا۔

مثلاً اس میں یہ بھی ہے کہ آپ کے جبہ کی آستینیں چست و تنگ تھیں۔ گویا انسان جب لباس پہن سکتا ہے خصوصاً جہاد میں کہ اس میں چستی درکار ہے۔ ڈھیلے کپڑوں میں آستین چڑھتی [illegible] ہوا کہ اگر انسان کو کوئی دوسرا وضو کرائے تو اس میں کوئی قباحت نہیں بلکہ جائز ہے [illegible] سے ثابت ہوا۔ پھر ایک روایت یوں بھی ہے کہ آپ پیشانی پر مسح کیا کرتے تھے [illegible] کا مسئلہ حل ہوا۔ اور امسحوا برؤسکم کا اجمال دور ہوا اسی سے اس کا بھی انکشاف ہوا [illegible] خوف ہو تو اصل امام کا انتظار ضروری نہیں۔ پھر یہ بات بھی اس سے واضح ہوئی [illegible] سکتا ہے۔ کیونکہ آپ نے اپنی امت کے ایک فرد کے پیچھے نماز ادا فرمائی۔ اس کا بھی اس سے [illegible] موزے پہنتے وقت پاؤں کی طہارت شرط ہے۔ کیونکہ ایک روایت میں یوں ہے کہ [illegible] کے لئے جھکے تو آپ نے فرمایا رہنے دو میں نے اسی وقت موزے پہنے تھے [illegible]

ابوحنيفة عن حماد عن الشعبي عن المغيرة بن شعبة قال قضيت رسول الله صلى الله عليه وسلم حاجته ورميته عليه جبة رومية ضيقة الكمين فاخرج يديه من تحتها

حضرت مغیرہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرایا۔ اور آپ رومی [illegible] آستینوں [illegible] ہوئے تھے تو آپ [illegible] ہاتھ [illegible]

Maktaba Tul Ishaat.com

علیٰ خفیه وفی روایة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم مسح علی الخفین وعلیه جبة شامیة ضیقة الکمین فاخرج یدیه من اسفل الجبة ؛

کیا۔ ایک روایت میں اس طرح ہے کہ آپ نے موزوں پر مسح کیا۔ اور آپ شامی جبہ تنگ آستینوں والا پہنے تشریف فرمائے ہوئے تھے تو آپ نے اپنے ہاتھ جبہ کے نیچے سے نکالے ؛

ف:۔ یہ جبہ وہی ایک ہی ہے کہیں رومی کے نام سے ہے اور کہیں شامی کے نام سے کیونکہ شام بادشاہ روم کی ماتحتی میں تھا۔ تو بات ایک ہی ہوئی۔ یا یہ صورت ہو کہ ایک ملک کی طرف اس کی وضع قطع کے لحاظ سے نسبت کر دی ہو اور دوسرے کی طرف بناوٹ اور سلائی کی رو سے ؛

۶۲ ح ۸ ابوحنیفة عن حماد عن الشعبی عن المغیرة بن شعبة قال لأیت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم یمسح ؛

مغیرہ بن شعبہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو موزوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا ؛

ف:۔ یہ حدیث حضرت مغیرہ کی مفصل حدیث کا مختصر ہے ؛

۶۳ ح ۹ ابوحنیفة عن ابی بکر بن ابی الجهم عن ابن عمر رض قال قدمت علی غزوة فی العراق فاذا سعد بن مالك یمسح علی الخفین فقلت ما هذا فقال یا ابن عمر اذا قدمت علی ابیك فسله عن ذلك قال فاتیته فسألته فقال رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم یمسح فمسحنا ؛

وفی روایة قال قدمت العراق للغزو فاذا سعد بن مالك یمسح علی الخفین فقلت ما هذا۔

قال اذا قدمت علی عمر رض فسله۔

فقال قدمت علی عمر رض فسألته

فقال رأیت رسول الله

حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ میں جہاد کی نیت سے عراق پہنچا تو سعد بن مالک کو موزوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا۔ میں نے کہا حضرت یہ کیا۔ کہا اے ابن عمر جب اپنے باپ کے پاس جاؤ تو اس کے بارہ میں ان سے پوچھنا۔ (ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ جب میں والد کے پاس پہنچا۔ تو ان سے (اس بارہ میں) دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو موزوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا۔ تو ہم بھی (بلا جیل وحجت) مسح کرنے لگے (یعنے پھر مزید تحقیق کی ضرورت نہ دیکھی) ؛

ایک روایت میں یوں ہے کہ ابن عمر رض نے کہا کہ میں جہاد کی نیت سے عراق پہنچا تو (وہاں) سعد بن مالک (سعد بن ابی وقاص جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں) کو موزوں پر مسح کرتے ہوئے پایا۔ میں نے کہا۔ حضرت یہ کیوں۔ انہوں نے کہا کہ جب تم (اپنے والد) عمرؓ کے پاس جاؤ تو ان سے اس کے (جواز کے) بارہ میں پوچھنا۔ ابن عمر کہتے ہیں کہ جب میں حضرت عمر کے پاس آیا تو ان سے میں نے اس کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے فرمایا۔ کہ میں نے رسول اللہ

Maktaba Tul Ishaat.com

صلی اللہ علیہ وسلم یمسح
فمسحنا ؛

وفی روایۃ قال قدمت
العراق لغزوۃ جلولا فرأیت
سعد بن ابی وقاصٍ یمسح
علی الخفین
فقلت ما ھذا یا سعد۔
فقال اذا لقیت امیر المؤمنین
فاسألہ۔
قال فلقیت عمر فاخبرتہ
بما صنع۔
فقال عمر صدق سعد رأیت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یصنعہ فصنعنا ؛

وفی روایۃ قال قدمنا
علی غزوۃ العراق فرأیت سعد
بن ابی وقاص یمسح علی الخفین
فانکرت علیہ فقال لی اذا قدمت
علی عمرؓ فاسألہ عن ذلک
قال ابن عمر فلما قدمت علیہ
سألتہ وذکرت لہ ما صنع سعد
فقال عمک افقہ منک رأینا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یمسح
فمسحنا ؛

صلی اللہ علیہ وسلم کو موزوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا
تو ہم نے بھی مسح کیا ؛

ایک روایت میں اس طرح ہے کہ ابن عمرؓ نے
کہا کہ میں جنگ جلولا میں شرکت کرنے کی نیت سے
عراق پہنچا تو میں نے (وہاں) سعد بن ابی وقاص کو موزوں
پر مسح کیے ہوئے دیکھا۔ میں (گویا ان سے خیال میں
موافقت نہ کرتے ہوئے) بولا۔ حضرت سعد یہ کیسے
انہوں نے مجھ سے کہا کہ جب تم امیر المؤمنین (عمرؓ)
سے ملو تو ان سے اس کے بارہ میں پوچھنا۔ ابن عمرؓ
کہتے ہیں کہ میں جب عمرؓ سے ملا تو میں نے ان سے
سعد کے فعل کی خبر دی تو بھائی عمرؓ نے فرمایا کہ سعد
سچے ہیں (یعنی اپنے قول یا فعل میں حق بجانب ہیں) میں
نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے ہوئے
دیکھا۔ تو ہم نے بھی ایسا ہی کیا۔

ایک روایت میں ہے کہ کہتے ہیں کہ
ہم بغیت جہاد عراق گئے تو سعد بن ابی وقاص کو
موزوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا میں ان کو کچھ
سمجھا تو مجھ سے کہنے لگے جب تم عمرؓ کے
اس کے بارہ میں ان سے پوچھنا ابن عمرؓ
جب میں ان کے عمرؓ
سے ذکر کیا
زیادہ عالم و فقیہ
اللہ علیہ وسلم کو موزوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا تو
ہم نے بھی مسح کیا

ف ؛ محدثین کی ایک جماعت نے اس حدیث کی روایت کی ہے بخاری کی
ان کے الفاظ اس طرح ہیں کہ عبداللہ بن عمرؓ نے عمرؓ سے پوچھا تو آپ نے ان سے فرمایا
سعد نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بات بیان کی ہو تو پھر اسی
عبداللہ بن عمرؓ کی ان سے لاعلمی یا
سے تحقیق ہی نہ ہوئی تھی یا پھر یہ

Maktaba Tul Ishaat.com

حضرت سعد کو حنفیہ میں مسح کرتے دیکھا تو چپکے ادنی الوقت موافقت نہیں کی آخر والد سے اس کی تحقیق کی۔ اور ایک نتیجہ پر پہنچے ورنہ یہ کیسے قرین قیاس ہو۔ جبکہ انہیں سے مسح خفین کی مرفوع روایت ثابت ہے۔ یہاں بھی اور موطا امام محمد میں بھی ٭

۶۴ ابوحنیفة عن حماد عن سالم بن عبد الله بن عمر انه تنازع ابوه وسعد بن ابی وقاص فی المسح علی الخفین فقال سعد امسحی وَ قال عبد الله مایعجبنی قال سعد فاجتمعنا عند عمرؓ فقال عمرؓ عمك افقه منك سنةً ٭

سالم بن عبداللہ بن عمرؓ کے بیٹے کہتے ہیں۔ کہ مسح خفین کے بارہ میں سعد بن ابی وقاص اور میرے والد کے درمیان اختلاف رائے ہوا۔ حضرت سعد نے کہا کہ میں مسح کرتا ہوں۔ عبداللہ نے کہا کہ مجھ کو یہ پسند نہیں۔ سعد کہتے ہیں کہ ہم عمرؓ کے پاس جمع ہوئے تو انہوں نے (اپنے صاحبزادہ کو خطاب کرتے ہوئے) فرمایا تمہارے چچا (سعد) تم سے زیادہ سنت کے عالم ہیں ٭

ف:۔ حضرت عمرؓ نے حضرت سعدؓ کو عبداللہ بن عمر کا چچا کہکر اس طرف اشارہ کیا کہ وہ چونکہ اسلام اور مذہبی قربانیوں میں میرے ہم پلہ ہیں اور ہم دگ اور عمر میں بھی چھوٹے بڑے بھائیوں کی طرح ہم ایک دوسرے کے قریب قریب ہیں تو گویا وہ میرے بھائی ہوئے اور تمہارے چچا۔ ورنہ نسبی چچا مراد نہیں ٭

۲۶ باب توقیت المسح

باب۔ مسح کی مدت مقرر کرنیکے بیان میں!

۶۵ ابوحنیفة عن عبد الله بن دینار عن ابن عمر رأیت النبی صلعم یمسح علی الخفین فی السفر ولم یوقته ٭

ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سفر میں موزوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا۔ اور آپ نے اس کی مدت مقرر نہیں فرمائی ٭

ف:۔ ابن عمرؓ لم یوقته سے یہ مراد لیتے ہیں کہ میرے علم میں آپ نے اس کی مدت مقرر نہیں فرمائی یہ نہیں کہ آپ نے فرمایا کہ اس کی کوئی مدت متعین نہیں کیونکہ مسافر و مقیم ہر دو کے مسح کی مدت مقررہ آپ سے روایات صحیحہ ثابت ہے۔ غالباً ابن عمرؓ کا یہ ہی واقعہ حضرت سعد سے مسئلہ مسح میں عدم موافقت کا سبب ہوا۔ اور بہت ممکن ہو کہ اسی روایت کے پیش نظر امام مالکؒ نے مسافر کے لئے کوئی مدت مقرر نہ کی ہو اور مسح صرف مسافر کے لئے جائز رکھا ہو۔ نہ مقیم کے لئے جو ایک روایت میں ان سے ثابت ہے ملا علی قاری نے کہا کہ عدم توقیت کے لئے یہ حدیث حجت کیسے بن سکتی ہے جبکہ یاد کرنے والا زیادہ یاد کرنے والے سے زیادہ قابل حجت ہے۔ صحیح مسلم میں علیؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسافر کے لئے تین دن اور تین رات مقرر کئے اور مقیم کے لئے ایک دن ایک رات گو مدت مقرر نہ کرنے کی روایات بھی ابوداؤد۔ ابن ماجہ وغیرہ میں وارد ہیں مگر ان کی تضعیف کی گئی ہے صحیح

Maktaba Tul Ishaat.com

روایات توقیت ہی کے بارہ میں ہیں۔

ابوحنیفۃ عن حماد عن ابراهیم النخعی عن ابی عبد الله الجدلی عن خزیمة بن ثابت عن النبی صلعم انه قال فی المسح علی الخفین للمقیم یوما ولیلة وللمسافر ثلثة ایام ولیالیها لا ینزع خفیه اذا لبسهما وهو متوضئ وفی روایة المسح علی الخفین للمسافر ثلثة ایام وللمقیم یوما ولیلة ان شاء اذا توضأ قبل ان یلبسهما ۔

۶۶/۲ حضرت خزیمہ بن ثابت نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے مسح خفین کے بارہ میں مقیم کے لئے ایک دن ایک رات کی مدت مقرر فرمائی اور مسافر کیلئے تین دن تین رات کی۔ آثار سے ان کو جب ان کو وضو ہونے کی حالت میں پہنا ہو [illegible] مسح کرنا مسافر کے لئے تین دن تین رات کا ہے اور مقیم کیلئے ایک دن کی [illegible] جبکہ پہننے سے پہلے باوضو ہو۔

فائدہ:- اس حدیث کی سند میں انقطاع بتاتے ہیں کہ ابراہیم نخعی اور عمرو بن میمون درمیان سے چھوٹ گئے ہیں کیونکہ ابراہیم نخعی کا سماع ابی عبداللہ جدلی سے نہیں ملتا۔ اس انقطاع کے سبب [illegible] ساقط نکالا ہے اور اس کی صحت میں کلام کیا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اول تو اس پر اتفاق نہیں [illegible] میں کہا ہے کہ ابراہیم نخعی کو ابی عبداللہ جدلی سے سماع حاصل تھا۔ اگر سماع نہ بھی مانا جائے تو [illegible] کے نزدیک منقطع حجت ہے۔ اگر راوی ثقہ ہو۔ اور ابراہیم ثقہ ہیں۔ تقریب میں لکھا ہے [illegible] یہ اکثر ارسال کرتے ہیں۔ تو پھر ان میں کیا قباحت رہی۔ پھر اس حدیث کو ابوداؤد و ترمذی نے [illegible] انہوں نے اس کو صحیح بتایا ہے۔ اور ترمذی نے ابن معین سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے ابن جان نے بھی اس کی تصحیح کی ہے۔ کمال ہے کہ ان تمام حقائق پر پردہ ڈال کر [illegible] سے چشم پوشی کر کے نووی شرح المہذب میں کہہ بیٹھے کہ اس حدیث کے ضعیف ہونے پر [illegible] ایسا دعویٰ کرنا جو حقیقت و واقعیت سے دور ہو عقلمند کے شایان شان نہیں ہے۔

مدت مسح کی تعیین میں بھی شریعت نے خاص راز و مصلحت [illegible] کا اندازہ کم از کم ایک دن سے لگایا جاتا ہے چنانچہ مقیم کے لئے شریعت [illegible] نجاست کے لفظ نظر سے رات کو بھی اس میں شامل کیا۔ غرض مسافر [illegible] مسافر غریب تین زبردست مصیبتوں سے دوچار ہے۔ ایک تو وہ طرح طرح کی [illegible] ہے ہی سفر کی نشانی۔ سفر میں اسکو کیا کچھ تکلیف نہیں پہنچی ہے۔ [illegible] کی جائے وہ عین انصاف ہے۔ اور غیر پسندی۔ پھر سفر میں تمام طہور پانی کا ملنا بھی [illegible] تو صرف پینے کے مقدار اس لئے اس کے حق میں پانی کی پوری نجاست [illegible] کے پاس پانی کی کمی ہوتی ہے وقت کا بھی اس کے پاس [illegible] سکون و تاخیر سے آشنا نہیں ہیں اس کے [illegible]

Maktaba Tul Ishaat.com

کے پیش نظر شریعت نے اس کو تین دن تین رات کی اور مہلت دی - اور وتر کی تعداد کو نا پسند کیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرد ہے اور وتر کو محبوب رکھتا ہے - اور یہ بھی ہے کہ مرتبہ اقل جمع صرف تین ہی ہے تین ہی کی تعداد اکثر وتائف و تسبیحات میں ملحوظ رکھی گئی ہے - غرض شریعت کی ہر بات پر اسرار ہے -

۶۷ ح ۳

ابو حنیفہ عن سعید عن ابراهیم التیمی عن عمرو بن میمون الاودی عن ابی عبد الله الجدلی عن خزیمة بن ثابت ان النبی صلعم سئل عن المسح علی الخفین قال للمسافر ثلثة ایام ولیالیهن وللمقیم یوما ولیلة ؛

خزیمہ بن ثابت کہتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے مسح خفین کی مدت کے بارہ میں سوال کیا گیا آپ نے فرمایا مسافر کے لئے تین دن تین رات ہیں اور مقیم کے لئے ایک دن ایک رات ؛

ف :- مدت مسح کے آغاز میں اختلاف ہے - شافعی رح کے نزدیک موزہ پہننے کے بعد سے شروع ہوتی ہے - اور امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک حدث کے بعد سے - یعنی فرض کیجئے کوئی مقیم صبح موزہ پہن کر مسح کرتا ہے اور ظہر کی نماز بھی اسی وضو سے پڑھتا ہے اور بعد نماز ظہر اس کا وضو ٹوٹتا ہے تو دوسرے دن کی ظہر کے بعد تک مسح کی مدت باقی رہے گی - نہ دوسرے دن کی صبح تک - یہی مذہب قرین قیاس ہے - کیونکہ موزہ کا کام یہ ہے کہ ناپاکی کو پاؤں تک نہ پہنچنے دے اور اس کا یہ کام بایں اثر اسی وقت سے شروع ہوگا - کہ جب سے وضو ٹوٹے اس سے پہلے تو وہ طاہر ہے - اس وقت ناپاکی روکنے کا کیا ذکر - پھر یہ بھی ہے کہ فرض کیجئے ایک شخص نے موزہ پر مسح کیا اور ایک دن ایک رات اس کا وضو نہیں ٹوٹا - تو کیا اس کو موزہ اتار دینا چاہیئے - نہیں - جب اس کے لئے موزہ اتارنا لازم نہیں ہوا تو معلوم ہوا کہ مدت مسح حدث سے شمار ہوتی ہے نہ پہننے کے بعد سے - یہی مذہب امام صاحب کا ہے ؛

۶۸ ح ۴

ابو حنیفہ عن الحکم عن القاسم بن محمد عن شریح بن هانئ عن علی عن النبی صلعم یمسح للمسافر علی الخفین ثلثة ایام ولیالیهن وللمقیم یوما ولیلة ؛

حضرت علی روایت کرتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ مسافر موزوں پر مسح کرے تین دن تین رات تک اور مقیم ایک دن ایک رات تک ؛

ف :- توقیت مسح کی یہ جس قدر بھی روایات ہیں سب امام مالک کے خلاف حجت ہیں - کیونکہ وہ تحدید مدت کے قائل نہیں ؛

بَابُ ۲۷ فِی الْجُنُبِ اِذَا اَرَادَ الْعَوْدَ

باب - اس ناپاک کے بیان میں جو بحالت ناپاکی پھر جماع کرنا چاہے !

۶۹ ح ۱

ابو حنیفہ عن ابی اسحٰق عن الاسود عن الشعبی عن عائشة قالت کان رسول الله صلعم یصیب من اهله من اول اللیل فینام وکا

عائشہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بی بی سے صحبت کرتے شروع رات میں پھر سو رہتے اور پانی کو نہ چھوتے

Maktaba Tul Ishaat.com

یصیب ماء فاذا استیقظ من آخر اللیل عادو اغتسل ۔

(یعنی غسل نہ کرتے) پھر اخیر رات میں جب بیدار ہوتے تو پھر صحبت کرتے اور غسل فرماتے ۔

ف: انہیں اسود سے دوسری صحیح مرفوع روایات بطریق عائشہ رض نقل ہیں ان میں یوں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرمانے سے پہلے وضو کیا کرتے اور اس میں اس طرح ہے کہ بغیر پانی چھوئے۔ آرام فرماتے بعض نے ابو اسحاق کی طرف وہم و غلطی کی نسبت کی ہے۔ مگر یہ صحیح نہیں۔ کیونکہ وہ ثقہ۔ متابعات صدوق ہیں تقریب میں بھی اس کی تصریح ہے۔ پھر وہ اس روایت میں متفرد بھی نہیں۔ چنانچہ ہشیم عبدالملک نے اور وہ عطا سے اور وہ عائشہ سے یہی روایت لائے ہیں۔ ایسے ہی ابن خزیمہ۔ ابن حبان اپنی اپنی صحیح میں ابن عیینہ سے مرفوع کرتے ہیں کہ کسی نے ان سے پوچھا کہ اگر ہم میں سے کوئی ناپاک ہو تو وہ سو سکتا ہے آپ نے کہا کہ ہاں۔ اگر چاہے وضو کرے۔ گویا یہاں مرضی پر مدار رکھنا صاف بتاتا ہے کہ اگر وضو نہ کرے کوئی حرج نہیں اگر ابو اسحاق متفرد بھی ہوں تو چونکہ وہ ثقہ ہیں ان کی زیادتی معتبر ہے۔ لہٰذا اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ ہر دو قسم کی روایات میں تطبیق دی جائے۔ اس کی دو صورتیں ہیں۔ یا تو یہ کہا جائے کہ آنحضرت صلعم غسل کے لئے پانی کو نہ چھوتے تھے اس سے وضو کا انکار نہیں۔ اس وجہ تطبیق کو ہیثمی نے اختیار کیا ہے۔ یا یوں کہا جائے کہ یہ دو واقعات با اختلاف اوقات ہیں۔ اکثر وضو فرما کرتے اور کبھی صرف جواز بتانے کے لئے اور تاکہ آپ کی ہمیشگی سے وجوب کا خیال نہ ہو۔ اس طریق تطبیق کو دارقطنی نے اختیار کیا ہے ۔

حماد عن ابی حنیفة عن ابی اسحٰق عن الاسود عن عائشة قالت کان رسول اللہ صلعم یصیب اھلہ اول اللیل ولا یصیب ماء فاذا استیقظ من آخر اللیل عاد واغتسل ۔

عائشہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اول شب میں اپنے اہل سے صحبت فرماتے اور پانی کو نہ چھوتے۔ غسل نہ کرتے پھر جب بیدار ہوتے صحبت کرتے اور غسل فرماتے ۔

ف: یہ حدیث پچھلی حدیث کی مخالف نہیں کرائے ۔

باب ۲۰ لا ینام الجنب حتی یتوضأ

باب اس بارہ میں کہ ناپاک سوئے جب تک وضو نہ کرے

ابو حنیفة عن حماد عن ابراھیم عن الاسود عن عائشة قالت کان رسول اللہ صلعم اذا اراد ان ینام وھو جنب توضأ وضوءہ للصلوٰۃ ۔

عائشہ رض سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ فرمایا کہ جنابت کی حالت میں سوئیں تو نماز کے وضو کی طرح وضو فرما لیتے ۔

ف: مسلم میں اشرفی اسود حضرت عائشہ سے [illegible] جنب ہونے والے [illegible] عائشہ سے یوں مروی ہے [illegible]

Marfat.com

Maktaba Tul Ishaat.com

اور نماز کا سا وضو کرتے۔ گویا اس میں شرمگاہ دھونے کا مزید ذکر ہے۔ غرض کتب صحاح میں یہ حدیث متعدد طرق سے مروی ہے ؛

---

۲۹ بَابُ الْمُؤْمِنُ لَا يَنْجُسُ

باب اس امر میں کہ مومن نجس نہیں ہوا کرتا!

۷۲ ابوحنیفة عن حماد عن ابراهيم عن رجل عن حذيفة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم مدّ يده اليه فدفعها عنه فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم مالك قال انى جنب قال له رسول الله صلى الله عليه وسلم ارنا يديك فان المؤمن ليس بنجس وفى رواية المؤمن لا ينجس ؛

حضرت حذیفہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ تو حذیفہ نے ہاتھ ہٹا لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ تمہ کو کیا ہو گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں ناپاک ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ذرا اپنے دونوں ہاتھ دکھاؤ۔ البتہ مومن ناپاک نہیں ہے۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ مومن ناپاک نہیں ہوتا ؛

فائدہ: شیخین اور دوسرے اصحاب صحاح نے اس حدیث کی روایت کی ہے۔ ابوداؤد حذیفہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان سے ملے تو انکی طرف جھکے۔ حذیفہ نے کہا کہ میں ناپاک ہوں آپ نے فرمایا مومن نجس نہیں ہوتا اس میں بجائے مومن کے مسلم کا لفظ ہے اس سے اس کا پتہ چلا کہ شریعت کی اصطلاح میں مومن و مسلم بمعنی واحد مستعمل ہوتے ہیں۔ لغت میں گو ان کے درمیان فرق کیا جاتا ہے اس حدیث سے اس کا انکشاف ہوا کہ جنابت کی نجاست جو حکمی نجاست ہے۔ یہ نماز کی ادائیگی۔ مسجد میں داخلہ اور قرآن کو چھونے وغیرہ سے مانع ہوتی ہے یہ نجاست حقیقی کی طرح انسان کی جلد کو ناپاک نہیں کرتی۔ اس سے نہ خود مومن ناپاک ہوتا ہے نہ یہ ناپاکی دوسرے تک متعدی ہوتی ہے۔ اس لیے جنبی کا پسینہ یا لعاب نجس نہیں۔ یہ ہی حال چھوٹی نجاست کا ہے کہ مثلاً وضو ٹوٹنے سے انسان کا بدن نجس نہیں ہوتا۔ نہ اس کا پسینہ یا لعاب نجس ہوتا ہے۔ نہ یہ دوسرے کو نجس کرتا ہے۔ البتہ انسان نماز پڑھنے سے رک جاتا ہے۔ دوسرے رخ میں حدیث ذیل سے اس کا ثبوت ملا کہ کافر حقیقتاً نجس و ناپاک ہے۔ اسی لیے ارشاد باری ہے انما المشرکون نجس کہ مشرک نجس ہیں ؛

۷۳ ابوحنیفة عن حماد عن حذيفة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم مدّ يده اليه فامسكها عنه فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان المؤمن لا ينجس ؛

حذیفہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ ان کی طرف بڑھایا۔ تو حذیفہ نے اپنا ہاتھ سمیٹ لیا۔ اس پر آپ نے ارشاد فرمایا کہ مومن نجس نہیں ہوتا ؛

Maktaba Tul Ishaat.com

فائدہ - یہ اگلی حدیث کی تکرار ہے ۔

ابوحنیفة عن حماد عن ابراهيم عن الاسود عن عائشة ان رسول الله صلعم قال لها ناولينى الخمرة فقالت انى حائض فقال ان حيضتك ليست فى يدك ۔

عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چٹائی یا بوریا طلب فرمایا۔ حضرت عائشہؓ نے جواب دیا کہ میں حائضہ ہوں آپ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارا حیض تمہارے ہاتھ میں نہیں ہے۔

فائدہ - ترمذی نے اپنے سلسلہ سے قاسم بن محمد سے روایت کی ہے اور انہوں نے عائشہ سے کہ آنجناب نے مجھ سے فرمایا کہ ذرا مسجد سے چٹائی اٹھا لاؤ۔ میں نے کہا میں تو حائضہ ہوں آپ نے فرمایا کہ تمہارا حیض تمہارے ہاتھ میں نہیں ہے۔ اس حدیث سے [illegible] کہ حیض نجاست حکمی ہے نہ حقیقی کہ اس سے پورا بدن ناپاک ہو جائے اور دوسری کو بھی ناپاک کر دے چنانچہ حدیث سے اس کا ثبوت ہے کہ حیض اور حائضہ کا جھوٹا بھی پاک ہے اور [illegible] اس مسئلہ کا حل بھی اس سے ملا کہ حائضہ عورت مسجد سے بغیر اس میں داخل ہوئے کوئی چیز اٹھا کر لا سکتی ہے۔ [illegible] جائز نہیں ہے ذخیرہ سجدہ کے ممنوع ہونے کو پیش نظر رکھ کر فرمایا [illegible] کہ بدن میں [illegible] حکم کا نہ ہونا بتایا اس کو بیان فرمایا کہ نجاست حقیقی کی طرح [illegible] پورے بدن کو ناپاک کر دیتی ہے اس میں ہاتھ بھی ہے ناپاک ہاتھ سے عمل کس طرح صحیح ہے لہٰذا حضرت نے اہم فرمائی کہ پڑھنے والی نجاست کی طرح حائض میں نہیں سرایت کرتی کہ بدن کو ناپاک [illegible]

باب المرأة ترى فى منامها ما يرى الرجل

ابوحنيفة عن حماد عن ابراهيم قال اخبرنى من سمع ام سليم انها سألت النبى صلى الله عليه وسلم عن المرأة ترى ما يرى الرجل فقال النبى صلى الله عليه وسلم تغتسل ۔

[illegible] کیا عورت پر غسل ہے جب [illegible] دیکھے [illegible] فرمایا ہاں وہ غسل کرے ۔

فائدہ - بخاری نے [illegible] بیوی ام سلیم رضی اللہ عنہا سے [illegible] کیا عورت پر غسل ہے جب [illegible] فرمایا ہاں وہ غسل کرے ۔

اس میں شبہ کی شکل [illegible]

Maktaba Tul Ishaat.com

توغسل نہیں۔ اگر احتلام یاد نہیں مگر تری پائی تو غسل کرنا لازم ہوا۔ چنانچہ بیہقی نے عائشہ رض سے روایت کی ہے کہ جب تم میں سے کوئی نیند سے جاگے اور تری دیکھ لے اور اس کو احتلام یاد نہ ہو تو وہ غسل کرے اور جب اس کو خیال ہو کہ احتلام ہوا ہے۔ مگر تری نہ دیکھے تو اس پر غسل نہیں۔ ابوداؤد بھی ایک طریق سے قاسم سے اور وہ عائشہ رض سے ایسی ہی روایت لائے ہیں ؛

باب ۳۱ بئس البیت الحمام

باب۔ اس بیان میں کہ حمام برا گھر ہے!

ابوحنیفۃ عن عطاء عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ صلعم بئس البیت الحمام ھو بیت لا یستر وماء لا یطھر ؛

عائشہ رض سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ حمام برا گھر ہے۔ وہ بے پردہ گھر ہے اور پانی ناپاک ؛

۷۶ ح

ف ؛۔ حمام کی مذمت و برائی میں بہت حدیثیں وارد ہیں۔ بیہقی عائشہ رض سے اور ابن عدی، ابن عباس رض سے روایت کرتے ہیں کہ حمام برا گھر ہے۔ اس میں آوازیں اٹھتی ہیں اور ستر کھلتے ہیں۔ مگر اس مذمت کے باوجود اس زمانہ کے حمام آتے ہیں۔ جو عرب میں اس زمانہ میں رائج تھے۔ کہ ایک چھوٹا سا حمام ہوتا۔ لوگ ننگے اس سے پانی لے لے کر نہاتے۔ اگر حماموں میں پانی پاک جیسا کہا جائے اور ستر کا بھی مناسب انتظام ہو تو پھر حماموں کا ممنوع نہیں چنانچہ طبرانی نے کبیر میں حاکم نے مستدرک میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں اس مضمون کی روایت کی ہے کہ بچو اس گھر سے جس کو حمام کہتے ہیں جو اس میں داخل ہو وہ ستر ڈھانک کر۔ طبرانی کی روایت میں یوں ہے کہ اس میں ستر پوش ہو جائے۔ بیہقی میں اس طرح ہے کہ نہ داخل ہو اس میں مگر ازار کے ساتھ۔ غرض ان احتیاطوں سے اگر حماموں کا استعمال ہو تو قابل ملامت و سرزنش نہیں ؛

باب ۳۲ فرک المنی من الثوب

باب۔ کپڑے سے منی کو کھرچ دینے کے بیان میں!

ابوحنیفۃ عن حماد عن ابراھیم عن ھمام عن الحارث عن عائشۃ قالت کنت افرک المنی من ثوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ؛

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے منی کو مسل کر یا کھرچ کر صاف کیا کرتی تھی ؛

۷۷ ح

ف ؛۔ اس حدیث کی تشریح یہ دوسری حدیث میں آتی ہے ؛

ابوحنیفۃ عن حماد عن ابراھیم عن ھمام ان عائشۃ [illegible]

ہمام سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ [illegible] سے کسی صاحب کو جہاں کپڑا یا ازار سے لیتا [illegible] نے ایک حالت میں دیکھا۔ [illegible] اس میں ان کو احتلام ہوا [illegible]

Maktaba Tul Ishaat.com

فغسل الملحفة كلها فقالت ما اراد بغسل الملحفة انما كان يجزيه ان يفركه لقد كنت افركه من ثوب رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم يصلي فيه ؛

نے سب لحاف کو دھو ڈالا۔ آپ کو خبر ملی تو آپ نے فرمایا کہ سب لحاف کو کیوں دھو دیا۔ اس کا تو کھرچ دینا کافی تھا۔ البتہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے منی کو چقلی سے مسل کر صاف کر دیا کرتی تھی پھر آپ اس میں نماز ادا فرماتے ؛

ف: صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ منی کی نجاست و طہارت میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ شافعی رح اور احمد بن حنبل رح باعتبار مذہب مشہور اس کو طاہر مانتے ہیں امام مالک رح۔ امام ابوحنیفہ رح اور ایک روایت میں امام احمد اس کو نجس مانتے ہیں۔ امام شافعی رح و احمد رح روایت اول بقول ہردو۔ اپنے مذہب پر دلیل لاتے ہیں۔ روایت دلقل میں ان کی اصل اصول دلیل ابن عباس کی حدیث ہے جس میں وہ کہتے ہیں کہ منی نخامہ کے مثل ہے اس کو اپنے سے صاف کر دو۔ یہ حدیث موقوف بھی ہے اور مرفوع بھی مگر مرفوع علت ہے۔ حنفیہ اس لئے صرف موقوف ہی صحیح ہے۔ چنانچہ بیہقی بطریق عطاء ابن عباس سے یہ مرفوع حدیث لائے ہیں مگر قال الوقوف هو الصحيح یعنی موقوف ہی صحیح ہے۔ حدیث عائشہ سے بھی دلیل لاتے ہیں جس کو ابن خزیمہ اور طحاوی بیہقی نے نقل کیا ہے کہ فرماتی ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے منی کھرچ دیا کرتی تھی اور آپ اس میں نماز ادا فرماتے جس طرح حدیث ذیل میں ہے۔ معمل و درایت میں فرماتے ہیں کہ منی کی نجاست کی [illegible] جبکہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء امت کی تخلیق اس سے ہوئی ہے۔ اس لیے ہمارے مقتدر حنفیہ نے یہ الزام کس طرح سمجھ میں آسکتی ہے ؛

طہارت کی صورت میں امام مالک رح و امام ابوحنیفہ رح بھی ایک گونہ [illegible] ہیں کہ جب تک منی کو نہ دھویا جائے کپڑا پاک نہیں ہوتا۔ امام ابوحنیفہ رح کہتے ہیں کہ [illegible] ہوجاتا ہے۔ اور کپڑے کو بغیر دھوئے پاک نہیں ہوتا۔ امام مالک [illegible] خون کا حکم [illegible] پاک نہیں ہوتا۔ اب امام صاحب کی نقلی دلیل جس سے عائشہ کی وہ حدیث [illegible] کہ آپ فرماتی ہیں کہ میں ہی صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے منی کھرچ دیا کرتی [illegible] جب آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] عائشہ کو [illegible] اجازت دیتے [illegible] عائشہ کے [illegible] نبی صلی اللہ علیہ وسلم منی دھونے کے [illegible] جاتے اور فرماتی ہیں کہ میں اس کو [illegible] صحیح [illegible] نقلی دلیل [illegible]

Maktaba Tul Ishaat.com

سے بھی ثابت ہے۔ اگر کوئی جواب دے کہ یہ نظافت کے لئے تھا۔ اس لئے نہیں کہ یہ نجس ہے۔ تو اس دعوی پر کوئی دلیل نہیں ✦

حنفی دلیل یہ ہے کہ منی کا نکلنا سب سے بڑی پلیدی مانا گیا ہے اس لئے اس پر طہارت کبریٰ لازم ہوتی ہے۔ [illegible] واجب ہوتا ہے ہم نے بدیں وجہ اس کو کم از کم ان چیزوں میں شمار کیا جن سے حدث اصغر وضو واجب ہوتا ہے پھر طہارت [illegible] کی دلیل کا مسکت جواب یہ ہے کہ اگر انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ کی تخلیق منی سے ہوئی اس کی [illegible] تو کافر مشرک ابوجہل و ابولہب کی پیدائش اس سے ہے وہاں کس کی دلیل ہے [illegible] کی تخلیق ایسا نجاست ہے بلکہ دودھ خون سے پیدا ہوتا ہے۔ بلکہ نجس چیز سے پاک چیز [illegible] طاہر کپڑے کھال [illegible] پاک ہوئی۔ ترمذی نے بھی اس کی روایت کی ہے۔ ابن ماجہ اور دارقطنی ابن عمر رض سے روایت کرتے ہیں۔ اس حکم سے خنزیر فاندہ جس کے مانحت نجس عین ہونے کی وجہ سے خارج ہوا اور آدمی [illegible] کے سبب سے اس سے نکلا۔ امام شافعی رح کتے کی کھال بھی اس عام حکم سے اس سے نکالتے ہیں۔ امام صاحب کہتے ہیں کیونکہ وہ خنزیر کی طرح نجس عین نہیں۔ اسی لئے اس سے جو کسی کا نفع اٹھانا جائز ہے۔ اسی طرح اس کا کیا ہوا حلال ہے۔ ادھر حدیث کے الفاظ بھی عام ہیں جو سب کو شامل ہے۔ استثنا کی نظام کوئی وجہ خاص نہیں۔ یہی حدیث امام مالک اور اصحاب احمد کے خلاف بھی حجت ہے۔ کہ وہ جلد میتہ سے نفع لینا جائز نہیں جانتے۔ اور وہ اس حدیث مانعت کو سامنے رکھتے ہیں جو ابوداؤد و نسائی۔ ابن ماجہ۔ ترمذی عبداللہ بن عکیم رض سے لیکر ہاتھ مضمون کہ عبداللہ بن حکیم کہتے ہیں ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریر آئی کہ نہ نفع اٹھاؤ میتہ (مردار) کی کھال۔ پٹھے سے۔ کیونکہ اس باب میں سے نفع لینے سے آنجناب نے روکا ہے۔ دباغ کی کھال کا نام ہے۔ تو اس سے نفع اٹھانا تو اس حدیث کی رو سے بھی ناجائز ہے۔ اس حدیث کے ماتحت بھی کھال جب تک نہ رنگ لی جائے۔ پاک نہیں۔ اس سے نفع اندوزی منع ہے۔ تو اب ہر دو احادیث میں تعارض و تکراہ کب واقع ہوا کہ کوئی حدیث مان لی جائے تو حدیث اول سے نکلنا لازم آئے۔ احادیث کی جلد سے نفع اندوزی کا قول متند رہے ✦

باب ۳۳۔ اس بیان میں کہ جو کھال بھی رنگ لی گئی وہ پاک ہو گئی!

ابوحنیفہ عن سماک عن عکرمہ عن ابن ابن عباس رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ

Maktaba Tul Ishaat.com

عباس ان رسول الله صلى الله عليه وسلم مر بشاة ميتة لسودة فقال ما على اهلها لو انتفعوا باهابها فسلخوا جلد الشاة فجعلوه سقاءً في البيت حتى صارت شنًّا ؛

اللہ علیہ وسلم کا گذر حضرت سودہ کی مری ہوئی بکری پر ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کے مالکوں کو کیا ہوا کاش وہ اس کی کھال سے نفع اٹھاتے (چنانچہ انہوں نے اس بکری کی کھال کھینچی) اور اس سے گھر کے استعمال کے لئے ایک مشک بنا لیا۔ جو آخر استعمال کرتے کرتے پرانی ہو گئی۔

ف: حدیث کی وضاحت حدیث بالا کے ذیل میں گذری۔

كتاب الصلوة

کتاب نماز کے بیان میں

ابو حنيفة عن حماد عن ابراهيم عن عبد الله عن ابو ذر انه صلى صلوة فخففها وابتكر الركوع والسجود فلما انصرف قال له رجل انت صاحب رسول الله صلى الله عليه وسلم وتصلي هذه الصلوة فقال ابو ذر الحمد لله الذي الركوع والسجود قال بلال قال فما زال يسمعه رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من سجد لله سجدة في الجنة فاحببت ان تزداد لي درجات او تكتب لي حسنات۔

وفي رواية عن ابراهيم النخعي عمن حدثه انه مر بابي ذر وهو بالربذة وهو يصلي صلوة خفيفة يكثر فيها الركوع والسجود فلما سلم ابو ذر قال له الرجل تصلي هذه الصلوة وقد صحبت رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال ابو ذر سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من سجد لله سجدة

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے بارے میں [illegible] ایک بار [illegible] کہ [illegible] نماز [illegible] کی [illegible] زیادہ [illegible] [illegible] [illegible]

Maktaba Tul Ishaat.com

رفع الاسم ہو الی الجمعۃ قال ثلث

الجمعۃ ثلثین الی الاربعین ۔

درجہ پائیں اس لئے ہیں ان میں جمعہ سے زیادہ گناہوں
(یعنی رکعتوں کی تعداد بڑھاتا ہوں) ۔

ف: مطلب یہ ہے کہ نمازیں تعداد میں زیادہ ہونگی اور یوں پوری نماز
ادا کرنا کیونکر ممکن ہے کیونکہ ایک حاضر ہی تو ادا کرسکتا ہے تعداد میں زیادہ ٹھہرنے سے پوری نماز زیادہ وقت لے گی
اس لئے رکعتوں کی تعداد بڑھا کر سجدوں کی تعداد میں اضافہ کرنا زیادہ اجر و ثواب کا باعث
ہے یہ مطلب ہے ۔ بعض نمازوں کو بعض پر ترجیح دینے کی وجہ میں اختلاف ہے ۔ بعض نماز کی زیادہ مناسب وجہ
ترجیح کو بتلاتے ہیں ۔ اور صحیح یہ ہے کہ بعض سجدوں کو بڑا جانتے ہیں ۔ گویا یہاں تین شعبے ہیں
ایک کو دوسرے پر ترجیح دینے کی ۔ یہ وجہ معقول ہے ۔ اس لئے ہم نے بھی کوئی فیصلہ نہیں دیا ۔ بہرحال
نماز کی فضیلت کی وجہ جاننے کے لئے ان کے پیش نظر حدیث ذیل بھی ہے ۔ اور وہ حدیث بھی جو مسلم میں ابوہریرہ
سے مروی ہے کہ بندہ اللہ کے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتا ہے کہ وہ سر بسجود ہو ۔ تو اس میں
نماز زیادہ پڑھو ۔ اس سے سجدہ کی فضیلت اور اس میں زیادہ وقت لگانے کی برتری ثابت ہوئی ۔ اور جو اصحاب طول
قیام کی ترجیح کے قائل ہیں انہوں نے اپنے مطلب کی حدیث بھی پیش کی ہیں جن میں قیام میں زیادہ وقت صرف کرنے کی
فضیلت وارد ہوئی ہے ۔ مثلاً صحیح مسلم میں حضرت ابوجابر سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا افضل
الصلوٰۃ طول القنوت ۔ کہ نماز کی افضلیت زیادہ تر قیام کی درازی میں مضمر ہے ۔ پھر اس میں یہ وجہ عقلی بھی نظر آتی ہے
کہ قیام رکوع و سجود پر مشتمل ہے اور قیام بہرحال تسبیح سے افضل ہے یہی وجہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ
وسلم قیام میں سجدہ سے زیادہ وقت لگایا کرتے تھے پھر احوال و نسبت ہوتا ہے ۔ قیام میں جو بدنی کوفت اور مشقت
محسوس ہوتی ہے وہ سجدہ میں نہیں ۔ بہترین تجویز یہ ہے کہ طول قیام طول سجدہ سے افضل ہو ۔ جیسا کہ
ہم نے اشارۃً کہا ہے ۔ احناف نے ان احادیث میں بطریق لطیف تطبیق کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ دن
کی نمازوں میں رکوع سجود کی کثرت مناسب ہے اور رات کی نمازوں میں طول قیام ۔ ترمذی والے کے اس
کلام کی یہ تفسیر انہوں نے کی ہے کہ انہوں نے یہ اس لئے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نمازوں میں آپ
کا قیام میں زیادہ وقت لگانا نسبت دن کی نمازوں کے زیادہ مروی ہے اور منقول اس لئے گویا یہ احناف
نوٹ پر مدار رکھتا ہے ۔

باب ۳۴ ما بین السرۃ والرکبۃ عورۃ

باب ۳۴ اس بیان میں کہ ناف اور گھٹنے کے درمیان ستر ہے

ابوحنیفہ عن حماد عن ابراہیم قال قال عبداللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما بین السرۃ والرکبۃ عورۃ ۔

عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ناف اور گھٹنے کے درمیان ستر ہے ۔

ف: دارقطنی میں ابوایوب سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ

Maktaba Tul Ishaat.com

[illegible]

بَابُ جَوَازِ الصَّلٰوةِ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ

باب ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کے جواز کے بیان میں

أَبُوحَنِيفَةَ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ أَنَّهُ أَقْبَلَ مِنْ قَرْيَتِهِ وَعَلَيْهِ ثَوْبٌ فَتَوَضَّأَ بِبَعْضِ مَا بِهِ مِنَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

آبُوقُرَّةَ قَالَ ذَكَرَ ابْنُ جُرَيْجٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ يُصَلِّي الرَّجُلُ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَلِكُلِّكُمْ ثَوْبَانِ؟

قَالَ أَبُوقُرَّةَ فَحَدَّثْتُ بِهٖ أَبَاحَنِيفَةَ فَذَكَرَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّلٰوةِ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُصَلِّ أَحَدُكُمْ فِي ثَوْبَيْنِ ؛

ف:- ابن ابی شیبہ نے اسماعیل بن [illegible] کی [illegible] کہ وہ ایک کپڑے میں نماز پڑھنے [illegible] لکھے ہوئے [illegible]

Maktaba Tul Ishaat.com

کپڑا میں تھی۔ جامع عبدالرزاق میں ہے کہ حضرت ابی اور حضرت ابن مسعود میں ایک کپڑا سے نماز پڑھنے کے بارہ میں اختلاف رائے واقع ہوا۔ ابی نے فرمایا یہ جائز ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک کپڑا میں نماز پڑھی ہے ابن مسعود نے فرمایا کہ یہ اس وقت تھا کہ لوگوں کو کپڑے نصیب نہ تھے۔ مگر جب ان کو فراخی ملی تو اب ہمارا ذہن یہی کپڑوں میں ہے۔ عمر منبر پر کھڑے ہوئے اور آپ نے حضرت ابی کی رائے پر فیصلہ دیا لیکن افضلیت کا جہاں تک سوال ہے حق ابن مسعود ہی کے ساتھ ہے کہ ایک کپڑا میں نماز اسی وقت تھی کہ لوگوں میں تنگی تھی جب خوشحالی نصیب ہوئی اور ایک سے زائد کپڑے نصیب ہوئے۔ تو افضلیت نماز کی دو کپڑوں میں ہوئی البتہ ایک کپڑا میں نماز بلاشبہ جائز ہے۔ اگر ہر دو حضرات کے درمیان اختلاف جواز میں تھا جیسا کہ بعض عبارت سے شبہ ہوتا ہے تو پھر حق حضرت ابی کے ساتھ ہے اور حضرت عمر اپنے فیصلہ میں حق بجانب ہیں

۸۴ ابو حنیفۃ عن ابی الزبیر عن جابر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی فی ثوب واحد متوشحا بہ فقال بعض القوم ان الزبیر غیر المکتوبۃ قال المکتوبۃ وغیر المکتوبۃ ۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک کپڑا میں نماز پڑھی۔ متوشح ہونے کی صورت میں۔ بعض لوگوں نے ابی الزبیر سے کہا کیا یہ نوافل میں ہے۔ انہوں نے کہا نوافل اور غیر نوافل (فرضوں) سب میں ہے ۔

متوشحا متوشح ہونے کی شکل یہ ہے کہ ایک کپڑا کو سیدھی بغل سے نکال کر الٹے کاندھے پر ڈالیں۔ اور الٹی بغل سے نکال کر سیدھے کاندھے پر ڈالیں اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ بغیر سینہ پر اسکو باندھ کر بھی لیں ۔

۳۶ باب الصلوٰۃ فی مواقیتہا

باب۔ نماز اپنے وقت پر پڑھنے کے بیان میں!

۸۵ ابو حنیفۃ عن طلحۃ بن نافع عن جابر قال سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ای العمل افضل قال الصلوٰۃ فی مواقیتہا ۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا۔ کہ کون سا عمل افضل ہے آپ نے فرمایا نماز اپنے وقت پر ۔

ف:۔ بخاری میں عبداللہ بن مسعودؓ سے مرفوع روایت ہے اس میں اس طرح ہے ای الاعمال احب الیہ قال الصلوٰۃ علی وقتہا۔ کہ اللہ کے نزدیک محبوب ترین عمل کونسا ہے آپ نے فرمایا نماز اپنے وقت پر۔ پوچھنے والے نے پوچھا پھر کونسا۔ آپ نے فرمایا والدین کے ساتھ احسان۔ پوچھا پھر کون سا۔ آپ نے فرمایا اللہ کے راستہ میں جہاد۔ اس حدیث میں نماز کے اوقات کی پابندی پر بہت زور دیا گیا ہے اور اس کی طرف شدید رغبت دلائی ہے۔ کہ سب سے افضل عمل وہ نماز شمار ہوئی۔ جو اپنے ٹھیک وقت پر ادا کی جائے

Maktaba Tul Ishaat.com

بَابُ ۳۷ فَضِيْلَةِ الْاِسْفَارِ

باب ۳۷ اسفار کی فضیلت میں

۸۶

ابوحنيفة عن عبد الله عن ابن عمر عن النبي صلى الله عليه وسلم اسفروا بالصبح فانه اعظم للاجر

حضرت عبداللہ بن عمر رض نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا نماز صبح کی ادائیگی کے لیے صبح کو خوب روشن ہو جانے دو کیونکہ

للشواب ۔

یہ زیادہ باعث ثواب ہے۔

فقہ ۔ یہ حدیث دراصل ایک مسئلہ کو حل کرتی ہے جو امام ابوحنیفہ اور دیگر ائمہ کے درمیان مختلف فیہ ہے یعنی یہ کہ نماز فجر غلس میں پڑھنا افضل ہے یا اسفار میں۔ امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ نماز فجر اسفار میں پڑھنا افضل ہے اور ائمہ ثلاثہ کا مذہب غلس میں پڑھنا افضل ہے۔ ان حضرات کی دلیل احادیث ہیں جو مختلف مگر متعدد الفاظ کے ساتھ کتب صحاح میں منقول ہیں۔ ان احادیث میں سے ایک حدیث وہ ہے جو ابوحنیفہ کے حوالہ سے مذکور ہوئی۔ اس حدیث کے سوا دوسری احادیث میں اسفروا بالصبح فانه اعظم للاجر کی بجائے اصبحوا بالفجر فانه اعظم للاجر کا لفظ وارد ہوا ہے۔ دونوں کا مفاد ایک ہی ہے۔ اسفار کے معنی روشنی کے ہیں اور اصباح بالفجر کے معنی صبح صادق کے بعد خوب روشنی ہو جانے کے ہیں۔ یہ دونوں ہی حدیثیں صحیح ہیں۔ ان میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ اور صحابہ کرام میں بھی اس بارے میں اختلاف رہا ہے۔ بعض صحابہ کرام سے غلس میں نماز پڑھنا ثابت ہے اور بعض سے اسفار میں۔ ان میں سے کسی کا مذہب بھی ہو وہ حدیث کے خلاف نہیں ہے۔ اور ان کا مذہب بھی حدیث سے ثابت ہے۔ اس لیے کہ دونوں حدیثوں میں تطبیق ممکن ہے۔ اور تطبیق کی صورت یہ ہے کہ غلس میں نماز پڑھنا ان لوگوں کے لیے افضل ہے جن کو آفاقی مصروفیت کی وجہ سے جلدی واپس جانا ہو۔ اور اسفار میں نماز پڑھنا ان لوگوں کے لیے افضل ہے جن کو آفاقی مصروفیت کی وجہ سے جلدی واپس جانا نہ ہو۔ اور اسفار میں نماز پڑھنا غلس میں نماز پڑھنے سے زائد ثواب کا موجب ہے۔ اس لیے کہ اسفار میں وقت زیادہ مل جاتا ہے۔ اور اس میں نماز کی ادائیگی کے لیے زیادہ اطمینان ہوتا ہے۔ اور اسفار میں نماز پڑھنا غلس میں نماز پڑھنے سے زائد ثواب کا موجب ہے۔ اس کی شہادت درکار ہے۔ اس پر ابن خزیمہ کی صحیح کی روایت شاہد ہے۔ اس میں ہے کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم میں سے کوئی شخص اپنے ساتھی کو نہیں پہچانتا تھا۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کا معمول تھا کہ وہ نماز فجر اسفار میں ادا کرتے تھے۔ اس حدیث کے علاوہ اور بھی بہت سی احادیث ہیں جن سے اسفار میں نماز پڑھنے کا افضل ہونا ثابت ہوتا ہے۔ ان میں سے ایک حدیث وہ ہے جو ابوداؤد نے حضرت سعد رض سے روایت کی ہے۔ اس میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میری امت ہمیشہ بھلائی پر رہے گی جب تک کہ اسفار سے نماز پڑھتے رہیں گے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میری امت فطرت پر رہے گی جب تک کہ اسفار سے نماز پڑھتے رہیں گے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میری امت خیر پر رہے گی جب تک کہ اسفار سے نماز پڑھتے رہیں گے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میری امت ہدایت پر رہے گی جب تک کہ اسفار سے نماز پڑھتے رہیں گے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میری امت سنت پر رہے گی جب تک کہ اسفار سے نماز پڑھتے رہیں گے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میری امت دین پر رہے گی جب تک کہ اسفار سے نماز پڑھتے رہیں گے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میری امت اسلام پر رہے گی جب تک کہ اسفار سے نماز پڑھتے رہیں گے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میری امت ایمان پر رہے گی جب تک کہ اسفار سے نماز پڑھتے رہیں گے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میری امت توحید پر رہے گی جب تک کہ اسفار سے نماز پڑھتے رہیں گے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میری امت رسالت پر رہے گی جب تک کہ اسفار سے نماز پڑھتے رہیں گے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میری امت نبوت پر رہے گی جب تک کہ اسفار سے نماز پڑھتے رہیں گے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میری امت ولایت پر رہے گی جب تک کہ اسفار سے نماز پڑھتے رہیں گے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میری امت کرامت پر رہے گی جب تک کہ اسفار سے نماز پڑھتے رہیں گے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میری امت شرافت پر رہے گی جب تک کہ اسفار سے نماز پڑھتے رہیں گے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میری امت عزت پر رہے گی جب تک کہ اسفار سے نماز پڑھتے رہیں گے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میری امت فضیلت پر رہے گی جب تک کہ اسفار سے نماز پڑھتے رہیں گے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میری امت کمال پر رہے گی جب تک کہ اسفار سے نماز پڑھتے رہیں گے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میری امت تمام پر رہے گی جب تک کہ اسفار سے نماز پڑھتے رہیں گے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میری امت اکمال پر رہے گی جب تک کہ اسفار سے نماز پڑھتے رہیں گے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میری امت اتمام پر رہے گی جب تک کہ اسفار سے نماز پڑھتے رہیں گے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میری امت اعلیٰ پر رہے گی جب تک کہ اسفار سے نماز پڑھتے رہیں گے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میری امت ارفع پر رہے گی جب تک کہ اسفار سے نماز پڑھتے رہیں گے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میری امت اسنیٰ پر رہے گی جب تک کہ اسفار سے نماز پڑھتے رہیں گے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میری امت اسمیٰ

Maktaba Tul Ishaat.com

نہیں بلکہ قابل سزا فعل ہے۔ جیسے معاذ بن جبل رضی سے فرار نماز کر دینے کی فرمائش سرزد ہوئی تو آپ نے فرمایا افتان یا معاذ۔ کہ تم لوگوں کو فتنہ میں ڈالتے ہو۔ اور لوگوں کی شرکت اسفار میں اکثر ہے اور قرین قیاس ہے کہ غلس میں لہذا یہ مذہب قرین قیاس نہیں ہے۔

اب حال کا مدار ہمیں نظر رکھنے اور مسئلہ کی حقیقت کو سامنے لانے کے سلسلہ میں جو فرق کی دلیل وہ حدیث ہے جو ابو داؤد رضی سے صحیحین وغیرہ میں مروی ہے۔ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی الصبح فتنصرف النساء متلفعات بمروطھن ما یعرفن من الغلس۔ کہ آنحضرت صبح کی نماز ادا فرماتے تو عورتیں چادروں میں لپٹی ہوئی واپس ہوتیں اور شدت کے سبب پہچان میں نہ آتیں۔ پہچان میں نہ آنا بتاتا ہے کہ کافی اندھیرا ہوتا تھا۔ لیکن وہ تغلیس نہ پہچان میں نہ آنے کے دو سبب تھے ایک اندھیرا ہونا دوسرا ان کا چادروں میں اپنا چہرا۔ وہ راسبب متلفعات۔ کے ذیل میں ذکر ہوا۔ اور پہلا من الغلس کے لفظ سے۔ اگر محض اندھیرا ہی پہچان میں نہ آنے کا سبب ہوتا تو زیادہ اندھیرے کا ثبوت ملتا۔ چادروں میں لپٹ کر معمولی اندھیرا بھی نہ پہچانے جانے کا سبب ہو سکتا ہے۔ اور یہ معمولی اسفار میں بھی ہوتا ہے۔ کیونکہ احناف کے نزدیک نماز صبح کا مستحب وقت وہ ہے کہ انسان ساٹھ سے سو آیات تک پڑھ سکے پھر اگر وضو ٹوٹے تو اسی قدر قرارت سے پھر نماز کا اعادہ کر سکے تو گویا اس طرح اس حدیث سے پوری تغلیب ہرا ہی نہ ہو سکی۔ اور یہ بنائے مذہب نہ ٹھہری۔

پھر یہ چلتا ہے کہ یہ ذکر اس وقت کا ہے کہ ابتدائے اسلام میں عورتوں کو مسجد میں آنے کی اجازت حاصل تھی مگر بعد میں منسوخ ہوئی۔ اور عورتوں کا گھروں میں قرار ہوا تو ممکن ہے ایسا نہ رہا ہو اور وقت میں تغلیس ہوتی ہو۔ ان احتمالات نکالنے پر عبداللہ بن مسعود کا بیان مجبور کرتا ہے کہ ان کا علم بہت وقعت رکھتا ہے۔ اور ہر شبہ سے قابل ترجیح۔ مزید یہ کہ حضرت عائشہ کی حدیث فعلی ہے اور اسفار کی حدیث قولی۔ اور احناف کے نزدیک قول فعل پر قابل ترجیح ہے۔ یہاں ہر دو احادیث میں تطبیق کی بھی ایک صورت ہے وہ یہ کہ غلس سے مراد معمولی اندھیرا ہوا۔ اور اسفار سے وہ وقت جس میں کچھ تاریکی بھی ہو جس کو غلس سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ بہرحال مقابلہ سے اگر دیکھا جائے تو اسفار کا مذہب مذہبی روایات کے بالکل سنگین بنیادوں پر قائم ہے۔ اور پختہ اصول پر برقرار ہے

۳۸ باب وعید تفویت صلوٰۃ العصر

ابو حنیفہ عن شیبان عن یحیی عن ابن بریدۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکروا بصلوٰۃ العصر وفی روایۃ عن بریدۃ الاسلمی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکروا بصلوٰۃ العصر۔

باب۔ نماز عصر کے قضا ہو جانے پر وعید کے بیان میں!

ابن بریدہ رضی کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نماز عصر کی ادائیگی میں جلدی کیا کرو۔

ایک روایت میں بریدہ اسلمی یوں کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز پڑھنے میں عجلت سے کام لیا کرو۔

Maktaba Tul Ishaat.com

وفی روایۃ عن بریدۃ الاسلمی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکروا بصلوٰۃ العصر فی یوم غیم فمن فاتتہ صلوٰۃ العصر حتی غربت الشمس فقد حبط عملہ ۔

ایک اور روایت میں بریدہ اسلمی سے ہے کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابر کے دن نماز عصر کی ادائیگی میں جلدی کرو کیونکہ جس کی نماز عصر فوت ہوگئی یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا تو اس کا عمل برباد ہو گیا ۔

نوٹ: اس حدیث کے ذیل میں اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ اول وقت کو افضل وقت کو کہتے ہیں اور یہ کہ اس مسئلہ میں کیا اختلاف ہے کس کے نزدیک افضل ۔ امام احمد شافعی مالک رحمہم اللہ تعالیٰ کے قائل ہیں کہ ابر کے دن میں بھی تاخیر کرنی چاہیئے ۔ اور امام ابوحنیفہ رح اس کے حامی ہیں ۔ ہر دو ۔ حدیث میں اس حدیث مرفوع کا ۔ کلی ۔ امام صاحب دراصل ہر دو نوع احادیث کو جمع کرتے ہیں ۔ اس طرح کہ تعجیل کی احادیث کو ان سے مخصوص کرتے ہیں اور تاخیر کو صاف اور کھلے دن کے ساتھ تعجیل کی وجہ یہ ہے کہ ابر والے دنوں میں ابر کی وجہ سے نماز فوت ہونے کا ۔ میں جلدی کرنا مناسب ہے کہ قضا نہ ہو جائے ۔ حدیث دلیل سے ۔ ام سلمہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی ۔ تعجیل کرتے اور عصر کی نماز پڑھتے ہیں ان سے زیادہ تعجیل کرتے ۔ اور صاف ثبوت ہے ۔

اب تعجیل کے سلسلہ میں جو احادیث مروی ہیں ۔ ان کی وضاحت ان سے بھی ہوتی ہے ۔ امام صاحب کے ۔ کا قول کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز عصر ادا فرماتے اور ایک شخص ۔ اس سے وقت کی ۔ تعجیل ہو ۔ ۔ زرداری سے بھی اور ہمیں ۔ سے بھی ۔ اختلاف سے ۔ رافع بن خدیج کی روایت کہ ۔ ان کو تقسیم کرتے اور غروب آفتاب سے پہلے ہم کو ۔ پتا ایسا کسی نماز ۔ حاسکتے ۔ ترمذی وغیرہ میں نقل ہے کہ ۔ کا اختلاف اوقات وجگہ ۔ وقت ظاہر کی ہے کہ سورج کی ۔

Maktaba Tul Ishaat.com

تاخیر بہتر بھی صحیح بیٹھتی ہیں۔ کیونکہ وہ بھی تاخیر سے یہی معنی مراد لیتے ہیں کہ وقت مکروہ سے پہلے پہلے جبکہ سورج صاف چمکتا ہوا ہو نماز عصر ادا کی جائے۔ روشنی میں زردی نہ آنے پائے۔ چنانچہ امام محمد موطا میں کہتے ہیں کہ عصر کی تاخیر ہمارے نزدیک افضل ہے جبکہ سورج کی روشنی سفید اور صاف ہو اس میں زردی نہ آئی ہو۔ احادیث بھی اس مضمون کی وارد ہیں اور یہی مذہب امام ابوحنیفہ کا ہے۔ چنانچہ ابوداؤد کی حدیث جو علی بن شیبان سے مروی ہے وہ اس امر کو روز روشن کی طرح واضح کر دیتی ہے کہ وہ کہتے ہیں قدمنا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ فکان یؤخر الصلوٰۃ ما امت الشمس بیضاء نقیۃ یعنی ہم جب آنحضرت کے پاس مدینہ میں آئے تو نماز عصر میں تاخیر کی جاتی جب تک دھوپ سفید اور صاف رہتی۔ یہ امام صاحب کے مذہب کی پوری پوری ترجمانی کرتی ہے بلکہ اگر بنظر غور دیکھا جائے تو تعجیل والی احادیث کا مقصد بھی معلوم ہوتا ہے کہ نماز عصر کا جو نکلہ وقت مختصر ہے اور اس میں بھی کچھ حصہ وقت کا مکروہ اس لئے عجلت کی جائے کہ وقت مکروہ سے پہلے پہلے جبکہ سورج کی روشنی سفید ہو نماز ادا کر لی جائے یہ بھی خطرہ ہے کہ زیادہ غفلت سے قضا ہو جائے۔ اور سورج ڈوب جائے جس طرح ابردالے دن میں عرض وقت مکروہ سے بچایا ہے اور نماز کے قضا ہونے سے بھی۔

پھر ایک تدبر سے دیکھئے مصلحت کا اقتضا یہ بھی ہے کہ عصر کی نماز میں تاخیر کی جائے کیونکہ نفلوں کی ادائیگی بہت اجر و ثواب کا باعث ہے اور فرض کے بعد ادائیگی نفل کا دروازہ بند ہے لہٰذا نماز عصر میں تاخیر کرنی چاہئے کہ نفلوں کا زیادہ سے زیادہ موقع مل سکے۔ اول وقت میں یہ بات کہاں نصیب ہے۔

۸۸ ابوحنیفۃ عن الشیبانی عن یحییٰ عن ابن بریدۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من فاتت صلوٰۃ العصر فکانما وتر اھلہ وماله۔

ابن بریدہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کی نماز عصر فوت ہوئی تو (گویا) اس کے بال بچے اور اس کا مال چھن گیا۔

فائدہ: یہ شدید دھمکی اور سخت تہدید بتا رہی ہے کہ نماز عصر کو خاص اہمیت حاصل ہے جو اور نمازوں کو نصیب نہیں اور یہ کہ وہی نماز وسطیٰ ہے جس کی اہمیت پر قرآن پاک بھی ناطق ہے۔ اکثر روایات بھی اسی نماز عصر کے صلوٰۃ وسطیٰ ہونے پر دال ہیں۔

مال و اسباب اور بال بچے چھن جانے کے یہ معنی ہیں کہ ان میں سے برکت سلب ہو جاتی ہے۔ اور ان میں بڑھائی اور زیادتی رک جاتی ہے۔ کیونکہ جب اللہ تعالیٰ کی محبوب ترین عبادت میں انسان نے غفلت و لاپرواہی برتی اور اس میں تساہل سے کام لیا۔ تو اللہ تعالیٰ اس شومئ اعمال کے سبب اس کی محبوب ترین اشیاء میں سے برکت اٹھا لیتا ہے۔

۸۹ ابوحنیفۃ عن عبدالملک عن قزعۃ عن ابی سعید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا صلوٰۃ بعد الغداۃ حتی تطلع الشمس ولا بعد صلوٰۃ العصر حتی تغیب ولا یصلم

ابوسعید رضی خدری سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نماز فجر کے بعد کوئی نماز نہیں تاوقتیکہ آفتاب طلوع کرے۔ اور نماز عصر کے بعد جب تک آفتاب غروب ہو۔ اور نہ

Maktaba Tul Ishaat.com

هٰذان اليومان الاضحى والفطر ولا تشد الرحال الا الى ثلثة مساجد الى المسجد الحرام والمسجد الاقصى والى مسجدى هٰذا ولا تسافر المرأة يومين الا مع ذى محرم ؕ

روزہ رکھا جائے عید الضحیٰ اور عید الفطر کے دنوں میں اور نہ سفر کیا جائے مگر تین مسجدوں کی طرف (یعنی) مسجد حرام، مسجد اقصیٰ اور میری اس مسجد کی طرف اور نہ سفر کرے عورت دو دن کا مگر محرم کے ساتھ ؕ

ف: کتب صحاح میں متعدد طرق سے ہم معنی الفاظ سے اس حدیث کی روایت آئی ہے۔ لہٰذا اس قدر کثیر تعداد صحابہ سے اس کی روایت ہے کہ احناف نے اس کو متواتر مانا ہے ؕ

یہ حدیث کئی مسائل کی طرف [illegible] سے پہلے پہلے اور نماز عصر کے بعد غروب آفتاب سے قبل نماز مکروہ ہے [illegible] کا قول رد ہوا جو بعد عصر کے دو رکعتیں جائز قرار دیتے ہیں۔ یا اس نماز کو بھول کر قضا کر آئے۔ یا جو نماز فجر کے بعد سنتوں کی قضا جائز جانتے ہیں۔ یا جو [illegible] کا حکم لگاتے ہیں۔ ان چاروں اقوال کی صاف [illegible] دلیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض روایات صحیحہ سے ثابت ہے جیسا کہ [illegible] کی ہے۔ بلکہ آنحضرت سے اس پر مداومت و ہمیشگی رہنے کا بھی ثبوت ملتا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی۔ جو آپ ہی کے ساتھ خاص تھی [illegible] ہے جس میں جواز کا کوئی راستہ نہیں۔ مثلاً صوم وصال آپ خود رکھتے [illegible] کے ایسے اعمال ہمارے لئے لائق عمل نہیں ؕ

دوسرا مسئلہ روزہ کا ہے جس کی حدیث ذیل میں بیان کیا گیا ہے کہ دو دن [illegible] ممنوع ہے۔ شیخین نے ابی سعید خدری سے روایت کی ہے بھی [illegible] اور عید الضحیٰ کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے [illegible] تاریخ بھی اس حکم امتناعی کے تحت آتے ہیں کیونکہ مسلمان [illegible] ایام اکل وشرب وذکر للہ کہ ایام تشریق کھانے [illegible] پینا خود پر حرام کرنا کس طرح جائز ہوگا۔ غرض ان ایام [illegible] ہیں مگر ان ایام میں تنفیہ کے نزدیک بالخصوص [illegible] عبادت ہے روزہ کے لئے دن مقرر کرنے سے [illegible] کو۔ لہٰذا اس فرق کا یہ نتیجہ ہوگا کہ ان ایام میں [illegible] کوئی سبیل نہ ہوگی اور اسی تنفل قضا [illegible]

تیسرے یہ حدیث اس سوال کو بھی حل [illegible] نہیں۔ بعض حدیث کو ظاہر پر حمول کر [illegible] میں ایک گونہ خصوصیت مان [illegible]

Maktaba Tul Ishaat.com

ہے۔ کہ بغرض تقرب الی اللہ و عبادت ان ہی سہ مساجد کی طرف عزم سفر کیا جائے کیونکہ ان کو تمام بقیہ مساجد میں خاص عزت شرف حاصل ہے۔ البتہ اگر تحصیل علم۔ تجارتی اغراض والے حقوق کے پیش نظر سفر اختیار کیا جائے تو ایسا سفر دیگر مساجد کی طرف بھی جائز ہے اور وہ اس حکم کے ماتحت نہیں آتا۔ چنانچہ ملا علی قاری کی عبارت اسی مطلب کی طرف راہنمائی کرتی ہے۔ بعض مانعت کو افضلیت کے ساتھ خاص کرتے ہیں کہ سفر ان سہ مساجد کی طرف ..... دوسری مساجد کی نسبت افضل و زیادہ مہتم بالشان ہے۔ نووی نے اس خیال کی نسبت جمہور علماء کی طرف کی ہے۔ پھر بعض مستثنیٰ منہ کے دائرہ کو اور وسیع مان کر زیارت قبور صالحین و اخوان و سیر و تفریح کو بھی اس حکم کے ماتحت سمجھتے ہیں۔ اور خلاف شرع۔ لیکن درحقیقت یہ امور مذکورہ اس حکم کے ماتحت نہیں آتے۔ یہ حدیث اس حکم کی افضلیت سے صرف دوسری مساجد کو نکالتی ہے۔ ان میں سے زیارت قبور کا مسئلہ تو مختلف فیہ ہے۔ بعض نے اس کو مباح و جائز قرار دیا ہے اور بعض نے اس سے روکا ہے۔ البتہ زیارت صالحین و اخوان یا تجارتی معاملات کے لئے سفر یا سیر و تفریح کے لئے چلت پھرت بلا کراہت جائز ہے۔ چنانچہ موالی نے اس حقیقت کو صاف کھولا ہے۔ بلکہ روایت امام احمد میں اس کی تصریح بھی ہے۔

یہ حدیث اس بحث کو بھی سامنے لاتی ہے کہ عورت بغیر اپنے خاوند اور محرم یعنی بیٹے، بھائی، ماموں، چچا کے تنہا سفر کر سکتی ہے یا نہیں؟ اس کی مدت سفر کے لئے احادیث میں مختلف الفاظ وارد ہیں۔ بعض میں دو دن ہیں جس طرح حدیث ذیل میں۔ بعض میں تین دن میں جس طرح مسلم میں ہے اور بعض میں ایک دن اور ایک رات بھی ہے۔ اور اگر سفر بمعنی لغوی لیں تو ایک دن ایک رات سے کم میں بھی سفر ممنوع قرار پاتا ہے۔ چنانچہ مسلم کی بعض روایتوں میں ایک رات ہے اور بعض میں ایک دن۔ اور امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف سے ایک روایت ایسی بھی ہے کہ عورت ایک دن کے لئے بھی بغیر محرم کے سفر نہ کرے۔ مگر مختار مذہب یہی ہے کہ مدت سفر سے کم کم میں عورت بغیر خاوند و محرم کے سفر کر سکتی ہے۔

۳۹ بَابُ الْاَذَانِ وَالْاِقَامَةِ

باب۔ اذان اور اقامت کے بیان میں!

ابو حنیفة عن علقمة عن ابن بريدة ان رجلا من الانصار مرّ برسول الله صلى الله عليه وسلم فرآه حزينا وكان الرجل اذا طعم ثم اتيه ضاق حزبا ساء ذلك فقال يا رسول الله صلى الله عليه وسلم لعلك اصبت اهلك حين قدمت قال نعم قال فقام رسول الله صلى الله عليه وسلم فاتى حجرة من حجره فاذا ليس فيها شيء فقال اعندك شيء قالت لا الا كسيرات يابسات فاخذ كسرة فوضعها في يده ثم قال لبيت يؤكل

ابن بریدہ سے روایت ہے۔ کہ ایک انصاری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور آپ کو غمگین پایا۔ اور یہ شخص (انصاری) کھانے پینے والا آدمی تھا۔ فقر و ان کے پاس (کھانے کی امید میں) جمع ہوتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غمگین دیکھنے کے سبب یہ بھی (اس سے پہلے۔ کوا کھل چھوڑ دیا) ہونے والے نوکروں کو بھی کوئی خبر نہ تھی۔ فقر و فاقہ کا پایا کے۔ ساز و سامان کو بیچ۔ اور اپنے محلہ کی مسجد میں جا کر

Maktaba Tul Ishaat.com

فبينما هو كذلك اذ نعس فاتاه آت في النوم فقال هل علمت مما حزن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا قال فهو لهذا التأذين فأت فمره ان يأمر بلالا ان يؤذن فعلمه الاذان الله اكبر الله اكبر مرتين اشهد ان لا اله الا الله مرتين اشهد ان محمدا رسول الله مرتين حي على الصلوة مرتين حي على الفلاح مرتين الله اكبر الله اكبر لا اله الا الله ثم علمه الاقامة مثل ذلك تقال في اخره قد قامت الصلوة قد قامت الصلوة الله اكبر الله اكبر لا اله الا الله كاذن الناس واقامتهم فاقبل الانصاري فقعد على باب النبي صلى الله عليه وسلم فمر ابوبكر فقال استأذن لي وقد رأي مثل ذلك فاخبر به النبي صلى الله عليه وسلم ثم استأذن الانصاري فدخل فاخبر بالذي رأى فقال النبي صلى الله عليه وسلم قد اخبرنا ابوبكر مثل ذلك فامر بلالا ان يؤذن بذلك

وفي رواية ان عبدالله من الانصار

پڑھنے لگے۔ اسی حالت میں ان کو غنودگی آ گئی۔ ان کی خواب میں کوئی آیا۔ اور اس نے ان سے کہا کیا تم جانتے ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس سبب سے غمگین ہیں انہوں نے کہا نہیں۔ اس شخص نے کہا (اسی اذان کے سبب سے غمگین ہیں) تو جاؤ ان کے پاس اور ان سے کہو کہ بلال کو حکم فرمائیں کہ وہ اذان کہیں۔ پس اس شخص نے ان کو اذان سکھائی اس طرح اللہ اکبر اللہ اکبر دو دو مرتبہ گویا کلمہ شہادت دو مرتبہ اشہد ان لا الہ الا اللہ اور اشہد ان محمد رسول اللہ دو مرتبہ حی علی الصلوٰۃ دو مرتبہ حی علی الفلاح دو مرتبہ اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ اسی طرح۔ اور اس کے آخر میں کہ قد قامت الصلوٰۃ قد قامت الصلوٰۃ اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ اور اقامت کہنا جس طرح سب لوگوں کی اذان و اقامت ہے اس طرح انصاری نے اور اصل عبداللہ بن زید بن عبد ربہ انصاری رض انصاری اور اصل عبداللہ بن زید بن عبد ربہ میں مسجد سے نکلے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر جا بیٹھے (کہتے ہیں) ابوبکر تشریف لائے۔ انصاری نے ان سے کہا ذرا میرے لئے اجازت طلب فرمائیں۔ اور ابوبکر بھی یہی خواب دیکھ چکے تھے۔ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ خواب بیان کی پھر انصاری آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ خواب بیان کی۔ آپ نے فرمایا ابوبکر نے مجھ سے یہ خواب بیان کی ہے پس آپ نے بلال کو حکم فرمایا کہ وہ اذان کہیں۔

وفي رواية ان عبدالله من الانصار

Maktaba Tul Ishaat.com

فدخل مسجدہ یصلی فبینما ھو کذلك اذ نعس فاتاہ اتٍ فی النوم فقال لہ تدری ما اخرّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا قال ھو النداء فاتہ بان یأمر بلالاً قال الرجل فعلمہ الاذان۔ اللہ اکبر اللہ اکبر مرّتین اشھد ان لا الٰہ الا اللہ مرتین اشھد ان محمدا رسول اللہ مرّتین حیّ علی الصلوٰۃ مرتین حیّ علی الفلاح مرّتین اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ ثم علمہ الاقامۃ کذلك ثم قال فی اخرہ قد قامت الصلوٰۃ مرّتین کاذان الناس واقامتھم فانتبہ الانصاری فاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجلس بالباب فجاء ابوبکر فقال الانصاری استاذن لی فدخل ابوبکرؓ فاخبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بمثل ذلك ثم دخل الانصاری فاخبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالذی رأی فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد اخبرنا ابوبکر فقال مر بلالاً بمثل ذلك ؛

مسجد میں جاکر نماز پڑھنے لگے جب وہ اس حال میں تھے۔ تو اپر غنودگی طاری ہوگئی۔ اور خواب میں کوئی شخص ان کے پاس آیا اور ان سے کہنے لگا کیا تم جانتے ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کس چیز نے غم زدہ کیا ہے۔ انہوں نے کہا۔ نہیں۔ اس نے کہا یہی اذان ہی تو ہے (جو آپ کے غم کا سبب ہے) تو آپ کے پاس جاؤ اور عرض کرو کہ آپ بلال کو حکم دیں۔ پھر اس آدمی نے ان (انصاری) کو اذان سکھائی۔ (اس طرح) اللہ اکبر اللہ اکبر دو مرتبہ (گویا کل چار تکبیر) اشہد ان لا الٰہ الا اللہ دو بار اشہد ان محمدا رسول اللہ دو مرتبہ حی علی الصلوٰۃ دو بار حی علی الفلاح دو مرتبہ اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ پھر اسی طرح ان کو اقامت سکھائی۔ پھر اس کے آخر میں کہا قد قامت الصلوٰۃ دو مرتبہ (راوی کہتے ہیں) جس طرح آجکل لوگوں کی اذان و اقامت ہے۔ پس انصاری جاگے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر آئے اور دروازہ پر بیٹھ گئے۔ اتنے میں ابوبکر تشریف لائے۔ انصاری ان سے بولے ذرا میرے لئے اجازت طلب کیجئے۔ ابوبکر اندر تشریف لے گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے انصاری جیسی خواب (جو خود دیکھی تھی) بیان کی پھر انصاری اندر آئے اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ دیکھا تھا بیان کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوبکر بھی یہ ہی بیان کر چکے ہیں۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ بلال کو حکم دو کہ وہ ایسی ہی اذان دیں ؛

شرح: مسئلہ اذان و اقامت میں ائمہ کا زبردست اختلاف ہے کیونکہ احادیث اس بارہ میں باختلاف عبارت وارد ہیں۔ امام شافعی رح کے نزدیک اذان میں تمام کلمات دو دو مرتبہ ہیں اور اقامت میں قد قامت الصلوٰۃ کے علاوہ کہ وہ دو مرتبہ ہے سب ایک ایک مرتبہ پھر وہ اذان میں ترجیع مانتے ہیں یعنی پہلا بار شہادتین کو پست آواز سے دو دو بار ادا کرنا پھر وہ دو بار بلند آواز سے گویا ہر دو چار چار بار۔ افراد اقامت (یعنی اقامت میں کلمات کو ایک ایک بار کہنے) میں ان کی مذہب کی سنگ بنیاد وہ حدیث ہے جو حضرت انس سے بخاری میں مروی ہے امر بلالاً ان یشفع الاذان ویوتر الاقامۃ الا الاقامۃ کہ حضرت بلال کو حکم دیا گیا کہ اذان میں کلمات دو

Maktaba Tul Ishaat.com

مرتبہ ادا کریں اور اقامت میں ایک ایک بار مگر کلمہ قد قامت الصلوٰۃ ترجیع کے بارے میں ان کے نزدیک کی
بنیادی حدیث حضرت ابی محذورہ کی حدیث ہے جس کو مسلم نے نقل کیا ہے کہ ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
اذان کی تعلیم فرمائی۔ اور ترجیع کے لئے بھی حکم دیا۔ امام مالک بھی ترجیع کے قائل ہیں اور افراد کے بھی کلمہ
قد قامت الصلوٰۃ میں بھی افراد ہی کے قائل ہیں۔ ان کے نزدیک بھی ترجیع اور افراد میں اصل اصول حدیث
حدیث ابی محذورہ اور حدیث انس ہیں۔ مگر افراد میں حضرت انس کی اس روایت کو لیتے ہیں جس میں الا
الاقامۃ کا لفظ نہیں۔ مجدد سرہندی طریق سے کچھ ہی ہیں ذرا سی ہے۔ امام احمد بن حنبل ترجیع کے
قائل ہیں۔ امام ابو حنیفہ نہ ترجیع کے قائل ہیں نہ افراد اقامت کے۔ بلکہ اذان و اقامت۔ دونوں ان کے
نزدیک کلمات دو دو مرتبہ ہیں۔ سوائے تکبیرات کے کہ وہ چار بار ہیں۔ امام ابو حنیفہ کے پاس یہ دونوں
فضیلت کن حدیث یہی حدیث ذیل عبد اللہ بن زید بن عبد ربہ کی ہے۔ جو اکثر و بیشتر طرق صحیحہ سے ترجیع
روایت کرتی ہے اور افراد کو بھی جس کو ابو داؤد مفصل لائے ہیں۔ ترجیع کو اس طرح کہ اذان میں شہادتین دو دو
اور ترجیع میں چار چار مرتبہ ہو لیتے ہیں۔ اور افراد کو اس طرح کہ اس میں الفاظ کلمات اذان کی طرح مکمل
دوسرے ابن اذان حدیث بھی رجال صحیحین سے ادا کئے ہیں کہ عبد اللہ بن زید نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے
آئے اور کہا کہ میں نے خواب میں یہ شخص کو دیکھا ہے جو ہے اس نے یہ کلمات سکھائے ہیں
کھڑے ہو کر اذان و اقامت کہی دو دو بار کلمات کی ادائیگی سے [illegible] کہ اذان اس بار میں
متواتر ہیں کہ حضرت بلال اذان و اقامت ہر دو میں کلمات کو دو دو بار [illegible] کہ ان کی اذان
ہوتی۔ جو طریقہ یہ ہی ابی محذورہ کی حدیث امام صاحب کے مذہب کی [illegible]
مفصل حدیث میں کلمات کی دو دو مرتبہ ادائیگی ہے اور ان کی مثل حدیث اور بھی زیادہ قائلین [illegible]
لئے تین کر دیتا کہ ان کو اذان کے تمام کلمات کے اور اقامت کے سنہ ہا بنوں امام شافعی لے [illegible]
ہمارے طرح مفصل۔ مگر ان بادشاہوں (لائی بنا) ہے لئے مجلت پسندی کے ماخذ ان کے [illegible]
اب زیادہ بحث کہ ان دلائل میں کونسا قابل ہیں مذہب امام شافعی ہیں لے [illegible]
اس کی ہے جس کی تضعیف صرف اتنی ہے کہ [illegible] کو حکم دیا یا کون جانے اس [illegible]
کسی اور نے یا کون سمجھے لائق حکم پہل ہوا یا نہیں؟ آنحضرت کے علاوہ اور [illegible]
بھی اسے پہلے ہوں جن کا کہ مذہب معلوم ہوا کہ وہ آخر میں اذان [illegible]
کیونکہ وہ بھی اذان و اقامت میں ان حقیقت کے مالک ہیں ان کی [illegible] کو بھی
حق حاصل ہے جب ہے جس حدیث میں ذرا [illegible] تو ان [illegible]
میں کسی مذہب اصل بنیاد قرار دینے کی ہے یا کسی مذہب کی [illegible]
کی حدیث [illegible] ہیں تو حدیث [illegible] کہ اس کو [illegible]
تقسیم و ادنیٰ خاطر [illegible] ہو تو ایسا [illegible]
حاصل [illegible] کہ اب [illegible] کو [illegible]

Maktaba Tul Ishaat.com

مقابلہ میں ابو داؤد عبداللہ بن زید کی حدیث ہے جو اذان کے بارہ میں اصل اصول ہے اور خلاصہ حجت۔ اور جو اپنی
شکل اور ناقابل تردید تاویل ہے دوسری ابن عمر کی حدیث ہے جس کو ابو داؤد النسائی۔ دارقطنی وغیرہ لائے ہیں
جس میں ذکر ہے کہ اذان میں کلمات مستقلہ دو بار ہیں۔ تیسرے موذنین کے سرتاج اور سردار حضرت بلال کا عمل
اس باب میں قوی حجت ہے۔ تمام اذان میں ترجیع نہ تھی۔ نہ ابن ام مکتوم کی اذان میں کہ وہ بھی مسجد نبوی
کے قریب ہی سے تھے۔ نہ حضرت سعد کی اذان میں جو مسجد قبا کی اذان کے فرائض انجام دیتے تھے یہ کیسے
ممکن ہے کہ ان حضرات کا عمل خلاف سنت ہو۔ اس کے علاوہ بہت ممکن ہے کہ ابی محذورہ سے سننے والوں
نے ہی سنت کی مصلحت سے ہونے کی حیثیت سے سمجھا ہے کہ انہوں نے اول کلمات شہادت
کو پست آواز سے ادا کیا ہو۔ اس کے یہ معنی نہیں
کہ اس کو سنت بن گیا۔ طحاوی نے بھی یہی کہا ہے۔ مگر اس اشکال کی بھی زبردست دلیل یہ ہے کہ ابی محذورہ کی
حدیث دوسرے طریق سے ترجیع کے بغیر بھی ثابت ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ وقتی تعلیم تھی جو بعد میں
منسوخ ہوئی۔ ابن جریج نے بھی یہ حقیقت ظاہر کرتے ہوئے کہا ہے کہ ابی محذورہ نے ہمیں اذان سکھائی تھی
کہ انہوں نے کلمات شہادت کو پست آواز سے ادا کیا۔ کہ یہ کلمات ان کے کانوں تک ہی پہنچ جائیں اور وہ اپنے ساتھی مشرکین کے سامنے بھی انکو دہرا لیں۔
وہ یہ سمجھ گئے کہ یہ زائد کلمات اذان کا جزو ہیں۔ اسی لئے انہوں نے وقت ابتدائے وقت انہیں کلمات کہنے شروع کر دیئے۔ دلیل کی
رو سے عقل سے سوچیے تو مکرر کہنے کی زیادہ حق دار تو حی علی الصلوٰۃ۔ حی علی الفلاح کے کلمات ہیں جو بلانے
کے کام میں آتے ہیں جب انہی میں تکرار نہیں تو دوسرے کلمات میں یہ کیوں ہونے لگی۔ یا دوسرے رخ
سے یوں دیکھئے کہ اقامت اذان کی جانشین ہے۔ یا قائم مقام اگر اذان غائبین کے بلانے کے لئے ہے تو یہ حاضرین
کے بلانے کے لئے تو تقاضائے عقل یہ ہے کہ یہ ہر دو ایک ہی صورت میں ہوں اور اقامت میں تو ترجیع نہیں
تو اذان میں بھی نہیں ہونی چاہئے۔

ابو حنیفۃ عن عبد اللہ قال سمعت ان عمر یقول کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا اذن المؤذن قال مثل ما یقول المؤذن۔

عبداللہ بن عمر رض کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت موذن کی اذان سنتے تو وہی لفظ اپنی زبان مبارک سے ادا فرماتے جو موذن ادا کرتا۔

شرح بخاری میں ابی سعید سے مرفوع روایت ہے کہ جب تم اذان سنو تو جیسا موذن کہتا جائے
بھی کہتے جاؤ۔ ابن ماجہ میں ابی ہریرہ سے مرفوع روایت ہے کہ جب موذن اذان دے تو جیسا وہ کہے تم
کہو غرض کتب صحاح وسنن میں قریب قریب انہی الفاظ سے یہ حدیث وارد ہے۔ لیکن جب موذن حی علی
الصلوٰۃ۔ حی علی الفلاح کے الفاظ ادا کرے تو لاحول ولاقوۃ الا باللہ کہنا چاہئے۔ کیونکہ طحاوی وسلیمانی
وغیرہ کی روایت ہے کہ جب آنحضرت موذن کی آواز سنتے تو موذن کے مثل کلمات ادا فرماتے اور جب موذن حی علی
الصلوٰۃ۔ حی علی الفلاح کہتا تو آپ فرماتے لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

Maktaba Tul Ishaat.com

بَابُ مَنْ بَنٰى لِلّٰهِ مَسْجِدًا !

أبو حنيفة قال سمعت عبد الله بن ابی اوفی یقول سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول من بنی لله مسجدا ولو کمفحص قطاة بنی الله تعالیٰ له بیتا فی الجنة ؛

ف: یہ حدیث ہم معنی الفاظ سے اس قدر طرق سے کتب [illegible] متواترہ میں سے مانا ہے۔ ملا علی قاری نے کہا ہے کہ فقہاء کے [illegible] دی کہ محراب مسجد کی شکل اپنی کوٹھی میں کھونسلہ کے [illegible] ہیں۔ لہٰذا اس مشابہت کے باعث [illegible] دیدیجاتی ہے۔

اس قسم کی بشارتوں کی [illegible] کلمہ توحید کی بشارت [illegible] دخل الجنة جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا وہ جنت میں داخل ہوا جس طرح وہ [illegible] کے بعد خواہ کس قدر بھی گناہ کرے اور خواہ وہ مرتد ہی کیوں نہ ہو جائے اس کو جنت [illegible] پروانگی نصیب ہوگی۔ اسی طرح یہاں یہ مقصد نہیں کہ [illegible] اور حشر برپا ہوا اور وہ جنت کے گھر میں جانے کا [illegible] لئے صرف اللہ کی رضا طلب کرتے ہوئے [illegible] حاصل کرنے کا تقاضا کیا۔ اگر وہ مرتد ہوا تو [illegible] اور کفر کا ارتکاب کیا تو یا شفاعت یا [illegible] نہ ہوگا اس کو جنت نصیب ہوگی اور اس کے [illegible] سرفراز ہوگا۔ اور اگر وہ گناہ کا [illegible] سے [illegible] لے جنت میں داخلے اور اس قسم کی بشارتوں سے فائدہ اٹھانے [illegible] سے الٰہی حالت میں [illegible] ہوا اس [illegible] کے بندہ [illegible] ہوا اس [illegible] تک کہ اس میں [illegible] کرکے خدا تعالیٰ سے [illegible] کرانے کا وعدہ [illegible] ہو تو [illegible] حقیقی معنوں میں وارد ہیں کہ قیامت [illegible] جنت میں داخلہ [illegible] گھر میں اس کا رخصت [illegible]

باب۔ اس شخص کے اجر کے بیان میں جو اللہ کے لئے مسجد بنائے!

عبد اللہ بن ابی اوفی کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا جس نے اللہ کے لئے مسجد بنائی اگرچہ وہ [illegible] کے گھونسلے کے [illegible] اس کے لئے [illegible]

آپ کا کرم بتا دے

Maktaba Tul Ishaat.com

باب النهي عن انشاد الضوالي في المسجد

ابو حنيفة عن علقمة عن ابن بريدة عن ابيه ان النبي صلى الله عليه وسلم سمع رجلا ينشد جملا في المسجد فقال لا وجدت۔

وفي رواية سمع رجلا ينشد بعيرا فقال لا وجدت ان هذه البيوت بنيت لما بنيت له۔

وفي رواية ان رجلا اطلع رأسه في المسجد فقال من دعا الى الجمل الاحمر فقال له صلى الله عليه وسلم ما وجدت انما بنيت هذه المساجد لما بنيت له۔

مسجد میں گمی ہوئی چیزوں کے ڈھونڈنے سے ممانعت کے بیان میں

۹۳ آ

حضرت بریدہ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص کو اپنا اونٹ ڈھونڈتے ہوئے مسجد میں سنا کہ وہ اپنے اونٹ کے گم ہو جانے کا اعلان کر رہا ہے) تو آپ نے فرمایا (بد دعا دی) کہ نہ پائے تو (اپنے اونٹ یا بھلائی کو) ایک روایت میں یوں ہے کہ آپ نے سنا کہ ایک شخص اونٹ ڈھونڈھتا ہے مسجد میں۔ تو آپ نے فرمایا نہ پائے تو البتہ یہ گھر (مسجدیں) بنائے گئے ہیں اسی کام کے لئے جس کے لئے یہ بنائے گئے ہیں یعنی یہ مسجدیں نماز اور ذکر الٰہی ہی کے لئے تعمیر ہوئی ہیں۔ لہٰذا اس کے علاوہ کام مسجدوں میں کرنا سخت جرم ہے اور یہ انکا بے جا استعمال)۔

ایک اور روایت میں اس طرح ہے کہ ایک شخص نے اپنا سر مسجد میں داخل کیا اور کہا کہ مجھ کو میرے سرخ اونٹ کا کون پتہ دے گا۔ تو آپ نے فرمایا نہ پائے تو البتہ مسجدیں تو اسی کام کے لئے ہیں۔ جس کام کے لئے وہ بنائی گئی ہیں۔

ف ۱: یہ حدیث بعینہٖ انہی الفاظ یا اس کے قریب قریب الفاظ سے کتب صحاح میں مختلف طرق سے مروی ہے۔ طبرانی میں ابی ہریرہ سے مرفوع روایت اس طرح ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جس شخص کو تم خرید و فروخت کرتے ہوئے دیکھو تو کہو کہ اللہ تیری تجارت میں نفع نہ دے۔ یا دیکھو کہ کوئی اپنی گمی ہوئی چیز تلاش کر رہا ہے۔ تو کہو کہ اللہ تیری گمی ہوئی چیز نہ ملائے۔

لیکن آنحضرتؐ نے ان هذه البيوت بعيت لما بليت له سے حرمت و ممانعت کا ایک معیار کلی بھی بیان فرمایا اور اس طرف اشارہ فرمایا کہ ہر وہ عمل و کام جو غرض و مقصد تعمیر مسجد کے خلاف ہو وہ سخت ناجائز ہے اور شریعت میں حرام ہے مسجد کی تعمیر کی غرض و غایت نماز و ذکر الٰہی ہے۔ لہٰذا جو کام بھی اس مقصد کے خلاف ہو یا اس میں خلل اور دخل انداز ہو وہ سخت ممنوع ہے۔ اور اس سخت تہدید کے تحت میں یہ اعمال بھی آتے ہیں۔ مثلاً محض دنیوی معاملات میں بات چیت۔ سودا بیچنا۔ دستکاری کے دھندے۔ اجرت پر کپڑا پڑھنا۔ اسی طرح ہر وہ کام جو نمازی کو دھیان میں ڈالے۔ مثلاً اونچی آواز سے بولنا۔ یہاں تک کہ علماء نے ذکر جہری سے بھی

Maktaba Tul Ishaat.com

روکا ہے۔ بعض نے یہاں تک کہا ہے کہ ہر اس سائل کو خیرات دینا منع ہے۔ جو چلا چلا کر مانگ رہا ہو۔ یا عین خطبہ کے وقت وہ سوال کر رہا ہو۔ اور یہ سب کچھ ممانعت مسجد کے احترام کے پیش نظر ہے۔ اور اس بنیادی حکم اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے۔ وان المساجد للہ فلا تدعوا مع اللہ احدا!

بَابُ افْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ ۴۲

باب۔ نماز شروع کرنے کے بیان

ابوحنیفۃ عن عاصم عن ابیہ عن وائل بن حجر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیہ حتی یحاذی بہما شحمۃ اذنیہ ؛

وفی روایۃ عن وائل انہ رأی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یرفع یدیہ فی الصلوٰۃ حتی یحاذی شحمۃ اذنیہ ؛

حضرت وائل بن حجر سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز شروع کرتے وقت اپنے ہاتھوں کو یہاں تک اٹھاتے کہ انگوٹھوں کی لو کے برابر آجاتے ؛

ایک روایت میں یوں ہے کہ حضرت وائل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کے شروع میں ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھا۔ تا آنکہ وہ آپ کے کانوں کی لو کے برابر آگئے ؛

ف: صحاح ستہ میں طرق صحیحہ سے یہ حدیث بالفاظ ذیل وارد ہے۔ لیکن یوں ہے کہ آپ ہاتھ یہاں تک کہ آپ کے کانوں کے برابر آجاتے کہیں اس طرح ہے کہ ہاتھ یہاں تک اٹھاتے کہ انگوٹھے کانوں کے برابر آجاتے۔ اور کہیں البتہ بھی ہے کہ ہاتھ کانوں کے برابر آتے اور انگوٹھے کانوں کے برابر

اس امر میں حنفیہ اور شافعیہ کا اختلاف ہے کہ ہاتھوں کو نماز کے شروع میں کانوں تک اٹھانا کانوں اور کانوں کی لو تک۔ شافعیہ پہلی شق کو اختیار کرتے ہیں اور حنفیہ دوسری کو کیونکہ یہ بھی ہے اور اس کے ہم معنی احادیث جو صحیح طرق سے ثابت ہیں ہاتھوں کی کی بتاتی ہے۔ اور شافعیہ اپنے مؤید میں احادیث رکھتے ہیں جن میں کانوں کی ہے مالک بن حویرث یا ابن عمر وغیرہ کی حدیث ؛

یہ اختلاف دراصل ایک نقطہ پر آکر مل جاتا ہے اور کوئی تضاد باقی نہیں رہتا۔ صحیحہ ہیں جن میں تطبیق بہت آسان ہے خود حدیث کے الفاظ اطلاق کی اجازت دیتے ہیں لیکن ایک دفعہ حضرت شافعی مدینہ تشریف لے گئے۔ تو لوگوں نے آپ سے سوال کیا کہ آپ نماز میں تطبیق کی کوئی شکل بھی ہے؟ تو آپ نے دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھ کر ہاتھوں کی پشت کانوں کے بالائی حصہ کی طرف رہیں۔ اور ننھے کانوں کی لو کے برابر اور انگلیوں کے بالائی حصہ کانوں کے برابر بھی اسی تطبیق کو پسند کیا ہے۔ اور احناف نے ملا علی قاری نے فتح باب العنایہ میں اور ملا علی قاری نے ان احادیث میں اس طرح کی تطبیق دی ہے کہ پہلے ہاتھ اٹھاتے ہیں پھر کانوں تک اٹھاتے ہیں

Maktaba Tul Ishaat.com

کی پابندی کے کبھی شانوں تک اٹھاتے۔ کبھی کانوں کی لو تک۔ اور کبھی کانوں کے بالائی حصہ تک سر کے برابر ہیں ؛

۵۳۲ **ابو حنیفة** عن عاصم عن عبد الجبار بن وائل بن حجر عن ابیه قال رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم یرفع یدیه عند التکبیر ویسلم عن یمینه ویساره ؛

حضرت وائل بن حجر سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہاتھ اٹھاتے دیکھا تکبیر کے وقت اور سلام پھیرتے ہوئے۔ اپنی دائیں اور بائیں جانب ؛

فائدہ: اس حدیث کے ذیل میں دو امور قابل حل ہیں اور **وضاحت طلب**۔ ایک یہ کہ **ہاتھوں** کا اٹھنا اور کلمہ تکبیر کی ادائیگی ایک ساتھ ہوں۔ یا یکے بعد دیگرے پھر اس میں بھی ہاتھ پہلے اٹھیں تکبیر بعد میں یا اس کے خلاف۔ گویا پہلی شق میں تین صورتیں متصور ہیں۔ دوسرے یہ کہ نماز کے آخر میں سلام دو ہیں یا ایک پہلی صورت کو اکثر فقہاء حنفیہ مثلاً طحاوی۔ قاضی خاں یا امام ابو یوسف نے اختیار کیا ہے۔ اور بیشتر احادیث مثلاً حدیث وائل ابی ہریرہ۔ ابن عمر۔ علی بن ابی طالب۔ براء بن عازب اسی خیال کی تائید کرتی ہیں کہ کسی میں یہ ہے کہ آپ جب تکبیر کہتے تو ہاتھ شانوں تک اٹھاتے۔ یا جب نماز میں داخل ہوتے تکبیر کہتے۔ ہاتھ اٹھاتے۔ یا جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تکبیر کہتے۔ ہاتھ اٹھاتے۔ کہ ان میں ہر دو افعال کا اظہار شرط و جزا کی شکل میں ہے یا معیت کی صورت میں۔ شرط و جزا بھی مقارنت و معیت زمانی کو چاہتے ہیں۔ یہ بھی حجت لاتے ہیں کہ **ہاتھوں** کا اٹھانا تکبیر کی سنت ہے تو عقلاً اسی کے ساتھ اس کو وجود میں آنا چاہیے۔ دوسری صورت امام ابو حنیفہ رح امام محمد کے مذہب کی ترجمانی کرتی ہے۔ ان کی عقلی حجت یہ ہے کہ ہاتھ اٹھانا غیر اللہ کی بڑائی سے انکار ہے اور دست برداری اور تکبیر میں اس کا اثبات ہے اور نفی چونکہ اثبات پر مقدم ہوتی ہے اس لئے رفع یدین تکبیر سے پہلے وقوع میں آنا چاہیے۔ چنانچہ لا الہ الا اللہ میں بھی نفی لا الہ اثبات الا اللہ پر مقدم ہے۔ صاحب ہدایہ نے اسی کو صحیح بتایا ہے اور عام مشائخ بھی اسی طرف گئے ہیں۔ اس خیال کے حامی اپنے مذہب کی تائید میں ابن عمر کی مرفوع حدیث پیش کرتے ہیں، جس کو ابو داؤد و نسائی نے نقل کیا ہے کان یرفع یدیه حذاء منکبیه ثم یکبر کہ آپ شانوں تک ہاتھ اٹھاتے پھر تکبیر کہتے۔ اس میں ثم کا لفظ صاف تاخیر کو ثابت کرتا ہے یا ابی حمید ساعدی کے بعض طرق کی حدیث کہ اس میں بھی ثم کا لفظ ہے تیسری صورت کی طرف علامہ ابن ہمام نے اشارہ کیا ہے کہ بعض نے اس کا بھی قول کیا ہے ان کی دلیل یا تو حضرت انس کی مرفوع حدیث ہے جو یہقی لائے ہیں کہ اذا افتتح الصلوٰة کبر ثم رفع کہ آنحضرت نماز شروع فرماتے تو تکبیر کہتے پھر ہاتھ اٹھاتے۔ یا وائل بن حجر کی حدیث بعض طریق سے جس میں یوں ہے فکبر فرفع یدیه کہ آپ نے تکبیر کہی اور پھر ہاتھ اٹھائے۔ ان احادیث میں تطبیق کی شکل بہتر یہ ہے کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف اوقات کے مختلف عمل ہیں۔ بر وئے قیاس جس کو بھی افضل سمجھا جائے ؛

دوسرے امر یعنی سلام کے بارے میں ہر سہ ائمہ متفق الرائے ہیں کہ دو سلام ہیں۔ تقریباً پندرہ اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح طرق سے اس کی روایت ہے اور اسی پر آنحضرت صلعم کا ہمیشہ عمل رہا اور عام صحابہ و تابعین کا بھی یہی مسلک

Maktaba Tul Ishaat.com

یہاں امام مالک اپنے اس خیال میں بالکل تنہا ہیں کہ وہ ایک سلام ماننے میں۔ اس طرح کہ اگر تنہا نماز پڑھنے والا تو السلام علیکم کہے اور سر تھوڑا سا سیدھی جانب پھیرے۔ اور پھر سلمنے لے آئے۔ اگر مقتدی ہے تو تھوڑا سا سیدھی جانب پھیرے پھر امام کی طرف لے آئے اور اس کی طرف اشارہ کرے۔ اس خیال کی بنیاد ہی حدیث عائشہ ہے جس میں سند کے اعتبار سے کلام ہے۔ پھر اگر صحیح بھی مان لی تو وہ مطلب پر ہی نہیں کرتی ہے کیونکہ اس میں اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دائیں بائیں سلام پھیرتے تھے کہ تم کو جھکا دیتے تھے دوسرے سلام سے انکار کب نکلا کیا بعید ہے دوسرا سلام پھیرنے سے قول کا ہے۔ زور سے نہیں کیونکہ جھکا لینے کے لئے اول ہی سلام کافی ہوتا ہے

ابوحنیفة عن حماد عن ابراهيم انه قال فى وائل بن حجر اعرابى لم يصل مع النبى صلى الله عليه وسلم صلوة قبلها قط اهو اعلم من عبد الله اصحابه حفظ ولم يحفظوا يعنى رفع اليدين. وفى رواية عن ابراهيم انه ذكر حديث وائل بن حجر فقال اعرابى صلى مع النبى صلى الله عليه وسلم ما صلى صلوة قبلها هو اعلم من عبد الله ؛

وفى رواية ذكر عنده حديث وائل بن حجر انه راى النبى صلى الله عليه وسلم رفع يديه عند الركوع وعند السجود فقال هو اعرابى لا يعرف الاسلام لم يصل مع النبى صلى الله عليه وسلم الا صلوة واحدة وقد حدثنى من لا احصى عن عبد الله بن مسعود انه رفع يديه فى بدء الصلاة فقط وحكاه عن النبى صلى الله عليه وسلم وعبد الله عالم بشر ائع الاسلام وحديثه متفق لا حديث النبى صلى الله عليه وسلم لازم له فى اقاصيه ؛

Maktaba Tul Ishaat.com

وقارہ وقد صلی مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم مالا یحصی ۔

ہیں آنجناب کے رفیق و دمساز ہیں۔ اور آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بے گنتی نمازیں پڑھی ہیں۔

شرح: مسئلہ رفع یدین مسئلہ فیہ مسائل میں بڑی کا مسئلہ ہے جس میں ائمہ کرام کی آراء کا سخت ٹکراؤ ہوتا ہے۔ اور ہر فریق نے اپنے مذہب کے ثبوت میں اس پر سنگین دلائل پر مبنی چیمے قائم کئے ہیں۔ اور فریق ثانی کی رائے کی کمزوری پر پورا پورا زور دالا ہے۔ چنانچہ یہ حدیث اس اہم مسئلہ کی بنیاد کڑی ہے۔ مسئلہ کی تحقیق اور اس میں مختلف کا بیان آئندہ حدیث میں آرہا ہے۔ یہاں حدیث دیل میں ابراہیم نخعی کی اپنے رائے کا ذکر ہے اور ان کے انصافانہ قبیلہ کا بیان جو انہوں نے وائل بن حجر اور عبداللہ بن مسعود کی احادیث میں کیا ہے۔ اور ہر دو شخصیتوں کا آپس میں موازنہ کیا ہے کیونکہ کلام کا وزن متکلم کے حالات سے ہوتا ہے اور اس کے مقدار علم سے مگر فریق ثانی نے ابراہیم کی اس حق پسندانہ رائے پر دانستہ سیدھے اعتراضات جڑ دیئے۔ جنکو مطلب کلام سے کوئی لگاؤ اور مقصد متکلم سے کوئی مناسبت نہیں۔ کما ہو وصف اکثر اعتراضات کے حالات بتاتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعود کی حدیث مذکور وائل بن حجر کے مقابلہ میں زیادہ وزنی۔ قابل حجت اور قابل اعتماد ہے کون نہیں جانتا کہ وائل بن حجر کو خود دربار رسالت میں جو علمی اعزاز و فخر حاصل رہا ہو مگر آنجناب کے ساتھ صحبت و رفاقت و دمسازی و راز شناسی میں عبداللہ بن مسعود سے ان کو کوئی بھی نسبت نہیں۔ تو ایسے مختلف الحال شخصیتوں میں کسی بات پر رائے کا ٹکراؤ ہو جائے تو کس کی بات کا وزن ہوگا۔ ہر سنجیدہ جانتا ہے یہی انصاف پسندانہ بات ہے جو ابراہیم کہتے ہیں۔ بات گو حق تھی مگر چونکہ مذہب پر ٹھیس لگتی تھی اس لئے بات کو پھیر پھار کر اعتراض کے قابل بنایا۔ اور پھر اس پر اعتراضات کی گولہ باری شروع کر دی بیہقی کہتے ہیں کہ وائل ہی کی حدیث مانی پڑے گی۔ اور ان سے کمرتبہ آدمی کے قول سے اس کو رد نہیں کیا جا سکتا۔ حالانکہ ابراہیم اپنے قول سے ان کی حدیث کو رد کر رہے ہیں۔ بلکہ حضرت عبداللہ کی حدیث کو حضرت وائل کی حدیث پر بنا بر حالات واقعیہ ترجیح دے رہے ہیں۔ بخاری کہتے ہیں کہ یہ محض ابراہیم کا گمان ہے۔ وائل نے اور اصحاب کو رفع کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ پھر بات اصل نقطہ بحث سے ہٹ گئی۔ کہ معرفت مسائل میں وہ عبداللہ کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتے۔ اور عبداللہ سے ابراہیم کو عدم رفع کی روایات تواتر پہنچی ہیں۔ تو اب گمان کس میں رہ گیا۔ بعض نے ابراہیم کو چھوڑا حضرت عبداللہ کے پیچھے لگ گئے۔ کہ وہ بہت سی باتیں بھول جایا کرتے تھے۔ تو کیا عجب ہے یہ بھی بھول گئے ہوں مثلاً قرآن میں معوذتین کا بھول جانا۔ جہر صلوٰۃ کی کیفیت بھول جانا۔ وغیرہ وغیرہ اس سے بھی ان کے کلام کی تردید نہیں ہوتی۔ کیونکہ یہ پیش کردہ امور جو نماز کے متعلقہ ہیں نادر الوقوع ہیں۔ ان میں بھول چوک کا امکان ہے مگر نماز جو دن رات میں پانچ وقت ادا ہوتی ہے۔ اور جبکہ حضرت عبداللہ خدمت نبوی میں ہر وقت حاضر ہوں کیا اس میں بھی بھول چوک کا احتمال ہے۔ پھر یوں بھول کس کو نہیں ہوئی۔ نبی بھی بھولے ہیں کہ فرمایا فنسی ولم نجد لہ عزما۔ یا لیلۃ القدر میں آنجناب کے بھول جانے کا قصہ۔ یا ذی الیدین کا قصہ۔

سفیان بن عیینۃ قال اجتمع ابو حنیفۃ والاوزاعی فی دار الحناطین بمکۃ:

سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ ابوحنیفہ اور اوزاعی گیہوں کی منڈی میں ایک دوسرے سے ملے اوزاعی

Maktaba Tul Ishaat.com

فقال الاوزاعي لابي حنيفة ما بالكم لا ترفعون ايديكم في الصلوٰة عند الركوع وعند الرفع منه فقال ابو حنيفة لاجل انه لم يصح عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فيه شئ قال كيف لا يصح وقد حدثني الزهري عن سالم عن ابيه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم انه كان يرفع يديه اذا افتتح الصلوٰة وعند الركوع وعند الرفع منه فقال له ابو حنيفة فحدثنا حماد عن ابراهيم عن علقمة والاسود عن ابن مسعود ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان لا يرفع يديه الا عند افتتاح الصلوٰة ولا يعود لشئ من ذلك فقال الاوزاعي احدثك عن الزهري عن سالم عن ابيه وتقول حدثني حماد عن ابراهيم

فقال له ابو حنيفة كان حماد افقه من الزهري وكان ابراهيم افقه من سالم وعلقمة ليس بدون ابن عمر في الفقه وان كانت لابن عمر صحبة ولعلقمة صحبة فالاسود له فضل كثير وعبد الله هو عبد الله فسكت الاوزاعي ؛

ف: ۔۔۔ امام اوزاعی و امام ابو حنیفہ ۔۔۔

نے ابو حنیفہ سے کہا (اے کوفیو) تم کو کیا ہوا کہ نماز میں رکوع میں جاتے اور اس سے اٹھتے وقت اپنے ہاتھ نہیں اٹھاتے۔ ابو حنیفہ بولے اس حدیث سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارہ میں کوئی صحیح حدیث بغیر معارض کے نہیں ملی۔ اوزاعی نے کہا صحیح حدیث کیوں نہیں ہے۔ اور ابھی حدیث بیان کی مجھ سے زہری نے انہوں نے سالم سے روایت کی انہوں نے اپنے باپ عبداللہ بن عمر سے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ ہاتھ اٹھایا کرتے جب نماز شروع کرتے اور رکوع کرتے اور اس سے اٹھتے۔ ابو حنیفہ نے ان سے کہا کہ روایت بیان کی مجھ سے حماد نے ابراہیم سے انہوں نے علقمہ اور اسود سے انہوں نے عبداللہ بن مسعود سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے مگر نماز شروع کرتے وقت اور دوبارہ ایسا نہ کیا (یعنی ہاتھ نہ اٹھائے) کسی چیز سے۔ اوزاعی نے کہا کیسی فقہ سے حدیث بیان کی تم نے زہری سے وہ سالم سے اور وہ اپنے باپ سے اور تم کہتے ہو کہ روایت کی مجھ سے حماد نے ابراہیم سے۔

ابو حنیفہ نے کہا کہ حماد زہری سے اور ابراہیم سالم اور علقمہ سے فقہ میں کم نہیں ابن عمر سے فقہ میں اگرچہ ابن عمر کو صحبت ہے اور علقمہ کو صحبت نہیں اور اسود کو فضل بہت ہے اور عبداللہ وہ عبداللہ ہے (یعنی بڑا مرتبہ ہے) پس اوزاعی چپ ہو رہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com

سبق آموز اور تصحیح بخش۔ اس سے امام صاحب کی اس خلاف معمول قوت دماغی اور تیز فہمی کا اندازہ ہوتا ہے جس کی روشنی میں آپ احادیث نبویہ کو پرکھا اور جانچا کرتے تھے۔ اور ان سے مسائل اخذ کیا کرتے تھے۔ حدیث کی صحت کا مدار چونکہ رواۃ پر ہوتا ہے اس لئے آپ رواۃ کی جانچ میں ایسی کڑی پرکھ سے کام لیتے کہ گویا بال کی کھال نکالتے۔ فضیلت و برتری میں جو ایک دوسرے کو آپس میں باریک سی فوقیت نصیب ہوتی ہے۔ اس کو بھی نظر انداز نہ کرتے۔ لہٰذا یہ مناظرہ اگر ایک طرف امام صاحب کی اس صفت کو بے نقاب کرتا ہے تو دوسری طرف ان غلط بیانی سے کام لینے والوں کا منہ توڑ جواب دیتا ہے جو آپ کو صاحب الرائے کہتے ہیں کہ گویا آپ اپنے مذہب کا مدار عقل و رائے و قیاس پر رکھتے ہیں۔ کیا امام اوزاعی کے مقابلہ میں انہوں نے اپنی رائے پیش کی۔ یا حدیث نبوی پھر وہ حدیث باعتبار سند حدیث اوزاعی سے قوی تر تھی یا کمزور

یہ بحث رواۃ کو پرکھنے کا ایک بہترین اصول بھی سامنے رکھتی ہے کہ رواۃ کی برتری تفقہ و تبحر علمی پر موقوف ہے نہ علو سند یا عدالت پر۔

اس مناظرہ سے اس کا بھی انکشاف ہوا کہ صحبت نبوی کو گو زبردست فضیلت ہے مگر فقاہت اور تبحر علمی اس سے بڑھ چڑھ کر ایک خوبی ہے۔ جو روایت حدیث میں زیادہ قابل لحاظ ہے۔ چنانچہ آپ نے کہا کہ علقمہ ابن عمرؓ سے کچھ کم نہیں غرض یہ حکایت امام صاحب کی منقبت کا ایک باب کھولتی ہے۔ اور آپ کی حدیث دانی پر چار چاند لگاتی ہے۔

اس مسئلہ رفع یدین کی نوعیت اور اس میں اختلاف کی حقیقت یہ ہے کہ نماز میں ہاتھ اٹھانے میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک ابتدائے نماز کے علاوہ رکوع میں جاتے اور اس سے اٹھتے وقت بھی ہاتھ اٹھانا مسنون ہے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک رفع یدین صرف شروع نماز میں ہے بعد میں پوری نماز میں کہیں نہیں۔ امام مالک سے دو روائتیں ہیں۔ ایک امام شافعی کی موافقت میں۔ اور دوسری امام صاحب کی تائید میں۔ مگر ان کے زیادہ تر شاگرد پہلی روائت کے حامی ہیں۔ شافعیہ اپنے مذہب کی تائید میں بہت سے صحابہ سے روائتیں لاتے ہیں جن میں عشرہ مبشرہ بھی ہیں۔ باعتبار متن احادیث یا الفاظ روایات کے ان کی نقل کردہ احادیث دو نوع پر تقسیم ہوتی ہیں ایک وہ جن میں رکوع میں جاتے اور اس سے اٹھتے وقت ہاتھوں کا اٹھانا ہے۔ اور باقی جگہ سے انکار۔ اور بعض میں اور جگہ بھی رفع یدین کا ثبوت ہے مثلاً سجدوں سے اٹھتے وقت یا ہر تکبیر کے وقت یا ہر سر تبہ جھکتے اور اٹھتے وقت بہرحال باقی حدیثوں میں اضطراب ہے جن سے صحیح مقصد کی راہنمائی نہیں ہوتی۔ بلکہ مخالف خیال بات کی بھی اس میں آمیزش ہے جس کو نہ وہ مانتے ہیں نہ ہم۔

لہٰذا درحقیقت ان کی صحیح مطلب براری کی وہی حدیثیں ہیں جن میں رکوع کے علاوہ اور جگہ رفع یدین سے انکار ہے۔ پھر یہ بات بھی خیال میں رکھیں کہ صحابہ میں عبداللہ بن مسعود سے جس قدر بھی روایات ہیں خواہ ان کو شاذ ضعیف لائے ہوں یا حنفیہ ان سے عدم رفع کلی ہی ثابت ہے۔ رفع کا نہیں۔ ان کے علاوہ بہت سے صحابہ سے مثلاً حنفیہ یہ رفع کی روائتیں لاتے ہیں اور حنفیہ عدم رفع کی۔ اس لئے ان میں سے جو یہ کہے کہ عدم رفع میں عشرہ مبشرہ یا اور ہمارے ساتھ ہیں یا کوئی اس غلط بیانی سے بھی کام لے کہ سب صحابہ ہمارے ساتھ ہیں تو اس کو قطعاً غلط سمجھیں۔

Maktaba Tul Ishaat.com

اب روایات کے میدان میں آئیے۔ اور دیکھئے کہ حق کدھر ہے اور انصاف کا حامی کون۔ بخاری میں ابن عمرؓ سے اس مضمون کی حدیث ہے کہ آنحضرتؐ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہاتھ اٹھاتے یہاں تک کہ شانوں کے برابر آجاتے۔ اور رکوع کے لئے تکبیر کہتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت بھی ایسا ہی کرتے اور سجدوں میں ایسا نہ کرتے۔ مسلم میں بھی اسی کے ہم معنی الفاظ ہیں۔ یا مثلاً حضرت علیؓ کی روایت جو اصحاب سنن لائے ہیں اس میں آخر میں یہ بھی ہے کہ جب آپ سجدہ سے اٹھتے تو اسی طرح ہاتھ اٹھاتے۔ یہ رفع یدین کے [illegible] کا استدلالی رخ ملاحظہ فرمائیے۔ اس کو ہم کسی قدر تفصیل سے بیان کریں گے۔ اس سبب سے کہ یہ مشہور کیا جاتا ہے کہ ان کے پاس اس باب میں کوئی صحیح حدیث نہیں ہے۔

سب سے پہلے تو ان کے پاس یہ ہی حدیث ذیل عبداللہ بن مسعودؓ جس میں [illegible] اس کے راویوں کے خلاف تو کوئی دم کبوں مارے جب ان کے امام الامام ابوحنیفہ جنکی ہم نے پیروی میں اپنے کو امام مالک دثوری جیسی جلیل القدر ہستیاں اپنے لئے فخر جانتی دم بخود ہیں۔ تو ان کے پچھلوں کو کیا مجال کلام اور تاب گفتگو۔ جب معاملہ دیگر راویوں سے گذر کر صحابیوں پر آیا تو اس کو امام صاحب نے مختلف الفاظ سے یوں ادا فرمایا۔ کہ عبداللہ تو پھر عبداللہ ہی ہیں۔ یہ الفاظ ان کی ساری برتری کو شامل ہیں۔ جو ان کے خلاف [illegible] کے سرخم کے ساتھی و رفیق ہیں۔ فوراً یہ باور کرنے پر مجبور ہوگا۔ کہ ان کی بات بوقت ٹکراؤ سب پر فائق ہونی چاہئے۔ چنانچہ پچھلوں میں ابن حجر نے اصابہ میں عبداللہ بن مسعود کو ابن عمر پر ترجیح دی ہے۔ اور ان کی فضیلت ثابت کی ہے۔ طحاوی حصین و ابراہیم کے طریق سے نقل کرتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعود سونے شروع نماز کے لیں ہاتھ اٹھاتے امام محمد بھی اپنی موطا میں اسی معنی کے الفاظ لائے ہیں۔ ابوداؤد اپنی سنن میں عاصم بن کلیب سے اور وہ عبدالرحمن بن اسود سے اور وہ علقمہ سے اور وہ ابن مسعود سے روایت کرتے ہیں الا اصلی لکم صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فصلی فلم یرفع یدیہ الا مرۃ کہ انہوں نے کہا کہ کیا میں تم کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھ کر نہ بتاؤں کہا۔ پھر انہوں نے نماز پڑھی اور صرف ایک مرتبہ ہاتھ اٹھائے [illegible] کے صرف شروع مرتبہ ہاتھ اٹھائے۔ مخالف نے سب حدیث کی مخالفت [illegible] نوافل کی جا سکتی ہے۔ مگر یہ صورت اپنے خیال کو اونچا رکھنا [illegible] کو ادا ہو سکتا ہے کہ ہم شروع نماز کی کی سنت میں مخالف [illegible] ایک نے کہا یہ حدیث ثابت نہیں [illegible] نووی تو اگر اثبت [illegible] پر سب کا اتفاق ہے [illegible] نے کہا تو [illegible] کہ اتفاق لیس بحجۃ [illegible] بخاری نے عاصم بن کلیب سے [illegible] کی ہے۔ اور ان کی فضیلت ثابت کی ہے۔

Marfat.com

Maktaba Tul Ishaat.com

ہیں - تو اب حدیث میں کیا سقم نکل آیا - غیر کی حدیث کو اس قسم کی جتھہ بندی سے کمزور دکھانا علماء کے شایان شان نہیں - پھر خدارا یہ تو دیکھا کریں کہ یہ کہیں ہماری کسی کتاب میں تو نہیں لگ گیا ہے - اسی عاصم کے طریق سے عبداللہ بن مسعود سے یہ ہی حدیث ترمذی بھی لائے ہیں اور کہا ہے کہ عبداللہ بن مسعود کی حدیث حسن ہے - اور بہت اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور تابعین اہل علم اس طرف گئے ہیں اور سفیان ثوری اور اہل کوفہ کا یہ ہی مسلک ہے جب خود ان کے مذہب کے علمبردار اس حدیث کے راویوں کو مانیں اور اس حدیث کو حسن کہیں تو پھر دوسروں کو اس کو ضعیف ٹھہرانے کا کیا حق پہنچتا ہے - بعض نے یہ باریکی نکالی کہ عبدالرحمن کو علقمہ سے سماع نہیں - کیا خوب - جب عبدالرحمن کی وفات اناسی ۷۹ کی ہے جو ابراہیم نخعی کی حیات کا زمانہ ہے اور ان کو تو علقمہ سے بالاتفاق سماع ہے تو کیا عجب ہے اور کیا بعید کہ عبدالرحمن کو بھی سماع ہو - مزید برآں خطیب نے کتاب المتفق والمتفرق میں عبدالرحمن کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ انہوں نے اپنے والد سے بھی سماع حدیث کیا ہے اور علقمہ سے بھی - لہذا اب یہ پہلو سے حدیث کا دامن اعتراض و سقم سے پاک ہو گیا -

اب آیئے خلفاء میں سے ابوبکرؓ اور عمرؓ کے مذہب کا پتہ لگائیے اور معلوم کیجئے کہ یہ خلفاء کس کے ساتھ ہیں) دارقطنی اور ابن عدی محمد بن جابر سے حدیث نقل کرتے ہیں وہ روایت کرتے ہیں حماد بن ابی سلیمان سے وہ ابراہیم سے وہ علقمہ سے وہ عبداللہ بن مسعود سے قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ابی بکر و عمر فلم یرفعوا ایدیھم الا عند افتتاح الصلوۃ - کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی اور ابوبکر و عمر کے ساتھ تو انہوں نے اپنے ہاتھ نہیں اٹھائے مگر نماز شروع کرتے وقت اس میں ان کو محمد بن جابر بن لیسار ملے جن کو قابل گرفت سمجھا اور کہنے لگے کہ محمد بن جابر میں کلام ہے اور مجال گفتگو ہیں کے متعلق مختصراً یوں سمجھ لیجئے کہ جن محمد بن جابر سے ایوب ابن عوف ہشام بن حسان - ثوری - شعبہ - ابن عیینہ جیسے جلیل القدر اصحاب نے روایت کی ہو وہ کیا کچھ درجہ علمی نہ رکھتے ہوں گے - ان کے مرتبہ کو کون گرا سکتا ہے - پھر ابن عدی نے کہا ہے کہ اسحاق بن اسرائیل محمد بن جابر کو ایسی جماعت پر فضیلت دیا کرتے جو ان سے افضل ہوتی - تقریب میں کہا ہے کہ محمد بن جابر بن لیسار بن طارق الحنفی الیمامی ابو عبداللہ اصلہ من الکوفۃ صدوق کہ یہ کوفہ کے رہنے والے ہیں اور صدوق ہیں - لہذا ان جلیل القدر و اشان خلفاء کی موافقت مذہبی سے مذہب حنفیہ غایۃ صحت و حقانیت میں نہایت درجہ وزنی اور بھاری ہو گیا - عبداللہ اول تو خود کیا کچھ کم ہیں پھر وہ تصدیق میں آنحضرت کے ساتھ ابوبکر صدیق کی صداقت اور عمر فاروق کی فقاہت کو بھی ملا لیں تو نور علی نور - بلکہ یہ حدیث درحقیقت حدیث شیخین ابوبکر و عمر کی ہوئی جو از سر تا پا نمونہ رسول ہیں - اور جن کا ایک قدم عمل نبوی سے سر مو نہیں ہٹ سکتا - یہ حدیث گویا حصار حنفیت کا دوسرا مورچہ ہے -

اب خاتم الخلفاء حضرت علی کے مذہب کا سراغ لگائیے کہ وہ کیا تھا - اس سلسلہ میں آپ کو طحاوی اور امام محمد کی صحیح حدیث نظر پڑے گی کہ وہ روایت کرتے ہیں ابی بکر نہشلی سے وہ عاصم سے وہ اپنے باپ سے ان علیا کان یرفع فی اول تکبیرۃ من الصلوۃ ثم لا یعود کہ علی اول تکبیر کہتے وقت نماز میں ہاتھ اٹھاتے پھر دوبارہ ایسا نہ کرتے دارقطنی نے بھی ان نہشلی سے یہ حدیث بیان کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث

Marfat.com

Maktaba Tul Ishaat.com

موقوف صحیح ہے نہ مرفوع۔ محمد بن ابان بھی عاصم سے ایسی ہی روایت کرتے ہیں۔ دارمی نے عجیب نوعیت کا اس پر اعتراض اٹھایا ہے کہ جواب دینے سے پہلے انسان اس پر ہنسنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ ان کے الفاظ کا صحیح ترجمہ یہ ہے کہ "علی سے واہیات طریق سے روایت ہے کہ وہ اول تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھایا کرتے پھر ایسا نہ کرتے بالکل کمزور بات ہے کیونکہ علی کے بارہ میں ایسا کیسے گمان کیا جائے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کے خلاف کریں۔ حالانکہ آپ سے یہ مروی ہے کہ آپ رکوع میں جاتے اور اس سے اٹھتے وقت ہاتھ اٹھایا کرتے" کیا خوب یہ تو آپ کی من مانی بات ہے اور آپ کا علی سے حسن ظن کہ وہ اس کی آنحضرت کی آخری سنت یا غیر منسوخ عمل مانتے تھے۔ آپ کا خصم یعنی احناف کیوں ماننے لگے۔ وہ تو یہ کہیں گے کہ علی کا یہ عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کا ہے اور وہ رفع یدین کے نسخ کو ثابت کرتا ہے۔ آپ اپنے خیال کے موافق ایک بنیاد قائم کرتے ہیں اور اسی پر اعتراض کی عمارت اٹھاتے ہیں ماشاء اللہ۔ دارمی پر گرفت کے بعد یہ ہی الفاظ ابن وضاح نے کہے ہیں جو امام میں مذکور ہیں۔

حضرت علی سے ہی رفع یدین کے خلاف مرفوع روایت پیش کرتے ہیں جس کو داؤد ابن عاصم اور ترمذی نقل کرتے ہیں۔ مگر حنفیوں سے کہیں۔ اول تو ابوداؤد کی روایت میں عبدالرحمٰن بن زیاد ہیں۔ جن کے بارہ میں کہا ہے کہ یہ صدوق ہیں۔ مگر جب بغداد میں آئے تو ان کے حفظ میں فرق آ چکا تھا۔ کما فی [illegible] یا غیر ثابت۔ پھر اگر ابوداؤد کی حدیث کو صحیح بھی مان لیں تو وہ آپ کے موقوف سے جو آپ نے نقل کی ہے اس حدیث مذکور موقوف ہو علی کا خود عمل ظاہر کرتی ہے۔ سوال کیوں نہ سمجھا جائے کہ علی نے مسلم سے روایت کی ہے آپ کے عمل کی پھر جب ان کو رفع کا نسخ ثابت ہو گیا تو انہوں نے عمل کرنے لگے جس کی صحیح حدیث امام میں ہے اس نقل ہوئی ہے بالکل [illegible] مگر ان کو ایک ہی ترکیب یاد ہے کہ احناف کی حدیث ضعیف کر ڈالو مخالف کی صحیح [illegible] پچکے اور تطبیق کی دقت کون برداشت کرے۔

آپ نے عمر رض کا مذہب حضرت ابن مسعود کی زبانی سنا ہے لیجئے اب [illegible] تائید سنئے طحاوی اور بیہقی حسن بن عباس کے طریق سے بسند صحیح اسود سے [illegible] بن الخطاب رفع یدیہ فی اول تکبیرۃ ثم لا یعود قال وأبیٰ ابن مسعود [illegible] کانوں تک اٹھاتے تھے۔ اس نے عمر رض کو دیکھا کہ آپ نے اول تکبیر پر ہاتھ اٹھائے پھر ایسا نہ کیا [illegible] نے ابراہیم نخعی کو بھی ایسا ہی کرتے ہوئے دیکھا۔ ان روایات سے [illegible] کہ ہوں نے نہیں نشان باز رہے [illegible] دی [illegible] نے خلاف [illegible] طریق سے [illegible] موافق [illegible]

Marfat.com

Maktaba Tul Ishaat.com

پھر اس کی تائید مذکورہ حدیث ابن مسعود سے مل رہی ہے۔ اور عبداللہ بن مسعود کی فضیلت میں عمر پر جو کچھ ہے وہ تو معلوم ہی ہے۔

اب قائلین رفع کو اس پر ناز ہے کہ ابن عباس اور ابن عمر کا مذہب ہمارے مذہب کے موافق ہے لیجئے ان کی احادیث کا جائزہ بھی لیجئے۔ کہ یہ کس کے مذہب کے موافق ہیں۔ بخاری نے کتاب المفرد میں بسلسلہ وکیع ابن ابی لیلے حکم مقسم ابن عباس سے حدیث لائے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاتھ صرف سات جگہ اٹھائے جاتے ہیں۔ شروع نماز میں۔ استقبال قبلہ میں۔ صفا و مروہ پر۔ جمع میں۔ منیٰ میں اور جمرتین میں۔ اور بزار نے نافع کے طریق سے ابن عمر رضہ سے یہی حدیث نقل کی ہے۔ تو ان میں رکوع میں رفع یدین کا کہاں ذکر ہے۔ ان روایتوں میں یہ خلش نکالتے ہیں کہ ابن ابی لیلے قابل حجت نہیں۔ حالانکہ یہ وہ تابعی ہیں جنہوں نے ایک سو بیس صحابہ کو پایا ہے انہیں کی مرفوع حدیث نہ مانی جائے تو کس کی مانی جائے۔ دوسرے یہ کہتے ہیں کہ یہ موقوف صحیح ہے جو بطریق وکیع ہے نہ مرفوع۔ خیر ہمارا مطلب اسی میں حل ہو گیا۔ کہ آخر ان ہر دو حضرات کا مذہب ہی تو معلوم کرنا تھا کہ ان کا مذہب کس سے ملتا ہے اور یہ کس کے ساتھ ہیں بات خود ان کے اقرار سے پایہ ثبوت کو پہنچی کہ یہ عدم رفع کے قائل تھے۔

احناف نے جو عدم رفع کے مذہب کی تائید میں حضرت براء بن عازب حضرت جابر بن سمرہ اور ابو سعید خدری رض سے کئی صحیح روایات وارد ہیں۔ جن کے بیان کو یہاں نظر انداز کیا جاتا ہے۔ کہ بات بہت طول پکڑتی ہے آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ کہ بحث و مباحثہ کے میدان میں یہ بات ثابت ہوئی کہ احناف کا مسلک صحیح احادیث پر مبنی ہے جو ان کو ضعیف بتاتا ہے وہ نہ صرف اپنے منہ سے اپنی جہالت کا اقرار کرتا ہے۔ بلکہ حق و انصاف کو چھپانے کا بھی وہ مرتکب ہے۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ اس بحث و تمحیص کے بعد احناف اپنا کیا عقیدہ قائم کریں۔ یہاں سے آپ کو ان کے مذہب حق و انصاف پسندی پر داد دینے پڑے گی۔ ان کا یہ مسلک نہیں کہ حدیث دانی کے بھیکلہ دار ہم ہیں جب کسی مخالف کی حدیث ملے اس کے راویوں کو توڑ مروڑ کر ختم کر دیا جائے اور مشہور کر دیا جائے کہ مخالف کے پاس کوئی صحیح حدیث نہیں۔ یہ تو اہل الرائے ہیں اہل حدیث ہم ہیں۔ یہاں احناف کا انصافانہ فیصلہ یہ ہے کہ رفع بھی صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ اور عدم رفع بھی اور ان ہر دو نوع احادیث میں صاف تعارض ہے تو لامحالہ تطبیق کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں۔ تطبیق اس طرح کہ رفع و عدم رفع نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف اوقات کے دو مختلف عمل ہیں۔ بعد میں رفع منسوخ ہوا۔ عدم رفع باقی رہا چنانچہ بعض بعض صحابہ مثلاً ابن عمر رضہ وغیرہ جو رفع کے راوی ہیں خود رفع نہیں کرتے۔ ان کا یہ عمل صاف راہنمائی کرتا ہے کہ وہ نسخ ان پر کھل گئے۔ کیونکہ یہ طے شدہ امر ہے کہ جب کوئی صحابی حدیث کی روایت کر کے خود اس کے خلاف کرے یا اس کی دلیل ہے کہ اس کے نزدیک اس کا نسخ ثابت ہو چکا۔ ورنہ حضرت ابن عمر حضرت علی وغیرہما کے بارہ میں کیسے متصور ہو سکتا ہے اور کس طرح ممکن کہ وہ حدیث رسول کے خلاف کریں۔ ادھر یہ بھی کھلا اصول ہے کہ جب صحیح احادیث آپس میں ٹکرائیں تو بذریعہ قیاس ترجیح دینی مناسب ہے۔ یہاں قیاس کا فیصلہ بھی یہی ہے کہ عدم رفع ہو۔ کیونکہ رفع سکون خشوع و خضوع میں فرق لاتا ہے جو عین مقصد نماز ہے اور اس کا خاص جوہر۔ نماز میں بہت سے اعمال منسوخ ہوئے

Maktaba Tul Ishaat.com

جو خشوع و خضوع میں فرق لاتے تھے۔ کیا عجب یہ بھی انہی میں سے ہو۔ یہاں بعض شافعیہ یہ بھی دعویٰ کر بیٹھے ہیں کہ احادیث رفع متواتر ہیں یا مشہور یہ بالکل بے اصل اور بے بنیاد بات ہے ہر دو قسم احادیث درجہ اعتبار میں ہیں اور ان میں تطبیق کی یہ ہی واحد شکل ہے جو بیان ہوئی۔ اس میں حق کا بھی پاس ہے اور مخالف کا بھی۔ دلجوئی +

أبوحنيفة عن طريف ابي سفيان عن ابي نضرة عن ابي سعيد الخدري ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال الوضوء مفتاح الصلوة والتكبير تحريمها والتسليم تحليلها وفي كل ركعتين فسلم ولا تجزئ صلوة الا بفاتحة الكتاب ومعها غيرها

ابو سعید خدری رض کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ وضو نماز کی کنجی ہے اور تکبیر [illegible] اس کی تحریم (یعنی خلاف نماز ہر قسم حرکت کا حرام کر دینے والی) اور سلام اس کی تحلیل (یعنی سلام نماز کی وجہ سے حرام ہونے والے کاموں کو حلال کر دیتا ہے) اور ہر دو رکعت پر سلام (بغیر التحیات اور کوئی نماز بغیر التحیات اور دوسری سورت کے ساتھ کافی نہیں ہوتی)

وفي رواية اخرى عن المقدمي عن ابي حنيفة مثله وزاد في اخره قلت لابي حنيفة ما يعني بقوله في كل ركعتين فسلم فقال يعني التشهد قال المقدمي صدق۔

ایک اور روایت میں [illegible] اسی طرح الفاظ نقل [illegible] کریں نے ابو حنیفہ سے کہا [illegible] کہ اس سے کیا معنی ہیں آپ کے [illegible] التحیات کرنا [illegible] صحیح ہے +

وفي رواية نحوه وزاد في اخره ولا يجزئ صلوة الا بفاتحة الكتاب ومعها شئ +

[illegible] ہے کافی نہیں ہوتی +

ف [illegible]

[illegible] ہونکہ جب وضو کی نسبت نماز کی نسبت سے کنجی کی ہوئی [illegible] کرتا ہے اس کو معلوم ہوتا ہے جو شخص [illegible] عبادت نہیں [illegible] عبادت کی صحت سے [illegible] ثواب سے خالی ہوتی [illegible] الفاظ میں دلیل ہے [illegible] لہ لہٰذا کہ امام اللہ علیہ کہ اس کی نماز نہیں [illegible]

Maktaba Tul Ishaat.com

پر اللہ کا نام نہ لے۔

پھر ارشاد ہوا والتکبیر تحریمہا اس میں اختلاف ہے کہ تکبیر تحریمہ کن الفاظ سے کہی جا سکتی ہے۔ امام شافعی رح کہتے ہیں کہ سوائے اللہ اکبر یا اللہ الاکبر کے کوئی دوسری صورت جائز نہیں یعنی اکبر کو یا نکرہ لایا جائے یا معرفہ۔ امام مالک اور احمد کے نزدیک صرف اکبر یعنی نکرہ ہی کی صورت جائز ہے۔ قاضی ابو یوسف کہتے ہیں کہ اللہ الکبیر بھی جائز ہے گویا ان کے نزدیک اللہ اکبر، اللہ الاکبر، اللہ الکبیر ہر سہ صورتیں جائز ہوئیں۔ امام ابو حنیفہ رح و محمد نے ہر اس لفظ کو تکبیر میں ادا کرنا جائز رکھا ہے جس سے اللہ کی تعظیم و بڑائی ظاہر ہو ادائیگی فرض کی حد تک باقی سنت وہی اللہ اکبر ہے جس کی طرف حدیث کے ظاہری الفاظ مشیر ہیں۔ امام صاحب کا مسلک کسی قدر دقت نظری پر مدار رکھتا ہے اس لئے وہ وضاحت طلب ہے۔ دراصل فرضیت تحریمہ کا ثبوت سب کے نزدیک آیت وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ سے ہے۔ دیگر ائمہ بلحاظ لفظ آیت اس کو لفظ اکبر میں محدود کر لیتے ہیں اور امام صاحب معنی پر نظر رکھ کر کہتے ہیں کہ تکبیر لغت میں تعظیم سے عبارت ہے جس لفظ سے بھی تعظیم ظاہر ہو اس سے تکبیر تحریمہ کہی جا سکتی ہے اور اس حکم خداوندی کی تعمیل ہو سکتی ہے خواہ وہ اللہ اکبر یا اللہ اجل، اللہ اعظم ہو خواہ الرحمن الرحیم ثلاثہ دوسری جگہ فرمایا فلما رایتہ اکبرنہ یعنی جب دیکھا انہوں نے اس کو بڑا تو بھی اس کو کہ یہاں بھی تعظیم ہی مراد ہے۔ ایک اور جگہ نماز کے سلسلہ میں ارشاد ہوا وذکر اسم ربہ فصلی کہ اس میں ذکر سے مراد تکبیر تحریمہ لیں تو گویا یہاں تکبیر کا اطلاق مطلق ذکر پر کیا لہٰذا اس کو کس طرح اکبر ہی کے لفظ سے مخصوص کیا جائے۔ بلکہ لفظ اسم کے پیش نظر فلہ الاسماء الحسنیٰ یا حدیث میں وارد ہے امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ اگر کسی نے کہا لا الہ الا الرحمن تو وہ مسلمان ہو جائے گا۔ اور اس کے قتل سے دست کش ہونا پڑے گا۔ جب اصل ان میں بھی یہ وسعت معتبر رہی تو نماز میں جو اس کی فرع ہے کیوں یہ فرخی ملحوظ نہ رکھی جائے۔

پھر ارشاد ہوا والتسلیم تحلیلہا اس میں شافعیہ و حنفیہ کا اختلاف ہے کہ نماز سے خارج ہونے کے لئے لفظ سلام کی ادائیگی فرض ہے یا واجب۔ امام شافعی و احمد اس کو فرض کہتے ہیں اور امام ابو حنیفہ اس کو واجب قرار دیتے ہیں، اور یہی مذہب ہے حضرت مرتضیٰ۔ ابن مسعود۔ ابن مسیب۔ ابراہیم نخعی۔ سفیان ثوری۔ اور اوزاعی کا۔ امام شافعی کی دلیل ایک تو حدیث ذیل کے یہی الفاظ ہیں والتسلیم تحلیلہا کہ اس میں بظاہر تحلیل نماز سے خارج ہونے کو تسلیم (لفظ سلام کی ادائیگی) میں محدود کیا ہے۔ یا حدیث صلوا کما رایتمونی اصلی کہ جس طرح مجھ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔ تم بھی ایسی ہی نماز پڑھو اور آپ لفظ سلام ادا فرماتے۔ پھر وہ تکبیر تحریمہ پر قیاس کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نماز میں داخل ہونے کے لئے تکبیر کہنا بالاتفاق فرض ہے تو ایسے ہی سلام کہنا نماز سے خارج ہونے کے لئے فرض ہوگا۔ امام صاحب کی دلیل ابن مسعود کی حدیث ہے جس کو ابو داؤد نے اپنی سنن میں نقل کیا ہے کہ اذا قلت ھذا او قضیت ھذا فقد قضیت صلوتک کہ جب تو نے ایسا کیا۔ یا اس کو پورا کیا تو تو نے اپنی نماز پوری کر لی۔ کہ اس میں قول و فعل میں اختیار دیا گیا ہے۔ اگر سلام فرض ہوتا تو فرض میں اختیار دیا کیسا۔ پھر عرابی کی وہ حدیث بھی ان کی حجت ہے جس میں آپ نے اس کو نماز سکھائی

Maktaba Tul Ishaat.com

مگر سلام کا ذکر نہ فرمایا۔ اگر فرض ہوتا تو اس کو کیسے ترک فرماتے۔ اور یہ بھی ہے کہ دوسرا سلام تو کسی کے نزدیک بھی فرض نہیں تو اس پر قیاس کر کے یہ بھی کیوں فرض ہو۔ اب ان کے قیاس کا مسکت جواب یہ ہے کہ تکبیر اور سلام میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ یہ ہر دو آپس میں حقیقت و حالت و تاثیر میں ایک دوسرے سے جدا ہیں۔ تکبیر چونکہ محض ثنا ہے اس لئے خالص عبادت ہے یوں ہی تو بحالت استقبال ادا ہوتی ہے اور اس کی تاثیر یہ کہ یہ عبادت نماز میں داخل کر دیتی ہے تو نماز کی طرح یہ بھی فرض ہوئی۔ بخلاف سلام کے کہ وہ ایسا نہیں وہ ایک حیثیت سے کہ اللہ تعالیٰ کا نام سلام پر مشتمل ہے ثنا ہے اور ایک حیثیت سے کہ وہ انسانوں سے خطاب ہے لوگوں سے بات چیت چنانچہ اسی حیثیت سے سلام کرنا منع ہوا نماز میں اور قبلہ سے رو گردانی کر کے لایا گیا۔ ایسا ہی وہ تاثیر میں بھی تکبیر سے جدا ہے کہ اگر وہ عبادت میں داخلہ کا سبب ہے تو یہ اس سے خارج ہونے کا تو اسی فرق کی بنا پر یہ سلام تکبیر کی طرح فرض نہ ہوا اگر ایک حیثیت سے چونکہ یہ سلام ثنا بھی ہے یہ نفل و فرض کے بیچ میں درجہ واجب میں رکھا گیا۔ رہے حدیث ذیل کے یہ الفاظ وتحلیلها التسلیم تحلیلها تو اس سے حصر کا ثبوت نہیں کہ تحلیل سلام ہی سے ہے۔ پھر یہ احاد ہیں اور آحاد سے فرضیت کا ثبوت کیسا؟ البتہ آنحضرت ص کے ہمیشگی فرمانے یا حکم فرمانے سے وجوب کا ثبوت ملتا ہے۔ امام صاحب کا مذہب ہے۔

ایک اور اختلافی مسئلہ لا تجزئ صلوٰۃ الخ کے ماتحت محتاج بیان ہے۔ مگر چونکہ یہ ہی ٹکڑا قریب قریب آئندہ حدیث میں آرہا ہے اس لئے اس کا بیان وہیں ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث ذیل میں فی کل رکعتین تسلیم کے الفاظ دو معنی کے محتمل ہیں یا تو یہ اپنے ظاہر پر رکھے جائیں اور ہر دو رکعت سے مراد نفل ہوں۔ اور حکم ندب کے لئے ہو مقتدیہ ہو کہ ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرو جیسا کہ صاحبین کا مذہب ہے کہ نفلیں دو دو رکعت کر کے پڑھی جائیں۔ [illegible] مثنی مثنی یا تسلیم میں سلام سے مراد حقیقی سلام مراد نہ ہو بلکہ [illegible] یہ چلتا ہے کہ امام صاحب نے اس کی یہ ہی تشریح فرمائی۔ اس صورت میں [illegible] کے لئے ہوگا کہ قدر تشہد ان میں بیٹھنا واجب ہے یا یعنی واجب ہی ہوں [illegible] نماز دن میں۔

ابوحنیفة عن عطاء بن ابی رباح عن ابی هریرة قال نادی منادی رسول الله صلی الله علیه وسلم بالمدینة لا صلوٰة الا بقراءة ولو بفاتحة الکتاب

ف: طبرانی نے وسط میں امام صاحب کی شرط [illegible] ان الفاظ سے [illegible] رسول الله صلعم ان ینادی فی اهل المدینة [illegible] رسول الله صلی الله علیه وسلم [illegible] مدینہ میں یہ ندا دیدوں۔ دارقطنی بھی ذیب قریب اسی مضمون کی حدیث لائے ہیں۔

اس میں اختلاف ہے کہ نماز میں فاتحہ [illegible] مفہوم سے [illegible] یا واجب یا سنت

Maktaba Tul Ishaat.com

امام شافعی و امام مالک فاتحہ پڑھنے کو فرض مانتے ہیں اور سورت ملانے کو سنت۔ اور امام ابوحنیفہ فاتحہ پڑھنے اور سورت ملانے ہر دو کو واجب کہتے ہیں۔ امام شافعی و امام مالک کی دلیل فاتحہ کے فرض ہونے پر مسلم کی یہ حدیث ہے من صلی صلوۃ لم یقرا فیہا بام القرآن فہی خداج ثلاثا غیر تمام کہ جس نے ایسی نماز پڑھی جس میں الحمد نہ پڑھی تو وہ نماز خداج ہے۔ تین بار فرمایا یعنی غیر تام ہے۔ اور سورت ملانے کے سنت ہونے پر یہ دلیل لاتے ہیں کہ آنحضرت نے اول دو رکعت میں سورت ملانے پر ہمیشگی برتی۔

امام صاحب کے مذہب کے ثبوت پر کئی دلائل ہیں سب سے پہلے یہ کہ فرضیت قرارت قرآن پاک کی آیت فاقرؤا ما تیسر من القرآن سے ثابت ہے یعنی قرآن کا جس قدر حصہ آسان ہو پڑھو۔ یہ قرآن کے الفاظ عام ہیں دو یا دو سے کم سے ایک پوری آیت تک کو شامل ہیں پھر حدیث ظنی سے قرآن کے قطعی حکم میں فاتحہ کی قید لگانا کہ اس کے عموم و اطلاق کو کس طرح توڑا جا سکتا ہے۔ کیونکہ یہ تو ایک طرح کا نسخ کہ قید سے ایک شے کل کی حیثیت سے نکل کر جزو میں داخل ہوتی ہے۔ اور وہ اپنی کل کی حیثیت کھو بیٹھتی ہے۔ تو یہ نسخ ہوا اور نسخ کرنے والی شے منسوخ ہونے والی سے اقوی ہونی چاہیئے۔ حالانکہ حدیث ظنی قرآن قطعی سے بدرجہا ضعیف تر ہے۔ لہذا امام صاحب نے مطلق قرآن کا پڑھنا تو آیت قرآن کے ماتحت فرض مانا اور حدیث چونکہ عمل کے وجوب کو ثابت کرتی ہے اس لئے اس کے پیش نظر قرارت فاتحہ و سورت ملانے کو واجب قرار دیا۔ قرآن و حدیث ہر دو پر عمل ہوا۔ بخلاف فاتحہ کی قرارت کو فرض ماننے والوں کے کہ ان کے مذہب پر آیت قرآنی کا ترک لازم آتا ہے۔ اور سنت پر عمل۔

دوسری حدیث وہ حدیث ہے جس میں آنحضرت اعرابی کو نماز سکھاتے ہیں کہ پوری شرح و بسط کے ساتھ نماز کی حقیقت کو واضح فرماتے ہیں۔ مگر اس میں فاتحہ کا کہیں ذکر نہیں۔ اگر اس کی قرارت فرض ہوتی تو اس کا ترک کیسا؟ البتہ استثناء فرمایا ثم اقرء ما تیسر معک من القرآن یعنے پھر قرآن جو تجھ کو یاد ہو وہ پڑھ۔

تیسری حدیث یہ ہے ابی ہریرہ جس کو وہ خود اپنی دلیل میں لاتے ہیں کہ اس کے الفاظ در حقیقت ان کے مطلب کی طرف راہنمائی نہیں کرتے ہیں۔ بلکہ امام صاحب کے مذہب کی طرف۔ کہ فرمایا فہی خداج خداج کے معنی لغت میں ناقص کے ہیں جس کا مقابل تام ہے۔ خود حدیث کے الفاظ غیر تام پتہ دے رہے ہیں کہ ناقص مقابل تام مراد ہے۔ فاسد کے معنی نہیں جو وہ سمجھتے ہیں۔ ناقص ہونے کے معنی یہ ہیں کہ فاتحہ پڑھنے سے واجب ترک ہوا۔ تو نماز ناقص ہوئی۔ اگر قرارت فاتحہ فرض ہوتی تو اس کے ترک سے نماز فاسد و باطل ہوتی نہ ناقص و غیر تام۔

چوتھی دلیل حدیث ہے کہ اس میں ارشاد ہوا ولو بفاتحۃ الکتاب اگرچہ سورت فاتحہ یہ عام لکھا ہوا اشارہ ہے کہ قرارت فاتحہ کی تخصیص نہیں یعنی قرآن کا خواہ کوئی حصہ بھی ہو۔ اگرچہ سورت فاتحہ ہی ہو۔

پانچویں دلیل یہ کہ اگر سورت فاتحہ کو فرض مان کر ان الفاظ حدیث کے یہ بھی معنی مراد لیں کہ نماز

Maktaba Tul Ishaat.com

سے ہوتی ہی نہیں۔ تو یہ الفاظ آنحضرت ؐ نے ان احادیث میں بھی فرمائے ہیں لاصلوٰۃ لجار المسجد الا فی المسجد کہ مسجد کے پڑوسی کی نماز نہیں ہوتی مگر مسجد میں ولا صلوٰۃ للعبد الآبق حتی یرجع کہ بھاگے ہوئے غلام کی نماز نہیں جب تک وہ لوٹے ولا وضوء لمن لم یسم اور نہیں وضو ہے اس کا جو وضو سے پہلے بسم اللہ نہ کہے۔ حالانکہ یہاں کمال کی نفی ہے نہ اصل نماز کی۔

چھٹی دلیل یہ کہ فرضیت فاتحہ کے قول پر ایک اور بھی آتی ہے وہ یہ کہ سورت کا ملانا بھی ساتھ ساتھ فرض ہو جاتا ہے۔ کیونکہ لاصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب کے ساتھ دو سورۃ معہا وغیرہ کا ٹکڑا بھی تو ہے تو فاتحہ کی طرح سورت ملانے کی فرضیت کا بھی دست اقرار کیا پڑتا ہے اور اس پر بھی رضی نہیں۔

لہٰذا ان قوی و رنگین دلائل کی بنا پر صحیح و حق وہی امام صاحب کا مسلک ہے۔

باب ۳۳ لا یجہر ببسم اللہ فی الصلوٰۃ!

باب اس امر کے بیان میں کہ نماز میں بسم اللہ جہر سے نہ پڑھی جائے

ابو حنیفۃ عن حماد عن ابن قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابو بکر وعمر لا یجہرون ببسم اللہ الرحمن الرحیم۔

بس بسم اللہ [illegible] پڑھا کرتے تھے۔

فائدہ: [illegible] کے بعد زور کی آواز سے پڑھنے [illegible] ہے۔ امام ابو حنیفہ رح کے ہم خیال [illegible] سفیان ثوری، عبداللہ بن مبارک، قتادہ، عمر بن عبدالعزیز، شعبی، نخعی، مجاہد، حماد، [illegible] احادیث صحیحہ سے یہی مذہب پایہ ثبوت کو پہنچتا ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت انس [illegible] حدیث نماز میں بدیں الفاظ ہے انہ صلی خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] الحمد للہ رب العالمین کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر [illegible] کے الفاظ ہیں صلیت خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] بسم اللہ الرحمن الرحیم کہیں سے [illegible] سے کسی کو بسم اللہ پڑھتے ہوئے نہیں سنا۔ امام طحاوی اس روایت [illegible] محمد بن السری سے نقل ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن سلیمان کو [illegible] کی وہ بسم اللہ زور سے پڑھتے۔ اور کہتے کہ میں نقل اتار تا ہوں اپنے والد کی نماز کی [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ یہ حدیث طحاوی ہے ابن خزیمہ اور طبرانی کی [illegible] سے بیان کرتے ہیں یوں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بسم اللہ [illegible] ان کی تمام [illegible] کوئی صحیح ہے [illegible] مگر کہتا ہیں کہ [illegible] تاویل کا یہ پہلو نکل سکتا ہے کہ [illegible]

Maktaba Tul Ishaat.com

کہتا۔ جس کو قریب کا آدمی سن سکتا ہے۔ مقتدی اگر امام سے قریب ہو تو اس کی خفیف سی جہر والی آواز بھی سن پاتا ہے۔ یہ صحیح معنی میں جہر نہیں جس طرح روایتوں میں وارد ہے کہ آنحضرت کی ظہر کی سری قرارت میں ایک دو آیتیں تلاوت کرتے والے صحابہ کو سنا دیتے تھے۔ یا اس طرح کہا جائے کہ پہلے جہر پر عمل تھا بعد میں ترک ہوا۔ اور منسوخ۔ چنانچہ ابو داؤد نے سعید بن جبیر سے جو روایت نقل کی ہے اس سے صاف پتہ چلتا ہے۔ کیونکہ اس کے آخری الفاظ یہ ہیں فامر الله رسوله باخفائها فما جهر حتى مات کہ پھر اللہ نے اپنے رسول کو اسے آہستہ آواز سے پڑھنے کا حکم دیا۔ چنانچہ آپ نے پھر تا وفات جہر نہیں کیا۔

ابو حنيفة عن ابی سفيان عن يزيد بن عبد الله بن مغفل انه صلى خلف امام فجهر ببسم الله الرحمن الرحيم فلما انصرف قال يا عبد الله احبس عنا نخامتك هذه فاني صليت خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم وخلف ابی بكر وعمر وعثمان فلم اسمعهم يجهرون بها وهذا صحابی۔ قال الجامع ورواة جماعة هذا الحديث عن ابی حنيفة عن ابی سفيان عن يزيد عن ابيه عن النبی صلى الله عليه وسلم قيل وهو الصواب لان هذا الخبر مشهور عن عبد الله بن مغفل۔

یزید بن عبد اللہ بن مغفل سے روایت ہے کہ عبد اللہ بن مغفل نے نماز پڑھی کسی امام کے پیچھے پس اس نے بسم اللہ بلند آواز سے پڑھی۔ یہ جب نماز سے فارغ ہوئے تو اس سے کہا اے اللہ کے بندے اپنے اس گانے کو بند کر۔ (یعنی زور سے بسم اللہ پڑھنا چھوڑ دیجئے) میں نے نماز پڑھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے اور ابو بکر عمر اور عثمان کے پیچھے۔ میں نے ان کو بسم اللہ کو جہر سے پڑھتے نہیں سنا۔ اور یہ عبد اللہ بن مغفل صحابی ہیں۔ جامع کہتا ہے کہ اس حدیث کو ایک جماعت نے ابو حنیفہ رح سے روایت کیا ہے۔ وہ روایت کرتے ہیں ابی سفیان سے وہ یزید سے وہ اپنے والد (عبد اللہ بن مغفل) سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے گویا یہ حدیث مرفوع ہے اور یہی ٹھیک ہے کیونکہ یہ حدیث عبد اللہ بن مغفل سے ہی مشہور ہے (تو ان کے صاحبزادہ یزید پر اس کو ختم نہ ہونا چاہیئے)۔

ف: عبد اللہ بن مغفل کی حدیث ترمذی اور ابن ماجہ بھی لائے ہیں۔ ترمذی نے اس بحث کو دو بابوں پر تقسیم کیا ہے۔ ایک باب ترک جہر میں۔ دوسرا جہر میں۔ پہلے میں عبد اللہ بن مغفل کی حدیث لائے ہیں اور دوسرے میں ابن عباس رض کی حدیث۔ ہم اس مسئلہ کی ضروری وضاحت پیشتر حدیث میں کر چکے ہیں۔

ابو حنيفة عن عدی عن البراء قال صليت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم العشاء وقرأ بالتين والزيتون۔

حضرت براء کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی عشاء کی تو پڑھی آپ نے اس میں وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ۔

ف: یعنی والتین آنجناب نے عشا کی پہلی رکعت میں پڑھی اور دوسری رکعت میں انا انزلناہ فی لیلۃ القدر۔ اور صحیحین میں ہے کہ آپ نے عشا کی نماز میں اذا السماء انشقت پڑھی۔ اور حضرت معاذ سے آنحضرت

Maktaba Tul Ishaat.com

لئے فرمایا۔ نماز عشاء کے بارہ میں کہ تم اس میں سورہ بروج اور انشقاق کے مانند کیوں نہیں پڑھتے صحاح ستہ نے بھی اس کی روایت کی ہے اور انہی الفاظ سے ترمذی نسائی احمد و مالک نے

۱۰۳

ابوحنيفة ومسعر عن زياد عن قطبة بن مالك قال سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقرأ في احدى ركعتي الفجر والنخل باسقات لها طلع نضيد ۔

حضرت قطبہ بن مالک کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فجر کی ایک رکعت میں والنخل باسقات لہا طلع نضید۔ پڑھتے ہوئے سنا (گویا یہ بھی سورت ق میں پڑھی) ۔

ف: اسی قسم کی احادیث کے پیش نظر حنفیہ نے فجر کی نماز میں طوال مفصل رکھی ہیں لیکن زیادہ تر علماء ان کے خیال کا حضرت عمر کا وہ فرمان شاہی ہے جو ایک دینی دستور کے طور پر مختلف عمال کے نام دربار خلافت سے صادر ہوا ہے۔

باب ۴۴ قراءة الامام قراءة لمن خلفه

ابوحنيفة عن موسى عن عبد الله بن شداد عن جابر بن عبد الله ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من كان له امام فقراءة الامام له قراءة ۔

وفي رواية ان رجلا قرأ خلف النبي صلى الله عليه وسلم في الظهر او العصر واومأ اليه رجل فنهاه فلما انصرف قال انتهاني ان اقرء خلف النبي صلى الله عليه وسلم فتذاكرا ذلك حتى سمع النبي صلى الله عليه وسلم فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم من صلى خلف الامام فان قراءة الامام له قراءة ۔

وفي رواية قال جابر قرأ رجل خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم فنهاه رسول الله صلى الله عليه وسلم ۔

وفي رواية قال على رسول الله صلى الله عليه وسلم بالناس فقرأ رجل خلفه

باب اس بیان میں کہ امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے!

جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس کا کوئی امام ہو (یعنی نماز باجماعت پڑھ رہا ہو) تو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز ظہر یا عصر میں قرأت کی اور ایک شخص نے اشارہ سے اس کو منع کیا۔ نماز سے فارغ ہوا تو منع کرنے والے نے مجھ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے قرأت سے منع کیا۔ پس ان دونوں نے ذکر کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سن لیا۔ فرمایا جس نے امام کے پیچھے نماز پڑھی تو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ جابر نے کہا کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے قرأت کی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سن لی۔ فرمایا

Maktaba Tul Ishaat.com

فلما قضى الصلوٰة قال ايكم قرأ خلفي ثلث مرات فقال رجل انا يا رسول الله فقال من صلى خلف الامام فان قراءة الامام له قراءة ٭

وفي رواية قال انصرف النبي صلى الله عليه وسلم من صلوٰة الظهر او العصر فقال من قرأ منكم سبح اسم ربك الاعلى فسكت القوم حتى سأل عن ذلك ثلثا فقال رجل من القوم انا يا رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لقد رأيتك تنازعني او تخالجني القرآن ٭

جب آپ نے نماز ختم کی تو فرمایا کہ میرے پیچھے تم میں سے کس نے قرأت کی۔ تین مرتبہ یہ سوال فرمایا تو ایک شخص بولا میں نے یا رسول اللہ۔ آپ نے فرمایا جو امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے

ایک روایت میں یوں ہے کہ حضرت جابر رضی نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ظہر یا عصر سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا تم میں سے کس نے سبح اسم ربک الاعلیٰ پڑھا۔ سب لوگ خاموش رہے۔ یہاں تک کہ آپ نے تین مرتبہ یہی سوال فرمایا۔ تو مقتدیوں میں سے ایک بولا۔ میں نے یا رسول اللہ آپ نے فرمایا البتہ میں نے دیکھا تجھ کو کہ گویا میرے ساتھ قرآن میں جھگڑ رہا ہے۔ (یہ راوی کی طرف سے شک ہے۔) قرآن میں مجھ کو خلجان میں ڈال رہا ہے ٭

شرح یہ حدیث ایک اور زبردست اختلافی مسئلہ قرأت فاتحہ خلف الامام یعنی امام کے پیچھے سورت فاتحہ پڑھنے کو سامنے لاتی ہے جس پر ائمہ کرام کی آراء ٹکراتی ہیں۔ صورت اختلاف کی یہ ہے کہ امام اعظم فرماتے ہیں کہ مقتدی خواہ نماز سری ہو یا جہری کسی میں بھی فاتحہ نہ پڑھے یہی مذہب ہے جابر بن عبداللہ۔ زید بن ثابت۔ علی بن ابی طالب۔ عمر بن خطاب۔ ابوبکر صدیق۔ عبداللہ بن مسعود کا۔ اور یہی قول ہے سفیان ثوری۔ سفیان بن عیینہ ابن ابی لیلیٰ۔ حسن بن صالح بن حسن۔ ابراہیم نخعی وغیرہ کا۔ غرض مشاہیر صحابہ و تابعین اسی خیال کے پیرو ہیں۔ عینی نے کہا ہے کہ کبار صحابہ میں سے اسّی صحابہ منع قرأت کے حامی ہیں۔ بعض کے نزدیک اس سے بھی زیادہ تعداد ہے کہ جن کا اتفاق بمنزلہ اجماع کے ہے۔ امام شافعی کا مذہب ہے جبکہ آپ مصر میں تھے کہ ہر دو نوع نماز جہری و سری میں امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنی فرض ہے۔ یہی رائے ہے حضرت عبادہ بن صامت۔ عروہ بن زبیر۔ سعید بن جبیر کی۔ اور اوزاعی حسن بصری۔ لیث بن سعد۔ ابوثور وغیرہ بھی انہی کے ہم خیال ہیں۔ امام مالک رحمہ اللہ جہری نمازیں امام صاحب کی موافقت کرتے ہیں اور سری میں امام شافعی کی۔ یہی قول ہے سعید بن مسیب۔ عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود۔ سالم بن عبداللہ بن عمر کا۔ اور یہی رائے ہے زہری قتادہ۔ ابن المبارک و اسحاق کی۔ امام احمد امام مالک کے ساتھ متفق الرائے ہیں البتہ جہری نمازیں انہیں حنفیہ سابہ اختلاف کرتے ہیں کہ اگر مقتدی امام سے اس قدر فاصلہ پر ہو کہ قرأت امام نہ سن سکے تو وہ فاتحہ پڑھ لے۔ امام شافعی بھی اسی خیال کے پیرو تھے جب آپ عراق میں تھے۔ یہی مذہب ہے حضرت ابی بن کعب وغیرہ کا۔

امام صاحب کا مذہب نہایت متین و آہنی بنیادوں پر قائم ہے کیونکہ اس کی اساس پر قرآن کریم ناطق ہے و حدیث نبوی شاہد۔ قیاس اس کی تائید کرتا ہے۔ اور اکثر صحابہ کا اتفاق جو قریب قریب اجماع کے ہے اس کی موافقت

Maktaba Tul Ishaat.com

Maktaba Tul Ishaat.com

جواب۔ یہ ہے کہ وہ شخص جو رکوع میں شریک ہو کر رکعت پالے وہ تو بہرحال اس آیت سے مستثنیٰ ہے ہی تو اگر حدیث مذکور کے پیش نظر مقتدی کو بھی مستثنیٰ کرلیں تو اس میں کیا قباحت ہے یوں بھی ہر دو آیات میں تعارض مساوی ہے حصار حنفیت کا ناقابل شکست قرآنی مورچہ۔ اب آیئے حدیث کے میدان میں قدم رکھئے اور ذرا انصاف کیجئے کہ حق و صداقت کا پلہ نام نہاد اہل الرائے احناف کی طرف جھکتا ہے یا حدیث دانی کے دعویداروں کی طرف۔ قرارت خلف الامام سے ممانعت میں مختلف صحابہ سے احادیث صحیحہ مرفوعہ موقوفہ اور مراسیل مروی ہیں جن میں حضرت جابر بن عبداللہ۔ ابی ہریرہ۔ ابی الدرداء۔ اور عمران بن حصین بھی ہیں۔ ان میں سے ہم حضرت جابر کی حدیث کا ذکر پہلے لاتے ہیں۔ کیونکہ حدیث ذیل بھی انہیں سے مروی ہے۔ اور یہ ہی دراصل احناف کے مذہب کی زبردست دلیل ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ ہی یہ ہی وہ حدیث ہے جس کی تردید کے لئے مخالفین نے اپنی پوری طاقت سمیٹ کر لگا دی ہے۔ اور مخالفت کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ لہذا ہم بھی اس حدیث کی صحت پر بیان کو قدرے تفصیل دیتے ہیں۔ پھر حدیث کی تشریح کریں گے۔ دراصل یہ حدیث جابر بھی متعدد صحابہ مثلاً عبداللہ بن عمر ابوسعید خدری۔ انس بن مالک۔ ابوہریرہ اور ابن عباس سے مروی ہے۔ حدیث جابر ذیل میں مرفوع نقل ہے مخالفین نے جب اس کی سند پر نظر ڈالی۔ تو ان کو اس کی کمزور رگ یہ دکھائی دی کہ موسیٰ بن ابی عائشہ سے کسی نے اس کو صحیح طریق سے بیان نہیں کیا۔ بلکہ یہ حدیث مرسل صحیح ہے۔ یعنی عبداللہ بن شداد نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں بغیر واسطہ حضرت جابر کے۔ چنانچہ دارقطنی نے جو اپنے زبردست مذہب کے مرد مجاہد ہیں۔ اور جو احناف بے باک دربے دھڑک تلوار چلانے کے ماہر ہیں۔ خاص طور پر صدا بلند کی کہ یہ حدیث مرسل صحیح ہے اور مسند صحیح نہیں۔ کیونکہ سفیانین۔ ابوالاحوص۔ شعبہ۔ اسرائیل۔ ابوخالد الدالانی۔ شریک وغیرہ سے یہ حدیث مرسل ہی نقل ہے۔ اور ہم مرسلوں سے بھی ان کی ہم نوائی کی۔ اب سوال یہ رہتا تھا کہ آخر امام ابوحنیفہ جیسے جلیل القدر امام سے یہ حدیث مرفوع کیوں مروی ہے اس کا کیا جواب ہے۔ یہ تو بہرحال صحیح ماننی چاہیئے۔ مگر یہ کسکو نخشتا جانتے ہیں۔ یہ شیر بکری سب کو ایک لکڑی ہانکتے ہیں دارقطنی نور میں کہہ گئے ھذا الحدیث لم یسندہ عن جابر بن عبداللہ غیر ابی حنیفۃ والحسن بن عمارۃ وھما ضعیفان کہ اس حدیث کو مسند جابر بن عبداللہ سے سوائے ابوحنیفہ اور حسن بن عمارہ کے کوئی نہیں لایا اور یہ ہر دو ضعیف ہیں۔ نعوذ باللہ جب اتنا بڑا امام جس میں کسی نے بھول کر بھی کلام نہیں کیا وہ ہی ضعیف ہوا۔ تو اب عدالت کس میں رہ گئی۔ اور قوی کون ٹھیرا۔ ایک لمحہ کے لئے بھی تو نہیں سوچتے کہ ہم کیا کہہ رہے ہیں اور کس کے بارہ میں کہہ رہے ہیں جس کی خود مسند میں احادیث سقیمہ۔ معلولہ۔ منکرہ۔ غریبہ۔ موضوعہ بھری ہوئی ہوں کیا اس کو جرأت ہو سکتی ہے کہ امام صاحب جیسی زبردست ہستی کو ضعیف کہے پہلے اپنی تو خبر لے پھر دوسرے پر زبان کھولے جن کی شان میں مخالف موافق کسی کو نکتہ چینی کے لئے لب کشائی کی تاب نہ ہو سکی ہو جن کے علم و فضل سے سفیان ثوری۔ ابن المبارک۔ حماد بن زید۔ ہشیم۔ وکیع بن جراح جیسے جلیل الشان اشخاص نے خوشہ چینی کی ہو جن کی رائے پر ائمہ ثلاثہ امام مالک۔ شافعی۔ احمد نے فتوی صادر کئے ہوں ان کو ضعیف کہنا انصاف کا خون کرنا ہے۔ اور خود اپنی رسوائی کرنا ہے۔ بہرحال اس دلخراش بات کو یہ ہے کہ اگر ہمارے نزدیک یہ حدیث مسلسل ہی صحیح ہے تو احناف کے نزدیک مرسل بھی قابل حجت ہے۔ تو

Maktaba Tul Ishaat.com

جھگڑا رفع ہوا۔ پھر یہ بھی سراسر غلط ہے کہ سوائے ابو حنیفہ کے موسیٰ سے کسی نے اس کو مسند بیان نہیں کیا۔ کیونکہ احمد بن منیع نے اپنی مسند میں دو صحیح طرق سے اس حدیث کو مرفوع بیان کیا ہے۔ ایک میں سفیان و شریک موسیٰ سے روایت کرتے ہیں۔ اور دوسرے میں جریر۔ پہلی اسناد شرط شیخین پر صحیح ہے اور دوسری شرط مسلم پر۔ نواب دارقطنی کا دعویٰ کہ سفیان شریک اور جریر وغیرہ سے بواسطہ موسیٰ یہ حدیث مرفوع نہیں غلط ثابت ہوا۔ پھر بیہقی دارقطنی طحاوی۔ ابن عدی ایک اور طریق سے اس کو مرفوع لاتے ہیں۔ مگر اس میں بیہقی نے جابر جعفی اور لیث بن ابی سلیم کو نشانہ بنایا۔ جو ابی الزبیر سے روایت کرتے ہیں اور کہا جابر و لیث لا یحتج بھما۔ جابر اور لیث قابل حجت نہیں۔ کیونکہ ان کے نزدیک راوی کا ضعیف ہونا۔ خود راوی کے حالات پر موقوف نہیں۔ بلکہ ثقہ سے ثقہ راوی کا مخالف کی حدیث میں آجانا بس یہی اس کے ضعف کی زبردست نشانی ہے۔ خیر یہ بھی سہی۔ مگر خدا کے لئے ساتھ ساتھ یہ بھی دیکھ لیا کریں۔ کہ ہم متبوعوں میں سے کسی نے اس کی توثیق تو نہیں کی ہے۔ کہ پھر شرمندہ ہونا پڑے۔ احناف کے پاس تو بقول ان کے حدیث بھی نہیں۔ اسماء الرجال بھی نہیں سب کچھ انہی کا ہے۔ مگر حنفیوں کی تردید میں کم از کم ایک زبان تو ہو جائیں۔ حقیقت میں "حق بر زبان جاری"۔ انہیں میں سے کسی کے منہ سے اللہ احناف کی موافقت میں بات نکلوا دیتا ہے۔ جو احناف کے لئے حجت بن جاتی ہے۔ ورنہ یہ تو کسی کی مانتے نہ تھے۔ چنانچہ اسی جابر کی توثیق وکیع۔ شعبہ اور سفیان ثوری وغیرہ جیسے ائمہ جرح والتعدیل نے کی ہے۔ ابن عبد الحکیم نے کہا ہے۔ کہ امام شافعی سے بھی اس کی توصیف میں نے سنی۔ و لیث کے بارہ میں ابن معین نے کہا ہے لا باس بہ عبد الوارث نے کہا ہے۔ کان من اوعیۃ العلم و بہر حال شعبہ نے حدیث بیان کی ہو جیسا کہ میزان میں ہے تو اس میں کیونکر شک کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح ابن ابی شیبہ ابی الزبیر کے واسطہ سے جابر سے یہی مرفوع حدیث لائے ہیں۔ جوہر نقی میں کہا ہے کہ اس کے رجال سب ثقہ ہیں۔ یہ تینوں ہی کو مرفوع ہی لائے ہیں۔ کچھ تھوڑی دیر کے لئے مان لیں۔ کہ یہ حدیث کسی اور طریق سے مرفوع صحیح نہیں امام صاحب چونکہ بلاشک و شبہ ثقہ ہیں اور ثقہ کی زیادتی معتبر ہے۔ اور رفع بھی ایک زیادتی امام صاحب کا اس کو مرفوع لانا یقیناً قابل حجت ہوگا۔ یہ اس حدیث کے صحیح پر ہونے کی صحیح طریق سے مروی ہے۔ چنانچہ امام محمد امام مالک واسطہ سے ہیں جن سے حدیث لی ہیں کہ انہوں نے حضرت جابر کو یہ کہتے ہوئے سنا من صلی لعد الصبح بالمدینہ ثم قعد یسبح الی ان ترتفع الضحیٰ کان لہ اجر حاج و معتمر تامۃ تامۃ تامۃ۔ و ذاء الامام کہ جس شخص نے ایک رکعت پڑھی۔ اور اس میں سورت فاتحہ بھی نہ پڑھی تو ہو اس نے نماز ہی نہ پڑھی مگر جبکہ امام کے پیچھے ہو۔

یہ حدیث جابر کی حیثیت سند تحقیق تھی۔ اب حدیث کی تشریح [illegible] اصل حدیث کا ایک حصہ ہے جو اوپر بیان کیا گیا ہے۔ حضرت جابر بھی اس حکم پر عمل کرتے ہیں اور یہی تفصیل ہمیں فرماتے ہیں۔ سری یا جہری یا جہری میں [illegible] کی وضاحت کرتی ہے اور یہ قرأت خلف الامام سے ممانعت نماز [illegible] سے ہو کہ ہر دو نمازوں میں [illegible] اس سے امام مالک وغیرہ کے مذہب کی تائید [illegible] کی اصل اللہ علیہ وسلم کے

Maktaba Tul Ishaat.com

من صلی خلف الامام کے الفاظ یا رایتک تنازعنی کی عبارت سے قرارت خلف الامام سے منع فرمایا الفاظ بارت کا موقع محل پکار پکار کر اس حقیقت کو کھول رہے ہیں۔ بعض نے یہاں مطلب کو ضبط کیا ہے۔ اور مطلب براری کی کوشش کی ہے کہ آنحضرت نے صرف یہ فرمایا کہ امام کی قرارت مقتدی کے لئے کافی ہے اگرچہ خود بھی پڑھ لے یہ معنی نہیں کہ وہ خود ہرگز نہ پڑھے تبریں عقل و دانش بباید گریست۔ اگر ایسا ہوتا تو قاری اور مانع کا جب مراسلہ آنحضرت کی خدمت میں پیش ہوا۔ تو آپ منع کرنے والے کی تائید کیوں فرماتے اور قاری کی تردید کیوں کرتے کیونکہ ان الفاظ میں تو آپ نے کھلم کھلا قرارت سے روکا ہے کہ جب امام کی قرارت کافی ہوئی تو اب تم بلا رہبہ کیوں پڑھتے ہو پھر اگر قرارت و عدم قرارت ہر دو کی مجاز ہوتا تو پانچویں روایت میں جو آپ نے سوال فرمایا۔ من قرء خلف امامہ رجل اما علی تو سب کے سب دم بخود رہ گئے کسی نے جواب نہیں دیا معلوم ہوا کہ آں حضرت کے چہرہ و حلیہ سے ناراضگی و خفگی کے آثار نمودار تھے۔ سب اس کو تاڑ گئے اور کسی کو جواب دینے کی جرأت نہ ہوئی۔ آخر آنجناب کو تین دفعہ سوال کرنا پڑا۔ اگر قرارت جائز ہوتی۔ تو آپ سوال ہی کیوں کرتے اور کرتے بھی تو پڑھنے والا اول ہی مرتبہ کہہ دیتا کہ حضور قرارت میں نے کی تھی۔ تھوڑی دیر کے لئے گمان بھی لیں۔ کہ کافی ہونے کے یہ معنی ہیں تو اس کا صاف یہ مطلب ہوگا کہ مقتدی کی قرارت کا رکن تمام بس یہ ہی ہے کہ اس کی طرف سے امام قرارت کرے تو اب اگر مقتدی بھی قرارت کرے تو لامحالہ یہ قرارت اس حصہ پر زیادتی ہوگی جو شریعت اس کے لئے مقرر کر چکی ہے۔ اور اس قسم کی زیادتی شرعاً جائز نہیں۔ پھر یہ بھی خلش ہے کہ جب امام کے ضمن میں اس کی قرارت مان لی گئی تو اب اگر یہ خود بھی قرارت کرے تو گویا اس نے ایک نماز میں دو قرارتیں کیں۔ اور یہ بھی جائز نہیں۔ اگر ان سے بھی قطع نظر کر لیں تو حدیث سے بہرحال یہ پتہ ضرور چلتا ہے کہ امام کی قرارت مقتدی کی قرارت کا بدل ہے اور نائب یا جانشین۔ اب اگر مقتدی خود بھی قرارت کرے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اصل و نائب یا بدل و مبدل منہ ایک جا جمع ہو جائیں۔ اور یہ ہرگز جائز نہیں۔ یہ بھی واضح رہے کہ آنحضرت کے کلام من صلی خلف الامام کو گہرائی سے دیکھیں تو اس میں ایک لطیف اشارہ اس طرف ہے کہ قرارت کے لئے جہری یا سری نماز کی قید نہیں۔ کیونکہ امام کی قرارت کا مقتدی کی طرف سے بدل ہونے کا سبب صاف امام کے پیچھے اقتدا کرنے کو ٹھہرایا۔ منع قرارت کا دارومدار اس پر رکھا اور اقتدا مطلق ہے جہری و سری ہر دو کو شامل ہے تو اب امام مالک وغیرہ کے مذہب کے موافق جہری کی قید اس میں کیسے لگائی جا سکتی ہے۔ اگر یہ قید لگائیں تو منشا و کلام کے خلاف ہوگا۔

تیسری روایت میں فنہاہ کے لفظ سے صاف ممانعت ظاہر ہوتی ہے اس میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں رہی۔ اب بحث یہ سامنے آتی ہے کہ نہی جب وارد ہوئی تو اس سے مطلق حرمت قرارت ثابت ہونی چاہیے۔ اور نماز فاسد ہونی چاہیئے۔ چنانچہ ایک مرجوح روایت ایسی بھی ہے۔ مگر چونکہ اور میں تعارض واقع ہوا اس لئے یہ حرمت سے نکل کر مکروہ تحریمی رہی اور یہی روایت شیخین سے منقول ہے۔

یہ ساری بحث حضرت جابر کی حدیث ذیل پر تھی۔ حضرت ابو سعید خدری سے ابن عدی اپنی کامل میں انہی الفاظ سے روایت لائے ہیں اس میں سقم یہ نکالتے ہیں کہ اس میں اسماعیل بن عمر حسن بن صالح سے روایت

Maktaba Tul Ishaat.com

کرتے ہیں جو ضعیف ہیں تو ان کی کوئی متابعت نہیں کرتا۔ حالانکہ طبرانی اوسط میں یہ ہی حدیث اور یہ ہی سند ذکر کرتے ہیں۔ اس میں نضر بن عبداللہ بھی حسن بن صالح سے روایت کرتے ہیں حضرت ابن عمار رضی اللہ عنہ سے دارقطنی اور انس سے ابن حبان کتاب الضعفاء میں یہ ہی حدیث مرفوع لائے ہیں۔ ہمارا اپنا بھی یہ صحیح ہے بلاوجہ اس کے ضعیف کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ پھر مان لیا کوئی طریق ضعیف بھی ہو تو کثرت طرق حدیث کا ضعف جاتا رہتا ہے۔ یہ بھلا اصول بھی تو اپنی جگہ صحیح ہے۔

اب آیئے دیگر صحابہ کی احادیث کی طرف جو حضرت خلف الامام سے ممانعت پر دلالت کرتی ہیں۔ ان میں ایک ابوہریرہ کی حدیث ہے جس میں الفاظ انما جعل الامام لیوتم بہ فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا واذا قال سمع اللہ لمن حمدہ فقولوا ربنا لک الحمد ہیں کہ امام اس لئے بنایا گیا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے جب وہ تکبیر کہے تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو تم چپ رہو جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا لک الحمد کہو۔ اس حدیث کو مالک۔ ابوداؤد، نسائی وغیرہ نے صحیح سند سے ایسا ہی زبان سے کہا اذا قرء فانصتوا کی زیادتی پر لگ پڑے کہ یہ محفوظ نہیں۔ ابوداؤد نے ابن عیینہ سے سب نے کہا لیست بمحفوظۃ۔ ابن ہمام نے جواب دیا ہے کہ اس کا راوی سفیان ثوری ہے اور وہ بھی ابی خالد راوی کی طرف ابوداؤد کی سند سے ہے جو ابن عیینہ کی سند سے بڑی بات یہ ہے کہ امام مسلم اپنی صحیح میں حضرت ابی موسیٰ سے بواسطہ تین حدیث لائے ہیں اس میں یہ زیادتی موجود ہے اور خود امام مسلم نے ابوہریرہ کی اس زیادتی کو صحیح کی ہے ان سے دریافت کیا گیا کہ حضرت آپ اس کو صحیح بتاتے ہیں تو اپنی کتاب میں کیوں نہیں لائے آپ نے کہا کہ ہر اس حدیث کو جس کو میں صحیح جانتا ہوں اس کتاب میں نہیں لایا ہوں۔ اسی طرح حضرت ابی الدرداء، عمران بن حصین، ابوہریرہ سے روایات اطرق صحیحہ سے قرأت کو ثابت کرتی ہیں۔ اسی سلسلہ میں آثار صحابہ بھی جید اسناد سے مروی ہیں کہ وہ امام کے پیچھے قرأت نہ کرتے۔ ابن مسعود سے نقل ہے کہ ان سے کسی نے پوچھا کہ امام کے پیچھے قرأت کرنے والے کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے آپ نے فرمایا کہ چپ رہو۔ امام کی قرأت تیرے لئے کافی ہے۔ امام مالک وطاؤس عمر سے بھی ایسا ہی کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کاش امام کے پیچھے پڑھنے والے کے منہ میں پتھر ہوتا۔ ان کے علاوہ دیگر صحابہ نے بھی اس کو ناپسند کیا ہے۔ اس طرح بہت سے آثار ہیں۔

اب رہا اجماع و قیاس تو جیسا کہ ان دونوں سے صحابہ سے امام کے پیچھے قرأت کی ممانعت ثابت ہوتی ہے ویسے قریب قریب اجماع ہی ہے اور قیاس بھی اس کی ممانعت کی ہی تائید کرتا ہے اور وہ اس طرح کہ امام کے پیچھے قرأت کا وجوب ہوا جائے جیسا کہ بعض اہل ظواہر کی طرف سے ہے کہ قرأت کا وجوب امام کی طرح مقتدی پر بھی ہے۔ [illegible]

Marfat.com

Maktaba Tul Ishaat.com

اس کی ضمانت کو توڑنا ہے اور حکم شرع کی خلاف ورزی جو حرام نہیں تو مکروہ تحریمی ضرور ہے۔ لہذا ثابت ہوا۔ کہ مذہب حنفی مبنی ہے قرآن۔ بلحاظ حدیث نبوی اور تقاضائے اجماع و قیاس حق ہے۔ اور باور کرنے کے قابل ہے۔

دیگر مذہب کی تردید گو مذہب حنفیت کے ثبوت کے ذیل میں ہو گئی۔ مگر جہری و سری ہر دو نمازوں میں قرارت فرض ماننے والوں کے مذہب کی ہم علیحدہ بھی قدرے تشریح کرتے ہیں۔ اور یہ کہ ان کا حجتی پہلو کس قدر استوار ہے یہ اپنے مذہب پر دلیل نقلی بھی لاتے ہیں اور عقلی بھی۔ نقل میں فرضیت فاتحہ کے لئے ان کے پاس یا تو وہ عام احادیث ہیں جنکا ذکر پیچھے فرضیت قرارت فاتحہ کے ذیل میں گذرا۔ اور جن میں امام۔ مقتدی۔ منفرد نماز جہری و سری کسی کی قید و خصوصیت مذکور نہیں۔ ان کے بارہ میں معلوم ہو چکا کہ ان احادیث سے فرضیت کا ثبوت نہیں ملتا۔ پھر یہ عام نہیں۔ بلکہ اقتدار کی حالت اس سے مستثنیٰ ہے۔ اگر مان لیں یہ عام ہی ہیں تو مماثلت قرارت سے ان کا عموم کب ٹوٹتا ہے جبکہ مقتدی سکوت سے بھی شرعاً قاری مانا گیا۔ اس کے علاوہ جب رکوع میں شریک ہو کر رکعت پانے والے کو بالاتفاق ان احادیث سے مستثنیٰ کر لیا گیا تو ہم ان مماثلت کی احادیث کے پیش نظر مقتدی کو کیوں نہ مستثنیٰ کر لیں۔ اب خصوصیت کے ساتھ خلف الامام کے بارہ میں ان کے پاس لے دے کر ایک حدیث عبادہ ہے۔ جو ان کے لئے سرمایۂ فخر ہے۔ وہ صحیحین کی روایت کی بنا پر تو عام ہی ہے پوری مطلب براری سے وہ قاصر ہے کہ اس کے الفاظ میں لاصلوۃ لمن یقرأ بفاتحۃ الکتاب لہذا اس میں ہمارا وہی جواب ہے کہ مقتدی دراصل قاری ہے۔ اگر خود نہیں تو امام کے ضمن میں۔ نماز فجر کا قصہ ابو داؤد کی روایت سے نقل ہے جو تین طرق سے مروی ہے۔ اور جن کی صحت میں کلام ہے ایک میں محمد بن اسحاق بن یسار ہے جو مدلس ہے۔ اور مدینین میں کسی کے نزدیک قابل حجت نہیں امام مالک نے اس کو کذاب کہا۔ امام احمد نے اس کو صعیف بتایا۔ دوسرے میں نافع بن محمود ہے جس کو تہذیب التہذیب میں مجہول کہا ہے۔ طحاوی نے کہا لا یعرف۔ تیسرے میں مکحول کو عبادہ سے سماع نہیں۔ تہذیب التہذیب میں ابو بکر رازی سے یہی نقل ہے۔ عقلی دلیل کے ذیل میں ایک تو یہ کہتے ہیں کہ قرارت ایک رکن ہے نماز کا جس میں امام و مقتدی کو شریک ہونا چاہیئے۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ قرآن کے مقابلہ میں قیاس ہے۔ جو ناقابل قبول ہے۔ پھر اگر رکعت میں شریک بھی مانیں تو رکعت ایک حقیقی قرارت کی شکل میں ہے جو امام کے لئے ہے اور ایک سکوت اور سننے کی صورت میں جو بروئے اِذَا قَرَءَ فَاَنْصِتُوْا کے مقتدی کے لئے ہے۔ دوسرے یہ منطق چلاتے ہیں کہ سری نماز میں جب مقتدی قرارت نہ سنے گا۔ نہ خود پڑھے گا۔ تو بے کار رہے گا۔ حالانکہ عبادت ایک شغل ہے نہ بیکاری۔ ہم کہیں گے کہ جب شرع نے اس کے سکوت کو قرارت مانا تو یہ بیکار کب شمار ہوا۔ پھر یہ بیکار تمہارے مذہب پر بھی لازم آتا ہے۔ کیونکہ آخر فاتحہ پڑھنے کے بعد بھی تو سری نماز میں امام کی فراغت تک بیکار ہی رہا۔ نہ پڑھ رہا ہے نہ سن رہا ہے۔ اسی طرح تشہد میں بھی مقتدی اکثر تشہد۔ صلوۃ و دعا پڑھنے کے بعد بیکار ہی بیٹھا رہتا ہے۔ پھر سب سے زیادہ پر لطف بات یہ ہے کہ اس مذہب کے حامیوں سے ذرا پوچھیئے۔ کہ فاتحہ کب پڑھی جائے کہیں گے سکتہ میں۔ پوچھیئے سکتہ کا ثبوت شریعت میں کہاں ہے

Maktaba Tul Ishaat.com

تو اس کے جواب میں ان کی طرف سے سکتہ ہے یا سکوت۔ حقیقت اس خیال کی یہ ہے کہ ان کے نزدیک امام کے لئے چار سکتے ہیں۔ پہلا تکبیر تحریمہ کے بعد قرأت شروع ہونے تک دوسرا ولا الضالین کے بعد آمین کہنے سے پہلے۔ تیسرا آمین کے بعد مقتدی کو قرأت فاتحہ کا موقع دینے کی غرض سے۔ چوتھا قرأت ختم کرنے پر رکوع میں جانے سے پہلے۔ حنفیہ کے نزدیک صرف پہلا سکتہ ہے اور نہیں۔ پھر اس میں اور جو اصولی و عقلی پیچیدگی ہے وہ سنئے کہ اول تو اس سکتہ میں اس قدر موقع ملنا دشوار کہ اس میں انسان فاتحہ پڑھ سکے۔ پھر یہ بحث الجھن کہ امام کے لئے ان سکتوں میں ٹھہرنا مستحب گویا وہ مختار ٹھہرے یا نہ ٹھہرے۔ وہ اس کے تارک پر گنہگار نہیں۔ ادھر مقتدی کے لئے قرأت فاتحہ واجب۔ نہ پڑھے تو گنہگار۔ اگر امام نہ ٹھہرے تو مقتدی بیچارے کی بلا وجہ قرأت ٹلی اور وہ گناہگار ہوا جس کا کوئی چارہ کار نہیں۔ یہ ہے مختصر سی کہانی امام صاحب کی جواب سنے۔ ہماری زبانی اگر آپ بڑی کتب کا مطالعہ فرمائیں گے تو اس سے زائد پائیں گے +

۴۵ باب نسخ التطبیق!

باب تطبیق کے منسوخ ہونے کے بیان میں!

ابو حنیفۃ عن ابی یعفور عمن حدثہ عن سعد ابن مالک قال کنا نطبق ثم امرنا بالرکب

حضرت سعد بن مالک کہتے ہیں کہ ہم تطبیق کیا کرتے تھے۔ پھر ہم کو حکم ہوا کہ گھٹنے پکڑا کریں +

ف: تطبیق کی شکل یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کو ملا کر ہر دو رانوں کے درمیان دبا لیں۔ پہلے رکوع میں یہ ہیئت رائج تھی۔ پھر فرمان نبوی سے یہ صورت منسوخ ہوئی اور رکوع میں ہاتھوں سے گھٹنے پکڑنے کی ہیئت جاری ہوئی جو اب تک زیر عمل ہے۔ [illegible] دوسری حدیث صحیحہ بھی دال ہے [illegible] ائمہ حنفیہ و دیگر علماء کا عمل ہے۔ حضرت ابن مسعود اور ان کے تلامذہ تطبیق کے قائل تھے [illegible] کے زعم پر ابو حنیفہ کو پر زور کرنے کا موقعہ ہاتھ آیا۔ کہنے لگے کہ خوب رفع یدین سے [illegible] تمام صحابہ کو چھوڑا اور ابن مسعود کے دامن کو پکڑا۔ اور یہاں ابن مسعود [illegible] کہ امام صاحب کا یہ عمل قابل نہ ست ہے یا قابل تحسین یا قابل گرفت [illegible] کہ ابن مسعود کی صحیح حدیث [illegible] اس کے نسخ پر کوئی حدیث [illegible] وکنا یہ نہ کہہ سکتے تھے جیسا کہ بیان ہوا اس لئے وہ یہ [illegible] یہاں نسخ تطبیق کی صحیح احادیث ہیں تو یہاں نسخ کے قائل ہوئے اور اس کے کہ تطبیق [illegible] رکوع میں گھٹنوں کو پکڑنا سنت نبوی ہے۔ ان کو سنت نبوی کی تلاش ہے [illegible] اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے ہیں نہ ابن مسعود پر +

Maktaba Tul Ishaat.com

بَابُ (۴۶) الْاِمَامِ اِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ!

باب - اس امر کے بیان میں کہ امام کو سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کے ساتھ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ بھی کہنا چاہئے یا نہیں!

۱۰۶ ابن ابی السبیع عن طلحة قال رأيت ابا حنيفة يسأل عطاء عن الامام اذا قال سمع الله لمن حمده اتقول ربنا لك الحمد قال ما عليه ان يقول ذلك نحدث عن ابن عمر صلى بنا النبي صلى الله عليه وسلم فلما رفع رأسه من الركعة قال سمع الله لمن حمده فقال رجل ربنا لك الحمد حمدا كثيرا طيبا مباركا فيه فلما انصرف النبي صلى الله عليه وسلم قال من المتكلم بهذه قالها ثلث مرات قال الرجل انا يا نبي الله قال فوالذي بعثني بالحق لقد ابتدرن ايهم يكتبها لك اول من يرفعها ۔

۱۰۶ ابن ابی السبیع کہتے ہیں کہ میں نے ابوحنیفہ رح کو عطاء بن ابی رباح سے یہ دریافت کرتے ہوئے دیکھا کہ امام جب سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو کیا اس کے ساتھ ربنا لک الحمد بھی ملائے؟ عطاء نے کہا کہ اس کے لئے یہ کہنا ضروری نہیں۔ پھر عطاء نے ابن عمر سے یہ روایت کی کہ نماز پڑھائی ہم کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے۔ جب آنحضرت نے رکوع سے سر اٹھایا۔ اور سمع اللہ لمن حمدہ کہا۔ تو ایک آدمی نے (مقتدیوں میں سے) ربنا لک الحمد حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ کہا۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے۔ تو آپ نے فرمایا کہ ان کلمات کو ادا کرنے والا کون تھا؟ تین بار یہ سوال فرمایا۔ ایک شخص بولا یا نبی اللہ میں تھا۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھ کو سچا دین دے کر بھیجا۔ البتہ میں نے دیکھا کچھ اوپر تیس فرشتوں کو جھپٹتے ہوئے کہ کون ان میں سے ان کو (کلمات کو) تیرے لئے لکھ لے اور سب سے پہلے ان کو اٹھا لے جائے۔

ف ۱۰۶ اس بارہ میں ائمہ سے مختلف روایات وارد ہیں۔ بہرحال اس پر اتفاق ہے کہ منفرد سمع اللہ بھی کہے اور ربنا لک الحمد بھی اور اس پر بھی اکثر کا اتفاق ہے کہ مقتدی سمع اللہ نہ کہے۔ البتہ امام کے متعلق ائمہ مختلف الرائے ہیں۔ شافعی رح کا ظاہری مذہب یہ ہے کہ امام دونوں کہے اور امام اعظم امام مالک و احمد کا مذہب ہے کہ امام صرف سمع اللہ کہے۔ امام شافعی رح کی دلیل حدیث ابوہریرہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یجمع بین الذکرین۔ کہ نبی صلعم دونوں ذکروں کو جمع فرمایا کرتے تھے۔ امام صاحب کی دلیل حدیث ذیل ہے اس قسم کی احادیث ہیں کہ مثلاً حدیث ذیل میں آنحضرت نے صرف سمع اللہ لمن حمدہ فرمایا۔ چنانچہ حضرت علما حدیث کے اسی مقام سے استدلال لا رہے ہیں اور یہی خیال موافق عقل و نقل ہے۔ کیونکہ نبی صلی اللہ

Maktaba Tul Ishaat.com

وسلم نے امام و مقتدی ہر دو کے عمل کی تقسیم فرما دی ہے کہ فرمایا اذا قال الامام سمع اللہ لمن حمدہ - قولوا ربنا لک الحمد کہ جب امام سمع اللہ کہے تو تم ربنا لک الحمد کہو تو امام مقتدی کے کام میں کیونکہ حصہ بٹائے اور مقتدی امام کے کام میں کیوں حصہ لے۔ اور حضرت ابوہریرہ کی حدیث انفرادی حالت پر دال ہے ۔

بَابُ هَيْئَةِ السُّجُوْدِ

باب سجدہ کی کیفیت میں

ابوحنیفة عن عاصم عن ابیه عن وائل ابن حجر قال کان النبی صلے اللہ علیہ وسلم اذا سجد وضع رکبتیه قبل یدیه واذا قام رفع یدیه قبل رکبتیه

حضرت وائل بن حجر سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کرتے وقت اپنے گھٹنے زمین پر رکھتے اور اٹھتے وقت اپنے ہاتھوں کو اپنے گھٹنوں سے پہلے اٹھاتے ۔

شرح حضرت امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام مالک رحمہم اللہ کے نزدیک سجدہ میں جاتے وقت گھٹنے رکھنے چاہئے اور اٹھتے وقت ہاتھ پہلے اٹھانے چاہئے اور اسی پر اہل مکہ کا عمل ہے امام مالک اور امام شافعی اس بات کے قائل ہیں کہ سجدہ میں جاتے وقت گھٹنوں سے پہلے ہاتھ رکھے جائیں ان کے پیش نظر ابوہریرہ کی یہ مرفوع حدیث ہے اذا سجد احدکم فلا یبرک کما یبرک البعیر ولیضع یدیه قبل رکبتیه جب تم میں کوئی سجدہ کرے تو اونٹ کی طرح نہ بیٹھے اور گھٹنوں سے پہلے اپنے ہاتھ رکھے ابوداؤد اس کی روایت کرتے ہیں یا ابن عمر کی وہ کہتے ہیں کہ آپ گھٹنوں سے پہلے ہاتھ رکھتے حنفیہ کا مذہب ہے امام طحاوی کہتے ہیں کہ حدیث ابوہریرہ کی حدیث سے صحیح تر راجح تر اور واضح تر ہے۔ ترمذی نے اس کو غریب کہا ہے اس کے سلسلہ سند میں عبداللہ بن سعید بن المقبری ہے جس کو یحیی بن سعید القطان نے ضعیف کہا ہے بخاری مسلم ابن ماجہ کی روایت ابن خزیمہ نے کی ہے وہ کہتے ہیں کہ گھٹنوں سے پہلے ہاتھ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے مزید برآں سند میں گڑبڑی ہے۔ اس کا اول کا حصہ آخر کی حدیث سے متضاد ہے اور ہاتھوں کی نقل ہوتی ہے حالانکہ پیروں کی نقل ہوتی ہے

ابن امام کہتے ہیں کہ حضرت وائل کی حدیث میں اضطراب ہے کبھی تو وہ کہتے ہیں آپ گھٹنے پہلے رکھتے تھے پھر ہاتھ اور ابن عباس سے مروی ہے آپ گھٹنے ہاتھوں سے پہلے رکھتے تھے اور ابن عباس سے مروی ہے آپ گھٹنے ہاتھوں سے پہلے رکھتے تھے پھر ہاتھ اور ابن عباس سے مروی ہے آپ گھٹنے ہاتھوں سے پہلے رکھتے تھے پھر ہاتھ اس کو آپ نے اپنے ہاتھ کی انگلیوں کی حرکت سے معلوم کیا ہے جناب کا یہ عمل [illegible]

ابوحنیفة عن طاؤس عن ابن عباس او عبید من اصحاب النبی صلے اللہ علیه وسلم قال اُمرتُ ان [illegible]

Maktaba Tul Ishaat.com

ان یسجد علی سبعۃ اعظم ۔ ہاتھ ہر دو گھٹنے اور ہر دو پاؤں پر ۔

ف: ۔ متفق علیہ حدیث میں ہے امرت ان اسجد علی سبعۃ اعظم علی بجبھۃ والیدین والرکبتین واطراف القدمین کہ آنحضرت نے فرمایا کہ مجھ کو حکم دیا گیا ہے کہ میں سجدہ کروں سات ہڈیوں پر پیشانی دونوں ہاتھ ۔ دونوں گھٹنوں اور ہر دو قدم کے اطراف پر ۔ اسی حدیث کے پیش نظر امام شافعی رح نے سجدہ میں ان تمام اعضاء کا زمین پر رکھنا فرض قرار دیا ہے ۔ اور امرت کے لفظ سے دلیل پکڑی ہے ۔ ہدایہ میں ہے و رفع الیدین و الرکبتین سنۃ عندنا کہ ہمارے نزدیک ہاتھوں اور گھٹنوں کا رکھنا سنت ہے یعنی نہ فرض و واجب ۔ فرض اس لئے نہیں کہ فرض قطعی ہیں ۔ خلق سجدہ کا حکم ہے خبر واحد سے اس پر زیادتی جائز نہیں واجب اس لئے نہیں کہ نبی صلعم نے اعرابی کو جب واجبات کی تلقین فرمائی تو ان میں ان اعضاء کا ذکر نہیں فرمایا ۔ اس لئے لامحالہ امرت کا لفظ ندبیت پر دلالت کریگا نہ فرضیت و وجوب پر ۔

۱۰۹ ح ۳

ابو حنیفۃ عن ابی سفیان عن ابی نضرۃ عن ابی سعید قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الانسان یسجد علی سبعۃ اعظم جبھتہ ویدیہ ورکبتیہ ومقدام قدمیہ واذا سجد احدکم فلیضع کل عضو موضعہ واذا رفع فلا یدنین تدنیہ الحمار ۔

حضرت ابو سعید خدری رض کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ انسان سات ہڈیوں پر سجدہ کرتا ہے ۔ پیشانی ۔ دونوں ہاتھ ۔ دونوں گھٹنے اور پاؤں کی انگلیوں کے سروں پر ۔ اور جب سجدہ کرے تم میں سے کوئی تو ہر عضو (مذکور) کو اس کی اپنی جگہ پر رکھے ۔ اور جب رکوع کرے تو سر جھکا کر گدھے کی طرح نہ جھک جائے ۔

ف: ۔ اس حدیث میں سجدہ کے ساتھ ہیئت رکوع کی بھی وضاحت ہے کہ رکوع میں سر نہ اٹھا رکھے نہ جھکا ہو ۔ بلکہ پشت سے مساوی سطح سے رہنا چاہئے ۔ کیونکہ جب سر پشت سے جھکے گا ۔ تو پشت میں خم پیدا ہو گا ۔ اور پھیلاؤ اور برابری باقی نہیں رہیگی ۔ بلکہ ایک کوہانی شکل پیدا ہو جائیگی ۔ اور یہ آنحضرت ص کے عمل کے خلاف ہے اور ممنوع ۔ چنانچہ ابن ماجہ و نصیبہ بن معبد سے روایت لائے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ۔ جب آپ رکوع کرتے تو پشت کو برابر رکھتے ۔ یہانتک کہ اگر اس پر پانی ڈالا جاتا تو ٹھہر جاتا ۔

۱۱۰ ح ۴

ابو حنیفۃ عن ابی سفیان عن ابی نضرۃ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اذا سجد احدکم فلا یمد رجلیہ فان الانسان یسجد علی سبعۃ اعظم جبھتہ ویدیہ ورکبتیہ ورجلیہ ۔

وفی روایۃ اذا سجد احدکم فلا یمد صلبہ

حضرت ابو نضرہ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے جب کوئی سجدہ کرے تو اپنے پاؤں کو نہ اٹھائے بلکہ سمٹا ہوا رکھے کیونکہ انسان سجدہ کرتا ہے سات ہڈیوں پر ۔ پیشانی ۔ دونوں ہاتھ دونوں گھٹنے اور دونوں پاؤں پر ۔

اور ایک اور روایت میں ہے کہ جب تم میں سے کوئی سجدہ کرے تو نہ پھیلائے اپنی پیٹھ کو ۔

Maktaba Tul Ishaat.com

وفی روایۃ قال نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یمد الرجل صلبہ فی سجودہ ۔

ایک اور روایت میں یوں ہے کہ منع فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ انسان سجدہ میں اپنی پیٹھ پھیلی ہوئی رکھے ۔

ف:۔ یہ حدیث گویا سابق حدیث کی توضیح ہے اور تاکید ہے ۔

ابوحنیفۃ عن عکرمۃ عن ابن عباسؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امرت ان اسجد علی سبعۃ اعظم ولا اکف شعرا ولا ثوبا ۔

حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا گیا مجھ کو میں سجدہ کروں سات ہڈیوں پر اور نہ سمیٹوں بالوں اور کپڑوں کو ۔

ف:۔ اس حدیث میں سجدہ کے بیان کا بجنسہ اعادہ ہے ۔ مگر اس مضمون کا مزید اضافہ ہے کہ نماز میں سجدہ کرتے وقت انسان آگے پیچھے سے بالوں کو سمیٹے نہ کپڑوں کو یہ حکم تمام آستین والے کو بھی شامل ہے ۔ بعض کی عادت ہوتی ہے کہ نماز میں سجدہ کرتے وقت بالوں یا کپڑوں کو اٹھاتے ہیں کہ آستین چڑھاتے ہیں کیونکہ یہ جملہ مقصد مجموعہ نماز یعنی خشوع و خضوع کے سخت خلاف ہے اور منافی نماز کی تمام حسن و خوبی اس خشوع و خضوع میں مضمر ہے اور اس کے سارے محسن اثرات و برکات اسی پر مرتب ہوتے ہیں ۔ فلاح و کامرانی کا دعدہ اسی پر ہے ۔ چنانچہ فرمایا ۔ قد افلح المومنون الذین ھم فی صلوتھم خاشعون یعنی وہ مسلمان البتہ کامیاب ہے جو اپنی نمازوں میں پوری خشوع و خضوع اختیار کرتے ہیں ۔

ابوحنیفۃ عن جبلۃ بن سحیم عن عبداللہ بن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی فلا یفترش ذراعیہ افتراش الکلب ۔

عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نماز پڑھے [illegible] کتے کی طرح ۔

ف:۔ یہ حدیث گو کہ اس [illegible] ساتھ مشابہت دی ہے ۔ اور یہیں درندے کی ساتھ جیسا کہ ابوداؤد [illegible] فرمایا ہوتے کی طرح ٹھونگیں مارنے سے اور نہ [illegible] خاص جگہ کو نماز کے لئے مخصوص کرنے سے ۔

بَابُ القُنُوْتِ فِی الفَجْرِ!

باب [illegible] نماز میں [illegible] پڑھنے [illegible] بیان

ابوحنیفۃ عن حماد عن ابراھیم عن علقمۃ عن ابن مسعود ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یقنت فی الفجر قط الا شھرا واحدا ثم ترکہ قبل ذلک ولا بعدہ یدعو علی ناس من المشرکین ۔

حضرت ابن مسعود [illegible] نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے [illegible] ایک مہینہ [illegible] اس سے پہلے [illegible] اس کے بعد [illegible] دعا کرتے [illegible] مشرکین [illegible] ۔

Maktaba Tul Ishaat.com

فائدہ: یہ وہ عہد و طبیعت مشرکین تھے جو معاہد ہونے کے باوجود آنحضرت ﷺ کے چنیدہ بزرگوں قاریوں کو دھوکے سے کئے سازش سے ناحق بے دردی و سفاکی سے شہید کر دیا۔ آنجناب ﷺ کے مزاج اقدس پر اس قدر ملال و صدمہ طاری ہوا کہ ایک ماہ تک مشرکین کے حق میں بددعا فرماتے رہے۔

یہ حدیث مسئلہ دعائے قنوت کی طرف اشارہ کرتی ہے جو امام اعظم احمد اور امام شافعی و مالک رح کے آراء کے مابین ایک نزاعی خط کھینچتا ہے۔ امام شافعی۔ مالک کے نزدیک دعائے قنوت فجر میں ہمیشہ پڑھنی مسنون ہے اور امام اعظم احمد کے نزدیک نہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ دعائے قنوت ایک وقتی چیز تھی جو خاص حالات کے باعث شروع ہوئی تھی اور وہ صرف ایک ماہ درد کے ختم ہو گئی۔ یہ آنجناب کا دوامی عمل نہیں کہ سنت مستمرہ کی حیثیت رکھتا ہو۔ امام شافعی و مالک کی دلیل ایک وہ حدیث ہے جو ارقطنی وغیرہ ابی جعفر رازی کے واسطہ سے حضرت انس سے لائے ہیں۔ ما زال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقنت فی الصبح حتی فارق الدنیا کہ آنحضرت ﷺ صبح دعائے قنوت پڑھتے رہے یہاں تک کہ آپ نے وصال فرمایا۔

دوسری وہ حدیث جو بخاری ابی ہریرہ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نماز میں رسول اللہ ﷺ کو ترتیب سے وہ ترتیب ترہول اور ابو ہریرہ نماز فجر کی رکعت ثانیہ میں سمع اللہ کے بعد دعا کرتے تھے مومنین کے حق میں اور لعنت کرتے کفار پر۔ یا ابی ہریرہ کل وہ حدیث ہیں کے سلسلہ سند میں عبداللہ بن سعید ہیں جس میں یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر کی دوسری رکعت میں رکوع سے سر اٹھانے کے بعد دعا قنوت پڑھا کرتے تھے۔ یہ گویا ان کی حجت غالب لباب ہے اور بخوبی۔

اب لیجئے امام اعظم کی حجت کو ملاحظہ فرمائیے اور داد انصاف دیجئے۔ سب سے پہلی دلیل حدیث ذیل حدیث عبداللہ ہے جو صحت کو روز روشن کی طرح واضح کر دیتی ہے اور ثابت کرتی ہے کہ فجر کی دعائے قنوت منسوخ ہو گئی تھی اور ہمیشہ کا عمل نہ رہا اور پھر کبھی نہیں۔ یہ ہی حدیث ابن ابی شیبہ۔ بزار۔ طبرانی وغیرہ لائے ہیں۔ پہلے ابن مسعود کی حدیث کو دیکھئے کہ آپ کے ذہن میں ان کی حدیث کا وزن اور اہمیت قائم ہو۔ یہ وہ بزرگ ہیں جو دنیا و مافیہا سے علوم نبوت کے حامل ہیں۔ ہر دم ہر گھڑی۔ رفاقت۔ معیت و صحبت کا فخر انکو حاصل ہے۔ حضرت کے خانگی و بیرونی حالات سے یہ پورے باخبر ہیں۔ کیا ان کے بارہ میں یہ گمان ہو سکتا ہے کہ نماز فجر میں دعائے قنوت لزوم کے ساتھ پڑھی جاتی اور یہ اس سے بے خبر ہوتے مسلسل اس پر عمل پیرا رہتے اور اس سنت کو نظر انداز کر دیتے۔

ابن عمر کی حدیث ہے جو بیہقی وغیرہ لائے ہیں کہ راوی کہتے ہیں کہ میں نے نماز فجر ابن عمر کے ساتھ پڑھی [illegible] نے کہا آپ دعائے قنوت نہیں پڑھتے۔ فرمایا کہ مجھے کسی سابق سے ایسا عمل ثابت نہیں [illegible] کہ بعض صحابہ کا اس کو بھول جانا ان کی تردید نہیں کرتا جو اس کو یاد رکھتے ہیں کیا خوب [illegible] کی ایسی حدیث جو دوسروں کو یاد نہیں ان کی حدیث آخر کہہ بیٹھے ابن عمر کا اس کو بھول جانا حالات میں سے ہے [illegible] صحبت بری سے کسی عہد ہوتے اور جو سنت ہوتی ایسے کا [illegible] اللہ [illegible] نگہ بڑھ کر ایسے عجیب عجیب طرح کی باتیں کرتے ہیں کہ ہنسی آتی ہے۔

ابن عمر کی حدیث ہے جو بیہقی وغیرہ لائے ہیں کہ راوی کہتے ہیں کہ میں نے نماز فجر ابن عمر کے ساتھ پڑھی [illegible] نے کہا آپ دعائے قنوت نہیں پڑھتے۔ فرمایا کہ مجھے کسی سابق سے ایسا عمل ثابت نہیں [illegible] کہ بعض صحابہ کا اس کو بھول جانا ان کی تردید نہیں کرتا جو اس کو یاد رکھتے ہیں کیا خوب [illegible] کی ایسی حدیث جو دوسروں کو یاد نہیں ان کی حدیث آخر کہہ بیٹھے ابن عمر کا اس کو بھول جانا حالات میں سے ہے [illegible] صحبت بری سے کسی عہد ہوتے اور جو سنت ہوتی ایسے کا [illegible] اللہ [illegible] نگہ بڑھ کر ایسے عجیب عجیب طرح کی باتیں کرتے ہیں کہ ہنسی آتی ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com

ہے۔ ابن ابی شیبہ سعید بن جبیر سے نقل کرتے ہیں کہ عمرؓ فجر میں قنوت نہ پڑھا کرتے۔ شعبی نے کہا کہ عبداللہ قنوت نہ پڑھتے اگر عمر پڑھتے تو یہ بھی پڑھتے۔ ابن ابی شیبہ نے کہا ابوبکر۔ عمر۔ عثمان قنوت نہ پڑھتے۔ محمد بن حسن اسود بن یزید سے روایت کرتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ میں سفر و حضر میں دس سال عمرؓ کے ساتھ رہا۔ میں نے ان کو فجر میں قنوت پڑھتے نہ دیکھا۔ ابن ابی شیبہ یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ جب مرثد دشمن کے دفعیہ کے لئے حضرت علیؓ نے نماز فجر میں دعائے قنوت کی تو فقیہوں نے اس پر تعجب کیا گویا یہ نئی سی بات تھی۔ مقتدی کون تھے صحابہ و تابعین تھے۔ حضرت نے فرمایا کہ ہمارے دشمن پر بددعا چاہتے ہیں۔ [illegible] قنوت نازلہ کی ہمیشہ پڑھی جانے والی دعا کو صحابہ و تابعین نے پڑھا ہے۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

Maktaba Tul Ishaat.com

ہو شریعت میں بالکل عام ہے۔ جیسا کہ فرمایا افضل الصلوۃ طول القنوت کہ نماز کی تمام تر فضیلت قنوت و قیام کی درازی میں ہے۔ اور صبح کی نماز تو بہر حال تمام نمازوں میں قیام کے اعتبار سے دراز و لمبی ہوتی ہی ہے۔ اب یہ مسئلہ نازلہ اب بھی شرعاً جاری ہے یا منسوخ ہو چکی۔ تو خلفاء کے آثار سے پتہ چلتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی یہ زیر عمل رہی چنانچہ ابوبکر صدیق رضؓ نے محاربہ کے وقت دعائے قنوت پڑھی۔ حضرت عمرؓ نے بھی پڑھی۔ حضرت علی نے حضرت معاویہ کے خلاف میں اور حضرت معاویہ نے حضرت علی کے خلاف لڑائی میں قنوت نازلہ پڑھی۔

۱۱۲ **ابوحنیفۃ** عن عطیۃ عن ابی سعید عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ لم یقنت الا اربعین یوما یدعو علی حی من احیاء العرب ثم لم یقنت الی ان مات۔

ابی سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قنوت نہیں پڑھی۔ مگر چالیس دن۔ بددعا کرتے تھے (اس میں) آپ قبیلہ عصیہ اور ذکوان پر۔ پھر آپ وفات تک قنوت نہیں پڑھی۔

ف: یہ حدیث حدیث سابق کے ہم معنی ہے اور ہم مضمون۔ فرق صرف اتنا ہے کہ اس میں قنوت نازلہ پڑھے جانے کی مدت چالیس یوم بتائی ہے۔ اکثر روایت میں ایک ماہ ہے۔ مسئلہ کی تشریح و توضیح ذکر ہوئی۔

باب ۴۳ کیف الجلوس فی التشہد

تشہد میں بیٹھنے کی ہیئت شرعی

۱۱۳ **ابوحنیفۃ** عن عاصم عن ابیہ عن وائل بن حجر قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا جلس فی الصلوۃ اضجع رجلہ الیسری وقعد علیہا ونصب رجلہ الیمنی۔

حضرت وائل بن حجر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز میں بیٹھتے تو بایاں پاؤں پھیلاتے اور اس پر بیٹھتے اور دایاں پاؤں کھڑا رکھتے۔

ف: یہ حدیث بھی ایک مسئلہ اختلافی کی طرف مشیر ہے کہ تشہد میں کس ہیئت سے بیٹھنا مسنون ہے امام اعظم ہر دو تشہد میں افتراش کو مسنون قرار دیتے ہیں یعنی بایں پاؤں کو بچھا کر اس پر بیٹھنا اور دایں کو کھڑا رکھنا امام شافعی پہلے تشہد میں امام صاحب کے ساتھ موافقت کرتے ہیں اور دوسرے میں تورک (سرین پر بیٹھنے کو) مسنون مانتے ہیں۔ امام مالک ہر دو تشہد میں تورک کے قائل ہیں۔ امام احمد ایک تشہد والی نماز میں امام ابوحنیفہ کے ساتھ موافقت کرتے ہیں اور دو تشہد والی میں امام شافعی کے ساتھ۔ امام ابوحنیفہ کے مذہب کی ترجمانی خود حدیث ذیل کر رہی ہے کہ نماز میں بوقت تشہد الٹا پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھے اور سیدھا پاؤں کھڑا رکھے۔ حضرت وائل ہی کی حدیث کو ترمذی بھی لائے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ میں مدینہ آیا تو میں نے نبی صلعم کی نماز دیکھی تو آپ تشہد میں جب بیٹھتے۔ تو آپ نے الٹا پاؤں بچھایا۔ اور الٹا ہاتھ الٹی ران پر رکھا اور سیدھا پاؤں کھڑا رکھا۔ ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے اور کہا ہے کہ اکثر اہل علم کا یہی قول ہے۔ حضرت عائشہ کی حدیث جو مسلم ابی الجوزاء کے واسطہ سے لائے ہیں وہ بھی امام صاحب کے مذہب کی پرزور تائید کرتی ہے کہ آپ فرماتی ہیں کان یفترش رجلہ الیسری وینصب رجلہ الیمنی کہ آنجناب بایاں پاؤں بچھاتے اور سیدھا پاؤں کھڑا کر لیتے۔ مزید برآں احمد رفاعہ بن رافع سے حدیث نقل کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اعرابی سے فرمایا جب تو بیٹھے (تشہد میں) تو بایں پاؤں پر بیٹھ

Maktaba Tul Ishaat.com

نافع ابن عمر رض کا قول نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا من سنۃ الصلوٰۃ ان ینصب قدمہ الیمنی ویثنی رجلہ الیسری یعنی نماز کی سنت یہ ہے کہ سیدھا قدم کھڑا رکھے اور اس کی انگلیوں کو قبلہ رخ اور الٹے قدم پر بچھائے۔ یہ قول بھی امام صاحب ہی کے مذہب کی بنیادوں کو مضبوط کرتا ہے۔ اب جن احادیث میں تورک آیا ہے ان کو کبر سنی اور بڑھاپے کی حالت پر محمول کریں گے۔ کیونکہ سنت تو عملی احادیث سے ثابت ہو چکی جن میں تشہد اولیٰ یا ثانیہ کی کوئی قید نہیں۔ اب چونکہ دو سجدے تشہد میں زیادہ دیر بیٹھنا پڑتا ہے اس لئے اس میں مراعات قرین مصلحت ہے اور سہولت قرین قیاس۔ امام شافعی حدیث ابی حمید ساعدی رض لاتے ہیں جو تمہید ہی لاتے ہیں مگر واضح رہے کہ حضرت وائل کی حدیث کے بعد میں (بقیہ) اس مذہب کی اکثر اہل علم کی طرف کرتے ہیں اور جہاں حضرت ابی حمید کی حدیث کا حوالہ دیا ہے وہاں کہتے ہیں وہو قول بعض اھل العلم۔ کہ بعض اہل علم اسی کے قائل ہیں۔ گویا بیان مذاہب میں مذہب امام صاحب کو ترجیح دے گئے۔

ابوحنیفۃ عن نافع عن ابن عمر انہ سئل کیف کن النساء یصلین علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال کن یتربعن ثم امرن ان یحتفزن ۔

حضرت ابن عمر سے سوال کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عورتیں کس طرح نماز پڑھا کرتی تھیں یعنی تشہد میں کس طرح بیٹھا کرتی تھیں آپ نے کہا کہ دائیں پاؤں کو بائیں پاؤں پر بچھا کر بیٹھتی تھیں پھر ان کو حکم ہوا کہ سرین پر بیٹھیں۔

فائدہ ستر پوشی کی یہی شکل ستر پوشی کے لئے زیادہ موزوں و مناسب ہے اس لئے عورتیں اس ہیئت سے بیٹھنے کے لئے مامور ہوئیں ۔

بَابٌ فِی التَّشَهُّدِ

باب تشہد کے بیان میں

ابوحنیفۃ عن ابی اسحاق عن البراء عن النبی صلعم کان یعلمنا التشہد کما یعلم السورۃ من القرآن

حضرت براء سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو تشہد ایسا سکھاتے تھے جیسا قرآن کی سورت سکھاتے تھے۔

فائدہ یعنی نہایت اہتمام و تعلیم کے ساتھ۔ اس حدیث سے تشہد کی فرضیت ثابت ہوتی ہے جو مسلک احناف کے موافق ہے۔ شافعیہ کے یہاں تشہد کی فرضیت کی کوئی دلیل نہیں۔ استدلال کی گنجائش نہیں رہتی ۔

ابوحنیفۃ عن القاسم عن ابیہ عن عبد اللہ قال علمنا رسول اللہ صلعم خطبۃ الصلوٰۃ یعنی التشہد

حضرت عبد اللہ سے روایت ہے کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشہد کا خطبہ سکھاتے تھے۔

فائدہ اس حدیث میں تشہد کو خطبہ سے تعبیر کیا ہے۔ کیونکہ خطبہ میں بھی تشہد ہوتا ہے۔

ابوحنیفۃ عن حماد عن ابراہیم عن علی وائل شقیق بن سلمۃ عن عبد اللہ بن مسعود قال کنا اذا صلینا خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم نقول السلام علی اللہ ۔ وفی روایۃ زیادۃ من عباد السلام علی جبریل و میکائیل

حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ جب ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تھے تو السلام علی اللہ ۔ اور ایک روایت میں زیادہ ہے من عباد السلام علی جبریل و میکائیل

Maktaba Tul Ishaat.com

عامر علينا النبي صلى الله عليه وسلم فقال ان الله هو السلام فاذا قعد احدكم فليقل التحيات لله والصلوات والطيبات السلام عليك ايها النبي ورحمة الله وبركاته السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا عبده ورسوله وفي رواية انهم كانوا يقولون السلام على الله السلام على جبريل السلام على رسول الله فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تقولوا السلام على الله ولكن قولوا التحيات لله والصلوات والطيبات الى اخر التشهد۔

وفي رواية ان رسول الله صلى الله عليه وسلم علمهم التحيات الى اخر التشهد۔

وفي رواية علمنا۔

سے جبرئیل اور میکائیل پر سلام ہے۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اللہ خود سلام ہے جب تم میں سے کوئی تشہد کے لئے بیٹھے تو کہے التحیات للہ الخ

اور ایک اور روایت میں ہے کہ وہ کہا کرتے السلام علی اللہ السلام علی جبریل السلام علی رسول اللہ۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا السلام علی اللہ نہ کہو لیکن کہو التحیات للہ والصلوات والطیبات آخر تشہد تک۔

اور ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھائی لوگوں کو التحیات آخر تشہد تک

اور ایک روایت میں علمنا کا لفظ ہے کہ سکھائی ہم کو۔

وفي رواية قال كنا اذا صلينا مع النبي صلى الله عليه وسلم نقول اذا جلسنا في اخر الصلوة السلام على الله السلام على رسول الله وعلى ملائكته تسمية لهم من الملائكة فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تقولوا كذا وقولوا التحيات لله والصلوات والطيبات۔

اور ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے کہا کہ جب ہم نماز پڑھتے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور آخر نماز میں بیٹھتے تو کہتے السلام علی اللہ السلام علی رسول اللہ وعلی ملائکتہ فرشتوں کے نام لیتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا نہ کہو اور کہو التحیات للہ والصلوات والطیبات۔

وقت تشہد کے الفاظ متعدد صحابہ سے جن کی تعداد بیس سے کچھ اوپر ہے مختلف منقول ہیں۔ ائمہ بھی اس بارہ میں مختلف القول ہیں۔ امام ابوحنیفہ رح تشہد عبداللہ بن مسعود کو اختیار کرتے ہیں۔ امام شافعی تشہد ابن عباس رض اور امام مالک تشہد عمر رض کو تشہد ابن مسعود رض بیشتر بلکہ تمام نر وجوہ سے قابل ترجیح ہے۔ ائمہ حدیث اس کی تصحیح پر ایک زبان اور ایک لہجہ ہیں۔ ترمذی نے کہا کہ تشہد میں یہ صحیح ترین حدیث ہے اور کہا کہ اکثر اہل علم صحابہ و تابعین کا عمل اسی پر ہے۔ بزار نے کہا کہ میرے نزدیک تشہد میں صحیح ترین حدیث حدیث عبداللہ بن مسعود ہے۔ مسلم نے کہا کہ محدثین نے کہا عبداللہ بن مسعود کے تشہد پر اجماع کیا ہے اور ان کے تلامذہ اس میں مختلف نہیں ہیں بخلاف دوسرے تشہدوں کے۔ طبرانی نے کہا ہے کہ اس سے اچھی حدیث تشہد میں میں سے نہیں سنی۔

دوسرے چند صحابہ بھی اسی تشہد ابن مسعود کے ساتھ موافقت فرماتے ہیں مثلاً ابوبکر صدیق اور حضرت معاذ رض پھر اس تشہد کی تعلیم میں وہ تو فی تاکید بہت برتی گئی ہے۔ حماد نے ابوحنیفہ کا ہاتھ پکڑ کر اس کی تعلیم دی اور حماد کا ہاتھ پکڑ کر ابراہیم نے اور ابراہیم کا ہاتھ پکڑ کر علقمہ نے اور علقمہ کا ہاتھ پکڑ کر ابن مسعود نے اور ابن مسعود کا ہاتھ پکڑ کر نبی صلی

Marfat.com

Maktaba Tul Ishaat.com

اس کی تلقین فرمائی۔ غرض بدن سے کچھ اور قوی وجود ایسے ہیں جن کے پیش نظر شہادت

ابو حنيفة عن حماد عن ابراهيم عن علقمة عن ابن مسعود قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يسلم عن يمينه السلام عليكم ورحمة الله حتى يرى شق وجهه وعن يساره مثل ذلك۔

وفي رواية حتى يرى بياض خده الايمن وعن شماله مثل ذلك۔

ف: گویا سلام پھیرتے وقت گردن اس قدر پھیرتے ہیں کہ دائیں رخسار کی سفیدی بائیں کے پیش نظر ہو جاتی ہے۔

ابو حنيفة عن القاسم عن ابيه عن عبد الله قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يسلم عن يمينه وعن يساره تسليمتين۔

ف: یہ تقریباً اتفاقی مسئلہ ہے صرف امام مالک کو اس سے اختلاف ہے وہ حدیث عائشہ کو پیش نظر رکھتے ہیں جس میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا آخری حال جس تک ہم لوگ پہنچ سکے ہیں ایک سلام تھا ہم حنفی کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا آخری حال جس تک ہم لوگ پہنچ سکے ہیں دو سلام تھے۔ ہم حدیث عائشہ کو نہیں مانتے کیونکہ اس کی تمام تر تصحیح روایات سے دو سلام ہی ثابت ہیں۔

باب ۱۵۱ تخفيف الامام الصلوة

باب ۱۵۱۔ امام کا نماز کو ہلکا کرنا

ابو حنيفة عن حماد عن ابراهيم قال كان عبد الله بن مسعود وحذيفة وابو موسى وغيرهم من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم اجتمعوا في منزل فاقيمت الصلوة فجعلوا يقولون تقدم يا فلان لصاحب المنزل فابى فقال تقدم انت يا ابا عبد الرحمن فتقدم فصلى صلوة خفيفة رجيزة اتة الركوع والسجود

Maktaba Tul Ishaat.com

فلما انصرف قال القوم لقد حفظ ابو عبد الرحمن صلوٰة رسول الله صلى الله عليه وسلم ؛

پڑھائی۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو ساتھیوں نے کہا کہ ابو عبد الرحمن نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کو خوب یاد کیا ہے (کہ قرأت وغیرہ میں ہلکی اور مختصر ہے۔ اور رکوع سجدہ میں پوری) ؛

ف ۔۔۔ اس حدیث سے بیک وقت کئی مسائل شرعیہ پر روشنی پڑتی ہے۔ اول یہ کہ مقتدیوں کی رعایت سے آنحضرت خود بھی خفیف و ہلکی نماز پڑھتے جس کی نقل ابن مسعود نے اتاری اور اصحاب کو بھی اسی کی ہدایت پُرزور اور تاکیدی الفاظ میں فرماتے۔ لمبی نماز پڑھانے پر سخت خشمگیں ہوتے جو مقتدیوں پر دوبھر ہو اور بار جس سے لوگ اکتائیں اور گھبرائیں جس کی وجہ سے لوگ جماعت سے بچیں اور جان چرائیں۔ چنانچہ حضرت ابی مسعود انصاری سے ابن ماجہ وغیرہ اس مضمون کی حدیث لائے ہیں کہ ایک شخص آنجناب کی خدمت میں آیا۔ اور کہا کہ یا رسول اللہ میں فلاں شخص کی وجہ سے جماعت نماز فجر میں شرکت سے بچتا ہوں کیونکہ وہ لمبی نماز پڑھاتا ہے راوی کہتے ہیں کہ اس دن کے علاوہ میں نے آنجناب کو نصیحت کرتے وقت کبھی اس قدر ناراض و خشمگیں ہوتے ہوئے نہیں دیکھا۔ فرمایا اے لوگو تم لوگوں کو نماز سے نفرت دلاتے ہو۔ تم میں جو بھی نماز پڑھائے وہ مختصر نماز پڑھائے۔ کیونکہ مقتدیوں میں کمزور بھی ہوتے ہیں اور بوڑھے اور حاجتمند بھی۔ اسی طرح آنجناب ایک مرتبہ لمبی نماز پڑھانے پر حضرت معاذ پر بہت ناراض ہوئے۔

اس قصہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ گھر میں گو دیگر جلیل القدر صحابہ موجود تھے۔ مگر امامت کے لئے ابن مسعود ہی چنے گئے۔ کیونکہ امامت کے لئے شرعاً فقہ زیادہ موزوں سمجھا جاتا ہے۔ گویا تمام حاضرین نے آپ کو افقہ جانا کہ امامت کا شرف آپ کو نصیب ہوا۔ اس واقعہ سے ابن مسعود کی فضیلت و برتری علمی پر روشنی پڑی چنانچہ کہا گیا ہے کہ خلفائے اربعہ کے بعد تفقہ میں آپ ہی سب سے مقدم تھے۔ اسی واقعہ سے اس کی بھی ہدایت ملی کہ مقتدیوں کی رعایت سے گو نماز کی قرأت مختصر ہو مگر ارکان نماز کی ادائیگی میں عجلت سے کام نہ لیا جائے بلکہ حسب ہدایت شرع وہ نہایت قرار و سکون طمانیت و وقار سے ادا کئے جائیں۔ اسی لئے حدیث ذیل میں صلوٰۃ خفیفہ کے ساتھ اَتَمَّ الرُّكُوْعَ وَالسُّجُوْدَ کی قید لگائی ؛

بَابُ الصَّلٰوةِ عَلَى الْحَصِيْرِ!

باب۔ بوریئے پر نماز پڑھنے کے بیان میں!

۱۲۳ ابو حنیفہ عن ابی سفیان عن جابرؓ عن ابی سعید انہ دخل علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوجدہ یصلی علی حصیر یسجد علیہ ؛

حضرت ابی سعید سے مروی ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ کو بوریئے پر نماز پڑھتے اور اس پر سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ؛

ف ۔۔۔ اس حدیث سے اس امر کا ثبوت بہم پہنچا کہ زمین پر کوئی فرش وغیرہ بچھا کر نماز پڑھی جائے تو بہتر کہ بہت سا ثواب ہے۔ اور یہ مذہب ہے جمہور کا ہے خواہ وہ فرش زمین پر اگنے والی شے سے بنا ہوا ہو یا نہیں۔ یہاں

Maktaba Tul Ishaat.com

بعض اصحاب کو خفیف سا اختلاف ہے وہ کہتے ہیں کہ زمین پر نماز پڑھنا زیادہ افضل ہے اور مستحب۔ اس نقطہ نظر سے کہ نماز کا اصلی جوہر خشوع و خضوع اور عاجزی ہے اور ان کا اظہار جس قدر زمین پر ہوتا ہے کسی دوسری شے پر نہیں۔ ترمذی باب ماجاء فی الصلوٰۃ علی الحصیر کے ذیل میں رقمطراز ہیں کہ زیادہ تر اہل علم اس طرف گئے ہیں الا ان قومًا من اھل العلم اختاروا الصلوٰۃ علی الارض استحبابًا یعنی بعض اہل علم نے زمین پر نماز پڑھنے کو مستحب جانا ہے۔ نووی نے بھی اس سلسلہ میں قاضی عیاض کا قول نقل کیا ہے کہ اگر چٹائی وغیرہ سے نہ ہو تو نماز زمین پر افضل ہے لان الصلوٰۃ سرھا التواضع کیونکہ نماز میں تواضع و فروتنی کا راز مضمر ہے۔

باب ۵۳ صلوٰۃ المریض!

باب ۵۳ مریض کی نماز کے بیان میں!

۱۲۴ ابوحنیفۃ عن عطاء عن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلّٰی قاعدًا وقائمًا و محتبئًا۔

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی بیٹھ کر، کھڑے ہو کر اور گوٹ مار کر۔

فائدہ: یہ صورت فرض میں بحالت عذر یا نفلوں میں جائز ہے۔

۱۲۵ ابوحنیفۃ عن ابی سفیان عن الحسن ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلّٰی محتبئًا من رمد کان بعینہ۔

حضرت حسن بصری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آنکھ دکھنے کی بیماری میں (درد کے سبب) گوٹ مار کر نماز ادا فرمائی۔

فائدہ: اس سے سابق حدیث کی وضاحت ہوتی ہے کہ کس شکل عذر کے وقت جائز ہے۔

۱۲۶ محمد بن بکیر قاضی الدامغان قال کتبت الی ابی حنیفۃ فی المریض اذا ذھب عقلہ کیف یعمل بہ فی وقت الصلوٰۃ فکتب الی یخبرنی عن محمد بن المنکدر عن جابر بن عبد اللہ قال مرضت فعادنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومعہ ابوبکر وعمر وقد اغمی علیّ فی مرضی وجاءت الصلوٰۃ فتوضأ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصب علیّ من وضوئہ فافقت فقال کیف انت یا جابر ثم قال صل ما استطعت ولو ان ذوھی۔

محمد بن بکیر کہتے ہیں [illegible]

شاہ: [illegible]

Maktaba Tul Ishaat.com

احادیث مروی ہیں اور اس قسم کی تفصیل ان میں وارد ہے ۔

۲۹ ابو حنیفة عن حماد عن ابراهيم عن علقمة عن عائشة ام المؤمنين قالت لما اغمي على رسول الله صلى الله عليه وسلم قال مروا ابا بكر فليصل بالناس فقيل ان ابا بكر رجل حصر وهو بنفسه يكره ان يقوم مقامك قال افعلوا ما امركم به ۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بیہوشی طاری ہوئی تو آپ نے فرمایا ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں ۔ آپ سے عرض کیا گیا کہ ابوبکر ایک رقیق القلب آدمی ہیں رکہ اضطراب کے وقت قرأت سے قاصر رہتے ہیں اور وہ خود اس کو ناپسند کرتے ہیں کہ آپ کی جگہ وہ کھڑے ہوں آپ نے پھر فرمایا جیسا میں تم سے کہتا ہوں ویسا کرو ۔

ف ۔ یہ حدیث حضرت ابوبکر رض کی فضیلت و برتری کو روز روشن کی طرح واضح کرتی ہے کہ امور دینیہ میں بہ حیثیت سے آپ ہی کو فوقیت اور بلندی تقدم و سابقیت ۔ حاصل ہے ۔ چنانچہ خود جناب سرور کائنات کی زبانی منصب امامت صغریٰ کے لئے آپ کا چنا جانا ہوا ۔ کیونکہ امامت کے لئے علم و فقہ اور تقویٰ پر بھی کسوٹی کا انتخاب مناسب ہے ۔ نماز چونکہ اصل اصول دین ہے اس لئے گویا صرف امامت کا منصب آپ کو عطا نہ ہوا بلکہ پورے دین و مذہب کی سرداری و سرکردگی کا سہرا آپ کے سر بندھا ۔ یہ حضرت صدیق کی زندگی کا وہ طرۂ امتیاز ہے جس پر آپ کو جس قدر فخر ہو کم ہے ۔ یہ حدیث شیعہ و تفضیلیہ کے عقیدہ پر ایک کاری ضرب ہے کہ وہ آپ کے مرتبہ کو گھٹاتے ہیں اور آپ کی اس فضیلت میں شک لاتے ہیں ۔ پھر ان کو شک کرنے کا کیا حق رہتا ہے ۔ جبکہ خود حضرت علی نے بوقت انتخاب خلیفہ ان کی فضیلت کا ان کھلے الفاظ میں اعتراف فرمایا ہے کیف لا نوثرہ علینا فی امر دیننا وقد اثرہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم علینا فی امر دنیانا کہ دنیوی امر میں ہم ان کو اپنا خلیفہ کیوں نہ چن لیں جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دینی امر میں ان کو ہمارا پیشوائی کے لئے چنا ۔ انہیں روایات کے پیش نظر اہل سنت خلفاء اربعہ کی ترتیب کو حق مانتے ہیں ۔

۱۲۸ ابو حنیفة عن حماد عن ابراهيم عن علقمة عن عائشة ام المؤمنين قالت لما اغمي على رسول الله صلى الله عليه وسلم قال مروا ابا بكر فليصل بالناس فقيل له يا رسول الله ان ابا بكر رجل حصر وهو يكره ان يقوم مقامك فقال مروا ابا بكر فليصل بالناس فانكن صواحبات يوسف وكرد ۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بیہوشی طاری ہوئی ۔ تو آپ نے فرمایا کہ ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں ۔ آپ سے عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ ابوبکر رقیق القلب آدمی ہیں رکہ قلبی کیفیت سے قرأت سے رک جاتے ہیں اور وہ ناپسند کرتے ہیں کہ آپ کی جگہ کھڑے ہوں ۔ آپ نے پھر فرمایا اے یوسف کی ساتھیوں ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں اور مکرر ارشاد فرمایا ۔

ف ۔ یہ حدیث مذکورین ہدایات و نصائح کا سرچشمہ ہے ۔ سب سے پہلے انتخاب خلافت میں جو جھگڑا پیش آنے والا تھا ۔ اس واقعہ سے اس کی جڑ کٹتی ہے اور خلافت میں حضرت صدیق کی اولیت و اقدمیت

Maktaba Tul Ishaat.com

پر فیصلہ کون حکم ملتا ہے کہ جب نماز جیسے اہم امر دینی میں آپ کا سب سے پہلے انتخاب ہوا تو دنیوی امور میں خلافت میں جو اس سے بدرجہا کمتر ہے کیوں آپ کا چناؤ نہ ہو۔ جناب الہیٰ ہو تمام امور میں آپ کی ذات پر متفق الرائے ہوئے۔ پھر ایک طرف امامت کا مسئلہ بھی حل ہوا کہ جب نماز کے لئے امام کا انتخاب ہو تو علم و فضل میں بڑے آدمی کو امام بنایا جائے۔ راقم کو جو کچھ بخاری کے ترجمہ سے سمجھ میں الفاظ تھے وہ لکھ دیئے۔ حضرت اپنی موجودگی میں امام کا مقرر کرنا جائز سمجھتے تھے۔ اگر ابوبکر کو امام نہ بناتے تو اس مسئلہ میں بھی اختلاف ہوتا کہ فاضل کی موجودگی میں مفضول کس طرح نماز پڑھا سکتا ہے۔ اس کا بھی یہ حل ہو جاتا ہے کہ امام کو حکم ملے تو اس میں چون و چرا نہیں کرنی چاہیئے۔ ورنہ اس سے ملامت نہیں ہو سکتی ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر دو آدمی صورت میں مقتدی امام کے برابر ہیں جانب کھڑا ہو سکتا ہے دو بندے آدمی سے کم کوئی نماز باجماعت نہیں ہو سکتا ہے۔

ابوحنیفۃ عن حماد عن ابراهیم عن الاسود عن عائشة ان النبی صلی الله علیه وسلم لما مرض المرض الذی قبض فیه خف من الوجع فلما حضرت الصلوٰة قال لعائشة مُری ابابکر فلیصل بالناس فارسلت الی ابی بکر ان رسول الله صلی الله علیه وسلم یأمرك ان تصلی بالناس فارسل الیها الی شیخ کبیر رقیق وانی متی لا اری رسول الله صلی الله علیه وسلم فی مقامه ارق لذلك فاجتمعت انت وحفصة عند رسول الله صلی الله علیه وسلم فیرسل الی عمر فیصلی بهم ففعلت فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم انتن صواحب یوسف مُری ابابکر فلیصل بالناس فلما تولی بالصلوٰة سمع النبی صلی الله علیه وسلم المؤذن وهو یقول حی علی الصلوٰة فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم ارجئوا فقام الخ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ابوبکر کو حکم دیں کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں

Marfat.com

Maktaba Tul Ishaat.com

انت فی عذر قال ارقصونی فانه حجلت قرة عینی فی الصلوٰة قالت عائشة فرفعت بین اثنین وقدماه تخدّان الارض فلمّا سمع ابوبکر لحس رسول الله صلی الله علیه وسلم تأخر فاومأ الیه رسول الله صلی الله علیه وسلم فجلس النبی صلی الله علیه وسلم عن یسار ابی بکرة وکان النبی صلی الله علیه وسلم حذاءه یکبر ویکبر ابوبکر بتکبیر النبی صلی الله علیه وسلم ویکبر الناس بتکبیر ابی بکرة حتی فرغ ثم ماصلی بالناس غیر تلک الصلوٰة حتی قبض وکان ابوبکر الامام والنبی صلی الله علیه وسلم وجع حتی قبض ٭

نے فرمایا مجھ کو اٹھاؤ میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز ہی میں ہے۔ عائشہ فرماتی ہیں کہ پھر میں نے اٹھایا اور دو آدمیوں کے بیچ میں آپ ایسے چلے کہ آپ کے دونوں قدم زمین پر گھسٹتے تھے جب ابوبکر رض نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کی آہٹ سنی تو پیچھے ہٹنا چاہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اشارہ سے پیچھے ہٹنے سے منع فرمایا۔ پس نبی صلعم ابوبکر رض کی بائیں جانب بیٹھ گئے۔ (تاکہ آپ امامت فرما سکیں) نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے برابر میں تکبیر کہتے تھے۔ اور ابوبکر رض آنحضرت کی تکبیر کی تقلید کرتے۔ اور لوگ ابوبکر کی تکبیر کی۔ یہاں تک کہ نماز سے فراغت ہوئی۔ پھر اس نماز کے سوا آنحضرت نے کوئی نماز نہ پڑھائی۔ یہاں تک کہ آپ کی وفات ہوئی۔ اس کے بعد نمازوں میں ابوبکر ہی امامت فرماتے رہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیمار تھے یہاں تک کہ آپ نے وصال فرمایا ٭

ف: ۔ اس حدیث میں واقعہ کی مزید تفصیل ہے اور تشریح ٭

بَابُ اِمَامَةِ وَلَدِ الزِّنَا وَالْعَبْدِ وَالْاَعْرَابِ

باب۔ ولد الزنا۔ غلام اور دیہاتیوں کی امامت کے بیان میں

۱۳۰ حماد عن ابیه عن ابراهیم قال یؤم القوم ولد الزنا والعبد والاعرابی اذا قرأ القرآن ٭

ابراہیم سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا۔ امامت کرے لوگوں کی ولد الزنا۔ غلام اور دیہاتی جب قرآن پڑھ سکتا ہو ٭

شرح: ۔ گویا منشاء حدیث ذیل ان سب کی امامت جائز نہیں تاوقتیکہ وہ قرآن کی تعلیم حاصل نہ کرلیں امامت کے لئے علم، فضل کی برتری و تقوی و بزرگی کا امتیاز لازمی چیز ہے جو اکثر و بیشتر ان میں مفقود ہوتا ہے اسی لئے ان کی امامت کراہت سے خالی نہیں۔ ولد الزنا اپنی کمتری نسل و رذالت جبلی کے باعث اکثر تہذیب و شائستگی سے دور رہتا ہے اور علم کی روشنی سے عاری اور تقوی کی نعمت سے بے بہرہ۔ اگر وہ علم کے زیور سے آراستہ و پیراستہ ہو جائے تو شاذ و نادر بے کھٹکے امامت کے منصب کو انجام دے سکتا ہے۔ علم و تقوی اس کی جبلی کمتری کی تلافی کے لئے کافی وافی ہیں۔ کیونکہ بمطابق لا تزر وازرة وزر اخری وہ درحقیقت اپنے ہی گناہوں کا ذمہ دار قرار دیا جا سکتا ہے۔ دوسرے کے گناہوں کا بوجھ اس کے کندھوں پر نہیں ڈالا جا سکتا۔

Maktaba Tul Ishaat.com

یا مثلاً غلام کہ اس کے خدمتگاری کے مشاغل اکثر اوقات علم کے تحصیل سے مانع رہتے ہیں اور یوں بے علمی کے باعث وہ تقوی و پرہیزگاری سے بھی بے بہرہ رہتا ہے۔ اگر وہ علم کی دولت بے بہا سے مالا مال ہو جائے اور تقوی کی نعمت سے شرف پالے تو اس کی غلامی اس کو امامت کے لئے نااہل ثابت نہیں کر سکتی چہ جائے کہ نقطہ نظر سے انسانیت کی سب سے بڑی لعنت جہالت ہے اور انسانیت کا سب سے بڑا شرف علم و تقوی ہے علم و تقوی سے سب عیبوں پر پردہ پڑ جاتا ہے۔ یہی حال اعرابی کا ہے کہ عام طور پر دیہاتی کو علم و تقوی سے کیا سروکار اور اس کو ان فضیلتوں سے کیا سروکار تو وہ کیسے امامت صغری کا حقدار ہو سکتا ہے ہاں اگر وہ عالم بھی ہو اور متقی بھی تو نور علی نور اس کی امامت میں کس کو کلام ہو سکتا ہے +

بَابُ ۵۵ الْاِثْنَیْنِ جَمَاعَۃٌ!

باب ۵۵ اس بیان میں کہ دو کی بھی جماعت ہے!

ابوحنیفۃ عن الھیثم عن عکرمۃ عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی برجل فصلی خلفہ وامرأۃ خلف ذلک صلی بہم جماعۃ +

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی ایک صاحب آپ کے پیچھے تھے اور ایک عورت کو ان صاحب کے پیچھے تھیں (یوں) جماعت ہے فرمایا +

ف: ۔ فقہ میں مرد و عورت کی وضاحت نہیں فرمائی کہ یہ کون تھے۔ یا تو یہ واقعہ حضرت [illegible] ام سلیم رضؓ کا ہے۔ کہ انس آنحضرت کے پیچھے تنہا تھے اور ان کے پیچھے ان کی والدہ ام سلیم تھیں یا حضرت علیؓ و حضرت خدیجہ کا ہے کہ آنجنابؐ کے پیچھے حضرت علی تنہا تھے اور ان کے پیچھے حضرت [illegible] اسی سے دلیل لائے ہیں کہ نماز میں مرد و عورت کی برابری مردوں میں نہ ہو جائے کہ نہ ہوتی تو عورت کو مرد کے ساتھ کھڑا کیا جاتا۔ کیونکہ صف میں تنہا کھڑا ہونا بھی تو ان کے نزدیک کراہت نماز کا سبب ہے اور امام احمد کے نزدیک فساد نماز کا۔ عقلاً چھوٹی جماعت کو گوارا کیا جاتا ہے۔ یہاں چھوٹی جماعت تنہا کھڑا ہونے برابر کھڑا ہونے کے لئے اس کو اختیار کیا گیا۔ اور اس سے گریز کی گئی +

بَابُ ۵۶ فَضِیْلَۃِ وَصْلِ الصُّفُوْفِ!

باب ۵۶ صفوں کے ملانے کی فضیلت میں!

ابوحنیفۃ عن عطاء بن یسار عن ابی سعید الخدریؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ وملائکتہ یصلون علی الذین یصلون الصفوف

ابی سعید خدریؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اور فرشتے ان لوگوں پر جو صفوں کو برابر کرتے ہیں رحمت بھیجتے ہیں +

Maktaba Tul Ishaat.com

ف: ابن ماجہ یہی حدیث حضرت عائشہ سے مروی لائے ہیں۔ اس میں یہ ٹکڑا بھی زائد ہے من سبّح دبر صلاۃ رفع اللہ بھا درجۃ کہ جس نے فاصلہ کو بھرا۔ اللہ نے اس کی وجہ سے اس کا درجہ بڑھایا۔ اسی۔ ابن حبان حاکم وغیرہ بھی اس کی روایت کرتے ہیں۔ غرض صف کو ملانے پر متعدد احادیث مختلف اور نہایت تاکیدی الفاظ سے وارد ہیں اور اس میں غفلت برتنے پر سخت وعید آئی ہے۔ چنانچہ حاکم کی روایت میں جو ابن عمر سے ہے یوں وارد ہے کہ جس نے صف کو کاٹا اللہ اس کو کاٹے۔ صف کو ملانا یہ ہے کہ بیچ میں ایک دوسرے کے درمیان فاصلے اور فرج نہ چھوڑے جائیں۔ کاندھے سے کاندھا اور ٹخنے سے ٹخنا ملایا جائے۔ خلفائے اربعہ اپنی اپنی خلافتوں میں اس کی تاکید پر بہت زور دیتے حضرت علی و عثمان اس کی بہت دیکھ بھال رکھتے حضرت علی متقدیوں کو اس طرح سیدھی کرتے کہ کہتے تم آگے بڑھو کسی سے کہتے تم پیچھے ہٹو۔

بَابُ شُهُودِ الْفَجْرِ وَالْعِشَاءِ فِي جَمَاعَةٍ

باب۔ فجر و عشاء کی جماعتوں میں شرکت کرنے کی فضیلت میں

۱۳۳ ابو حنیفۃ عن عطاء عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من شهد الفجر والعشاء في جماعة برئ من النفاق وبراءة من النار۔

حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص صبح و عشاء کی جماعتوں میں حاضر ہا تو یہ اس کے لئے دو برأت نامے ہیں ایک برأت نفاق سے دوسری شرک سے۔

ف: نفاق و شرک سے برأت کے لئے نماز جماعت میں سے ان ہر دو نمازوں کو یوں مخصوص فرمایا کہ ان دو اوقات میں انسان پر نیند و سستی کا غلبہ ہوتا ہے۔ طبیعت کے فطری تقاضے جماعت کی شرکت سے روکتے ہیں پوری طاقت سے کارفرما ہوتے ہیں۔ لہٰذا جس کا ایمان قوی ہوتا ہے۔ نفاق و شرک و ریاکاری سے جس کا دامن پاک اور بے لوث ہوتا ہے وہ اللہ کے بندوں اور اس کے عبدوں کا خوف دل میں رکھ کر نفس کے تقاضوں کو بالائے طاق رکھتا ہے اور شرکت جماعت کے لئے دوڑ پڑتا ہے جب اس لئے ان وقات میں یہ سستی اور کاہلی دکھائی تو دوسری نمازوں کو یہ کیوں ترک کرنے لگا۔ برخلاف اس کے جو دل میں نفاق چھپائے ہوئے ہو وہ ان نمازوں سے خاص طور سے جان چرائے گا۔ نیند کے تقاضوں سے کچھ جگ گیا سستی کے غلبہ سے مار کھائے گا۔ جب اس نے یہاں پر شرمناک کمزوری دکھائی تو گویا اس نے اپنے نفاق و ریاکاری کا خود ثبوت دیا تو پھر اس کے حق میں برأت کیسے لکھی جائے۔

۱۳۴ ابو حنیفۃ عن عطاء عن ابن عباس عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من داوم اربعین یوما علی صلوٰۃ الغداۃ والعشاء فی جماعۃ کتب لہ براءۃ من النفاق وبراءۃ من النار۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جو صبح اور عشا کی نماز کی جماعتوں میں چالیس روز تک برابر شریک ہوتا رہا اس کے لئے نفاق اور شرک سے برأت لکھ دی گئی۔

ف: اس حدیث میں [illegible] کے لکھے جانے کو چالیس روز کی مدت سے مقید فرمایا کہ کم از کم چالیس روز

Maktaba Tul Ishaat.com

تک یہم وہ بخل اور سستی سے شرکت جماعت پر وہ پابند رہا ہو کیونکہ اس قدر مدت میں کسی کام کو کرنے سے اس کام کا عادی شمار ہونے لگتا ہے اور اس کے بارہ میں یہ احتمال کیا جاتا ہے کہ اب یہ اس کو ترک نہیں کرے گا اس لئے شریعت نے یہاں ہدایت کے لئے اس مدت کی قید لگائی ہے

۱۲۵/۳۳

ابو حنيفة عن حماد عن ابراهيم عن الشعبي عن ابن عمران النبي صلى الله عليه وسلم رخص في الخروج لصلوة الغداة والعشاء للنساء فقال رجل اذا يتخذها دغلا فقال ابن عمران احدثك عن رسول الله صلى الله عليه وتحدثني عن رجل

حضرت ابن عمران سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی عورتوں کو نماز صبح اور عشاء میں حاضر ہونے کی ایک شخص نے کہا کہ اللہ کی قسم ہم ضرور منع کریں گے عورتوں کو اس سے کیونکہ وہ بنا لیں گی اس کو بہانہ حضرت ابن عمر نے فرمایا میں تجھ سے کہتا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اور تو مجھ سے کہتا ہے فلاں شخص کا قول

فساده یہ حدیث بھی ان دلائل دیگر احادیث صحیحہ سے ہے جن میں حضرت بلال کی سند سے مروی حدیث والوں نے رد کیا ہے کیونکہ وہ بھی حدیث صحیح کے مخالف ہے اور ان احادیث کے واسطہ سے ہم نے ثابت کیا ہے کہ عورتوں کا نماز کے لئے مسجد میں حاضر ہونا جائز ہے بشرطیکہ فتنہ کا خوف نہ ہو اور عقل سلیم کے خلاف نہ ہو

اس حدیث پر اعتراض کی دو وجہ ہیں ایک تو یہ کہ یہ حدیث قرآن کے خلاف ہے جو کہ ان جذبات سے خالی ہے جو عورتوں میں ہوتے ہیں اور نہ نکلیں اوس زمانہ تو اس کا بھی مکروہ جانتے کیونکہ وہ فتنہ کی جگہ چل رہی ہیں اور بے تمیزی کا ارتکاب کرتی ہیں اور جو عورتیں ہیں حضرت بلال کے زمانہ کی اس پر بھی حمل ہو سکتا ہے جو اس کے موقع تھا کہ گویا یہ حدیث پاک کا صاف لفظ آنا یہ بھی ہے کہ آنحضرت کے زمانہ مبارک میں عورتیں مسجد میں آتی تھیں اور اداب آجکل یہ مقتضی ہیں کہ عورتیں ان سے آنا شروع کر دیں

Maktaba Tul Ishaat.com

بَابُ ۵۸
اِذَا حَضَرَ الْعِشَاءُ وَالْعَشَاءُ!

باب۔ اس بیان میں کہ جب نماز عشاء کا وقت آجائے اور ادھر کھانا حاضر ہو تو انسان کیا کرے۔ کھانا پہلے کھاوے یا نماز پہلے پڑھے!

۱۳۶ ابوحنیفة عن الزهری عن انس ابن مالك قال، قال رسول الله صلے الله علیه وسلم اذا نودی بالعشاء واذن المؤذن فابدؤا بالعشاء ۔

حضرت انس ابن مالک کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نماز عشاء کے لئے اذان دی جائے اور مکبر تکبیر کہے (اور ادھر کھانا سامنے آجائے) تو کھانا پہلے کھاؤ ۔

ف: طبرانی کی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ یہ حکم مغرب کے بارہ میں ہے اور یہ مراعات روزہ دار کے لئے ہے۔ شیخین نے ابن عمر رض سے مرفوع روایت بیان کی ہے کہ جب کھانا سامنے آجائے اور ادھر نماز کی اقامت ہو تو پہلے کھانے سے فارغ ہو لو۔ اور فراغت تک جلدی نہ کرو۔ خود ابن عمر کا یہ عمل تھا کہ جب کھانا ان کے سامنے رکھ دیا جاتا۔ اور نماز کھڑی ہو جاتی تو آپ نماز میں شریک نہ ہوتے جب تک کھانا کھانے سے فراغت حاصل نہ کر لیتے۔ یہاں تک کہ آپ امام کی قرارت کی آواز بھی سنتے ہوتے۔ یہاں حضرت جابر سے ایک مرفوع حدیث وارد ہے۔ جو بظاہر اس حدیث کے معارض ہے۔ اس میں یوں آیا ہے لاتؤخروا الصلوٰة لطعام ولا لغیرہ۔ کہ کھانے وغیرہ کی وجہ سے نماز کو موخر نہ کرو۔ ان احادیث میں تطبیق کی شکل بعض نے یہ نکالی ہے کہ تاخیر نماز کی اجازت اس وقت ہے کہ کھانا کھانا شروع کر دیا ہو۔ یا یہ خوف ہو کہ یہ کھانا پھر ہاتھ نہیں آئے گا۔ یا یہ کہ بھوک شدید لگ رہی ہو یہاں ہو کہ اگر نماز پڑھی تو دل کھانے میں پڑا رہیگا۔ جس طرح پیشاب یا خانہ جب ستاتا ہو تو اس وقت بھی تاخیر نماز کی اجازت ہے۔ اور ممانعت کی حدیث اس موقع کے لئے مخصوص ہے کہ نماز کا وقت نکل جانے کا خطرہ ہو یا کبھی کھانا سامنے نہ آیا ہو۔ بلکہ آنے والا ہو تو ان صورتوں میں نماز کو مقدم رکھنا چاہیئے۔ گویا ایسی صورت میں ہدایت ہے کہ کھانا سامنے نہ لایا جائے۔ یہ نہیں کہ آنے کے بعد نہ کھاؤ۔ اور دسترخوان پر سے اٹھ جاؤ۔ اور ساری نماز میں سوچتے رہو کہ اب نماز سے فارغ ہوں اور کب کھانا کھائیں ۔

بَابُ ۵۹ مَنْ صَلّٰی صَلٰوةً ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ!

باب۔ اس بیان میں کہ اگر کوئی تنہا فرض پڑھ آئے اور پھر مسجد میں آئے جماعت ہوتی ہو تو وہ کیا کرے!

۱۳۷ ابو حنیفة عن الهیثم عن جابر بن الاسود

حضرت جابر سے مروی ہے کہ دو شخصوں نے

Maktaba Tul Ishaat.com

اواه الاسود بن جابر عن ابيه ان رجلين
صليا الظهر في بيوتهما على عهد النبي
صلى الله عليه وسلم وهما يريان ان الناس قد
صلوا ثم اتيا المسجد فاذا رسول الله صلى الله
عليه وسلم في الصلوة فقعدا انا ميتة من
المسجد وهما يريان ان الصلوة لا تحل لهما
فلما انصرف رسول الله صلى الله عليه وسلم و
رآهما ارسل اليهما فجيء بهما و
فرائصهما توقعد مخافة ان يكون
قد احدث في امرهما شئ
فسالهما فاخبراه الخبر
فقال اذا فعلتما ذلك فصليا
مع الناس واجعلا الاولى هي
الفرض.

وقد روى هذا الحديث جماعة
عن ابي حنيفة عن الهيثم فقالوا
عن الهيثم يرفعه الى النبي صلى
الله عليه وسلم

صلعم کے عہد میں ظہر کی نماز گھر میں پڑھ لی اس خیال سے
کہ شاید لوگ جماعت پڑھ چکے ہوں گے پھر جب
مسجد میں آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نماز میں مشغول ہیں تو مسجد سے باہر کو نکلنے
جانے کے ارادے سے کھڑے ہو گئے اور
بیٹھنے کے بعد
فرمایا کہ جب
آپ نے ان سے دریافت فرمایا تو انہوں نے
بتلایا۔ رسول اللہ آپ کو پورا
فرمایا کہ جب
نفلوں کا ہونا نہیں اس لئے ہر

Maktaba Tul Ishaat.com

بَابُ الْغُسْلِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ!

باب۔ جمعہ کے دن غسل کرنے کے بیان میں!

ح ۱۳۰ ابوحنيفة عن يحيى عن عمرة عن عائشة قالت كانوا يروحون الى الجمعة وقد عرقوا وتلطخوا بالطين فقيل لهم من راح الى الجمعة فليغتسل

حضرت عائشہ رض کہتی ہیں کہ لوگ جمعہ کی نماز میں شریک ہونے کے لئے آتے تھے۔ پسینہ میں شرابور مٹی میں لتھڑے ہوئے لہذا ان کو حکم ملا کہ جو جمعہ کی نماز میں آئے اس کو چاہئے کہ غسل کرے۔

وفي رواية كان الناس عمالا رجراجهم وكانوا يروحون يخالطهم العرق والتراب فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا حضرتم الجمعة فاغتسلوا ۞

ایک روایت میں اس طرح ہے کہ لوگ کاشتکار پیشہ تھے جب نماز جمعہ کے لئے چلتے تو پسینہ اور مٹی میں لتھڑے ہوئے ہوتے لہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم جمعہ کی نماز کے لئے آؤ تو غسل کر کے آؤ ۞

شرح: یہ حدیث غسل جمعہ کی طرف اشارہ کر کے اس کا ثبوت بہم پہنچاتی ہے کہ جمعہ کا غسل واجب نہیں بلکہ سنت ہے۔ یہ جمہور علماء اور اکثر ائمہ کا مذہب ہے۔ بعض اس کے وجوب کے قائل ہیں۔ قاضی عیاض نے امام مالک کا مذہب بھی یہی بتایا ہے۔ واجب ملنے والوں کی حجت یا تو ابن عمر کی مرفوع حدیث ہے جو شیخین لائے ہیں اذا اتى احدكم الجمعة فليغتسل کہ جب تم میں سے کوئی جمعہ کے لئے آئے تو وہ غسل کرے۔ بظاہر امر سے وجوب کا پتہ چلتا ہے۔ یا حضرت ابی سعید خدری رض کی مرفوع حدیث جس کو شیخین وغیرہ لائے ہیں کہ غسل الجمعة واجب على كل محتلم کہ جمعہ کا غسل ہر بالغ پر واجب ہے۔ کہ اس میں صاف واجب کا لفظ ہے۔

جمہور علماء کی صحیح احادیث سے حجت لاتے ہیں۔ مثلاً ایک تو حدیث زیر ہی ان کی حجت ہے کہ اس میں غسل کے لئے اس سبب سے حکم ہوا کہ وہ کاشتکاری دھندے کی وجہ سے مٹی اور پسینے میں لت پت ہوتے اور اسی حال میں نماز جمعہ میں آ موجود ہوتے اور نمازیوں کی ایذاء کا سبب ٹھہرتے کیونکہ لوہیں سڑتے ہوتے ادھر تو ان کے کپڑے ہوتے ادھر عرب کی شدت کی گرمی اور دوپہر کا وقت پھر ان کا کسانی پیشہ جس میں لازمہ غبار سے بچنا غیر ممکن۔ لہذا ان کے حالات کے تحت میں ان کو غسل کا تاکیدی حکم ملا۔ مگر جب یہ عوارث نہ رہے تو وہ حکم جو ان عوارث سے وابستہ تھا۔ وہ بھی ختم ہوا۔ دوسری دلیل حضرت عمر و عثمان کا وہ قصہ ہے جو مسلم وغیرہ میں ہے کہ حضرت عثمان نماز جمعہ میں تاخیر سے تشریف لائے حضرت عمر نے عین خطبہ میں باز پرس فرمائی کہ یہ وقت آنے کا ہے۔ حضرت عثمان نے عذر بیان کیا کہ مشغولیت کے باعث اس وقت تک تاخیر ہوئی کہ بس وضو کر سکا ہوں اس پر حضرت عمر نے مزید تعجب کیا کہ خوب معلوم ہوا کہ آپ نے غسل کو سنت ہی سمجھا ہوگا۔ اگر غسل واجب ہوتا تو حضرت عمر حضرت عثمان کو واپس لوٹاتے اور ان کے صرف وضو پر اکتفا نہ کرتے۔ پھر حاضرین صحابہ اس پر کیوں نہ بولے کہ حضرت انہوں نے واجب کو ترک کیا

Maktaba Tul Ishaat.com

ان کو غسل کے لئے واپس لوٹایئے۔ آپ خاموش کیسے رہتے ہیں۔ تیسری حجت عائشہ رض کی حدیث ہے جو مسلم میں ہے جس میں لوگوں سے کہا گیا ہے تو اغتسلتم کہ کیا اچھا ہوتا تم غسل کرتے۔ یہ الفاظ بتلاتے ہیں کہ غسل واجب نہیں۔ چوتھی حدیث سمرہ بن جندب کی حدیث ہے جس کو ترمذی ابوداؤد وغیرہ نے لیا ہے جس کو آنحضرت نے فرمایا من توضا فبہا ونعمت ومن اغتسل فالغسل افضل۔ کہ جس نے وضو کیا تو اس نے اچھا عمل کیا اور کیا خوب ہے یہ سنت اور جس نے غسل کیا تو غسل افضل ہے۔ اب ان احادیث کے پیش نظر جن احادیث سے وجوب کا شبہ ہوتا ہے ان کی تاویل کرنی پڑے گی مثلاً فلیغتسل میں امر وجوب کے لئے نہیں بلکہ استحباب کے لئے ہے اور واجب کے معنی حقیقی واجب کے نہیں بلکہ یہ کہ بالغ کو غسل کے لئے تاکید حکم دیا گیا ہے۔ پھر اس غسل کے لئے دوسری غیر واجبی چیزیں بھی تو شریک ہیں یعنی مسواک اور خوشبو لگانا۔ جب وہ واجب نہیں تو غسل کیوں کر واجب ہونے لگا ؛

ابوحنیفۃ والمنصور ومحمد بن بشر کلہم عن نافع عن ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال الغسل یوم الجمعۃ علی من اتی الجمعۃ ؛

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کے دن غسل ہر اس شخص پر ہے جو جمعہ کی نماز میں آئے ؛

فائدہ: اس حدیث سے بھی وجوب کا پتہ چلتا ہے لہٰذا اس کے معنی یا تو یہ ہوں گے کہ نماز میں شریک ہونے والا نہایت تاکید ہی صورت میں غسل کے لئے مامور ہے۔ یا پھر یہ حکم حدیث عائشہ ابن عباس سے منسوخ ہے۔ بہرحال ان قابل تاویل الفاظ سے صاف اور کھلی احادیث صحیحہ دلیل کی جا سکتیں۔ وہ ہی بلکہ صحت برقرار رہیں گی ؛

بَابُ ۶۱ فِی الْخُطْبَۃِ ؛

باب ۶۱ خطبہ کے بیان میں

ابوحنیفۃ عن عطیۃ عن ابن عمر قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا صعد المنبر یوم الجمعۃ جلس قبل الخطبۃ جلسۃ خفیفۃ ؛

حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب منبر پر جمعہ کے دن چڑھتے تو خطبہ سے پہلے ایک ہلکی سی بیٹھک بیٹھتے تھے ؛

فائدہ: ابوداؤد میں حتی یفرغ المؤذن کا لفظ ہیں زائد ہے کہ آنحضرت منبر پر بیٹھے رہتے ؛

اس مسئلہ پر جمہور امام ابوحنیفہ امام مالک اور امام شافعی رحمہم اللہ کا مسلک ہے۔ داؤدی کے نزدیک خطبہ کی کوئی حقیقت نہیں۔ چنانچہ حدیث ذیل آپ ہی کے مسلک کی ترجمانی کرتی ہے ؛

ابوحنیفۃ عن حماد عن ابراہیم ان رجلا حدثہ انہ سأل ابن اللہ بن مسعود عن خطبۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

Maktaba Tul Ishaat.com

یوم الجمعة۔

فقال له اما تقرأ سورة الجمعة قال بلى ولكن لا اعلم قال انصت عليه واذا رأيتها تجارة او لهوا انفضوا اليها وتركوك قائما۔

خطبہ کی کیفیت دریافت کی کہ آپ خطبہ بیٹھ کر پڑھتے یا کھڑے ہو کر؟ عبداللہ بن مسعود نے کہا کہ کیا تم سورت جمعہ نہیں پڑھتے؟ اس نے کہا کیوں نہیں مگر میں واقعہ نہیں جانتا۔ تو حضرت عبداللہ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ واذا رأوا تجارة او لهوا انفضوا اليها وتركوك قائما۔

تشریح:۔ حضرت عبداللہ بن مسعود نے آیت سے بہت خوب استدلال فرمایا سادہ واقعہ زیر بیان سے مسئلہ نیا مستنبط کا لطیف استنباط کیا مقام استشہاد ترکوک قائما ہے یعنی آپ کو کھڑا ہوا چھوڑ گئے۔ فائدہ تو بہرحال خطبہ کہا ہے تو معلوم ہوا کہ آنجناب کھڑے ہو کر خطبہ پڑھتے تھے۔ آپ سے اور صحابہ سے یہی صورت مروی ہے اور اس سلسلہ میں متعدد صحابہ سے روایات وارد ہیں جن میں جابر بن سمرة۔ جابر بن عبداللہ۔ ابوہریرہ اور ابن عباس رض میں خطبہ کے ذیل میں چند امور قابل تشریح ہیں اول تو قیام کا مسئلہ ہے کہ خطبہ کھڑے ہو کر پڑھنا محض سنت ہے یا شرط صحت خطبہ۔ امام صاحب اس کو سنت مانتے ہیں یعنی اگر کسی نے بیٹھ کر خطبہ پڑھا تو خطبہ صحیح ہوگا۔ کیونکہ خطبہ کی حقیقت محض ایک وعظ و نصیحت کی سی ہے جو بیٹھ کر بھی کی جا سکتی ہے۔ لیکن چونکہ یہ عمل خلاف سنت رسول اور صحابہ ہے اس لئے یہ عمل مکروہ ہوا۔ البتہ افضل صورت خطبہ میں قیام ہی ہے۔ تاکہ خطیب کی آواز دور دور تک پہنچ سکے۔ امام شافعی اس کو خطبہ کی شرط قرار دیتے ہیں کہ اگر بیٹھ کر خطبہ پڑھا تو گویا خطبہ ہوا ہی نہیں۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ سے ایسا ہی ثابت ہے اس کے خلاف ثابت نہیں۔ امام مالک بھی ایک روایت میں انہی کے ساتھ متفق الرائے ہیں اور امام احمد بھی اسی خیال کے پیرو۔ امام صاحب کے مذہب پر دلیل کعب بن عجرہ کی حدیث ہے جو مسلم لائے ہیں۔ کہ وہ مسجد میں داخل ہوئے تو انہوں نے عبدالرحمن بن ام الحکم کو بیٹھے ہوئے خطبہ پڑھتے دیکھا تو کہا انظروا الى هذا الخبيث يخطب قاعدا۔

واذا رأوا تجارة او لهوا الآیۃ۔ مالکہ نماز فاسد ہونے پر کسی نے تصریح نہیں کی۔ دوسرا امر محتاج بیان قصر خطبہ وطول صلوۃ کا ہے مسنون یہ ہے کہ خطبہ مختصر ہو۔ اور نماز قدرے لمبی۔ مسلم میں حضرت عمار سے مروی ہے ان طول صلوة الرجل وقصر خطبته مئنة من فقهه فاطيلوا الصلوة واقصروا الخطبة فان من البيان لسحرا۔ کہ انسان کا نماز کو لمبا اور خطبہ کو مختصر کرنا اس کے تفقہ کی نشانی ہے۔ لہذا نماز کو درازی کرو اور خطبہ کو چھوٹا۔ البتہ بعض بیان جادو ہیں۔ مستدرک میں ہے کہ عمار کہتے ہیں کہ آپ ہم کو خطبہ مختصر کرنے کی ندا فرمایا کرتے تیسرا امر مستحق بیان خطبہ میں عصا کا ٹیکہ لگانا ہے یہ بھی حضور اکرم سے مروی ہے ابوداؤد میں حکم بن حزن کی حدیث کے ذیل میں مروی ہے کہ ہم جمعہ میں حاضر ہوئے۔ تو آپ عصا یا قوس سے سہارا لے کر کھڑے ہوئے تھے۔ حضرت براء کہتے ہیں کہ آپ نے عید پر قوس پر سہارا لے کر خطبہ دیا۔

Maktaba Tul Ishaat.com

بَاب ۶۲ مَا يُقْرَأُ فِي الْجُمُعَةِ

ابوحنيفة عن احمد بن محمد بن اسمٰعيل الكوفي عن يعقوب بن يوسف بن زياد عن ابي جنادة عن ابراهيم بن سعيد بن جبير عن ابن عباس ان النبي صلعم كان يقرأ في يوم الجمعة سورة الجمعة والمنافقين

فائدہ یہ احتجاج کا زیادہ تر کامل تھا۔ عبید اللہ بن ابی رافع سے روایت ہے کہ ایک وقت جب ابوہریرہ کی امامت پر امیر مقرر کیا تو انہوں نے نماز جمعہ میں سورہ جمعہ پہلی رکعت میں اور سورہ منافقین دوسری رکعت میں پڑھی اور کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہی ہر دو سورتیں پڑھتے دیکھا ہے۔

ابوحنيفة عن ابراهيم عن ابيه عن حبيب ابن سالم عن النعمان بن بشير عن النبي صلعم انه كان يقرأ في العيدين ويوم الجمعة بسبح اسم ربك الاعلى وهل اتاك حديث

فائدہ ابن ابی روایتوں میں سورۃ غاشیہ کا ذکر ہے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی

بَاب ۶۲ باب۔ اس بیان میں کہ جمعہ کی نماز میں کیا پڑھا جائے

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز جمعہ میں سورۃ جمعہ اور سورۃ منافقین پڑھا کرتے تھے۔

حضرت نعمان بن بشیر سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز عیدین اور جمعہ میں سبح اسم ربک الاعلیٰ اور ھل اتاک حدیث الغاشیۃ پڑھا کرتے تھے۔

بَاب ۶۳ فِي فَضِيلَةِ لَيْلَةِ الْجُمُعَةِ وَمَنْ مَاتَ فِيهَا

ابوحنيفة عن قيس عن طارق بن ابن مسعود قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما من ليلة جمعة الا وينظر الله عزوجل الى خلقه ثلاث نظرات فينظر الى شقي او محروم فيغفر الله لمن لا يشرك شيئا

فائدہ اس روایت سے معلوم ہوا کہ جمعہ کی رات کو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر نظر رحمت فرماتا ہے اور بخشش کرتا ہے۔

باب ۔ شب جمعہ کی فضیلت اور اس شخص کی جو اس رات میں مرے

حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کی رات کو اللہ تعالیٰ ہر رات سے تین نظر رحمت فرماتا ہے اور بخشش کرتا ہے۔

ابوحنيفة عن ابراهيم عن

Maktaba Tul Ishaat.com

ان ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من مات یوم الجمعۃ وقی عذاب القبر ۔

صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص جمعہ کے روز مرا وہ عذاب قبر سے محفوظ رہا ۔

شرح ۔ ترمذی و بیہقی ابن عمر سے روایت بیان کرتے ہیں اس میں لیلۃ الجمعہ کا بھی اضافہ ہے یعنی یوں ہے کہ جو مسلمان جمعہ کی رات یا شب جمعہ کو مرتا ہے اللہ اس کو فتنہ قبر سے بچا لیتا ہے بعض روایتوں میں اس طرح وارد ہے کہ وہ اللہ سے اس سال میں ملتا ہے کہ اس پر کوئی حساب نہیں ہوتا ہے حکیم ترمذی اس کے راز کا یوں انکشاف کرتے ہیں کہ جمعہ کے دن دوزخ کے دروازے بند ہوتے ہیں اس کی شدت سرد ہوتی ہے اس کی بھڑکتی ہوئی شعلہ زن آتش بجھ جاتی ہے اور ٹھنڈی پڑ جاتی ہے اور وہ بقیہ ایام کا سا جوش چھوڑ چکتی ہے تو ایسے مبارک دن میں جب بندہ دنیا سے رخت سفر باندھتا ہے تو یہ اس کی سعادت و خوش نصیبی کی صاف اور بین دلیل ہوتی ہے کہ وہ ایسے برکت والے دن دنیا سے چل بسا جبکہ مقام عذاب مسدود ہے ۔

باب الرخصۃ للنساء فی الخروج الی الخیر ودعوۃ المسلمین

باب عورتوں کو رخصت دیئے جانے میں کہ وہ مقامات خیر اور مسلمانوں کی دعاؤں میں شریک ہونے کے لئے نکلیں !

ابو حنیفۃ عن حماد عن ابراھیم عمن سمع ام عطیۃ تقول رخص للنساء فی الخروج الی العیدین حتی الحیض کانت البکران تخرجان فی الثوب الواحد حتی لقد کانت الحائض تخرج فتجلس فی عرض الناس یدعون ولا یصلین ۔

حضرت ام عطیہ فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عورتوں کو اجازت دی گئی کہ وہ نماز عیدین میں شرکت کے لئے نکلیں یہاں تک کہ دوشیزہ لڑکیاں ایک کپڑے (اوڑھنی) میں لپٹی ہوئی نکلتیں بلکہ یہاں تک کہ حیض والی عورتیں بھی نکلتیں اور لوگوں سے ہٹ کر ایک کنارہ میں جا بیٹھتیں (ایسی عورتیں) دعاؤں میں شریک ہوتیں اور نماز (بوجہ حیض) نہ پڑھتیں ۔

شرح ۔ اس حدیث سے ثبوت ملتا ہے کہ آنحضرت کے زمانہ تک میں عورتوں کو مسجدوں اور عیدگاہوں میں جا کر نمازوں میں شریک ہونے کی کھلی اجازت حاصل تھی یہاں تک کہ جوان لڑکیاں اور حیض والی عورتیں بھی پہنچتیں گو وہ نماز میں شرکت نہ کر سکتیں ۔ شیخین نے حضرت ابوہریرہ سے روایت بیان کی ہے لا تمنعوا اماء اللہ مساجد اللہ کہ اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مسجدوں سے نہ روکو ۔ البتہ خوشبو نہ لگانے کی پابندی ضرور تھی جیسا کہ زینب رضی اللہ عنہا سے مسلم میں مرفوع روایت ہے کہ جب تم میں سے کوئی مسجدوں میں حاضر ہو تو خوشبو نہ لگائے لیکن اس کے ساتھ شیخین نے حضرت عائشہ کا یہ اثر نقل کیا ہے کہ آپ فرماتی ہیں کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے بعد کی عورتوں کی موجودہ حالت کو دیکھ پاتے تو البتہ ان کو مسجدوں میں آنے سے روک

Maktaba Tul Ishaat.com

دیتے۔ یہ ہی وہ نقطہ تحقیق ہے جس کی بنا پر علمائے متاخرین نے عورتوں کو مسجدوں میں آنے سے روک دیا ہے۔ کہ رخصت اس وقت تھی۔ تھی اب۔ تو عورتوں کا باہر نکلنا مکروہ ہے۔ کیونکہ حالت اولیٰ دگرگوں ہو گئی ؛

ابوحنیفۃ عن عبد الکریم

عن ام عطیۃ قالت کان یرخص للنساء فی الخروج الی العیدین من الفطر والاضحی ؛

وفی روایۃ قالت ان کن الطوامث لتخرج فتجلس فی مؤخر النساء فتکبر مع الناس فی العیدین ؛

وفی روایۃ قالت امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان نخرج یوم النحر ویوم الفطر ذوات الخدور والعواتق فاما الحیض فیعتزلن الصلوٰۃ ویشہدن الخیر ودعوۃ المسلمین فقالت امرأۃ یا رسول اللہ اذا کانت احدانا لا تجد جلباب قال لتلبسہا اختہا من جلبابہا ؛

باب قدام الصلوٰۃ قبل التبدل وبعدہا

ابوحنیفۃ عن ہلال عن عبد اللہ بن یزید عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خرج یوم العید الی

Maktaba Tul Ishaat.com

فلم یصل قبل الصلوٰۃ ولا بعدھا شیئا ۔ نہ اس کے پہلے

ف: یہ حکم عیدگاہ کے ساتھ مخصوص ہے کہ عیدگاہ میں آنجناب نے نہ نماز عید سے پہلے کوئی نماز پڑھی نہ بعد میں۔ اور بھی کتب صحاح میں اسی طرح روایات وارد ہیں۔ کیونکہ بعض روایات میں اس طرح وارد ہے اذا جاء الی منزلہ صلی رکعتین کہ آپ جب کاشانہ نبوت میں واپس لوٹتے تو دو رکعت ادا کرتے۔ چنانچہ ابن ماجہ حضرت ابی سعید خدری سے انہیں الفاظ کی حدیث لائے ہیں۔ گویا اب مسئلہ کی پوری حقیقت یہ سامنے آئی کہ احادیث صحیحہ کے پیش نظر نماز عید سے پہلے نہ گھر پر نہ عیدگاہ میں نماز پڑھنا روا ہے اور بعد میں گھر پر دو رکعات ادا کر سکتے ہیں نہ عیدگاہ میں۔ اگر کسی نے نماز عید سے پہلے یا بعد میں عیدگاہ میں نفل ادا کئے تو اس کا یہ عمل اگر مکروہ تحریمی نہیں تو مکروہ تنزیہی ضرور قرار پائے گا۔ کیونکہ وہ خلاف اولیٰ العمل کا مرتکب ہوا جو کراہت تنزیہی کا مستلزم ہے اگر اس میں کراہت نہ ہوتی تو آنجناب نماز کی شدید حرص رکھتے ہوئے نماز کو کس طرح ترک فرماتے حنفیہ کا یہی مسلک ہے اور شافعی رح وغیرہ بھی اسی خیال کے حامی ہیں بعض نے صرف حنفیہ کو اس کو مکروہ ماننے پر ہدف تنقید بنایا ہے۔ یہ سراسر ان کی ناانصافی ہے اور ان کی خود جہالت کی نشانی ؛

باب تقصیر الصلوٰۃ فی السفر!

باب۔ سفر میں نماز کو چھوٹا کرنے کے بیان میں!

ابو حنیفۃ عن محمد بن المنکدر عن انس بن مالک قال صلینا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الظہر اربعا والعصر بذی الحلیفۃ رکعتین ؛

حضرت انس بن مالک کہتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھیں ظہر کی چار رکعتیں مدینہ میں اور ذی الحلیفہ میں جا کر عصر کی پڑھیں دو رکعتیں ؛

ف: حضرت انس ہی سے یہ حدیث ترمذی لائے ہیں جس کو انہوں نے حدیث صحیح کہا ہے۔ یہ حدیث سفر میں قصر فی الصلوٰۃ کی دلیل ہے۔ یہ مسئلہ بسط و تفصیل کے ساتھ بیسیوں حدیث میں آیا ہے ؛

ابو حنیفۃ عن حماد عن ابراھیم عن علقمۃ عن عبداللہ بن مسعود قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی فی السفر رکعتین وابوبکر وعمر کذلک لا یزیدون علیہ ؛

حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں دو رکعتیں پڑھتے اور ابوبکر و عمر بھی اس پر زیادتی نہ کرتے ؛

ف: یہ حدیث ایک اختلافی مسئلہ کو چھیڑتی ہے۔ صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ مسافر بحالت سفر چار رکعت والی نمازوں کو قصر سے پڑھے یعنی دو دو رکعت اختیار کرے اس میں یہ ہے کہ کیا اس کو چار رکعت بھی پڑھنے کا حق حاصل ہے اور اگر چار رکعت پڑھ لیں تو شریعت میں اس کا یہ عمل کیسا شمار ہوگا۔ امام شافعی رح کے نزدیک وہ مختار ہے چاہے پوری پڑھے چاہے قصر کرے۔ ایک روایت میں امام مالک اور احمد بھی ان کے ہم خیال ہیں۔ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ اس کو پوری نماز پڑھنے کا کوئی حق نہیں۔ قصر کے سوا اس کے لئے کوئی صورت جائز نہیں۔ اگر اس نے پوری نماز پڑھی تو گنہگار ہوا اور اس کا یہ عمل مکروہ تحریمی قرار پایا۔ امام شافعی قرآن کی اس

Maktaba Tul Ishaat.com

آیت سے دلیل لاتے ہیں فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوٰۃ یعنی قصر پر کوئی گناہ نہیں کہ قصر کرو
نمازیں۔ اس کے الفاظ صاف رخصت و اختیار کی طرف اشارہ کرتے ہیں یعنی مسافر پر سے پابندی اعداد کی
خواہ قصر سے پڑھے خواہ پوری۔ حدیث میں وہ علی بن ربیعہ کی حدیث کو سامنے رکھتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ
اب تو دشمن کا خوف بھی نہیں تو ہم کیوں قصر کریں۔ کیونکہ فرمایا ان حضرت آپ نے کہا کہ یہی اشکال مجھے
بھی درپیش تھا۔ کہ میں نے آنجناب سے اس کو حل کیا۔ ارشاد فرمایا کہ یہ ایک قسم کا صدقہ ہے جو اللہ کی طرف سے
کو دیا گیا ہے۔ تو اس کو قبول کرو۔ پھر وہ اس کو وجہ قیاس کرتے ہیں جس طرح اس میں [illegible]
افطار یہی حال اس میں ہے گا۔ اسی سلسلہ میں ان کی روایات سے استدلال کیا ہے [illegible]
کہ انہوں نے منیٰ میں سفر ہوتے ہوئے چار رکعت پڑھیں۔ یعنی پوری نماز دوسری حدیث [illegible]
کے بارہ میں کہ آپ نے بھی نماز بحالت سفر پوری پڑھی یہ حنفی مذہب شافعیہ کا خلاف [illegible]
ہے۔ باب ہمارا حنفی کے مذہب پر مختلف احادیث سے دلیل لاتے ہیں [illegible]
انس کی حدیث جو کہ محمد بن المنکدر کے واسطہ سے گذری کہ آپ نے دی خلیفہ ہیں نصف [illegible]
نے حدیث صحیح کہلائے۔ دوسری حدیث عبداللہ بن مسعود کی جو اس معاملہ میں قبیلہ [illegible]
کے مسلمانوں کے مذہب سے مروی ہے۔ اور جو دیگر کتب صحاح میں بھی وارد ہے [illegible]
کہ حضرت عثمان نے منیٰ میں چار رکعت ادا کیں تو آپ نے [illegible]
دو رکعت پڑھیں اور ابوبکر و عمر کے ساتھ دو رکعت پڑھیں۔ پس آپ نے [illegible]
عبداللہ بن مسعود کی حیثیت اور مقام علمی آپ پہچان گئے ہیں [illegible]
لہٰذا اس کی شریعت ہمارے لیے حجت ہوگی۔ نیز کیونکہ وہ آنحضرت اور شیخین کے عمل [illegible]
حجت مذہب حنفی کی حضرت عبداللہ کی حدیث سے [illegible]
کہ ہم نے ان کے ساتھ منیٰ میں نماز پڑھی انہوں نے دو رکعت [illegible]
اپنے خلافت میں قصر کیا پوری پڑھی۔ [illegible]
ہیں کہ ان کو ہوا ہے اور جس کا مضمون [illegible]
نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کیا آپ نے [illegible]
دو رکعتیں ادا کیں ابوبکر کے ساتھ حج کیا انہوں نے [illegible]
انہوں نے بھی دو رکعتیں پڑھیں پھر میں نے [illegible]
مضمون یہ کہ آنحضرت [illegible]
صحیحان عمل پر [illegible]
انکار نہیں اور اس [illegible]
کہ [illegible]
نہایت [illegible]

Marfat.com

Maktaba Tul Ishaat.com

ابن ابی لیلیٰ کے واسطہ سے عمر سے روایت لاتے ہیں کہ صلوٰۃ السفر صلوٰۃ الاضحیٰ صلوٰۃ الفطر اور صلوٰۃ الجمعہ یہ سب کی سب دو دو رکعت ہیں گویا یہ سب ایک ہی حکم میں شمار ہیں اور حضرت ابن عباس رض سے صحیح طریق سے مروی ہے من صلی فی السفر اربعا کمن صلی فی الحضر رکعتین کہ جس نے سفر میں چار رکعت پڑھیں گویا اس نے حضر میں (بجائے چار کے) دو رکعت پڑھیں۔ گویا ہر دو جگہ حد شرعی کو توڑنا ہے یہ ہے مذہب حنفیہ کا اپنی پہلو جس پر انا کا مذہب برقرار ہے۔ اب مذہب شافعیہ کو ذرا دور گہرائی سے دیکھئے ان کی بنائے مذہب بانہائے خیال یہ ہے کہ فرض دراصل چار رکعت ہیں اور سفر میں رعایۃً ان کی تخفیف کر کہ دو رکعت کر دی گئی ہیں اور مسافر کو اختیار دیدیا گیا ہے کہ وہ اس رعایت سے فائدہ اٹھائے یا نہ اٹھائے۔ حالانکہ یہ بنائے خیال ہی خلاف روایات صحیحہ اور واقعیت اور حقیقت سے دور ہے۔ کیونکہ معاملہ درحقیقت کچھ اور ہے کہ نماز پہلے دو رکعت کی شکل میں فرض ہوئی تھی۔ پھر حضر میں ان پر دو رکعت کا اضافہ کر کے پوری چار رکعت کر دی گئیں اور سفر میں وہ دو کی دو ہی فرض رہیں۔ یہ نہیں کہ فرض چار رکعت تھیں۔ اس میں رعایت دی گئی۔ چنانچہ حضرت عائشہ کی حدیث جو بخاری میں ہے وہ اس بارہ میں ناطق فیصلہ کرتی ہے الصلوٰۃ اول ما فرضت رکعتان فاقرت صلوٰۃ السفر رکعتان فاقرت صلوٰۃ السفر واتمت صلوٰۃ الحضر کہ پہلے دو رکعت فرض ہوئی تھیں۔ پھر سفر میں دو کی دو ہی برقرار رہیں اور حضر میں پوری چار ہو گئیں نسائی نے صحیح طریق سے عمر بن الخطاب رض سے روایت کی ہے صلوٰۃ السفر رکعتان تمام غیر قصر علی لسان نبیکم صلعم کہ سفر کی نماز میں دو رکعت ہیں۔ پوری قصر شدہ نہیں۔ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی مسلم میں ابن عباس رض سے روایت ہے کہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی اللہ نے حضر میں چار رکعت فرض کیں اور سفر میں دو اور خوف میں ایک۔ لہٰذا مذہب شافعیہ کی بنائے خیال ہی استوار نہیں تو اب مذہب میں استواری کیسی۔

رہا یہ امر کہ حضرت عثمان نے منیٰ میں چار رکعت کیوں پڑھیں اور حضرت عائشہ نے سفر میں پوری نماز کیوں ادا فرمائی۔ اس کا بھی جواب سنئے کہ حضرت عثمان بعد حج کے اقامت کا ارادہ کر چکے تھے جیسا کہ عبدالرزاق بیان کرتے ہیں۔ گویا اس اقامت کو آپ نے توطن کا درجہ دیا۔ اور توطن سے انسان لامحالہ قصر کو ترک کر کے پوری نماز ادا کرتا ہے۔ چنانچہ امام احمد نے یہی فقہ نقل کیا ہے کہ جب لوگوں نے آپ کے اس عمل پر اعتراض ظاہر کیا تو آپ نے یہی عذر ظاہر فرمایا۔ اور فرمایا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے من تاھل فی بلد فلیصل صلوٰۃ المقیم کہ جب کوئی کسی شہر میں رہ پڑے اور اہل و عیال زندگی اختیار کرے تو پھر وہ مقیم کی سی نماز پڑھے۔ تو اب تو صورت ہی دوسری ہوئی۔ اب آپ مسافر کب رہے۔ یا ممکن ہے آپ اتمام و قصر دونوں کے جواز کے قائل رہے ہوں۔ جیسا کہ غالباً عائشہ رض کا خیال تھا۔ زہری کہتے ہیں کہ میں نے عروہ سے پوچھا کہ عائشہ کیوں سفر میں پوری نماز پڑھتی ہیں۔ عروہ نے کہا کہ انہوں نے وہی تاویل کر لی ہے جو عثمان نے کی۔ ہم کہتے ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ اور شیخین سے اس قصر پر مواظبت ثابت ہوئی تو یہی عمل بنا مذہب ٹھہرے گا۔ پھر جانے دیجئے سب ادلہ کو بھول جائیے تمام حجتوں کو ہم ایک بات پر اس سے فیصلہ کرتا

Maktaba Tul Ishaat.com

ہیں کہ آنحضرتؐ سے اس سلسلہ میں کوئی بھی حدیث صحیح۔ حسن۔ ضعیف۔ کسی بھی پیش کر دیں کہ آپ نے بھی سفر میں پوری نماز پڑھی ہو تو ہم سمجھ لیں گے کہ اس مذہب کی کوئی حقیقت اور اس خیال کی کچھ بنا ہے۔ جبکہ آنحضرت کو نماز کی عرض تھی اور آپ کی آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں تھی۔ تو کبھی نہ پوری ہوئی۔ جب آپ سے کسی طرح کا ثبوت سوائے قصر کے اس بارہ میں نہیں تو لامحالہ الف کو مدلل رد کیے ہوئے ماننا پڑے گا کہ سفر میں پوری نماز پڑھنا کراہت سے کسی طرح خالی نہیں۔ یہی مذہب احناف کا ہے۔

اب آیئے قیاس کی طرف اور ذرا عقل و درایت کے میدان میں نظر کیجئے اور جانچئے کہ مذہب مخالف کے قیاس میں استواری کس قدر ہے۔ ان سے کوئی یہ پوچھے کہ حضرت یہ دو رکعت جو آپ نے پڑھوائیں یہ کیا فرض ہیں یا نفل رکعت ہیں۔ اگر فرض ہیں جیسا کہ آپ کا خیال ہے۔ تو ان کی ادائیگی و سبب کیا اختیار پر اس کی بنا کیوں ٹھہری؟ اسی طرح ہر فرض کی قضا ہوتی ہے۔ ان کی قضا کیوں نہیں؟ اور ترک گناہ کا سبب ہے ان کا ترک باعث گناہ کیوں نہیں؟ یہ کیسا قیاس ہے کہ فرض کو فرض بھی نہیں۔ بلکہ یہ علامت آپ کے مطلب کے خلاف نفلوں کی طرح ہیں جس طرح روزہ میں گو اختیار ہے۔ مگر اس میں قضا ہے یہاں وہ بھی نہیں جب یہ صورت حال ہے تو ان کو فرض کیسے مان لیں یا ان کے قیاس کی پول بھی کھلی اب صرف آخری حیلہ رہا جس میں لفظ ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ قصر کرنے یا نہ کرنے میں فرد کو اختیار ہے بلکہ یہ قصر کرنے کی صورت میں ثبوت پیدا نہ ہوا کہ نماز حضر میں کچھ نقصان ہو گیا کہ جیسا کہ دو رکعت یہ نماز حضر کی ادا ہونے میں کوئی شکل نہیں کہ فرد کو نقصان کا شبہ ہو۔ اس لئے اس کو اختیار دیا گیا۔

ابوحنیفة عن حماد عن ابراهیم

عن علقمة عن عبد الله انه أتي فقيل صلى عثمان بمنى اربعًا فقال انا لله و انا اليه راجعون صليت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم ركعتين ومع ابي بكر ركعتين ومع عمر ركعتين ثم حضر الصلاة مع عثمان فصلى معه اربع ركعات فقيل له استرجعت وقلت ما قلت انى صليت اربعًا

قال الخلافة ثم قال وكان اول من اتمها اربعًا عثمان +

فائدہ: مسند ابی حنیفہ سابق ص

Maktaba Tul Ishaat.com

بَابُ الصَّلٰوةِ عَلَى الرَّاحِلَةِ !

باب سواری پر نماز پڑھنے کے بیان میں !

۱۵۲ ح

ابو حنیفۃ عن حماد عن مجاهد انه صحب عبد الله بن عمر من مكة الى المدينة فصلى ابن عمر على راحلته قبل المدينة يومئ ايماء الا المكتوبة والوتر فانه كان ينزل لهما عن دابته فقال فسألته عن صلاته على راحلته و وجهه الى المدينة فقال لى كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلى على راحلته تطوعا حيث كان وجهه يومئ ايماء ۞

مجاہد کہتے ہیں کہ مکہ سے مدینہ لوٹتے وقت میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا رفیق سفر رہا میں آپ نے اپنی سواری پر (اونٹ پر مدینہ کی طرف رخ کی حالت میں نماز ادا فرمائی۔ (رکوع سجود کے لئے) آپ اشارہ کرتے جاتے تھے۔ مگر فرض اور وتر کو وہ آپ سواری سے اتر کر پڑھتے تھے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ میں نے آپ سے سواری پر نماز پڑھنے کے بارہ میں دریافت کیا۔ جبکہ سواری کا منہ اور رخ مدینہ کی طرف ہے (گویا قبلہ سے پھرا ہوا ہے۔ تو آپ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نفل نماز ادا فرمایا کرتے تھے۔ اپنی سواری پر خواہ کدھر بھی رخ ہو اور (رکوع سجود کے لئے) اشارہ کرتے جاتے ۞

ف: اس حدیث کے ذیل میں یہ امر حل طلب ہے اور محتاج بیان کہ سفر میں سواری پر کون کون سی نمازیں ادا کی جا سکتی ہیں اور کون سی نہیں۔ امام شافعی و امام احمد کا مسلک ہے کہ نفل اور وتر ہر دو سواری پر ادا ہو سکتے ہیں۔ سنن فرض زمین پر اتر کر ادا کئے جائیں۔ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ صرف نفل نمازیں سواری پر ادا ہو سکتی ہیں۔ باقی وتر اور فرض زمین ہی پر ادا کئے جا سکتے ہیں نہ سواری پر۔ گویا اس میں سب کا اتفاق ہے کہ فرض زمین پر ادا کئے جائیں اور اس پر بھی سب کا اتفاق ہے کہ نفلیں سواری پر ادا کی جا سکتی ہیں۔ نزاع محض وتروں میں رہ جاتا ہے۔ امام شافعیؒ کے مذہب کی دلیل بخاری کی حدیث ہے جو وہ انہیں عبداللہ بن عمرؓ سے بطریق نافع روایت کرتے ہیں جس کے الفاظ ہیں کان ابن عمر يصلي على راحلته ويوتر عليها کہ ابن عمر سواری پر نماز پڑھا کرتے اور اسی پر وتر پڑھ لیا کرتے۔ بخاری ان الفاظ سے جو فعل اور بیان کرتے کہ نبی صلعم بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ یا سعید بن یسار کی روایت سے جس کو مالک لائے ہیں جس کا مضمون یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں ابن عمر کا رفیق سفر تھا۔ راستہ میں میں پیچھے رہ گیا حضرت ابن عمرؓ نے مجھ سے فرمایا کہاں تھے؟ میں نے کہا وتر ادا کر رہا تھا۔ فرمایا کہ کیا تمہارے لئے اس بارہ میں رسول اللہ صلعم کا کوئی اچھا طریق نہیں ہے۔ میں نے آنحضرتؐ کو دیکھا کہ آپ سواری پر وتر پڑھا کرتے۔ مذہب حنفیہ کا مدار بھی ابن عمرؓ ہی کی حدیث پر ہے جو تین صحیح طرق سے مروی ہے۔ ایک مجاہد کے واسطہ سے جو زیر بحث ہے آپ کے سامنے ہے کہ صاف ناطق ہے کہ ابن عمرؓ فرض نماز اور وتر زمین پر اتر کر ادا فرمایا کرتے۔ دوسرے عبید کے واسطہ سے جس کو امام محمد موطا میں لائے ہیں جس میں ہے فاذا كانت الفريضة نزل فصلى کہ جب فرض یا وتر پڑھنے ہوتے تو زمین پر اترتے اور پڑھتے۔ تیسرے نافع ہی کے طریق سے جو طحاوی لائے ہیں جس کے الفاظ ہیں كان يصلي على راحلته ويوتر بالارض کہ سواری پر نماز پڑھا کرتے اور وتر زمین پر

Maktaba Tul Ishaat.com

اب جن احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت ابن عمر رض نے سواری پر وتر ادا کئے۔ یا سعید بن المسیب کا فتویٰ کہ اگر کوئی آدمی بھول کر یا کسی اور خوف سے نہ اتر سکے ہوں گے۔ کیونکہ عذر کی وجہ سے اور فرض بھی سواری پر پڑھے جا سکتے ہیں۔ یا بہت امکان ہے کہ اس وقت تک وتروں کا وجوب جناب کے نزدیک ثابت نہ ہوا ہو۔ اور ان کو اس کی اطلاع حاصل نہ رہی ہو جواب ان کو حاصل ہے۔ کیونکہ یہ معلوم ہو چکا ہے کہ اسلام میں بہت سے احکام ایسے ہیں بہت کچھ آزادی تھی جو بعد میں فیودات اور سختیوں سے بدلتی گئی گویا ان کا شمار منسوخ میں ہوا ہو۔ اس لئے پڑھے جا سکتے ہیں۔ ورنہ کیسے ممکن ہے کہ حضرت ابن عمر سے سواری پر وتر پڑھنا ثابت ہو۔ اور آپ ہی اس کے خلاف کریں۔ یا اس کے خلاف ہدایت کریں۔ اور نعوذ باللہ تامردن الناس بالبر وتنسون انفسکم کے مصداق بنیں۔

بَابُ الْوِتْرِ

باب ۹۸ - وتر کے بیان میں

ابو حنیفة عن ابی یعفور العبدی عن حلاثة عن ابن عمر قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان الله زادکم صلوٰة وتر وفی روایة ان الله افترض علیکم وزادکم الوتر۔

وفی روایة ان الله زادکم صلوٰة الوتر۔

وفی روایة ان الله زادکم صلوٰة وهی الوتر فحافظوا علیها۔

حضرت ابن عمر کہتے ہیں [illegible] اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہاری [illegible] نماز فرض کی ہے اور وتر کی [illegible]

ایک روایت میں ہے [illegible] کی نماز فرض کی ہے اور وتر [illegible]

ایک اور روایت میں ہے [illegible] زیادتی فرمائی ہے اور وتر [illegible] کردار ان کی [illegible]

نوٹ: محدث زیلعی نے نصب میں یہ امر قابل تحقیق لکھا ہے کہ [illegible] میں کہ آپ ان کو واجب کہتے یا فرض بتاتے [illegible] وتروں کے وجوب پر کئی احادیث صحیحہ سے دلیل لائی جاتی ہے [illegible] کا پتہ چلتا ہے مثلاً اس میں زادکم کا لفظ ہے جس سے [illegible] واجب ہیں کیونکہ زیادتی کی کسی سے اللہ تعالیٰ کی [illegible] فرض ان کے نہیں ہوئے کہ یہ دلیل [illegible] لامحالہ [illegible] بھی لطیف اشارہ اس طرف سے [illegible]

Maktaba Tul Ishaat.com

ان کی کوئی تعداد یا کمتی متعین و مقرر نہیں کہ ان سے زیادتی کی جائے۔ تیسرے ایک شے پر زیادتی اسی کے جنس سے ہونا قرین قیاس ہے۔ یہاں مزید علیہ جس پر زیادتی ہوئی ہے فرض ہیں تو یہ بھی فرض ہونے چاہئیں مگر چونکہ ان کے ثبوت میں دلیل قطعی نہیں اس لئے یہ فرض تو نہ ہوئے واجب ضرور ٹھہرے۔ اب دوسرے طرق سے مروی الفاظ پر سرسری نظر ڈالیئے۔ دارقطنی میں عمر بن شعیب کے طریق میں ہے کہ ہم کو حکم دیا تو ہم جمع ہوئے۔ حمد و ثنا کے بعد یہی الفاظ ادا فرمائے۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ آپ نکلے اس حال میں کہ چہرہ سرخ تھا منبر پر چڑھے اور حمد و ثنا کے بعد یہ الفاظ ادا کئے۔ لہٰذا جمع کرنا۔ چہرہ کا سرخ ہونا۔ حمد و ثنا کہنا یہ سب ان دتروں کی سنتوں سے زائد اہمیت کو ثابت کرتے ہیں۔ ابوالبصرہ کی حدیث میں فصلوھا سے صیغہ امر استعمال کیا ہے۔ عمرو بن شعیب کے طریق میں صاف لفظ امر ہے کہ امرنا کہ ہم کو حکم دیا۔ یہ ساری گفتگو اس حدیث پر تھی۔ اب دوسری احادیث جو اسی سلسلہ میں وارد ہیں وہ اس سے زائد وضاحت کے ساتھ وتروں کے وجوب کو ثابت کرتی ہیں۔ ابوداؤد ابی ایوب انصاری سے حدیث لائے ہیں الوتر حق علی کل مسلم حق کی ادائیگی چونکہ واجب ہے اس لئے اس سے بھی وجوب کا علم ہوا۔ ابن بریدہ سے ابوداؤد یہی روایت لاتے ہیں اس میں اس کی زیادتی ہے فمن لم یوتر فلیس منا کہ جس نے وتر ادا نہیں کئے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ تین مرتبہ یہ ہی فرمایا۔ لہٰذا ایسی سخت وعید اور تین مرتبہ اس کا اعادہ بآواز بلند ان کے وجوب پر گویا ہے۔ مسلم میں ابی سعید سے اوتروا کا لفظ مروی ہے جو وجوب کی طرف مشیر ہے۔ امام مالک روایت کرتے ہیں کہ کسی نے ابن عمر سے پوچھا کہ حضرت وتر کیا واجب ہیں آپ نے فرمایا وتر پڑھے آنحضرت ﷺ نے اور مسلمانوں نے پھر سائل نے وہی سوال کیا اور آپ نے وہی جواب دیا تین مرتبہ ایسا ہی ہوا۔ اس سے بھی آشکارا ہے کہ وتر واجب ہی ہیں۔ گویا بدیگر الفاظ یوں فرمایا کہ یہ کیسے واجب نہیں جبکہ آنحضرت ﷺ اور مسلمانوں نے ان کو ہمیشہ ادا کیا ہو۔ لہٰذا ان تمام روایات کے الفاظ کوئی صراحۃً کوئی اشارۃً وتروں کے وجوب پر واضح اور بین دلائل ہیں جن میں کوئی مجال شک نہیں ✤

۱۵۴ ۲/

ابوحنیفۃ عن ابی اسحاق عن عاصم بن ضمرۃ قال سألت علیًا رضی اللہ عنہ عن الوتر احق ھو قال امّا کحق الصلوٰۃ فلا ولکن سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلا ینبغی لاحد ان یترکہ ✤

عاصم بن ضمرہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی سے پوچھا۔ وتر کے بارہ میں کہ کیا وہ حق (واجب فرض) ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ نماز کی طرح تو حق (فرض) نہیں۔ لیکن وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہیں۔ نہیں جائز ہے کسی کے لئے کہ اس کو چھوڑے

ف: یہ حدیث بھی وتر کی اہمیت کو واضح کرتی ہے کہ گو وہ فرض کی طرح دلیل قطعی سے ثابت نہیں کہ ان کا ترک ہرگز جائز نہیں بلکہ ان کا وجوب سنت نبوی سے ثابت ہے اور ان کا ترک ہرگز جائز نہیں ✤

۱۵۵ ۳/

ابوحنیفۃ عن حماد عن ابراھیم عن الاسود عن عائشۃ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوتر بثلث یقرأ فی الاولیٰ سبح اسم ربک الاعلیٰ وفی الثانیۃ قل یا ایھا الکافرون

حضرت عائشہ رض کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی تین رکعت ادا فرمایا کرتے۔ ادا میں پہلی میں سبح اسم ربک الاعلیٰ پڑھتے۔ دوسری میں قل یا ایھا الکافرون اور تیسری میں

Maktaba Tul Ishaat.com

وفی الثالثة بقل هو الله احد ؛

وفی روایة کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یقرأ فی الرکعة الاولی من الوتر بام الکتاب وسبح اسم ربك الاعلی وفی الثانیة بام القران وقل یا ایها الکافرون وفی الثالثة بام الکتاب وقل هو الله احد ؛

وفی روایة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان یوتر بثلث ؛

هو الله احد ؛

اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے وتر کی پہلی رکعت میں الحمد اور سبح اسم ربك الاعلی دوسری میں الحمد اور قل یا ایها الکافرون اور تیسری میں الحمد اور قل هو الله احد ؛

اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی تین رکعت پڑھتے ؛

ف: حدیث ذیل کے ماتحت تعداد رکعات وتر کا مسئلہ قابل وضاحت معلوم ہوتا ہے۔ یہ مسئلہ جس میں ائمہ کرام کی آراء کے مابین اختلاف قائم کرتا ہے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک وتر کی تین رکعات ہیں امام مالک و شافعی ہر ایک رکعت مانتے ہیں۔ ہر دو ائمہ کی اصل اصول اور فیصلہ کن دلیل ابن عمر کی حدیث ہے جو مختلف طرق سے مروی ہے۔ الفاظ قریب قریب ایک ہیں مثلاً ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے رات کی نماز کے بارہ میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا مثنی مثنی فاذا خشیت الصبح فصل رکعة توتر لك ما قد صلیت کہ دو دو رکعت ہیں جب صبح ہونے کا تجھ کو خوف ہو تو ایک رکعت پڑھ لے یہ تیری نماز کو وتر کر دے گی ایک روایت میں فوتر بواحدة ہے کہ ایک رکعت ملا کر دو گانہ کو وتر کر لے۔ اس کی تفصیل آگے آتی ہے۔ امام صاحب کے مذہب پر سنگین دلائل میں جو پیش نظر ہیں۔ اول حدیث ہذا کہ یوتر بثلث کہ آنحضرت وتر کی تین رکعات پڑھا کرتے ہر رکعت کے لئے علیحدہ قرأت کا ہونا ظاہر ہے۔ دوسری حدیث عائشہ کہ رکعت کا وصل ہی ہے بغیر فاصلہ کے۔ دوسری حدیث عائشہ کہ مدینہ منورہ میں رات کو کس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یوتر بثلاث کہ سلم الا فی الثالثة میں ہے آپ وتر ادا فرمایا کرتے اور آخر میں سلام پھیرتے یا اسحاق کی حدیث عائشہ فرماتی ہیں کان یصلی الوتر کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی دو رکعت پر سلام نہ پھیرا کرتے تیسری سے فارغ ہوتے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر اللیل ثلاث اور نماز رات کی تین رکعت ہیں جس طرح دن کے وتر مغرب یعنی رات کی نماز کی تین رکعت ثوری وغیرہ اس کو موقوف کہتے ہیں۔ خبر مرفوع صحیح نہ سہی موقوف تو ہے جس میں شاں نزول دیتی گئی کہ اب تین رکعت لوگ ہے ہمارا ان کی آنحضرت یوں ملتی ہے کہ اصحاب ہی میں سے ابوصادق ابی میمان سے نقل کیا ہے ان لوگوں نے کہ میں پوچھا آپ نے کہا کہ اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں تو وہ دن کے وتر جیسے تھے ہمارے ان کی رات کے نفل ہیں کوفہ کی تین رکعت پڑھتے ہوئے ہمارے ہم سے وائل کہتے ہیں کہ

Maktaba Tul Ishaat.com

حسن بولے کہ عمر ابن عمر سے زیادہ افقہ تھے اور وہ تو دو کے بعد تکبیر کہتے ہوئے اٹھ جاتے تھے ابن ابی شیبہ حسن سے روایت لائے ہیں کہ انہوں نے کہا اجتمع المسلمون علی ان الوتر ثلث لا یسلم الا فی آخر ہنہا کہ مسلمانوں نے اس پر اتفاق کیا کہ وتر کی تین رکعات ہیں اور نہ سلام جیسے انسان مگر آخر میں۔ پھر امام محمد موطا میں ابن مسعود سے روایت لائے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ ایک رکعت ہرگز کافی نہیں۔ اب آیئے ہر دو ائمہ کرام کی مذکورہ دلیل کی طرف توجہ کریں۔ تو تُوتِرُ لَكَ صَلٰوتَكَ یا فَاَدْتِرْ بِوَاحِدَةٍ اگر نہ سب شافعیہ و مالکیہ کے لئے حجت ہے تو مذہب حنفیہ کی بھی یہ ہی دلیل ہے۔ کیونکہ اس کے یہ معنی کیوں نہ کئے جائیں۔ کہ اس دوگانہ نماز کے ساتھ ایک رکعت ملا کر تین رکعت کے وتر کرلے۔ نہ یہ کہ وتر کو نئی تحریمہ سے علیحدہ ایک رکعت کی شکل میں پڑھے۔ یہ ترجمانی حدیث کی نہیں بلکہ اپنے خیال کی ہے۔ پھر ایسے الفاظ جو درمیانی کا احتمال رکھتے ہوں وہ تو ایک چیز کا مکتفی ہیں۔ خصوصاً جبکہ مخالف کے پاس صاف اور کھلے الفاظ میں صحیح احادیث مرفوعہ موجود ہوں۔ دوسرے یہ حکم فاذا خشیت الصبح کے پیش نظر صبح کے طلوع ہونے کے خوف کے ساتھ مقید ہے۔ گویا یہ حکم بغیر وجود اس شرط کے کالعدم ہے اور خبر نافذ اور مزید برآں اخبار صحیحہ کی رو سے تہجد کی صورت جائز نہیں۔ اور ایک رکعت کو دوگانہ کے ذریعہ نئی تحریمہ جدا کر کے پڑھنا صاف تبدیل کی شکل ہے جو ہرگز جائز نہیں۔ یہ ہیں طرفین کے استدلالی پہلو اور ان کا اجمالی بیان یا خلاصہ۔

ابو حنیفۃ عن زبید بن الحارث الیامی عن ابی عمر عن عبد الرحمن بن ابزی قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ فی وتره سبح اسم ربك الاعلی وقل یا ایها الکافرون فی الثانیة وقل هو الله احد فی الثالثة

وفی روایة ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقرأ فی الوتر فی الرکعة الاولی سبح اسم ربك الاعلی وفی الثانیة قل للذین کفروا یعنی قل یا ایها الکافرون فهکذا فی قراءة ابن مسعود وفی الثالثة قل هو الله احد۔

حضرت عبد الرحمن بن ابزی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے وتر دل (کی پہلی رکعت) میں سبح اسم ربك الاعلی پڑھا کرتے دوسری میں قل یا ایها الکافرون اور تیسری میں قل هو الله احد۔

اور ایک روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی پہلی رکعت میں سبح اسم ربك الاعلی دوسری میں قل للذین کفروا یعنی قل یا ایها الکافرون اور یہ ہی روایت ہے ابن مسعود کی اور تیسری میں قل هو الله احد۔

وفی روایة انه کان یقرأ فی الوتر فی الرکعة الاولی سبح اسم ربك الاعلی وفی الثانیة قل یا ایها الکافرون فی الثالثة قل هو الله احد۔

ایک اور روایت میں اس طرح ہے کہ آپ وتر میں پہلی رکعت میں سبح اسم ربك الاعلی پڑھتے۔ دوسری میں قل یا ایها الکافرون اور تیسری میں قل هو الله احد۔

وفی روایة کان یوتر بثلاث رکعات یقرأ فیها بتسبح اسم ربك الاعلی وقل یا ایها الکافرون وقل هو الله احد۔

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ وتر کی تین رکعات ادا فرماتے تھے۔ پڑھا کرتے ان میں سبح اسم ربك الاعلی۔ قل یا ایها الکافرون اور قل هو الله

Maktaba Tul Ishaat.com

ابوحنیفة عن ابی سفیان عن ابی نضرة عن ابی سعید قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا فصل فی الوتر ؛

حضرت ابی سعید کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ وتر (شفع اور آخری رکعت کے درمیان) میں کوئی فاصلہ (نئی تحریمہ سے) نہیں ؛

ابوحنیفة عن عبد الله عن ابن عمر قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول الوتر اول اللیل سخطة للشیطان واکل السحور مرضاة الرحمٰن ؛

حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ شروع رات کے وتر شیطان کو برا فروختہ اور غصہ کرتے ہیں اور رمضان میں سحری کھانا خدائے رحمٰن کی رضا مندی کا سبب ہے ؛

ف : اول رات کے وتر شیطان کے غصہ کو یوں ابھارتے ہیں کہ ان سے اس کی امیدوں پر پانی پھیرتا ہے۔ اس کے ارادے خاک میں ملتے ہیں اور اس کے سارے منصوبے ہوا ہو جاتے ہیں۔ اگر نمازی سو جاتا اور غلبہ نیند سے وتر قضا ہو جاتے تو خوشی کے نازیانے بجاتا۔ مارے خوشی کے پھولا نہ سماتا کہ وتر جیسی اہم نماز نیند کا شکار ہوئی۔ مگر شروع رات میں وتر پڑھنے سے اس کی خوشی رنج میں بدل جاتی۔ بلکہ خوشی کی جگہ غصہ اور ناراضگی نے لے لی ؛

سحری کی فضیلت دوسری صحیح احادیث بھی وارد ہیں۔ کہ حضرت انس سے وارد ہے تسحروا فان فی اکل السحور برکة کہ سحری کے کھانے میں برکت ہے۔ اول تو سنت نبوی طریق مصطفوی کی پیروی متابعت میں جو خیر و برکت ہے۔ دوسرے روزہ دار زیادہ نشاط و فرحت و کمزوری و ناطاقتی و ناتوانی کا شکار نہیں ہوتا جس سے وہ عبادت الٰہی و یاد خداوندی میں دل کاٹتا ہے ؛

ابوحنیفة عن حماد عن ابراهیم عن ابی عبد الله الجدلی عن ابی مسعود الانصاری قال اوتر رسول الله صلی الله علیه وسلم اول اللیل واوسطه واخره لکن سحوره واسعا علی المسلمین ای ذلك اخذوا به کان صوابا غیر انه من علم لقیام اللیل فلیجعل وتره فی اخر اللیل فان ذلك افضل ؛

وفی روایة عن ابی عبد الله الجدلی عن عقبة بن عامر وابی ہ وسی الاشعری انهما قالا کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یوتر احیانا اول اللیل واوسطه واخره لیکون سعة

حضرت ابی مسعود انصاری کہتے ہیں [illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات [illegible] میں اور آخر شب میں [illegible] نصیب ہو [illegible] تاکہ مسلمانوں [illegible] اور آزادی نصیب ہو [illegible] ایک اور روایت [illegible] ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی وتر [illegible] میں اور کبھی [illegible] تاکہ مسلمانوں [illegible] اور آزادی نصیب ہو [illegible]

Marfat.com

Maktaba Tul Ishaat.com

للمسلمین ۔

ف: آنحضرت نے اپنے عمل سے وتروں کے لئے میدان عمل وسیع فرمادیا کہ رات کے جس حصہ میں ادا کئے جائیں موافق سنت ہے اور موجب اجر وثواب۔ اب رہ جاتی ہے افضلیت تو وہ آخر شب میں ہی ہے کیونکہ دوسری احادیث صحاح میں اس کی وجہ یہ فرمائی فان قراءۃ القرآن فی اٰخر اللیل محضورۃ وھی افضل کہ اخیر شب کی تلاوت میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور یوں ہی وہ افضل ہے ۔

وقت میں چاہیں وتر ادا کرلیں موافق سنت ہے۔

بَاب ۶۹ سَجْدَتَی السَّهْوِ!

باب - دو سجدہ سہو کے بیان میں!

۱۶۰ ابوحنیفۃ عن حماد عن ابراهیم عن علقمة عن عبد الله ابن مسعودؓ ان رسول الله صلی الله علیه وسلم صلی صلوٰۃ اما الظهر واما العصر فزاد او نقص ولما فرغ وسلم فقیل له الحدث فی الصلوٰۃ امر نسیت قال انی کما تنسون فاذا انسیت فذکرونی ثم حول وجهه الی القبلة وسجد سجدتی السهو وتشهد فیهما ثم سلم عن یمینه وعن شماله ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی ظہر یا عصر کی اور اس میں کچھ زیادتی ہوئی یا کچھ کمی۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے اور سلام پھیرا۔ تو آپ سے عرض کیا گیا۔ کہ حضرت نماز میں کوئی نئی بات رونما ہوئی ہے۔ یا جناب بھول گئے ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ میں بھی بھولتا ہوں جس طرح تم بھولتے ہو۔ لہذا جب بھول جایا کروں تو مجھ کو یاد دلا دیا کرو۔ پھر آپ نے اپنا چہرہ قبلہ رخ کیا۔ اور دو سجدے سہو کے کئے اور اس میں تشہد پڑھا۔ پھر دائیں بائیں جانب سلام پھیرا ۔

ف: یہ حدیث ایک الجھن پیدا کرتی ہے کہ آنحضرت نے کلام فرما کر سجدہ سہو کیسے ادا فرمایا۔ کیونکہ کلام منافی نماز ہے۔ اور فعل منافی نماز کے ارتکاب سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اور نماز کا اعادہ لازم ہوتا ہے نہ سجدہ سہو۔ اس کا بہتر اور حقیقت سے قریب تر جواب یہ ہے کہ واقعہ اس وقت کا ہے کہ نماز میں کلام جائز تھا۔ اور نماز کے لئے موجب فساد نہ تھا جس طرح کہ عبداللہ بن مسعود کی ابھی آنے والی حدیث سے پتہ چلتا ہے۔ یہ تاویل قرین قیاس ہے اور موافق روایت۔ اور اس سے الجھن مذکور بحسن وخوبی رفع ہو جاتی ہے۔ البتہ امام شافعی نے جو یہاں تاویل بیان فرمائی ہے۔ وہ کسی طرح ٹھیک نہیں بیٹھتی۔ کہ یہ کلام آنجناب کا سہواً نکلا نہ عمداً۔ اور سہو کلام جائز ہے۔ کیونکہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس کلام کو سہواً تسلیم کریں، تو ذی الیدین اور دوسرے صحابیوں نے جب کلام کیا تو ان کی نمازیں قابل اعادہ ٹھہرتی ہیں۔ حالانکہ آپ نے ان کو اعادہ نماز کا حکم نہیں دیا۔ پھر یہ کہنا کہ بیشک ان کی نمازوں کا اعادہ ہونا چاہئے تھا۔ مگر چونکہ مقتدی امام کا تابع ہے۔ اس لئے ان کی نماز میں کوئی قباحت لازم نہیں آتی۔ جبکہ امام کی نماز قباحت سے پاک ہے۔ پہلی بات سے بھی نماز کیا۔ کیونکہ صرف مقتدی کی نماز میں عیب فساد ہوتا ہے تو مقتدی کی نماز فاسد ہوتی ہے نہ امام کی ۔

Maktaba Tul Ishaat.com

بَابُ سَجْدَةِ التِّلَاوَةِ!

باب سجدۂ تلاوت کے بیان میں!

ابوحنیفۃ عن سماك عن عیاض الاشعری عن ابی موسی الاشعری ان النبی صلعم سجد فی ص +

حضرت ابی موسیٰ اشعری رضی سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ ص میں سجدہ کیا +

ف: آنحضرت صلعم کا یہ سجدہ حضرت داؤد علیہ السلام کی متابعت واقتدا میں تھا۔ اس کو ابوحنیفہ رح اور امام مالک آیات سجدہ میں سے مانتے ہیں۔ نہ شافعی رح۔ ان کے مذہب کی تائید یا تو ابن عباس کی اس حدیث سے نکلتی ہے جو بخاری لائے ہیں کہ کہا سجدہ ص عزائم میں سے نہیں ہے۔ یا ابی سعید کی حدیث جس کی روایت ابوداؤد نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھتے وقت سورت ص پڑھی تو آپ نے بھی سجدہ ادا فرمایا۔ اور صحابہ نے بھی۔ پھر جب ہی تو صحابہ نے سجدہ کی تیاری کی تو آپ نے فرمایا کہ یہ نبی کی توبہ ہے۔ حالانکہ سردو حدیث کے الفاظ سے ان کے مذہب کی وضاحت نہیں ہوتی۔ عزائم میں سے نہ ہونے کے یہ معنی ہیں کہ فرائض میں سے نہیں بلکہ واجبات میں سے ہے جو شکر کے طور پر داؤد علیہ السلام کی اقتدا میں واجب ہوا۔ اور دوسری حدیث میں جو سجدہ کی وجہ بیان فرمائی کہ یہ نبی کی توبہ ہے تو یہ بھی اس کے وجوب کو باطل نہیں کرتی۔ چونکہ نماز میں فرائض و واجبات اللہ تعالیٰ کی بیش از بیش نعمتوں کے شکر میں تو فرض و واجب ہوئے ہیں۔ ابتدا یہ بھی ان میں سے ایک ہے۔ امام صاحب کے مذہب کی حجت احمد کی حدیث سے نکلتی ہے جو وہ بکر بن عبداللہ المزنی کے واسطہ ابی سعید خدری سے روایت کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ سورت ص کو پڑھ رہا ہوں جب آیت سجدہ پر پہنچا کیا دیکھتا ہوں کہ دوات قلم یا جو کچھ دیوت سے لکھتے ہیں سب نے آنحضرت صلعم سے بیان کیا اس کے بعد آپ سجدہ کرتے رہے اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ اس واقعہ کے بعد سجدہ کا عمل جاری رہا۔ اور اس پر مواظبت رہی۔ اگر اختیار تھا تو اس قصہ سے پہلے پہلے تھا۔

بَابُ ۷۱ مَنعِ الْكَلَامِ فِی الصَّلٰوةِ

باب ۷۱ نماز میں بات کرنا کیسا ہے کیا ہے!

ابوحنیفۃ عن حماد عن ابراھیم عن ابی وائل عن عبداللہ بن مسعود انہ لما قدم من ارض الحبشۃ سلم علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو یصلی فلم یرد علیہ السلام فلما انصرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ابن مسعود اعوذ باللہ من سخط ذنبہ اللہ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم وما ذاک قال سلمت علیک فلم ترد

حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ یہ حبشہ سے آئے تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا۔ جب آپ نماز میں تھے آپ نے جواب سلام نہ دیا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت ابن مسعود نے کہا میں اللہ اور اس کی غضب سے پناہ مانگتا ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا ہوا۔ کہا میں نے آپ کو سلام کیا

Maktaba Tul Ishaat.com

عَلَیَّ قَالَ اِنَّ فِی الصَّلٰوۃِ لَشُغُلًا قَالَ فَلَمْ نَرُدَّ السَّلَامَ عَلٰی اَحَدٍ مِنْ یَوْمِئِذٍ ۔

کیا۔ اور آپ نے جواب نہیں دیا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ نماز میں تو مبتلا الی اللہ ہے اور مشغولیت ہے (اس میں دوسرے کام کی مہلت کہاں) حضرت ابن مسعود رض کہتے ہیں۔ پھر اس دن کے بعد ہم (اصحاب) کسی کے سلام کا جواب نہ دیتے ۔

ف:۔ یہ حدیث اس تاریخی واقعہ کو واضح کرتی ہے کہ ابتدائے اسلام میں نماز میں بات چیت اور جواب سلام جائز تھا۔ جیسے جیسے اسلام ترقی کرتا گیا قیودات و بندشیں بڑھتی گئیں۔ چنانچہ شیخین نے زید بن ارقم رض سے روایت نقل کی ہے کہ پہلے ہم نماز میں اپنے ساتھی سے بات چیت کر لیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ قوموا للہ قانتین کی آیت اتری۔ تو ہم کو سکوت کا حکم ملا اور ہم بات کرنے سے روک گئے۔ لہذا ابن مسعود حبشہ جانے سے پہلے یہ آزادی کا زمانہ دیکھ چکے تھے کہ بات چیت اور سلام کلام کی آزادی و بیروانگی حاصل تھی۔ جب وہاں سے آئے تو وہی خیال دلیں لے کر آئے۔ حالانکہ اس بیچ میں آزادی سلب ہو چکی تھی۔ بارگاہ الٰہی سے قوموا للہ قانتین کا فرمان شرف صدور پا چکا تھا۔ چنانچہ نبی صلعم کی طرف سے جب سلام کا جواب نہ ملا۔ تو ریز ائے کانپ گئے اور سمجھے کہ مزاج اقدس میں ان کی طرف سے کچھ تکدر پیدا ہو گیا ہے۔ پھر خود استفسار فرمایا۔ اور معاملہ کی وضاحت فرمائی کہ نماز تو سراسر مشغولیت اور مصروفیت ہے اس میں کلام و سلام کی کہاں گنجائش اور مولیٰ سے مناجات کے وقت بندوں سے بات چیت کا کیا موقع تو اب دل میں دل آیا۔ طبیعت کو قرار و سکون ہوا۔ اور یہ ممنوع شدہ کلام سہو و عمد ہر دو کو شامل ہے ۔

۱۶۳ ابو حنیفۃ عن حماد عن ابراھیم عن الاسود عن عائشۃ قالت کان النبی صلعم یصلی من اللیل وانا نائمۃ الی جنبہ وجانب الثوب واقع علیّ ۔

حضرت عائشہ رض کہتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم شب کو نماز ادا فرماتے اور میں سوئی ہوتی۔ آپ کے پہلو میں اور کپڑے کا ایک حصہ مجھ پر پڑا ہوا ہوتا ۔

ف:۔ یہ حدیث صحیحین میں یوں ہے کہ نبی صلعم شب کو نماز ادا فرماتے اور میں آپ کے اور قبلہ کے بیچ میں جنازہ کی طرح لیٹی ہوتی۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ عائشہ آنحضرت کے بالکل سامنے لیٹی ہوئی ہوتیں۔ اور حدیث ذیل میں پہلو کا ذکر ہے لہذا یا تو پہلو کے معنی سامنے ہی کے کر لئے جائیں کہ تمام روایات متفق المعنی ہوں یا اس کو اپنے حقیقی معنی پر رکھا جائے کہ عائشہ رض آنجناب کے دائیں یا بائیں جانب لیٹی ہوتی ہوں۔ مسئلہ کی رو سے جو تشریح حدیث کی ہونی چاہیے وہ آئندہ سے پیوستہ حدیث میں آ ہی رہی ہے ۔

بَابُ التَّسْبِیْحِ لِلرِّجَالِ وَالتَّصْفِیْقِ لِلنِّسَاءِ!

باب ۔ اس بیان میں کہ نماز میں مرد کو تسبیح کہنا چاہیے اور عورتوں کو تصفیق کرنا مناسب ہے!

۱۶۴ ابو حنیفۃ عن نافع عن ابن عمر رض

حضرت ابن عمر رض کہتے ہیں کہ نماز میں یہ طریقہ بتا

Maktaba Tul Ishaat.com

رسول الله صلى الله عليه وسلم سن في الصلوٰة اذا نابهم فيه شيء التسبيح للرجال والتصفيق للنساء ؛

گیا۔ کہ جب ان کو (مقتدیوں کو) نماز میں کوئی اچانک بات پیش آئے (جس پر امام کو متنبہ کرنا ہو) تو مردوں کے لئے سبحان اللہ کہنا ہے اور عورتوں کے لئے ہاتھ پر ہاتھ مارنا ؛

فائدہ:۔ عورتوں کو سبحان اللہ کہنے سے یوں رد کا گیا۔ کہ اپنی عورتیں آواز مردوں کو نہ سنائیں۔ کیونکہ بعض علماء کے نزدیک عورت کا آواز بھی ستر میں شمار ہے ؛

باب ۷۳ ما يقطع الصلوٰة وما لا يقطع !

باب اس بیان میں کہ کونسی چیز نماز کو توڑتی ہے اور کونسی نہیں توڑتی !

ابو حنيفة عن حماد عن ابراهيم عن الاسود بن يزيد انه سأل عائشة عما يقطع الصلوٰة فقالت يا أهل العراق تزعمون ان الحمار والكلب والسنور يقطعون الصلوٰة قد تعدلونا بهم لقد رأيتني وانا مضطجعة على السرير بين رسول الله صلى الله عليه وسلم وبين القبلة فتكون لي الحاجة فأكره ان اجلس فأوذي رسول الله صلى الله عليه وسلم فأنسل من عند رجليه انسلالا ؛

اسود بن یزید نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جو چیز کے بارہ میں پوچھا۔ جو نماز کے سامنے سے گزرنے کو توڑ دیتی ہے۔ آپ نے کہا کہ اے اہل عراق تم ہمارا رکھتے ہو کہ گدھا، کتا، عورت نماز کے سامنے سے گزر کر نماز کو توڑ دیتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے قبلہ کی طرف پاؤں کئے ہوئے سوتی تھی جب مجھ کو حاجت ہوتی تو میں اٹھنا برا جانتی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہوگی۔ پس میں آپ کے پاؤں کی طرف سے آہستہ سے نکل جاتی تھی ؛

فائدہ:۔ صحیح مسلم میں اس مضمون کی حدیث ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ عورت گدھے اور کالے کتے کا گذرنا اس کی نماز کو توڑ دیتا ہے۔ میں نے مذہب قرار پایا کہ ان چیزوں کا گذرنا نماز کو توڑ دیتا ہے۔ اس کے خلاف ہے۔ امام [illegible] عورت اور گدھے میں [illegible] سلف کی نوعیت اور [illegible] نکالنے کے ساتھ دوسری [illegible] اس [illegible] یا اس کی تاویل کرے۔ ان میں سے ایک [illegible] سے ہو رہے اور ان میں کسی کو علامہ [illegible] کے سامنے رہنے یا گذرنے سے نماز کی [illegible] ہے۔ گدھے کے بارہ میں [illegible] کے پاس آیا اور آپ نماز پڑھ رہے تھے [illegible]

Maktaba Tul Ishaat.com

نہ کی اب رہا کتے کا مسئلہ تو حدیث قطع میں کتے کا عطف مراۃ وحمارًا پر ہے۔ جن کا حکم شرعی معلوم ہوا۔ لہٰذا کتے کا عطف ان پر صاف منافی ہے کہ یہ بھی قطع کے نیچے آکر ان ہی ہر دو کے ساتھ شریک حکم ہوا۔ امام احمد بھی ہر دو احادیث عدم قطع کو مدنظر رکھتے ہوئے عورت وگدھے کے بارہ میں قطعی حکم نہ لگا سکے۔ البتہ کتے کے متعلق ان کو چونکہ کوئی معارض حدیث نہ ملی اس لئے وہ اس میں بدستور قطع ہی کے قائل رہے۔ علامہ ابن جوزی نے اس حقیقت کو بھولا ہے۔ دیگر ائمہ احادیث قطع میں قطع صلوٰۃ سے خشوع وخضوع کا چلا جانا مراد لیتے ہیں نہ نماز کا ٹوٹ جانا جیسا کہ ظاہر الفاظ بتاتے ہیں

بَابُ صَلٰوةِ الْكُسُوْفِ

باب۔ نماز کسوف کے بیان میں!

ابوحنيفة عن حماد عن ابراهيم عن علقمة عن عبد الله قال انكسفت الشمس يوم مات ابراهيم بن رسول الله صلى الله عليه وسلم فقام رسول الله صلى الله عليه وسلم فخطب فقال ان الشمس والقمر اٰيتان من اٰيات الله لا تنكسفان لموت احد ولا لحياته فاذا رأيتم ذلك فصلوا وادعوا الله وكبروه و صلوا حتى ينجلي ايهما انكسف ثم نزل رسول الله صلى الله عليه وسلم وصلى ركعتين

عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادہ حضرت ابراہیم کے انتقال کے روز سورج گرہن ہوا تو آنجناب کھڑے ہوئے اور خطبہ دیا اور فرمایا کہ سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے نشانیاں ہیں۔ ان میں کسی کی موت کے سبب یا کسی کی پیدائش کے باعث گرہن نہیں پڑتا۔ لہٰذا جب تم ان کو گرہن کی حالت میں دیکھو تو نماز پڑھو۔ اللہ کی حمد کرو تکبیر کہو۔ اور نماز پڑھو یہاں تک کہ ہر دو گہن سے نکل جائیں۔ پھر منبر سے آپ اترے اور دو رکعت نماز کسوف ادا فرمائیں۔

فائدہ: یہ حدیث نماز کسوف کی حقیقت کو واضح کرتی ہے۔ اس کی ادائیگی میں ائمہ میں قدرے اختلاف ہے جو کچھ تشریح طلب ہے یہ سب حدیث کے ذیل میں اس کی تشریح ملاحظہ فرمائیں۔

ابوحنيفة عن عطاء عن ابيه عن ابن عمر قال انكسفت الشمس يوم مات ابراهيم بن رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال الناس انكسفت الشمس لموت ابراهيم فقام النبي صلى الله عليه وسلم قياما طويلا حتى ظننا انه لا يركع ثم ركع فكان ركوعه قدر قيامه ثم رفع رأسه فكان قيامه قدر ركوعه ثم سجد قدر قيامه ثم جلس فكان جلوسه بين

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادہ حضرت ابراہیمؓ کے انتقال کے دن سورج گرہن ہوا۔ لوگوں نے کہا کہ حضرت ابراہیم کے انتقال کے باعث سورج گرہن واقع ہوا ہے آنحضرت نماز کے لئے کھڑے ہوئے اور اس قدر لمبا قیام فرمایا کہ لوگوں نے خیال کیا کہ آپ رکوع نہیں کریں گے۔ پھر آپ نے رکوع کیا تو آپ کا رکوع قیام ہی کے برابر تھا۔ پھر رکوع سے سر اٹھایا۔ تو آپ کا قیام رکوع کے برابر تھا۔ پھر سجدہ کیا قیام کے برابر پھر بیٹھے تو دو سجدوں کے درمیان

Maktaba Tul Ishaat.com

السجدتين قدر سجوده ثم سجد قدر
جلوسه ثم صلى الركعة الثانية
ففعل مثل ذلك حتى اذا كانت السجدة
منها بكى فاشتد بكاؤه فسمعناه و
هو يقول الى ربى تعالى ان لا تعذبهم
وانا فيهم ثم جلس فتشهد ثم
انصرف واقبل عليهم بوجهه ثم
قال ان الشمس والقمر ايتان من آيات
الله يخوف الله بهما عباده لا يكسفان
لموت احد ولا لحياته فاذا كان
كذلك فصلوا كما رأيتمونى
أحدثت من الجنة حتى لو شئت
ان اتناول عنقودا من اعناب تجرها
فعلت ولقد رأيتنى أحدثت من
النار حتى جعلت اتقى ولقد رأيت
سارق رسول الله وفى رواية سارق
بيت رسول الله يعذب بالنار ولقد
رأيت فيها عبد بن ذعلوع سارق
الحجاج بمخجنة ولقد رأيت فيها
امرأة آدماء حميرية تعذب فى
هرة لها ربطتها فلم تطعمها ولم
تدعها تأكل من خشاش
الارض وحشراتها. وفى رواية
نحوه وفيه لقد رأيت عبد بن
ذعلوع سارق الحجاج بمخجنة
فكان اذا خفى ذهب واذا رأى احدا
قال انما تعلق بمخجنى.
وفى رواية كان اذا خفى لك
شئ ذهب به واذا ظهر عليه قال

آپ کا بیٹھنا سجود کے مقدار ہوا پھر سجدہ کیا بیٹھنے کے
مقدار پھر آپ نے دوسری رکعت ادا فرمائی تو ایسا ہی کیا
یہاں تک کہ جب دوسری رکعت کے بعد میں گئے تو
بہت زیادہ روئے اور پھر نے آپ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ
اے اللہ کیا تو نے مجھ سے وعدہ نہیں فرمایا کہ تو ان کو عذاب
نہیں کرے گا جب تک میں ان میں ہوں پھر آپ نے
اور تشہد کیا پھر سلام سے فارغ ہونے کے بعد ہماری طرف
رخ فرما کر ارشاد فرمایا اور سورج اور چاند گرہن اللہ کی نشانیوں
میں سے دو نشانیاں ہیں فرمایا اللہ ان کے ذریعے
بندوں کو کسی کی موت سے ڈراتا ہے اللہ ان کے گرہن واقع ہوتے
یا کسی کی پیدائش سے پس جب ایسا ہو تو
کرو اور البتہ میں نے خود آپ کو دیکھا مجھ کو دی گئی
سے تو میں اپنے ہاتھ کو بڑھاتا تھا کہ میں رسول کی کسی شاخ کو
لے سکتا تھا اور البتہ میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ پیچھے ہٹتے
گئے میں نے کہا یہ کیا ہے اور البتہ میں نے
رسول اللہ کے چور کو اور پاسے روایت میں ہے رسول
اللہ کے گھر کے چور کو دیکھا میں نے
البتہ دیکھا میں نے
کو دیکھا کہ
اور البتہ میں نے
کہ

Maktaba Tul Ishaat.com

انما تعلق بمحجنی ۔ جانی تو کہتا کہ یہ تو میری ٹیڑھی لکڑی میں الجھ کر رہ گئی تھی ۔

ف:۔ کیفیت نماز کسوف میں امام شافعی و مالک اور امام اعظم کے مابین مختلف رائے ہے کہ اس کی ہر رکعت میں ایک رکوع ہے یا دو ۔ ہر دو ائمہ ہر رکعت میں دو رکوع کے قائل ہیں اور امام اعظم دیگر نمازوں کی طرح ایک ہی رکوع مانتے ہیں ۔ ہر دو ائمہ کی دلیل حضرت عائشہ کی حدیث ہے جو صحاح ستہ میں وارد ہے ۔ مگر درحقیقت یہ تعدد رکوع کی حدیث اس قدر مضطرب ہے کہ اس کا یہ شدید اضطراب اس کو نہ قابل احتجاج رکھتا ہے اور نہ قابل عمل ۔ بلکہ ایک راوی کی روایت میں بھی اضطراب ہے مثلاً عائشہ رض سے دو رکوع کی بھی روایت وارد ہے اور تین کی بھی ۔ حضرت جابر سے دو رکوع کی بھی روایت ثابت ہے اور تین کی بھی ۔ حضرت ابن عباس رض سے چار رکوع کی روایت ہے ۔ اور حضرت ابی سے پانچ کی ۔ لہٰذا حنفیہ بنے مجبور ہو کر آنحضرت کی قولی و فعلی ان روایات کی طرف رجوع کیا جو موافق قیاس ہیں یعنی عام نمازوں سے ملتی جلتی ۔ قولی حدیث مثلاً نسائی ۔ نعمان بن بشیر سے روایت لاتے ہیں کہ نبی صلعم نے فرمایا اذا خسفت الشمس والقمر فصلوا کاحدث صلوۃ صلیتموھا من المکتوبۃ کہ جب سورج یا چاند میں گرہن واقع ہو تو ایسی نماز پڑھو جیسے کہ تم نے ابھی (فجر کی) فرض نماز پڑھی ہے ۔ کیونکہ یہ کسوف اس وقت ہوا تھا کہ بمطابق حدیث حضرت سمرہ کے سورج دو نیزہ افق سے اٹھا تھا ۔ فعلی حدیث مثلاً حدیث ذیل ہے جس سے ایک ہی رکوع کا ثبوت ہے ۔ پھر بہت ممکن ہے کہ ازدحام کے باعث گڑبڑی پیدا ہو گئی ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چونکہ خلاف معمول رکوع میں تاخیر فرمائی ۔ آگے پیچھے کھڑے ہونے والوں نے دہوکے سے سر اٹھا لیا ہو اور ان کو دیکھ کر ان سے پیچھے والوں نے ایسا کیا ہو پھر جب اگلوں نے دیکھا کہ آنحضرت تا ہنوز رکوع میں ہیں پھر سر جھکا کر رکوع میں چلے گئے ہوں تو پیچھے والوں نے بھی ان کی متابعت کی ہو ۔ اور یوں دو یا تین رکوع کا دہوکہ لگتا چلا گیا ہو ۔ اور زیادہ بھیڑ میں ایسا اشتباہ ہو جانا بعید از وقوع اور دور از خیال نہیں ۔ جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام میں اختلاف پڑ گیا تھا ۔

باب ۱۵۵ صلوۃ الاستخارۃ — باب ۔ استخارہ کی نماز کے بارہ میں!

۱۶۸ ابوحنیفۃ عن ناصح عن یحیی عن ابی سلمۃ عن ابی ھریرۃ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعلمنا الاستخارۃ کما یعلمنا السورۃ من القرآن ۔

حضرت ابی ہریرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ علیہ وسلم ہم کو استخارہ (اس کی نماز اور دعائے استخارہ وغیرہ) اس طرح سکھاتے تھے جس طرح قرآن کی سورت کی تعلیم دیتے تھے ۔

ف:۔ تفصیل متصل حدیث میں آرہی ہے ۔

۱۶۹ ابوحنیفۃ عن حماد عن ابراھیم عن علقمۃ عن عبد اللہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعلمنا الاستخارۃ فی الامر کما یعلمنا السورۃ من القرآن وفی روایۃ قال قال رسول اللہ

حضرت عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو قرآن کی سورت کی طرح استخارہ کی ترکیب وغیرہ سکھایا کرتے تھے ۔
ایک روایت میں اس طرح ہے کہ انہوں نے کہا

Maktaba Tul Ishaat.com

صلى الله عليه وسلم اذا اراد احدكم امرًا فليتوضأ وليركع ركعتين من غير الفريضة ثم ليقل اللهم انى استخيرك بعلمك واستقدرك بقدرتك واسألك من فضلك فانك تعلم ولا اعلم وتقدر ولا اقدر وانت علام الغيوب اللهم ان كان هذا الامر خيرا لى فى معيشتى وخيرا لى فى عاقبة امرى فيسره لى وبارك لى فيه۔

وزاد فى رواية وان كان غيره فاقدر لى الخير حيث كان ثم رضنى به ؞

کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے جب تم میں کوئی کسی کام کا ارادہ کرے تو اس کو چاہیئے کہ وضو کرے اور دو رکعت نفل غیر فرض کی پڑھے پھر کہے اے اللہ میں تیرے علم کے طفیل خیر کا خواستگار ہوں اور تیری قدرت کے صدقہ میں تجھ سے قدرت کا طالب ہوں اور تیرے فضل کا میں طلبگار ہوں کیونکہ تو جاننے والا ہے اور میں نہیں جانتا اور تو قدرت والا ہے اور میں بے قدرت اور تو چھپی باتوں سے خوب باخبر ہے۔ اے میرے اللہ اگر یہ کام میرے لئے بہتر ہے میری زندگی میں اور میرے کام کے نتیجہ میں تو اس کو میرے لئے آسان کر دے اور اس میں میرے لئے برکت پیدا کر اور اگر یہ کام دنیا میں میرا نقصان ہے اگر اس کے خلاف ہے تو میرے لئے بھلائی مقدر کر جہاں بھی ہو پھر مجھ کو اس پر راضی رکھ ؞

ف: مذا استخارہ ایسے اہم ضروری اور قلیل الوقوع امور کے لئے ہے جن کے خیر و شر نفع و نقصان کے بارے میں دل میں تردد واقع ہو اور انسانی عقل کسی خاص نتیجہ کو ترجیح دینے میں قاصر و عاجز ہو مثلاً سفر یا عقد معاملات۔ تجارت و پیشہ وغیرہ۔ اور ایسے امور میں استخارہ کا لیے جانا استعمال ہے جو آئے دن ضروریات میں سے ہیں مثلاً روزانہ کا کھانا پینا وغیرہ ؞

بَابُ صَلٰوةِ الضُّحٰى

باب۔ چاشت کی نماز کا بیان

ابو حنيفة عن الحارث عن ابى صالح عن ام هانئ ان النبى صلى الله عليه وسلم يوم فتح مكة وضع الأمتعة ودعا بماء فصبه عليه ثم دعا بثوب واحد فصلى فيه وزاد فى رواية متوشحا ؞

وفى رواية ان النبى صلى الله عليه وسلم وضع لامته يوم فتح مكة ثم دعا بماء فاتى به فى جفنة

حضرت ام ہانی سے [illegible] صلعم [illegible] پانی [illegible] اس میں [illegible] نماز ادا فرمائی [illegible] زادت [illegible] کو ہر دو بغل سے نکال [illegible] لی جاتی ہے ؞

ایک روایت [illegible] صلعم [illegible] ہر ایک [illegible] پھر پانی [illegible]

Maktaba Tul Ishaat.com

فيها خبز الحجين فاستتر بثوب فاغتسل ثم دعا بثوب فتوشح به ثم صلى ركعتين قال ابوحنيفة وهي الضحى وفي رواية ان النبي صلى الله عليه وسلم دعا يوم فتح مكة لامته ودعا بماء فاتي به في جفنة فيها اثر عجين فاغتسل وصلى اربعا وركعتين في ثوب واحد متوشحا ۞

گیا۔ جس میں گوندھا ہوا آٹا لگا ہوا تھا۔ آپ نے کپڑا لے آڑ کی اور غسل فرمایا۔ پھر کپڑا طلب فرمایا۔ اور توشح کیا۔ پھر دوگانہ نماز ادا فرمائی۔ ابوحنیفہ نے فرمایا کہ یہ چاشت کی نماز تھی۔ ایک اور روایت میں اس طرح ہے کہ فتح مکہ کے دن نبی صلعم نے زرہ اتاری اور پانی طلب فرمایا تو ایک بڑے پیالہ میں جس میں گوندھے ہوئے آٹے کے نشانات تھے۔ پانی پیش کیا گیا۔ آپ نے غسل فرمایا اور چار رکعت یا دو رکعت ایک کپڑا میں توشح کی شکل میں ادا فرمائیں ۞

فائدہ۔ یہ نماز چاشت تھی جیسا کہ ابوحنیفہ کی زبانی خود حدیث ذیل میں اس کی وضاحت آئی۔ بعض کہتے ہیں کہ نماز شکرانہ تھی۔ جو فتح مکہ کی خوشی و مسرت پر ادا کی گئی تھی۔ اس کا احتمال ہے کہ یہ آنجناب کا ورد تھا جو فتح مکہ کے ہنگامہ میں قضا ہو گیا تھا۔ آپ نے اس کو ادا فرمایا ۞

بَابُ الاعْتِكَافِ!

باب۔ اعتکاف کے بیان میں!

۱۶۱ ابوحنيفة عن الهيثم عن لحل عن عائشة ان النبي صلى الله عليه وسلم كان اذا دخل شهر رمضان قام وشد المئزر واحيى الليل ۞

حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ جب رمضان کا مہینہ آتا تو شب بیداری بھی فرماتے اور سوتے بھی۔ اور جب پچھلے دس دن آتے تو لنگوٹ باندھ لیتے (یعنی عبادت الٰہی (یاد خداوندی) کے لئے نہایت مستعدی سے کمربستہ ہو جاتے) اور شب بیداری فرماتے (اور عورتوں سے اجتناب فرماتے) ۞

بَابُ التَّهَجُّدِ!

باب۔ تہجد کے بیان میں!

۱۶۲ ابوحنيفة عن زياد عن المغيرة قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقوم عامة الليل حتى تورمت قدماه فقال له اصحابه اليس قد غفر لك ما تقدم من ذنبك وما تاخر قال افلا اكون عبدا شكورا ۞

حضرت مغیرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شب کے اکثر حصہ میں نماز کے لئے قیام فرماتے یہاں تک کہ آپ کے قدم مبارک متورم ہو جاتے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا اللہ نے آپ کے اگلے پچھلے گناہ نہیں بخشدئے آپ نے فرمایا کہ کیا میں اللہ کا شکر گذار بندہ نہ بنوں ۞

فائدہ۔ بخاری بھی اس کو حضرت مغیرہ سے مرفوع لائے ہیں اس میں "ساقاہ" کا لفظ بھی زائد ہے یعنی آپ کی پنڈلیاں بھی سوج جایا کرتیں ۞

Marfat.com

Maktaba Tul Ishaat.com

۱۷۳ ح ۲

ابوحنیفۃ عن ابی جعفر ان صلوٰۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم باللیل کانت ثلث عشرۃ رکعۃ منھن ثلث رکعات الوتر وکعتا الفجر

حضرت ابی جعفر کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز شب تیرہ رکعتیں تھیں۔ ان میں سے تین رکعات وتر کی اور دو رکعات سنت فجر کی۔

فائدہ:- یہ حدیث وتر کی آٹھ رکعات کا پتہ دیتی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ وتر کے بارہ میں بھی مذہب حنفیہ پر مہر صداقت ثبت کرتی ہے۔ وتر کا بیان کو مفصل گذر چکا۔ مگر چونکہ حدیث ذیل بھی اس کے سلسلہ دلیل کی ایک کڑی ہے اس لئے اگر یہاں بھی وتر کے مسئلہ کو قدرے کھول دیا جائے تو غالباً بے جا نہ ہوگا۔

تہجد کے ذیل میں ترمذی حضرت عائشہ سے حدیث نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعات سے زائد تہجد نہ پڑھا کرتے تھے۔ چار رکعت پڑھتے ان کی درازی و حسن و خوبی کے بارہ میں نہ پوچھو۔ پھر چار رکعت پڑھتے ان کی درازی و حسن و خوبی کے بارہ میں نہ پوچھو۔ پھر تین رکعت (یعنی وتر) اس حدیث کو ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے۔ مسلم حضرت ابن عباس رض سے نماز تہجد کے سلسلہ میں حدیث ہے آخر میں ہے ثم اوتر بثلث کہ پھر تین رکعت وتر کی پڑھیں۔ اب یہ دو احادیث جو نماز تہجد کے ذیل میں تقریباً قلب الاحادیث ہیں۔ اس امر کی بین دلیلیں ہیں اور اس کا کھلا ثبوت ہم پہنچاتے ہیں کہ وتر کی تین رکعات میں اس سے کمی زیادتی کی روایات اس وقت کی ترجمانی کرتی ہیں جبکہ وتر کے [illegible] تھا۔ بعد میں تین ہی رکعات کی شکل لے پائی۔ اور اسی عمل پر جس کی طرف حدیث عائشہ رض اشارہ کرتی ہے۔ لہٰذا ان احادیث صحیحہ کے سامنے آجانے پر بھی اگر کوئی مخالف مذہب [illegible] اور کہتا ہے کہ وتر کی تین رکعات پر کوئی صحیح حدیث نہیں تو عقل و تہذیب و شائستگی کے لئے [illegible] کے لئے اب کوئی جواب نہیں۔

فجر کی سنتوں کو نماز تہجد میں شمار کر لیا گیا ہے محض قرب وقت کے سبب اور [illegible] کی رو سے آنجناب ان کے بعد آرام نہیں فرماتے اور بعض روایات میں [illegible] موافق کے بعد سنت ادا فرماتے۔ اس سے حقیقت کی اور [illegible] سے یعنی اذان و اقامت کے درمیان یہ سنتیں ہوتیں۔ بہرحال [illegible] بلکہ ظہور فجر کے بعد۔

نماز تہجد کے بارہ میں مختلف [illegible] کی کیفیت میں بالکل کمی بیشی نہ ہوتی [illegible] آنحضرت صلعم پر فرض تھی۔ یہ امت پر بھی جو بعد میں مسلمان ہوئی [illegible]

بَابُ سُنَّةِ الْفَجْرِ

باب سنت فجر کے بیان میں

ابوحنیفۃ عن علقمۃ عن ابن الاقمر عن عمران قال مالفنی بن عمر ط الا

Maktaba Tul Ishaat.com

واقرب الناس مجلسًا حُمران فقال ذات يوم يا حمران لا أراك تواظبنا الا وانت تريد لنفسك خيرا فقال عجل يا ابا عبد الرحمن قال امّا اثنتان فاني انهاك عنهما واما واحدة فاني آمرك بها فاني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يا مر بها۔

قال ما هي تلك الخصال الثلث يا ابا عبد الرحمن۔

قال لا تموتنّ وعليك دَيْنٌ إلّا دَيْنًا تدع به وفاء۔

ولا تُسَمِّعَنّ من تلاوة اية فانه يتمّم بك يوم القيمة كما سمّعت به قصاصًا ولا يظلم ربّك احدًا۔

وامّا الذي آمرك به كما امرني رسول الله صلى الله عليه وسلم فركعتا الفجر فلا تدعهما فان فيهما الرغائب ؛

آپ سے قریب ترین پایا۔ ایک روز حضرت ابن عمرؓ سے بولے اے حمران میں تجھ کو ہماری صحبت میں ہمیشہ دیکھتا ہوں (غالبًا) صرف اسی لئے دیکھتا ہوں کہ تو ہماری صحبت سے) اپنے نفس کے لئے کسی بھلائی کا استفادہ کرنا چاہتا ہے۔ انہوں نے کہا جی ہاں بیشک اے ابا عبد الرحمن حضرت ابن عمر نے فرمایا کہ (اچھا تو) میں دو باتوں سے تجھ کو روکتا ہوں اور ایک بات کا تجھ کو حکم دیتا ہوں کیونکہ میں نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا حکم دیتے ہوئے پایا۔ حمران نے کہا اے ابا عبد الرحمن وہ تین خصلتیں کون کونسی ہیں آپ نے کہا کہ تو نہ مرے ایسے حال میں کہ تجھ پر قرض ہو۔ مگر اس قدر کہ اس کی ادائیگی کے لائق تو مال چھوڑ جائے۔ اور نہ پڑھ ایک آیت بھی (لوگوں کو) سنانے کے لئے (یعنی ریاکاری کی غرض سے) ورنہ قیامت کے دن تیری تشہیر کی جائے گی۔ جیسا کہ تو نے پڑھنے کو (بغرض شہرت) لوگوں نے سنایا۔ یہ محض بدلے کے طور پر کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا ہے۔ اب وہ چیز جس کا میں تجھ کو حکم دیتا ہوں جس طرح مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا سنت فجر کی دو رکعتیں ہیں پس نہ چھوڑ ان کو کیونکہ ان میں بہت اسباب رغبت ہیں ؛

ف اس حدیث میں ریاکاری دکھاوے کی مذمت ہے کہ خدا تعالیٰ چونکہ سمیع و بصیر ہے۔ ہر عبادت اسی کو دکھانا چاہیئے۔ اور قرأت قرآن اسی کو سنانا چاہیئے۔ ان میں نام و نمود۔ شہرت پسندی سخت حرام و ناجائز ہے اور اس پر سخت وعید ہے کہ قیامت کے روز اس کا قصاص لیا جاوے گا۔ اس حدیث میں سنت فجر کی اہمیت کو بھی واضح فرمایا ہے ؛

۱۶۵ ح ۲ **ابو حنيفة** عن عطاء عن عبيد ابن عُمير عن عائشة قالت ما كان رسول الله صلعم على شئ من النوافل اشدّ معاهدة منه على ركعتي الفجر ؛

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی دوسرے نوافل کا اس قدر سختی سے اہتمام نہ فرماتے جس قدر سنت فجر کی دو رکعت کا ؛

ف یہ حدیث اور زیادہ صاف الفاظ میں آنحضرت کے فعل کی روشنی میں اس کی وضاحت کرتی ہے کہ انسان دیگر نوافل و سنن کے مقابلہ میں سنت فجر کا بہت لحاظ رکھے کہ وہ ناغہ نہ ہو جائیں اور ان کی ادائیگی پر سختی پابندی رکھے۔ احادیث صحیحہ میں ان کی ممتاز اہمیت مختلف الفاظ میں ظاہر کی گئی ہے۔ کہیں آنحضرت نے دی

Maktaba Tul Ishaat.com

فرمایا کہ دنیا و مافیہا سے زیادہ مجھ کو یہ دو رکعتیں محبوب ہیں۔ جیسا کہ مسلم میں ہے۔ کہیں اس طرح ارشاد ہوا کہ ان کو ہرگز نہ چھوڑو اگرچہ تم کو گھوڑے روند ڈالیں یا کچل دیں۔ جیسا کہ ابوداؤد میں ہے۔ طبرانی میں ہے کہ عائشہ کہتی ہیں۔ کہ نبی صلعم نے فجر کی سنتوں کو کبھی بھی ترک نہیں فرمایا۔ نہ سفر میں نہ حضر میں نہ بیماری میں نہ صحت میں۔

اسی اہمیت کے سلسلہ میں یہ امر بھی قابل بیان ہے کہ احناف اور اکثر ائمہ کے نزدیک مؤکدہ سنتیں پانچ ہیں۔ اول یہ ہی فجر کی سنتیں۔ دوسرے مغرب کے بعد کی دو رکعت سنت۔ تیسرے ظہر کے بعد کی دو رکعت سنت چوتھے عشاء کے بعد کی دو رکعت سنت۔ پانچویں ظہر کے پہلے چار رکعت سنت۔ ان پانچوں سنن مؤکدہ کی اہمیت بترتیب مذکور ہے ؛

۱۷۶ ۳

ابو حنیفۃ عن نافع عن ابن عمر قال رمقت النبی صلی اللہ علیہ وسلم اربعین یوما او شہرا فسمعتہ یقرأ فی رکعتی الفجر بقل ھو اللہ احد وقل یا ایھا الکفرون ؛

حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس دن یا ایک ماہ تک کہ آپ سنت فجر کی ہر دو رکعات میں قل ھو اللہ احد اور قل یا ایھا الکافرون پڑھتے تھے ؛

ف: بہت سی احادیث میں ایسا ہی ہے اور بعض میں مثلاً ابوداؤد میں ابن عباس سے جو روایت ہے یوں ہے کہ آپ سنت فجر کی پہلی رکعت میں امنا باللہ وما انزل علینا کی آیت تلاوت فرماتے اور دوسری میں امنا باللہ واشہد بانا مسلمون کی آیت ؛

۱۷۶ ۴

ابو حنیفۃ عن سماکٍ عن جابر بن سمرۃ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا صلی الصبح لم یبرح عن مکانہ حتی تطلع الشمس وتبیض ؛

حضرت جابر بن سمرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز فجر ادا فرما لیتے تو اپنی جگہ سے نہ ہلتے یہاں تک کہ سورج طلوع کر آتا اور اچھی طرح روشنی سفید ہو جاتی ؛

ف: غالباً آنجناب کی نشست قبلہ رو تھی یعنی دائیں بائیں یا قبلہ کو پشت دے کر کئے ہوئے جیسا کہ آنجناب سے مروی ہے بعض نے بعد نماز قبلہ رخ بیٹھنا مکروہ بتایا ہے اور وہ حضرت جابر سے کہ آنحضرت نماز فجر کی ادائیگی کے بعد اپنی جگہ سے نہیں ہلتے تھے سورج نکل آنا پھر آپ نماز اشراق سے کھڑے ہو جاتے ؛

باب ۸ من صلی اربع رکعات بعد العشاء فی المسجد

باب ابن عشاء مسجد میں چار رکعت نفل پڑھنے کے بیان میں

ابو حنیفۃ عن محارب بن دثار عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی بعد العشاء اربع رکعات قبل ان یخرج من المسجد غفر

Maktaba Tul Ishaat.com

مثلهن من ليلة القدر ؛ میں چار رکعت نفلیں ادا کیں) ؛

ف: - یہاں ان نفلوں کی انتہائی فضیلت و برکت کا اظہار ہے جس طرح عشاء کے پہلے چار نفلوں کے بارہ میں آیا ہے کہ جس نے وہ ادا کیں گویا کہ اس نے تہجد کی نماز ادا کی۔ سعید بن منصور نے اپنی مسند میں اس حدیث کے ساتھ یہ ٹکڑا بھی نقل کیا ہے ؛

۱۷۹ ح ۲ **ابو حنيفة** عن محارب عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من صلى اربعا بعد العشاء لا يفصل بينهن بتسليمة أفي الاولى بفاتحة الكتاب وتنزيل السجدة وفي الركعة الثانية بفاتحة الكتاب وحم الدخان وفي الركعة الثالثة بفاتحة الكتاب ويس وفي الركعة الاخيرة بفاتحة الكتاب وتبارك الملك كتب له كمن قام ليلة القدر وشفع له في اهل بيته كلهم ممن وجبت له النار واجير من عذاب القبر وروى موقوفا عن ابن عمر ؛

حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص نماز عشاء کے بعد چار رکعت پڑھے جن کے بیچ میں سلام نہ پھیرے۔ پہلی رکعت میں الحمد اور تنزیل سجدہ پڑھے دوسری میں الحمد اور حٰمٓ الدخان۔ تیسری میں الحمد اور یٰسٓ۔ اور چوتھی میں الحمد اور تبارک الملک تو اس کے لئے شب قدر میں قیام کا ثواب لکھا جائے گا۔ اور اس کی شفاعت مقبول ہوگی۔ اس کے ان تمام گھر والوں کے حق میں جن کے لئے دوزخ واجب ہو چکی ہے۔ اور وہ خود عذاب قبر سے چھٹکارا پائے گا۔ یہ حدیث حضرت ابن عمر سے موقوف بھی مروی ہے ؛

ف: - ابو داؤد انہیں چار رکعت کے ثبوت میں حضرت عائشہؓ سے یہ حدیث لائے ہیں۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔ ما صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم العشاء قط فدخل علي الا صلى بعدها اربع ركعات او ستا کہ آنحضرت جب بھی نماز عشاء ادا فرما کر میرے پاس تشریف لاتے تو چار یا چھ رکعت ادا فرماتے ؛

باب ۱۸۱ الركعتين بعد صلوة الظهر!

باب۔ نماز ظہر کے بعد دو رکعت ادا کرنے کا بیان!

۱۸۰ ح **ابو حنيفة** عن الحكم عن مجاهد عن ابن عباس قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي بعد الظهر ركعتين ؛

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد نماز ظہر دو رکعات ادا فرمایا کرتے تھے ؛

ف: - بہت سی احادیث صحیحہ سے ثبوت ہے کہ آنجناب نے ان دو رکعات پر مواظبت فرمائی۔ گویا ان کا شمار سنن موکدہ میں ہوا ؛

باب ۱۸۲ الصلوة في البيوت!

باب گھروں میں نفل نماز پڑھنے کے بیان میں!

۱۸۱ ح **ابو حنيفة** عن نافع عن ابن عمر قال

حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ

Maktaba Tul Ishaat.com

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم صلوا في بيوتكم ولا تجعلوها قبورا ؛

علیہ وسلم نے کہ گھروں میں نمازیں (سنن و نفل) پڑھا کرو۔ اور ان کو قبریں نہ بناؤ ؛

فائدہ آنحضرت نے گھروں میں نفل نماز ادا کرنے کی ترغیب دی ہے۔ بعض روایات میں یوں ہے اجعلوا من صلوتكم ولا تتخذوها قبورا کہ اپنی نماز کا کچھ حصہ گھروں کے لئے بھی رکھو اور ان کو قبرستان نہ بناؤ۔ بہرحال کا یہ ہی مسلک ہے کہ یہ حدیث سنن و نوافل کے بارہ میں ہے۔ نہ فرضوں کے متعلق۔ چنانچہ دوسری حدیث میں اس طرح وارد ہے افضل الصلوة صلوة المرء في بيته الا المكتوبة کہ زیادہ فضیلت کی نماز انسان کی اس کے گھر میں ہے سوائے فرض نماز کے بعض اس کو حدیث اجعلوا من صلوتكم الخ کے پیش نظر فرض نماز کے لئے مانتے ہیں۔ جیسا کہ قاضی عیاض نے لکھا ہے اور وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ گھر میں بعض فرض نماز پڑھنے سے جو لوگ مسجد میں نہیں آتے ہیں۔ مثلاً غلام۔ بیمار عورتیں وہ بھی شریک جماعت ہو سکیں۔ اور ان کو اقتداء کا موقع مل سکے۔ مگر حنفاء مذہب پہلا ہی ہے۔

گھروں میں نماز ادا کرنے سے گھروں کو آنحضرت نے قبرستان سے یوں تشبیہ دی کہ قبرستان میں بھی چونکہ نماز نہیں پڑھی جاتی اس لئے نماز نہ پڑھے جانے میں گھر قبرستان کے مشابہ ٹھہرے اور ان سے ملتے جلتے یہ حکم دوسرے اسرار بھی اپنے اندر رکھتا ہے کہ گھر میں نماز پڑھنے سے ریاکاری دیکھ دے۔ نام نمود سے بہت حد تک انسان کو نجات ملتی ہے اور اللہ تعالیٰ کو وہ ہی عبادت پسند و مرغوب ہے جس میں ریاکاری نہ ہو۔ گھر میں برکت پھیلتی ہے۔ رحمت کے فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ شیطان بھاگتا ہے۔ ناپاک مواد کے اثرات کم ہوتے ہیں۔ چنانچہ مسلم میں حضرت ابی ہریرہ سے یہ حدیث مروی ہے اس میں یہ الفاظ زائد ہیں ان الشيطان ينفر من البيت الذي تقرء فيه سورة البقرة کہ اس گھر سے شیطان بھاگتا ہے جس میں جس میں سورت بقرہ پڑھی جاتی ہے۔ بعض روایات میں آنحضرت کے اس مضمون کے الفاظ یہ ہیں کہ گھر جس میں اللہ کا ذکر کیا جائے اور وہ جس میں ذکر نہ ہو یہ دونوں گھر زندہ اور مردہ انسانوں کی طرح ہیں ؛

باب ۸۳ سنة الركعتين في الكعبة

باب کعبہ میں دو رکعت

ابوحنيفة عن نافع عن ابن عمر قال سألت بلالا اين صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم في الكعبة وكم صلى قال صلى ركعتين بينا بلى العمودين المقابلين للبيان باب الكعبة والبيت اذ ذاك على ستة اعمدة ؛

[illegible]

فائدہ [illegible]

Maktaba Tul Ishaat.com

میں استفسار فرمایا ۔

۱۹۳ ابو حنیفۃ عن حماد عن سعید بن جبیر عن ابن عمر ان رجلا سالہ عن صلوٰۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الکعبۃ یوم دخلھا فقال صلی فی الکعبۃ اربع رکعاتٍ فقال لہ ارنی المکان الذی صلی فیہ فقال فبعث معہ ابنہ ثم ذھب تحت الاسطوانۃ یمینال الجذعۃ ۔

وفی روایۃٍ ان ابن عمر قال صلی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الکعبۃ اربع رکعاتٍ قلت لہ ارنی المکان الذی صلی فیہ فبعث معی ابنہ فارانی الاسطوانۃ الوسطی تحت الجذعۃ ۔

حضرت ابن عمرؓ سے کسی شخص نے پوچھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کعبہ میں داخل ہوئے۔ تو نماز کس جگہ اور کتنی رکعتیں پڑھیں۔ انہوں نے کہا کہ آپ نے کعبہ میں چار رکعات ادا فرمائیں۔ اس شخص نے کہا کہ ذرا مجھے وہ مقام دکھلایئے۔ جہاں آنحضرت نے نماز ادا فرمائی۔ تو حضرت ابن عمر نے اپنے صاحبزادہ کو اس کے ہمراہ کر دیا (کہ وہ جگہ دکھادیں) پھر وہ گئے بیچ کے ستون تک کھجور کے تنے کے مقابل ہیں ۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ ابن عمر نے کہا کہ نماز پڑھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ میں چار رکعات۔ تو میں نے (سعید بن جبیر راوی حدیث سے) انسے کہا کہ ذرا مجھ کو وہ مقام دکھایئے جہاں آنحضرت نے نماز ادا فرمائی۔ تو انہوں نے اپنے فرزند کو میرے ہمراہ کیا۔ اور انہوں نے مجھ کو وہ بیچ والا ستون بتادیا جو تنہ کھجور کے نیچے ہے ۔

ف :۔ یہ غالباً حجۃ الوداع کا واقعہ ہے ۔

بَابُ الْجَنَائِزِ!

باب جنازے کے بیان میں!

۱۹۴ ابو حنیفۃ عن علقمۃ عن ابن بریدۃ عن ابیہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مامن میت یموت لہ ثلثۃ من الولد الا ادخلہ اللہ تعالی الجنۃ فقال عمر آو اثنان فقال صلی اللہ علیہ وسلم آو اثنان ۔

حضرت بریدہ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں مرتا ہے کوئی مرنے والا ایسا کہ جس کے تین (نابالغ) بچے مر گئے ہوں۔ مگر کہ اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل فرماتا ہے حضرت عمر بولے یا دو؟ آنحضرت نے فرمایا (ہاں) یا دو ۔

ف :۔ یہ حدیث مختلف مگر قریب قریب الفاظ سے کتب صحاح میں وارد ہے۔ مسلم و ابن ماجہ میں یوں آیا ہے۔ کہ جس کے مسلمان کے تین بچے نابالغ مرجائیں تو وہ اس کا جنت کے آٹھوں دروازوں پر استقبال کرتے ہیں جنت کے آٹھوں دروازوں میں سے جس میں سے وہ چاہے داخل بہشت ہو۔ بعض میں اس طرح ہے کہ اس کو آتش دوزخ برائے نام ہی چھوئے گی۔ بعض میں یوں ہے کہ وہ بچے اس کے لئے مضبوط و سنگین حصار ہو جائیں گے ۔

۱۹۵ ابو حنیفۃ عن عبد الملک عن رجل من

کسی شامی شخص سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ

Maktaba Tul Ishaat.com

اهل الشام عن النبی صلی الله علیه وسلم قال انك لترى السقط محبنطئا يقال له ادخل الجنة فيقول لا حتى يدخل ابواى ۔

وسلم نے فرمایا کہ تو دیکھے گا حشر میں پیٹ سے گرے ہوئے بچہ کو کسی کی تلاش میں ہوگا کہ اس سے کہا جائے گا جا جنت میں چلا جا تو وہ کہے گا نہیں جاؤں گا جنت میں جب تک میرے ماں باپ جنت میں نہ جائیں ۔

فائدہ:- اس باب میں کثیر تعداد میں احادیث وارد ہیں جن کے الفاظ ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں طبرانی کبیر میں یہی حدیث لائے ہیں اس میں آخر میں یہ ٹکڑا بھی ہے۔ فيقال له ادخل الجنة انت وابواك فيها فيدخلها كرامة لابويه فيقال ادخل الجنة انت وابواك فيها جميعا فيدخلانها فيقال ادخل الجنة انت وابواك وجميع من احببت فيدخلها كرامة لابويه

Maktaba Tul Ishaat.com

کہ اس کا رب ہے۔ جو گناہ کو معاف بھی کرتا ہے اور اس میں اس کی گرفت بھی کرتا ہے۔ تو میں نے اپنے بندہ کا گناہ بخش دیا۔ پھر کچھ مدت ٹھیرتا ہے۔ جبتک اللہ چاہتا ہے اور بار دیگر گناہ کا ارتکاب کرتا ہے اور یہ بھی کہتا ہے کہ اے رب مجھ سے دوسرا گناہ سرزد ہوا۔ اس کی بخشش فرما۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا میرے بندے نے سمجھا کہ اس کا رب ہے جو گناہ کو معاف بھی کرتا ہے اور اس پر پکڑ بھی لیتا ہے بس میں نے اپنے بندہ کا گناہ بخشدیا پھر کچھ مدت ٹھہر کر جب تک اللہ چاہے تیسری بار گناہ کماتا ہے اور وہی الفاظ زبان پر لاتا ہے کہ اے رب میں پھر گناہ کا مرتکب ہوا لہذا میرا گناہ بخشدے اللہ تعالیٰ پھر ارشاد فرماتا ہے کہ کیا اس نے جانا کہ اس کا رب ہے جو گناہ معاف بھی کرتا ہے اور اس پر اس کی گرفت بھی۔ پس میں نے اپنے بندہ کا تیسری بار معاف کیا۔ مگر یہ اسی صورت میں ہے کہ ارتکاب گناہ کے بعد ہی توبہ نصوحہ کرنے کا بھی انسان عادی ہو۔ اور پھر جبتک تقاضائے انسانیت لغزش سرزد ہو جائے اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس فرمان کے ذریعہ نعوذ باللہ من ذلک انسان کے لئے گناہ کرنے کا ایک وسیع اور سہل تر راستہ کھولا گیا ہے کہ گناہ کرتا رہے اور ہر گناہ و قصور پر یہود کی طرح سَیُغْفَرُ لَنَا کا نعرہ لگاتا رہے۔ یہ گناہ کی معافی کی خواستگاری نہیں۔ بلکہ نعوذ باللہ اللہ کے ساتھ مسخری ہے۔ اور اس کی شان میں گستاخی +

۱۸۸ ح ۵ **ابو حنیفة** عن منصور عن سالم بن ابی الجعد عن عُبَید بن نِسطاس عن ابن مسعود انه قال من السنة ان تحمل بجوانب السّریر فما زاد علیٰ ذلك فهو نافلة +

حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ مسنون طریقہ یہ ہے کہ نوجنازہ کے چاروں بایوں کو اٹھادے ایک مرتبہ اب اس پر جو زیادتی ہو وہ نفل ہے (گویا زیادہ بھلائی ہے اور زیادہ موجب اجر و ثواب) +

ف: یہ حدیث جنازہ کے اٹھانے کے مسئلہ کو حل کرتی ہے۔ اور ایک اختلافی مسئلہ میں ایک فریق کے لئے حجت قوی ہے۔ امام شافعی اس کے قائل ہیں کہ جنازہ کو آگے پیچھے یعنی سیروں کی جانب سے اٹھایا جائے۔ اگلا آدمی اپنی گدی پر رکھے اور پچھلا اپنے سینہ پر۔ امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ جنازہ چارپائی کے پایوں سے اٹھایا جائے۔ امام شافعی کے مذہب پر بہت احادیث موقوفہ سے دلیل لائی جاتی ہے۔ جن میں اصل اصول حدیث حضرت سعد بن معاذ کے بارہ میں ہے جس کو ابن سعد طبقات میں نقل کرتے ہیں کہ آپ کے جنازہ کو اسی طرح اٹھایا گیا تھا۔ امام ابو حنیفہ رح کے مذہب کی دلیل ایک تو یہ حدیث ذیل ہی ہے۔ جو اس امر کو روز روشن کی طرح واضح کرتی ہے۔ کہ ہر چہار رخ سے جنازہ کا اٹھانا مسنون ہے صحابی کا مِنَ السُّنَّة کا لفظ استعمال کرنا حدیث کے مرفوع ہونے کا بین ثبوت ہے۔ پھر دوسری صحیح روایات بھی اس خیال کی تائید و تقویت کرتی ہیں۔ مثلاً ابن ابی شیبہ اور عبدالرزاق اپنی اپنی مصنفات میں علی الازدی سے روایت نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے ابن عمر کو اسی طرح جنازہ اٹھاتے ہوئے دیکھا۔ عبدالرزاق حضرت ابن ہریرہ سے روایت لاتے ہیں کہ جس نے جنازہ کو ہر چہار رخ سے اٹھایا تو اس نے پوری ذمہ داری جو اس پر تھی وہ ادا کی۔ اس سے صاف پتہ چلا کہ سنت محض یہی طریقہ ہے نہ کوئی اور۔

اب مذہب شافعیہ پر جس قدر احادیث موقوفہ ہیں وہ محتمل ہیں اور قابل تاویل اور مختلف عذرات پر مبنی ہیں مثلاً حضرت سعد کے بارہ میں جو روایت ہے اور جو اس مذہب کا خلاصہ حجت ہے وہ ایک خاص واقعہ پر مبنی ہے جو ایک خاص عذر پر مبنی تھا۔ کہ ستر ہزار فرشتوں کے ان کے جنازہ میں شرکت کے لئے آنے

Maktaba Tul Ishaat.com

سخت اژدحام ہوگیا تھا۔ کہ چلنا تک دشوار ہوگیا تھا۔ جنازہ کو کندھا دینا تو درکنار۔ قولاً مجازاً بھی یہ ہی کہا جاتا تھا کہ جہاں جس کو موقع مل سکا جنازہ اٹھا کر داخل حیات ہوا۔ یہاں تک آیا ہے کہ خود آنحضرت بسبب اژدحام کے اپنے پاؤں کے بجوں پر چل رہے تھے۔ بعض وقت راستہ کی تنگی ہوتی ہے۔ تو جنازہ اٹھانے کی یہ ہی شکل اختیار کرنی پڑتی ہے۔ اور اسی طرح کبھی اٹھانے والوں کی کمی کے باعث بھی یہ ہی صورت بنتی جاتی ہے۔ کہ مثلاً دو ہی اٹھانے والے ہیں تو وہ لامحالہ اسی شکل سے اٹھائیں گے اور جادہ کار ہی کیا ہے۔ مگر یہ تو نہیں کہ جو صورت ان مجبوریوں کی بنا پر جائز ہو۔ وہ مستقل مسئلہ بن جائے۔ اور ایک مستقل سنت کی جگہ لے۔ پھر قیاس کی رو سے بھی مذہب حنفیہ قابل ترجیح ہے۔ کیونکہ اس شکل میں میت کا احترام زائد ہے۔ تیز گامی کی سنت بھی بہ دقت ادا ہو سکتی ہے۔ ورنہ اس کے خلاف صورت میں تیز چلنا تو کبھی بعض وقت اٹھانا اور چلنا ہی دشوار ہو جائے گا۔ اگر اتفاق سے میت ہوئی بھاری جسم کی اور اٹھانے والے ٹھہرے کمزور جسم کے۔ اور شاذ کی رو سے تو آفت آگئی۔ ایک سخت دقت کا سامنا ہوا۔ کہ پھر قبرستان بھی اگر دور ہو تو پھر تو آفت پر آفت ہے۔

پھر جنازہ اٹھانے میں مسنون طریقہ یہ ہے کہ ہر پایہ کو اٹھا کر کم از کم دس قدم چلے۔ کیونکہ ابن ماجہ نے مرفوع حدیث لائے ہیں جس کا مضمون یہ ہے کہ جس نے چاروں طرف سے جنازہ کو اٹھایا۔ اس کے چالیس گناہ معاف ہوئے۔ تو گویا ہر پایہ جب انسان دس قدم چلا تو ہر قدم پر ایک گناہ معاف ہوا اور ہر پایہ پر دس گناہ یوں چالیس قدم پر چالیس گناہ معاف ہوئے۔

ابوحنیفۃ عن علی بن الاقمر عن ابی عطیۃ بن الوداعی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرج فی جنازۃ فرای امرأۃ فامرہا فطردت فاذا ہی تبکر حتی لم یرہا۔

حضرت ابی عطیہ بن الوداعی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ جنازہ کے ساتھ گئے آپ کو ایک عورت اس جنازہ کے ہمراہ دکھائی دی۔ آپ نے حکم صادر فرمایا تو وہ نکالی گئی تکیہ کرتی تھی یہاں تک کہ آپ نظر سے اوجھل ہو گئی۔

فائدہ سنن بیہقی میں ابن عمر سے مرفوع روایت ہے کہ جنازہ کے پیچھے چلنا کوئی اجر نہیں ہے۔ طبرانی میں عباس سے مرفوع حدیث ہے کہ عورتوں کے

ابوحنیفۃ عن حماد عن ابراہیم عن غیر واحد ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جمع اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فسالہم عن التکبیر قال لہم انظروا الجنازۃ کبر علیہا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فعلوہ قال فکبروا اربعا حتی قبض قال حماد

[illegible] اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] تکبیر [illegible] کتنی ہیں [illegible] علم [illegible] جنازہ [illegible] نماز [illegible] چار [illegible]

Maktaba Tul Ishaat.com

کبروا اربعا ۔ تکبیریں کہے جانے کا حکم صادر فرمایا ۔

شرح:- ائمہ اربعہ اس پر متفق الرائے ہیں اور متحد الخیال کہ نماز جنازہ میں چار تکبیریں ہیں کیونکہ اکثر صحابہ کا اسی پر عمل ہے۔ حاکم نے مستدرک میں اور ابو نعیم نے حلیہ میں ابن عباس سے حدیث بیان کی ہے۔ کہ فرشتوں نے جب آدم علیہ السلام پر نماز پڑھی تو چار تکبیریں کہیں اور کہا کہ اے بنی آدم تمہارے لئے سنت یہی ہے ۔

ابو حنیفۃ عن شیبان عن ابی اسحٰق عن ابی سلمۃ عن ابی ھریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول اذا صلی علی المیت اللھم اغفر لحیّنا و میتنا وشاھدنا وغائبنا وصغیرنا و کبیرنا وذکرنا وانثانا ۔

حضرت ابی ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنازہ کی نماز پڑھتے تو کہتے اللھم اغفر لحینا ومیتنا وشاھدنا وغائبنا وصغیرنا وکبیرنا وذکرنا وانثانا (یعنی اے اللہ مغفرت فرما ہمارے زندوں کی اور مردوں کی اور ہمارے حاضرین کی اور غائبین کی ہمارے چھوٹوں کی اور بڑوں کی ہمارے مردوں کی اور عورتوں کی) ۔

شرح:- دوسری روایات میں یہ الفاظ بھی زائد ہیں اللھم من احییتہ منا فاحیہ علی الاسلام ومن توفیتہ منا فتوفہ علی الایمان اور بعض میں اس کے بھی زائد الفاظ ہیں ۔

ابو حنیفۃ عن عاصم بن بہدلۃ عن زر بن حبیش قال لحد للنبی صلی اللہ علیہ وسلم واخذ من قبل القبلۃ ونصب علیہ اللبن نصبا ۔

حضرت زر بن حبیش کہتے ہیں کہ لحد تیار کی گئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اور آپ اتارے گئے قبلہ کی جانب سے اور کچی اینٹیں آپ پر نصب کی گئیں ۔

شرح:- مسئلہ ذیل کے مانحت دو امور قابل بیان ہیں جن میں ائمہ کا اختلاف رائے ہے۔ ایک لحد و شق کا مسئلہ کہ کس قبر میت کے لئے زیادہ افضل ہے یا شق (مندوقی قبر) امام صاحب پہلے خیال کے ہیں اور امام شافعی دوسرے کے۔ دوسرا مسئلہ میت کو قبر میں اتارنے کا ہے کہ قبلہ کی جانب سے میت کو قبر میں اتارنا سنت ہے یا سر کی طرف سے۔ امام صاحب پہلی صورت کو مسنون کہتے ہیں کہ اگر کوئی عذر نہ ہو یہی سنت ہے۔ اور امام شافعی دوسری صورت کو ۔

مسئلہ لحد و شق میں مذہب حنفیہ کی پہلی دلیل ابن عباس کی مرفوع حدیث ہے جو ترمذی میں بالفاظ الحد لنا والشق لغیرنا کہ لحد ہمارے لئے ہے ہم اس کو اختیار کرتے ہیں اور پسند کرتے ہیں اور شق ہمارے غیر کے لئے کیونکہ یہود میں اس شکل کی قبر کا رواج تھا۔ دوسری دلیل یہ کہ خود آنحضرت کے لئے لحد تیار کی گئی۔ اس سے بڑھکر افضلیت کا کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔ گو صحابہ نے ہر دو قسم کی قبر کھودنے والوں کو بلایا۔ اور معاملہ قدرت پر چھوڑا کہ جو پہلے آجائے وہ اپنا کام کرے۔ مگر قدرت کی طرف سے آنجناب کے لئے لحد کا انتخاب ہوا۔ اور لحد کھودنے والے صاحب پہلے آپہنچے اس لئے آپ کے لئے لحد تیار ہوئی ۔

تیسری دلیل یہ کہ مسلم ہے کہ حضرت سعد بن وقاص نے اپنے لئے وصیت فرمائی۔ کہ میرے لئے لحد تیار کریں۔ ایسے جلیل القدر صحابی جب اپنے لئے لحد پسند فرمائیں تو اس کی افضلیت کی قطعی دلیل ہے اور پختہ تحقیق ۔

Maktaba Tul Ishaat.com

بَابُ السُّؤَالِ فِي الْقَبْرِ

باب قبر کے سوال و جواب کے بیان میں

ابوحنيفة عن علقمة عن أبي

Maktaba Tul Ishaat.com

ابن عبادة نا قال نا رسول الله صلى
الله عليه وسلم اذا وضع المؤمن في قبره
واتاه الملك فاجلسه فقال من ربك فقال
الله فقال ومن نبيك قال محمد قال
وما دينك قال الاسلام.

قال فيفسح له في قبره ويرى مقعده
من الجنة.

فاذا كان كافرا اجلسه الملك فقال
من ربك فقال هاه لا ادري كالمضل
شيئا فيقول من نبيك فيقول هاه لا
ادري كالمضل شيئا فيقال ما دينك
فيقول هاه لا ادري كالمضل
شيئا.

فيضيق عليه قبره ويرى
مقعده من النار فيضربه ضربة
يسمعها كل شئ الا الثقلين الجن
والانس.

ثم قرأ رسول الله صلى الله عليه وسلم
يثبت الله الذين امنوا بالقول الثابت
في الحيوة الدنيا والاخرة ويضل الله
الظالمين ويفعل الله ما يشآء ؛

صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس وقت مومن اپنی قبر میں رکھا جاتا
ہے تو اس کے پاس فرشتہ آتا ہے اور اس کو بٹھاتا ہے
پھر اس سے کہتا ہے تیرا رب کون ہے وہ کہتا ہے اللہ
فرشتہ پوچھتا ہے تیرا نبی کون ہے۔ مومن کہتا ہے۔ محمد
پھر سوال کرتا ہے کہ تیرا دین کیا ہے مومن کہتا ہے اسلام
آپ نے فرمایا کہ پھر اس کی قبر فراخ اور کشادہ کر دی جاتی ہے
اور اس کو اس کی جنت کی جگہ دکھا دی جاتی ہے۔ اور جب
مردہ کافر ہوتا ہے تو فرشتہ اس کو بٹھاتا ہے اور اس سے کہتا
ہے۔ کہ تیرا رب کون ہے وہ کہتا ہے ایسے بھولے ہوئے
آدمی کی طرح ہائے ہائے میں نہیں جانتا۔ پھر فرشتہ پوچھتا
ہے تیرا نبی کون ہے وہ کہتا ہے ہکا بکا ہو کر ہائے میں
نہیں جانتا۔ پھر تیسری بار فرشتہ اس سے سوال کرتا
ہے۔ تیرا دین کیا ہے اور وہ کافر اسی عالم حیرانی میں کہتا
ہے ہائے ہائے میں نہیں جانتا۔ اس کے بعد اس کی قبر
تنگ کر دی جاتی ہے اور دوزخ میں اس کا مقام اس کو
دکھا دیا جاتا ہے اور فرشتہ اس پر ایک ایسی ضرب لگاتا
ہے کہ جس کی آواز سوائے جن و انس کے ہر شے سنتی
ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پاک
پڑھی۔ یثبت الله الذين امنوا بالقول الثابت في
الحيوة الدنيا وفي الاخرة ويضل الله الظالمين ويفعل الله ما يشآء ؛

ف: قبر کے سوال و جواب کے سلسلہ میں احادیث مختلف عبارات سے وارد ہیں اور بعض زیادہ تفصیلی بیان پر مشتمل ہیں ؛

ابو حنيفة عن اسماعيل عن ابي
صالح عن ام هانی عن النبي صلى الله عليه
وسلم في القبر ثلث سؤال عن الله تبارك
وتعالى ودرجات في الجنان وقراءة
القرآن عند رأسك ؛

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے نبی صلی اللہ
علیہ وسلم سے کہ قبر میں تین چیزیں (پیش آنے والی) ہیں
(ایک) اللہ تبارک و تعالیٰ کے بارہ میں سوال (دوسرے)
درجات (یا مقامات) جنت (کا مومن کے لئے)
کیا جانا۔ (تیسرے) پڑھنا قرآن کا سر کے نزدیک ؛

ف: یہ گویا قبر کی ابتدائی زندگی کا مختصر حال ہے اور اجمالی خاکہ جس کی تفصیل یا ترجمانی دوسری مفصل احا

Maktaba Tul Ishaat.com

ابو حنيفة عن علقمة عن ابن بريدة عن ابيه قال خرجنا مع النبي صلى الله عليه وسلم في جنازة فلما قام من قبر امه فجاء وهو يبكي اشد البكاء حتى كادت نفسه ان يخرج من بين جنبيه قال قلنا يا رسول الله ما يبكيك قال استأذنت ربي في زيارة قبر امي فاذن لي واستأذنته في الشفاعة فابى علي

وفي رواية قال استأذن النبي صلى الله عليه وسلم ربه في زيارة قبر امه فاذن له فانطلق وانطلق معه المسلمون حتى انتهوا الى قريب من القبر فمكث المسلمون وعصى النبي صلى الله عليه وسلم فمكث طويلا ثم اشتد بكاؤه حتى ظننا انه لا يسكن فاقبل وهو يبكي فقال له عمر ما ابكاك يا نبي الله بابي انت وامي۔

قال استأذنت ربي في زيارة قبر امي فاذن لي واستأذنته في الشفاعة فابى فبكيت رحمة لها ويبكي المسلمون رحمة لنبي صلى الله عليه وسلم ؛

حضرت بریدہ کہتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک جنازہ کے ساتھ نکلے ... آپ اپنی والدہ کی قبر کے ... آپ نے ... کرنا شروع کیا کہ معلوم ہوتا تھا کہ ... جسم اطہر سے ... ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ اس قدر کیوں روتے ہیں آپ نے فرمایا میں نے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی اجازت طلب ... اجازت ملی ... میں نے شفاعت کی ... کی تو منظور نہ ہوئی ؛

کتاب ... میں ہے کہ ... نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پروردگار سے اپنی والدہ کی زیارت کی ... آپ کو اجازت ملی تو آپ رونے لگے ... آپ کے ساتھ ... یہاں تک کہ قریب ... آپ رونا شروع ہو گئے ... کیا ... ہوئے ... کس چیز نے ... فرمایا ... اور ... ؛

فائدہ: یہاں تک ... مختلف الخیال ... نقل کیں دوسری ... میں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ ... کیونکہ ایسا ... للنبی ... آیت ...

Maktaba Tul Ishaat.com

عن اصحاب الجحیم۔ متاخرین اس امر میں نہایت مختلف ہیں اور وہ اس مسلک پر ہیں کہ آنجنابؐ کے والدین مسلمان ہیں۔ ان کا مسلک درحقیقت تفصیلی پہلو سے تین نقطہائے خیال پر تقسیم ہوتا ہے ایک یہ کہ اللہ تعالےٰ نے ان کو زندہ فرما کر ان کو ایمان نصیب فرمایا۔ اس بارہ میں ان کے پاس احادیث موجود ہیں جن کو انہوں نے صحیح یا حسن ثابت کیا ہے۔ اور جن تک ممکن ہے متقدمین کی رسائی نہ ہوئی ہو۔ واللہ یختص برحمتہ من یشاء۔ دوسرا یہ کہ آنجنابؐ کے والدین نے زمان فترت پایا۔ یعنی قبل بعثت کا زمانہ اور اللہ تعالیٰ موحد غیر سرکش کو عذاب نہیں دیتا جیسا کہ فرمایا وان الفاجر علی من کذب وتولی۔ تیسرا یہ کہ وہ قدیم ملت ابراہیمی پر تھے جس کے باعث مستحق عذاب نہیں۔ بہرحال یہ مقام نہایت ادب و احتیاط کا ہے کھلم کھلا کفر کی نسبت ان کی طرف کرنی شان ایمانی کے سراسر خلاف ہے۔ اور کسی طرح زیبا نہیں۔ اگر اس باب میں انسان کو کچھ ادا بھی ملیں اور جہاں ادھر جھکے تو پھر بھی سکوت ہی قرین مصلحت ہے اور موافق ادب کیونکہ چھوٹا منہ بڑی بات۔ مسلمان کو کہاں زیبا ہے کہ سرور کائنات و سرکار دو عالم کے ماں باپ کو جن کی پوری نوع انسانی ممنون ہے اور مرہون احسان کفر کا مصداق ٹھہرائے۔ پھر یہ ان مسائل میں سے نہیں کہ جن پر ہر مسلمان کو کچھ نہ کچھ فیصلہ کرنا ہی ہو کہ بغیر اس فیصلہ کے اس کا ایمان ناقص رہے۔ لہٰذا کیا ضرور ہے کہ ایک غیر ضروری مسئلہ میں پڑ کر اپنی زبان گندی کرے۔ دل میں شکوک لائے اور ایمان کو کھو بیٹھے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال والیہ المرجع والمآل۔

۸۶ باب زیارۃ القبور والسلام علی اھلھا

باب۔ قبرستان میں جانے اور مُردوں پر سلام کہنے کے بیان میں

۱۹۶ ابو حنیفہ عن علقمۃ بن مرثد حماد انبانا حدثناہ عن عبداللہ بن بریدۃ عن ابیہ عن النبی صلعم انہ قال کنت نہیتکم عن القبور ان تزوروھا فزوروھا ولا تقولوا ھجرا۔

حضرت بریدہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے پہلے تم کو منع کیا تھا کہ تم قبروں کی زیارت کرو۔ سو اب زیارت کرو قبروں کی۔ لیکن بری بات زبان سے نہ کہو۔

ش: ابوداؤد کی روایت میں اس کے ساتھ یہ الفاظ زائد ہیں فان فی زیارتھا تذکرۃ کہ البتہ قبروں کی زیارت میں نصیحت ہے ترمذی میں یوں ہے فقد اذن لمحمد فی زیارۃ قبر امہ فزوروھا فانھا تذکر الاخرۃ کہ محمد کو اپنی والدہ کی قبر کی اجازت ملی تو تم بھی قبروں پر جاؤ۔ کیونکہ وہ آخرت کو یاد دلاتی ہیں۔

یہاں یہ امر قابل وضاحت ہے کہ قبروں پر جانا شرعاً کیسا ہے تو واضح رہے کہ قبروں پر جانا بالاجماع مستحب ہے کیونکہ اس میں بیشمار فوائد و منافع ہیں۔ دل میں رقت و نرمی پیدا ہوتی ہے۔ آخرت کا خیال بندھتا ہے انسان کو خود اپنی موت یاد آتی ہے۔ دنیا کی فنا و ناپائیداری کا خیال دل میں سماتا ہے غرض دل پر بہت اچھے اثرات طاری ہوتے ہیں۔ حوتقوی و بزرگی کے لئے اکسیر اعظم کا کام دیتے ہیں۔ اس میں مشغلہ یہ ہے کہ مردوں کے حق میں دعائے خیر کرے۔ اور ان کے گناہوں کی معافی کا خواستگار ہو۔ رہا یہ مسئلہ کہ سوائے انبیاء علیہم السلام کے اور دوں کی ارواح مدد کر سکتی ہیں یا نہیں تو اکثر علمائے فقہ نے تو اس سے روکا ہے اور مشائخ صوفیہ اور بعض فقہاء نے

Maktaba Tul Ishaat.com

کی اجازت دی ہے۔ بلکہ اہل کشف وکمال کے تو اس پر فیصلے ہیں۔ شافعی رح نے تو فرمایا کہ حضرت کاظم رح کی قبر اجابت دعا کے لئے تریاق مجرب ہے۔ اب اس کے بعد رہ جاتا ہے مسئلہ عورتوں کے قبروں پر جانے کا۔ تو بعض نے ان کو اس سے روکا ہے اس حدیث کے پیش نظر جو ابی ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں پر جانے والیوں پر لعنت کی ہے۔ ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے بعض نے اجازت دی ہے اس خیال سے کہ ممانعت کا آنحضرت کا یہ امتناعی حکم ہو وقت کا ہے جبکہ مردوں اور عورتوں سب کو زیارت قبور سے روک دیا گیا تھا۔ لیکن جب آنحضرت نے زیارت مرخص فرمائی جیسا کہ حدیث ذیل میں ہے تو اس عام اجازت میں عورتیں بھی شامل ہوئیں۔ اور بعض نے جو عورتوں کو قبروں پر جانے سے روکا ہے وہ محض اس بنا پر کہ وہ ضبط وتحمل پر قدرت نہیں رکھتیں اور قبروں پر جاکر جزع فزع کرنے لگتی ہیں اور یہ ناجائز ہے۔ اگر وہ اس سے بچ سکیں تو پھر کوئی مضائقہ نہیں یہ اجازت عام ان کے لئے بھی ہے۔ چنانچہ علمائے حنفیہ نے زیارت قبور کو ان کے لئے جائز بتایا ہے جیسا کہ عالمگیری میں ہے ۔

ابوحنیفة عن علقمة عن ابن بريدة عن ابيه قال كان النبي صلى الله عليه وسلم اذا خرج الى المقابر قال السلام على اهل الديار من المسلمين وانا ان شاء الله بكم لاحقون نسأل الله لنا ولكم العافية ۔

حضرت بریدہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب قبرستان میں تشریف لے جاتے تھے فرماتے یہ الفاظ دعا کے زبان مبارک پر ہوتے السلام علی اہل الدیار من المسلمین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون نسأل اللہ لنا ولکم العافیۃ ۔

ف: یہ حدیث صحیحین میں بھی ہے مگر الفاظ دوسرے ہیں ۔

كتاب الزكوة

باب الركاز

کتاب زکوٰۃ کے بیان میں

رکاز کا بیان

ابوحنيفة عن عطاء عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الركاز ما ركزه الله تعالى في المعادن الذي ينبت في الارض ۔

ف: یہ حدیث ما نحن فیہ

Maktaba Tul Ishaat.com

کرتا ہے۔ اور جس کی تخلیق زمین میں ہوتی ہے۔ یہ حدیث دراصل امام شافعی و امام مالک اور امام ابو حنیفہ کے درمیان اختلاف کی بنیاد ہے۔ اختلاف پر روشنی ڈالتے ہے۔ اختلاف کی نوعیت یہ ہے کہ ہر دو ائمہ کا قول ہیں زکوٰۃ مانتے ہیں رکاز کو ایام جاہلیت کے دفینوں کے ساتھ مخصوص کرتے ہیں اور ان میں وہ خمس مانتے ہیں۔ امام صاحب کے نزدیک رکاز کان اور دفینہ ہر دو کو شامل ہے چنانچہ وہ ہر دو میں خمس کے قائل ہیں۔ امام شافعی و مالک کے مذہب کی حجت قوی ہلال بن الحارث المزنی والی حدیث ہے جس کو مالک موطا میں لائے ہیں۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ کے نامیہ میں معادن قبیلہ کو ہلال بن حارث المزنی کی جاگیر میں دیدیا تھا پس ان معادن سے کچھ نہیں لیا جاتا ہے آج تک مگر زکوٰۃ

امام صاحب کے مذہب کی حقیقت پر قرآن شاہد ہے۔ سنت رسول حجت ہے اور قیاس اس کا مؤید مگر قبل اس کے کہ ان امور پر بحث ہو۔ لفظ رکاز کی لغوی تحقیق سن لیجئے۔ کہ اختلاف کی جڑ یہیں سے کٹ جائے۔ در حقیقت زمین سے نکالا جانے والا مال تین نام دل سے موسوم ہے۔ کنز۔ معدن۔ رکاز۔ کنز وہ خزانہ ہے جس کو انسان زمین کے نیچے گاڑے۔ معدن وہ جس کی تخلیق زمین کی تخلیق کے ساتھ ہوئی ہو۔ رکاز ان ہر دو کو شامل ہے۔ اور امام صاحب کا قرآن اس طرح مذہب حنفیہ کی حقیقت پر شاہد ہے کہ فرمایا واعلموا انما غنمتم من شئ فان للہ خمسہ کہ جانو تم یہ کہ جو کچھ لوٹ لو کسی چیز سے پس تحقیق واسطے اللہ کے ہے پانچواں حصہ اس کا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ دفینہ اور اس کا محل زمین ہر دو پر لفظ غنیمت صادق آتا ہے کیونکہ پہلے وہ کفار کے قبضہ میں تھے۔ پھر مسلمانوں نے ان کو چھینا۔ لوٹا۔ اور قبضہ میں کیا۔ جب یہ غنیمت میں شمار ہوئے تو ان کے حکم خمس کے نیچے بھی آئے۔ اور ان میں خمس واجب ہوا۔ سنت کی حجیت اس طرح کہ صحاح ستہ میں حدیث وارد ہے العجماء جبار والبیر جبار والمعدن جبار وفی الرکاز الخمس۔ کہ جانوروں میں بدلہ نہیں۔ کنوئیں میں بدلہ نہیں۔ کان میں بدلہ نہیں اور رکاز میں خمس ہے۔ لہذا بنا بر تحقیق لغوی رکاز کے ماتحت معدن بھی آتی ہے۔ اور دفینہ بھی اور ہر دو میں خمس ثابت ہوتا ہے اب یہاں بقول شافعیہ رکاز کو صرف دفینہ کے لئے لینا کوئی وجہ نہیں رکھتا خصوصاً جبکہ خود آنحضرت صلعم کی زبانی اس کی تائید ملتی ہو کہ امام محمد نے اپنی موطا میں اور بیہقی نے نقل کیا ہے کہ آپ نے جب فرمایا کہ رکاز میں خمس ہے تو آپ سے پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ رکاز کیا چیز ہے آپ نے فرمایا وہ مال جس کو اللہ تعالیٰ نے زمین میں ان معادن میں پیدا فرمایا جبکہ آسمان و زمین کو پیدا فرمایا۔ اب شافعیہ کے استدلال کا جواب سنئے کہ حدیث ہلال بن الحارث المزنی اول تو منقطع ہے جیسا کہ ابو عبید نے کتاب الاموال میں اس کی تصریح کی ہے پھر اس میں اس کا اظہار کب ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم دیا تھا۔ کہ معادن سے زکوٰۃ لی جائے۔ بلکہ قرین قیاس ہے کہ یہ اہل ولایت کا اجتہاد ہے۔ کیونکہ اس باب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی روایت نہیں۔

رہی مذہب حنفیہ کی بروئے قیاس تائید تو وہ بدیں صورت کہ معدن کو پوری پوری غنیمت کی حیثیت حاصل ہے۔ جیسا کہ ہم نے ابھی بیان کیا کہ پہلے یہ معدن کی زمین کفار کے قبضہ میں تھی۔ پھر مسلمانوں نے اس کو بقوت و طاقت اپنے قبضہ میں کیا تو غنیمت ہوئی اور غنیمت میں چونکہ بلا شک و شبہ خمس ہے تو اس میں خمس کیوں نہ

ہو؟

Maktaba Tul Ishaat.com

باب ۸۸ کل معروف صدقۃ

بھلائی کا ہر کام صدقہ ہے!

ابوحنیفہ عن عطاء عن جابرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل معروف فعلتہ الی غنی وفقیر صدقۃ ؛

حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر وہ بھلائی جو تم کسی مالدار یا فقیر کے ساتھ کرو وہ صدقہ ہے ؛

ف: یہ حدیث بعینہٖ الفاظ یا اس کے قریب قریب الفاظ سے مختلف کتب صحاح میں وارد ہے ... میں ابن مسعودؓ سے روایت ہے اس میں بجائے فعلتہ کے صنعتہ کا لفظ ہے ... کرتے ہیں۔ اس میں اس قسم کا مضمون بھی زائد ہے کہ مسلمان جو خود اپنے نفس پر صرف کرے یا اپنے اہل و عیال پر اس سے اپنی عزت بچائے تو وہ صدقہ میں لکھ لیا جاتا ہے ؛

باب ۸۹ کون الصدقۃ ھدیۃ للغیر!

فقیر صدقہ کا مال دوسرے کو ہدیہ کے طور پر دے سکتا ہے!

ابوحنیفۃ عن حماد عن ابراھیم عن الاسود عن عائشۃ قالت، تصدق علیٰ بریرۃ بلحم فراٰہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ھو لھا صدقۃ ولنا ھدیۃ ؛

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے ... کو ... لطور صدقہ دیا گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گوشت کو دیکھا اور فرمایا کہ یہ گوشت اس کے لئے صدقہ ہے اور ہمارے لئے ہدیہ ؛

ف: آنحضرتؐ کا مقصد کلام یہ ہے کہ مختلف جہات سے چیز کے بدل جانے سے حکم بدل جاتا ہے ... موقع زیر بیان میں بریرہ کی ملک بننے میں آجانے سے گوشت کا حکم بدل گیا ... سے کسی غنی کی ضیافت کرے۔ تو غنی کے لئے صدقہ کی چیز کھانا جائز ہے اور جائز نہیں ہے ہاں غنی یا اپنی ہاشم کو براہ راست مال صدقہ کو تصرف میں لانا اس کو اپنے کام ... آنحضرتؐ نے اپنے عمل اور الفاظ دونوں سے اس مسئلہ کی وضاحت فرمائی ...

کتاب الصوم!

باب ۹۰ فضیلۃ الصوم!

کتاب ... روزے کی فضیلت ...

ابوحنیفۃ عن عطاء عن ابی صالح ذالزیات عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اللہ تعالیٰ کل عمل ابن آدم لہ الا الصیام فھو لی وانا اجزی بہ ؛

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ... ہر نیک عمل انسان کا اس کے لئے ہے ... روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا ؛

Maktaba Tul Ishaat.com

شرح: یہ حدیث روزہ کی فضیلت و برتری کو انسان کے دیگر اعمال پر نہایت پرزور الفاظ میں ثابت کرتی ہے مقصد کلام یہ ہے کہ انسان کے دیگر اعمال میں ریاکاری۔ دکھاوے۔ نام نمود۔ ظاہرداری کو دخل ہو سکتا ہے۔ اور غرور کے امکانات ہیں۔ اور اسی کے باعث انسان کے بہت سے اعمال اللہ کی نظر سے گر جاتے ہیں۔ بلکہ بالکل سوخت ہو جاتے ہیں۔ مگر روزہ میں یہ سب کچھ نہیں۔ یہ محض خدا کے لئے رکھا جاتا ہے اس میں ریاکاری کو کیا دخل۔ اور کیا گنجائش۔ چنانچہ بیہقی شعب الایمان میں ابی ہریرہ سے مرفوع روایت لاتے ہیں کہ الصیام لی وانا اجزی به قال الله تعالیٰ هو لی وانا اجزی به یدع طعامه وشرابه من اجلی۔ کہ روزہ میں ریاکاری نہیں۔ وہ خالص میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔ روزہ دار میری خاطر اپنا کھانا اور پینا چھوڑتا ہے۔ اسی بنا پر روزہ کی نسبت اپنی طرف کی۔ پھر اس طرف بھی اشارہ فرمایا کہ ہر عمل انسانی کا بدلہ اس کی مشقت کے اعتبار سے ہے جو دس گنا سے بڑھتا ہوا سات سو گنا تک پہنچتا ہے۔ مگر روزہ کے اجر کی کوئی مقدار متعین نہیں۔ خدا تعالیٰ اپنی عنایات خسروانہ سے جو چاہے اور جس قدر چاہے عنایت فرما دے ۔

۲۰۲ ح ۲۲

ابوحنیفة عن اسماعیل عن ابی صالح عن ام هانئ قالت قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ما من مؤمن جاع یومًا فاجتنب المحارم ولم یأکل مال المسلمین باطلا الا اطعمه الله تعالیٰ من ثمار الجنة ۔

حضرت ام ہانی رض سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو بھی مومن بھوکا رہے دن بھر اور حرام کاموں سے بچتا رہے (مثلاً غیبت وغیرہ سے) اور نہ کھائے ناجائز طریقہ سے مسلمانوں کا مال۔ تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے پھل کھلائے گا ۔

شرح: حدیث ذیل میں اگر بھوکا رہنے سے مراد عام بھوکا رہنا ہے۔ خواہ روزہ کی شکل میں ہو یا ویسے کسی مجبوری سے تو روزہ سے اس کا تعلق اس طرح ہے کہ گویا یہ روزہ کی فضیلت ظاہر کرتی ہے اور مومن کی عبادت و پاسداری کو جو اللہ تعالیٰ کو منظور ہے۔ کہ سبب بغیر روزہ کے مومن کا بھوکا رہنا اس قدر خدا تعالیٰ پر شاق ہے۔ کہ اس کے بھوکے رہنے کا اجر جنت کے پھلوں سے فرماتا ہے اور دنیا کی بھوک کو جنت کے پھلوں کی سیری سے بدلتا ہے تو روزہ کی بھوک جو مجسم عبادت ہے اور افضل ترین عبادت اس کا بدل کیا کچھ دیتا ہوگا ۔

۲۰۳ ح ۲۳

ابوحنیفة عن ابراهیم عن ابیه عن حمید بن عبد الرحمن الحمیری عن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال لرجل من اصحابه یوم عاشوراء مُرْ قومك فلیصوموا هذا الیوم قال انهم طعموا قال وان کانوا قد طعموا ۔

حمید بن عبد الرحمن الحمیری سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشورہ کے دن اپنے اصحاب میں سے ایک صاحب سے فرمایا کہ اپنی قوم کو حکم دو کہ وہ آج روزہ رکھیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ وہ لوگ کھانا کھا چکے ہیں ہوں گے۔ آپ نے فرمایا اگرچہ وہ کھانا کھا چکے ہوں (یعنی ملحوظ ہے دن۔ باقی حصہ دن میں کچھ نہ کھائیں) ۔

شرح: آنحضرت ص نے اس دن کی اہمیت و احترام کو نہایت پرزور الفاظ میں ظاہر فرمایا۔ کہ جس نے کھانا کھا لیا ہے وہ بقیہ دن میں احتراماً کچھ نہ کھائے۔ اور جس نے نہیں کھایا ہے وہ شام تک اپنا روزہ پورا کرے۔

Maktaba Tul Ishaat.com

رمضان کی فرضیت سے پہلے پہلے کا قصہ ہے کہ جب تک اس کا روزہ لازم تھا یہاں تک کہ صحابہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد عید ہوا ہے بچے روزہ رکھتے۔ غرض اس دن کے روزہ کی اہمیت میں بہت احادیث وارد ہیں جب رمضان کے روزے فرض ہوئے تو آنحضرت نے فرمایا۔ کہ جو چاہے اس دن روزہ رکھے۔ جو چاہے نہ رکھے

۲۰۴ مع ۴

ابوحنیفۃ عن الهیثم عن موسیٰ بن طلحۃ عن ابن الحوتکیۃ عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال أتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بارنب فأمر اصحابہ فاکلوا وقال للذی جاء بہا مالک لا تأکل منہا قال انی صائم قال وما صومک قال تطوع قال فہلا الابیض ؎

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں (بھنا ہوا) خرگوش پیش کیا گیا۔ آپ نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ کھاؤ انہوں نے کھانا شروع کیا۔ آپ نے فرمایا کہ کیوں نہیں کھاتے (یہ سن کر) کہنے والے نے کہا میں روزہ سے ہوں آپ نے فرمایا کہ تم کو روزہ کس نے کہا کہنے لگا کہ نفلی روزہ سے ہوں آپ نے فرمایا کہ سفید (خرگوش) کیوں نہیں رکھتے ؎

نوٹ: یہاں چند امور ہیں جو محتاج بیان ہیں جن کو ہم مختصر طور پر لکھتے ہیں۔ اول ایام بیض سے مراد آشکارا ہے ایام بیض ہر ماہ کی تیرہویں۔ چودھویں اور پندرھویں تاریخیں ہیں۔ اول حدیث سے ثابت ہے۔ دوم حرام خرگوش کے گوشت کھانے کا۔ کراہت میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ احناف کے نزدیک وہ بلا شک مباح ہے اور حدیث ذیل سے قوی شبہ ہے کہ اس کی دو حیثیتیں ہیں۔ ایک اتفاقی کہ لوجہ عذر مثلاً دیہاتی اس کو کھاتے ہیں اس کو اکثر متفق ہیں اور روایات سے اس کا ثبوت ہے دوسری اختلافی ہے کہ جس کی پہلی شق مذہب حنفیہ کی ترجمانی کرتی ہے ان کی دلیل حضرت عبداللہ بن عباس کی حدیث ہے حضرت میمونہ سے کہیں ہمارے پاس لیا گیا کھانا آیا جو ہم کو مرغوب تھا یہ قصہ آنحضرت سے بیان کیا آپ نے فرمایا کہ اس کی جگہ سے ہم کھاتے ہیں اس کے لئے ہے اس لئے اس کے وجوب پر ثبوت ملا۔ اب یہ شبہ کہ یہ بعید از خیال ہے اگر ایسا ہوتا تو اس کھانے میں کیوں ساقط ہوتا ہے۔ تو اس پر استفسار کا موقع آتا جو نہیں ہے فعل پر زجر فرمانے۔ اس کے علاوہ صحابہ کا ایسا خود دوا لینے سے کھانے میں کوئی چھوڑنے۔ نہ کہ ایک ذرا سی کھانے کی لذت کے لئے ہزار کھانے پر قربان کر ڈالتے ہیں ؎

ابوحنیفۃ عن عبداللہ عن ابن عمر قال قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أن بلالا یبادن بلیل فکلوا

Maktaba Tul Ishaat.com

واشربوا حتّٰی ینادی ابن ام مکتوم فانه یؤذن وقد حلّت الصّلوٰة ۞

ابن ام مکتوم اذان نہ دیں کیونکہ وہ اذان دیتے ہیں کہ نماز کا وقت ہو جاتا ہے ۔

ف: ۔ یہ حدیث بدیں الفاظ بخاری مسلم ۔ ترمذی وغیرہ میں وارد ہے ۔ اس کے ذیل میں ایک اور اختلافی مسئلہ محتاج تشریح ہے ۔ جو مختصراً سپرد قلم ہے ۔ امام شافعی ۔ مالک و احمد اس کے قائل ہیں کہ نماز صبح کی اذان بالخصوص وقت سے پہلے یعنی طلوع فجر کے قبل دینا جائز ہے ۔ اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک وقت سے پہلے نہ تو صبح کی اذان جائز ہے ۔ نہ کسی اور وقت کی ائمہ ثلاثہ کی حجت حدیث ذیل ہی ہے ۔ احناف کے پیش نظر دیگر صحیح احادیث ہیں جو ناطق ہیں کہ فجر کی اذان وقت سے پہلے ہرگز جائز نہیں ۔ چنانچہ ابوداؤد شداد سے روایت لاتے ہیں کہ حضرت بلال نے ایک مرتبہ طلوع فجر سے پہلے اذان دے دی تو آنحضرت ؐ نے ان کو حکم دیا کہ پکار کر کہہ دیں کہ بندہ یعنی بلال وقت سے غافل ہو گیا کہ وقت سے پہلے اذان دے دی ۔ یہ صرف اس لئے کہ لوگوں کی غلط فہمی دور ہو ۔ یہ نہ سمجھ بیٹھیں کہ اذان وقت سے قبل جائز ہے ۔

اب رہی حدیث ذیل جو ان کو اشتباہ میں ڈالتی ہے ۔ نہ ہم کو ۔ تو اس کے صاف الفاظ اس کے خود مطلب کو حل کرنے کے لئے بس ہیں ۔ وہ یہ کہ یہ معاملہ محض رمضان کا ہے ۔ جیسا کہ امام محمد نے تصریح کی ہے کہ رمضان میں حضرت بلال کی اذان سحری کھانے کا ایک اعلان سا ہوتا ۔ نہ نماز صبح کی معتاد اذان ۔ اور ابن ام مکتوم کی اذان محض نماز کے لئے ہوتی ۔ اور بعد طلوع فجر تو اس کے بعد کھانا پینا کب جائز ہونے لگا ۔ لہٰذا حضرت بلال کی اذان کو نماز فجر کی اذان خیال کرنا اور سال بھر اس کو قابل عمل جاننا اور کلوا واشربوا کے الفاظ سے چشم پوشی کرنی حدیث کی دور از خیال ترجمانی ہے جو حدیث دانی پر بٹہ لگاتی ہے ۔ بہت ممکن ہے بلکہ بالکل قرین قیاس ہے ۔ کہ آنحضرت ؐ کی غرض کلام یہ ہو ۔ کہ بلال چونکہ غلطی کرتے ہیں اس لئے سحری ختم کرنے کا مدار ان کی اذان پر نہ رکھو ۔ گویا ان کی اذان قابل اعتماد نہیں ۔ بلکہ ابن ام مکتوم کی اذان پر ۔ کیونکہ وہ چونکہ نابینا تھے وہ جب ہی اذان دیتے کہ بالکل صبح ہو جاتی ۔ اور لوگ ان سے کہتے صبح ہو گئی ۔ صبح ہو گئی ۔ جیسا کہ موطا امام مالک میں ہے تو اس وقت البتہ کھانا پینا بند کر دینا چاہئے ۔ اب ذرا انصاف کو سامنے رکھ کر غور کیجئے کہ حدیث سمجھنے کا سلیقہ احناف کو حاصل ہے یا حدیث دانی کے دعویداروں کو ۔ کیا اب بھی کسی کو یہ کہنے کا حق حاصل ہے کہ حنفی حدیث کو کیا سمجھیں ۔ ان کے پاس محض رائے ہے اور قیاس نعوذ باللہ من ذالک الکذب بالصاد ۞

نسخ الافطار بالحجامة !

پچھنے لگوانے سے روزہ ٹوٹ جانے کا حکم منسوخ ہے !

۲۰۶ ح ۱

ابوحنیفة عن ابی السوار ویقال له ابو السوار وهو السلمی عن ابن حاضر عن ابن عباس ان رسول الله صلعم احتجم بالقاحة وهو صائم ۞

حضرت ابن عباس رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگائے مقام قاحہ میں جبکہ آپ روزہ سے تھے ۞

Maktaba Tul Ishaat.com

وفی روایۃ قال احتجم رسول اللہ صلعم بالقاحۃ وھو محرم صائم۔ وفی روایۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم احتجم واعطی الحجام اجرہ ولو کان خبیثاً ما اعطاہ ؛

اور ایک روایت میں اس طرح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگوائے اور دی پچھنے لگانے والے کو اس کی مزدوری۔ لہٰذا اگر یہ مزدوری حرام ہوتی تو آپ اس کو نہ دیتے ؛

ف:۔ حدیث مذکور کے پیش نظر جمہور کا مذہب یہی ہے کہ روزہ میں اگر پچھنے لگوائے جائیں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں اور روزہ میں کوئی نقصان نہیں آتا۔ دوسری روایت حجام کی مزدوری کے مسئلہ کو یہ بیان لاتی ہے۔ کہ وہ جائز ہے یا حرام جن احادیث سے حرمت کا پتہ چلتا ہے۔ ان میں یا تو حرمت کو کراہت تنزیہی پر محمول کیا جائے یا پھر سرے سے حرمت کو منسوخ مانا جائے۔ جس کو طحاوی نے اختیار کیا ہے ؛

۲۰۰ ابوحنیفۃ عن ابی سفیان عن انس قال احتجم النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد ما قال افطر الحاجم والمحجوم ؛

حضرت انس رض سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ کی حالت میں پچھنے لگوائے اس کے بعد کہ آپ فرما چکے تھے کہ پچھنے لگانے والے اور لگوانے والے کا روزہ جاتا رہا ؛

ف:۔ اس روایت سے صاف پتہ چلا کہ ممانعت آنجناب کے خود کے عمل سے جو بعد میں وقوع پذیر ہوا۔ منسوخ قرار پائی ؛

۲۰۱ ابوحنیفۃ عن الزھری عن انس رض ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احتجم وھو صائم وفی روایۃ قال ابوحنیفۃ اخبرنی ابن شھاب ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احتجم وھو صائم ولم یذکر انسا ؛

حضرت انس رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگائے جبکہ آپ روزہ تھا
اور ایک روایت میں ہے کہ کہا ابوحنیفہ رح نے خبر دی مجھکو ابن شہاب نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگائے جبکہ آپ روزہ تھا
سند میں حضرت انس کا ذکر نہیں کیا ؛

ف:۔ یہ حدیث پچھلی حدیث کے مضمون کا اعادہ کرتی ہے ؛

۹۲ باب الاصباح جنبا فی الصوم ؛

باب صبح کرنا جنابت کی حالت میں روزہ کی

۲۰۹ ابوحنیفۃ عن عطاء عن عائشۃ ثالث کان یصبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنبا من غیر احتلام ثم یصوم ذلک الیوم ؛

حضرت عائشہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صبح ہوتی جنابت کی حالت میں بغیر احتلام کے پھر آپ روزہ رکھتے اس دن ؛

ف:۔ اس سے معلوم ہوا کہ غسل فجر سے پہلے کرنا ضروری نہیں ؛

Maktaba Tul Ishaat.com

۲۱۰ ابوحنیفة عن حماد بن ابی سلیمان عن ابراهیم عن الاسود عن عائشة قالت کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یخرج الی صلوة الفجر ورأسه یقطر ماء من غسل جنابة وجماع ثم یظل صائمًا ۔

حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر کے لئے تشریف لے جاتے اور آپ کے سر مبارک سے پانی کے قطرے ٹپکتے ہوتے غسل جنابت کرنے کے بعد (جنابت) بسبب جماع ہوتی پھر آپ دن بھر روزہ دار رہتے ۔

ف:- اس حدیث سے بھی اسی امر کی طرف اشارہ ہوا کہ جنابت روزہ کو فاسد نہیں کرتی لفظ جماع کی زیادتی سے اس طرف بھی اشارہ کیا کہ جنابت احتلام سے آنجناب مبرا تھے اور پاک کیونکہ احتلام شیطان کے اثر سے ہوتا ہے اور آنجناب کی ذات اقدس چونکہ شیطانی اثرات سے پاک و پبری تھی۔ اس لئے جنابت احتلام سے آنحضرت منزہ تھے ۔

باب ۹۲ قبلة الصائم

باب۔ روزہ کی حالت میں بوسہ لینے کے بیان میں!

۲۱۱ ابوحنیفة عن حماد عن ابراهیم عن الاسود عن عائشة قالت کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یخرج الی الفجر ورأسه یقطر ویظل صائمًا ۔

وباسناده کان النبی صلی الله علیه وسلم یقبل نساءه فی رمضان ۔

حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر کے لئے تشریف لے جاتے اور آپ کے سر مبارک سے (غسل کے پانی کے) قطرے ٹپکتے ہوئے (پھر) آپ روزہ دار رہتے ۔

اور اسی سند سے ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بوسہ لیتے اپنی بیبیوں کا رمضان میں ۔

ف:- اس حدیث میں اس کی تشریح بھی ملی کہ روزہ میں بوسہ لینے سے روزہ میں فساد نہیں آتا۔ عائشہ سے بخاری میں مرفوع روایت ہے کہ آپ بحالت روزہ بوسہ لیتے۔ مباشرت کرتے۔ اور آنحضرت تم سے زیادہ اپنی خواہشات پر قابو رکھتے تھے۔ منشائے کلام یہ ہے کہ آنحضرت کو چونکہ جذبات پر پورا قابو تھا۔ اس لئے آنجناب کے لئے یہ سب کچھ روا تھا۔ مگر تم اس قدر قابو نہیں رکھتے۔ چنانچہ اسی حدیث کے پیش نظر حنفیہ اس کے قائل ہوئے کہ بوسہ بوڑھے آدمی کے لئے جائز ہے نہ جوان کے لئے یا محض اس صورت میں روا ہے کہ انسان کو اپنے جذبات و خواہشات پر پورا بھروسہ و اعتماد ہو۔ اسی لئے کتب فقہ میں قبلہ کے ساتھ ان الفاظ کی قید بڑھائی ہے کہ وہ جماع تک بڑھ جانے سے بالکل خوف ہو۔ امام شافعی اس کی اباحت کو کسی قید کے ساتھ مقید نہیں کرتے ۔

۲۱۲ ابوحنیفة عن الهیثم عن عامر الشعبی عن مسروق عن عائشة کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یصیب من رجلها وهو صائم یعنی القبلة ۔

حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بحالت روزہ آپ کا بوسہ لیتے تھے ۔

ف:- محاوی میں یوں ہے کہ آنحضرت روزہ میں ہمارے چھونے سے پرہیز نہیں فرماتے ۔

Maktaba Tul Ishaat.com

ابو حنیفۃ عن زید عن عمرو بن میمون عن عائشۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقبل وھو صائم ؛

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بوسہ لیتے اپنی بیوی کا جب کہ آپ روزہ سے ہوتے ؛

فائدہ اس میں بھی بوسہ کی اباحت ثابت کی ہے ؛

بَابُ رُخْصَةِ الْاِفْطَارِ فِی السَّفَرِ

باب اس بیان میں کہ سفر میں روزہ کھولنے کی اجازت ہے

ابو حنیفۃ عن الہیثم ابن حبیب الصیرفی عن ابن عباس قال خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للیلتین بقیتا من رمضان من المدینۃ الی مکۃ فصام حتی اذا کان بالعرج افطر فلم یزل مفطرا حتی اتی مکۃ ؛

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو راتیں رمضان کی باقی رہتے مدینہ سے مکہ کو روانہ ہوئے پس روزہ رکھا آپ نے یہاں تک کہ جب عرج میں پہنچے تو روزہ کھول دیا اور برابر روزہ کھولے رہے یہاں تک کہ مکہ پہنچے ؛

فائدہ حدیث کے اخیر ٹکڑے سے امام صاحب کا مختار بیان ہے کہ اگر مسافر سفر میں روزہ رکھ لے تو اس سے روزہ ساقط نہیں ہوتا اور اگر روزہ رکھ لے تو افضل ہے بشرطیکہ روزہ رکھنے سے اس کو کوئی ضرر نہ پہنچے اور اگر روزہ رکھنے سے ضرر پہنچے تو افطار افضل ہے یا ترک افطار اس میں دو قول ہیں امام صاحب کے ایک قول میں افطار افضل ہے کیونکہ اس میں رخصت پر عمل ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ دونوں برابر ہیں کیونکہ اس میں رخصت پر عمل ہے اور اس میں عزیمت پر عمل ہے پس دونوں برابر ہوئے اور یہی قول صاحبین کا ہے اور یہی قول امام شافعی رح کا ہے اور یہی قول امام احمد رح کا ہے اور یہی قول امام مالک رح کا ہے اور یہی قول جمہور علماء کا ہے ؛

ابو حنیفۃ عن مسلم عن ابن قال ؛

سافر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان یرید مکۃ فصام وصام الناس معہ ؛

وفی روایۃ خرج من المدینۃ الی مکۃ فی رمضان فصام حتی اذا کان بالعرج افطر فافطر فلم یزل مفطرا حتی اتی مکۃ ؛

Maktaba Tul Ishaat.com

وفی روایۃ قال سافر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فی رمضان یرید مکۃ فصام وصام المسلمون حتی اذا کان ببعض الطریق شکا بعض المسلمین الجھد فدعا بماء فافطر وافطر المسلمون ۔

اور ایک روایت میں اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں سفر کیا مکہ کا ارادہ کرتے ہوئے پس آپ نے بھی روزہ رکھا اور مسلمانوں نے بھی یہاں تک کہ جب کسی راستہ (مقام) پر پہنچے بعض مسلمانوں نے تکلیف کی شکایت کی تو آپ نے پانی طلب فرمایا اور افطار فرمایا اور مسلمانوں نے بھی افطار کیا ۔

ف :- حدیث ذیل میں پچھلی حدیث کے مضمون کا اعادہ ہے اور تکرار ۔

باب ۹۵ النہی عن صوم الصمت وعن صوم الوصال

باب اس بیان میں کہ صوم وصال اور صوم صمت (خاموشی) کا روزہ منع ہے!

۲۱۶ ابو حنیفۃ عن عدی عن ابی حازم عن ابی الشعثاء عن ابی ھریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن صوم الوصال وصوم الصمت ۔

حضرت ابی ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا صوم وصال اور صوم صمت سے ۔

ف :- صوم وصال یہ کہ شبانہ روز پے در پے روزہ رکھے سارے شب میں کچھ نہ کھائے صوم صمت یہ کہ دن بھر کلام و بات چیت کرنا طے کرے خیر و بھلائی کی بات بھی منہ سے نہ نکالے ۔ صوم وصال کی آنحضرت نے صاف اور کھلے لفظوں میں ممانعت فرمائی ہے ۔ دوسری روایات میں اس طرح بھی آیا ہے ۔ کہ ایک شخص نے آپ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ تو رکتے ہیں یعنی پھر ہم کو آپ کیوں منع فرماتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ تم میں سے کون ہے جیسا کون ہے میں رات گذارتا ہوں اس حال میں کہ مجھ کو میرا رب کھلاتا بھی ہے اور پلاتا بھی علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ صوم وصال جائز ہے یا ناجائز یا مکروہ ۔ بعض نے اس کو جائز مانا ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ ممانعت محض امت پر رحمت و شفقت کی بنا پر تھی منع تحریمی کے باعث نہیں ۔ مگر جمہور کا یہی مسلک ہے کہ یہ ناجائز ہے اور مکروہ چنانچہ سوائے امام احمد کے ائمہ ثلاثہ سے بھی یہ تصریح موجود ہے ۔ صوم صمت نصاریٰ کا دینی شعار ہے اور ان کی رسم مذہبی لہٰذا دین اسلام میں اس سے بھی ممانعت وارد ہوئی کیونکہ ان سے مشابہت قطعاً منع ہے ۔

۲۱۷ ابو حنیفۃ عن شیبان عن یحیی عن المھاجر عن ابی ھریرۃ قال نھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عن صوم الصمت وصوم الوصال ۔

حضرت ابی ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صوم صمت اور صوم وصال سے منع فرمایا ۔

ف :- یہ پچھلی حدیث کا اعادہ ہے ۔

Maktaba Tul Ishaat.com

بَابُ النَّهْيِ عَنْ صِيَامِ اَيَّامِ التَّشْرِيْقِ

ابوحنيفة عن عبد الملك عن قزعة عن ابى سعيد ان رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن صيام ثلثة ايام التشريق وبه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن صيام اليوم الذى يُشك فيه من رمضان ؛

باب ۔ اس بیان میں کہ ایام تشریق اور شک کے دن روزہ رکھنا منع ہے

حضرت ابی سعید خدری رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایام تشریق [illegible] دن گیارہویں بارہویں تیرہویں [illegible] سے منع فرمایا۔ اور اس سند سے [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا [illegible] جس میں شک ہو کہ [illegible] کہ شعبان سے [illegible] یکم رمضان [illegible] شک کا دن ہے روزہ رکھنا منع [illegible]

فائدہ: حدیث ذیل میں شک کے دن کا روزہ ممنوع [illegible] ہے۔ اور اس میں ائمہ کا کیا اختلاف ہے۔ شک کے دن روزہ رکھنے کی [illegible] ہے۔ ترمذی نسائی وغیرہ میں یوں ہے کہ جس نے شعبان کے [illegible] دراصل ایک دوسرا مسئلہ ہے اور ایک [illegible] رکھنے سے رمضان کے روزوں میں [illegible] کیونکہ ان پر روزے [illegible] نے ان کو اپنی جگہ سے منتقل کر کے چند روز کی زیادتی کر دی تھی۔ [illegible] تو سردست اس غلط فہمی کے [illegible] اختلاف کی وضاحت ہے کہ شک کے دن [illegible] شافعی مالک وغیرہ مذاہب روزوں کو شک کے دن [illegible] اور نفلی روزے کو نہیں بلکہ [illegible] کی استثنا بھی وارد ہے۔ [illegible] کا قول [illegible] دن کے لئے نیت کرلی تھی نفل روزہ رکھنے کا ہے [illegible] کا ان نہیں رکھتا ہے تو وہ شخص دوشنبہ کے دن حسب معمول روزہ رکھ لے [illegible] کے لئے جائز ہے جو اس کا اعلان نہ کریں اور عوام کے لئے [illegible]

Maktaba Tul Ishaat.com

افطار کرلیں - ورنہ عوام کے لیے اس نفلی روزہ کی عادت اسی قباحت کا باعث ہوگی جس کا ابھی ذکر ہوا - اور نفلی روزہ بھی اس مصلحت پر مبنی ہے کہ ہر ماہ کو عبادت یعنی روزہ پر ختم کرنا مسنون ہے لہذا اس فخر سے شعبان لیوں خالی جانے عوام میں چونکہ ایک اور خرابی کا خطرہ تھا - اس لئے ان کے لئے اجازت مسدود ہوئی -

باب ۹۷ الاعتکاف وایفاء النذر

باب - اعتکاف اور اپنی نذر پوری کرنے کے بیان میں!

۲۱۹ ابو حنیفۃ عن نافع عن ابن عمر قال قال عمر بن الخطاب نذرت ان اعتکف فی المسجد الحرام فی الجاهلیة فلما اسلمت سالت رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال اوف بنذرك ۔

حضرت عمر رض فرماتے ہیں کہ میں نے جاہلیت کے زمانہ میں مسجد الحرام میں اعتکاف کی نذر مانی تھی جب میں اسلام لایا تو میں نے اس بارہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کیا میں اپنی نذر پوری کروں آپ نے فرمایا اپنی نذر پوری کرو ۔

فائدہ: صحیحین میں بھی اس کی روایت لائے ہیں - اس میں رات کا اضافہ ہے نہ میں نے ایک رات اعتکاف کرنے کی نذر مانی تھی - دوسری روایت میں دن کا لفظ ہے - ابوداؤد - نسائی - اور طبرانی میں روزہ کا لفظ بھی ہے کہ انہوں نے روزہ کی نذر بھی مانی تھی چنانچہ اس کے جواب میں مروی ہے کہ آپ نے عمر رض کو روزہ کا حکم بھی دیا

کتاب الحج

کتاب - حج کے بیان میں

باب التعجیل فی الحج

باب - حج میں جلدی کرنے کے بیان میں!

ابو حنیفۃ عن عطیۃ عن ابیہ سعید قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من اراد الحج فلیتعجل ۔

حضرت ابن سعید کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص حج کا ارادہ کرلے تو اسے چاہئے کہ جلد اپنے ارادہ کو عمل میں لانے کے لئے شتابی سے کام لے ۔

فائدہ: صحیحین میں یہ الفاظ بھی زائد ہیں جو حدیث شتابی کا حکم دیتے ہیں خان احدکم لا یدری ما یعرض لہ من المرض او الحاجۃ یعنی تم میں سے کوئی نہیں جانتا کہ اس کو بیماری لگ جائے یا کوئی ضرورت پیش آجائے جو اس کو اپنے ارادہ حج کو پورا کرنے سے روک دے اسی لئے بیمار کے لئے امام ابو یوسف نے حج کے وجوب کے فائز ہیں ۔

Maktaba Tul Ishaat.com

۹۹ باب مغفرۃ الحاج

ابو حنیفۃ عن علقمۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم الحاج مغفور لہ ولمن استغفر لہ الحاج الی انسلاخ المحرم ؛

۱۰۰ باب الحج والعمرۃ

ابو حنیفۃ عن نبیح عن طارق عن ابن مسعود رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل الحج العجّ والثجّ فاما العجّ فالعجیج والثجّ فنحر البدن قال فالحج المبرور ؛

وفی روایۃ فما الشجّ فمخضر الهدی ؛

۱۰۱ باب مواقیت الحج

ابو حنیفۃ عن نبیح رفعہ قال سمعت عبد اللہ بن عمر یقول قام رجل فقال یا رسول اللہ این المهل قال یهل اهل المدینہ

Maktaba Tul Ishaat.com

من ذی الحلیفۃ ویھل اھل العراق من العقیق ویھل اھل الشام من الجحفۃ ویھل اھل نجد من قرن ؛

مدینہ ذی الحلیفہ سے۔ اہل عراق عقیق سے اہل شام جحفہ سے اور اہل نجد قرن سے ؛

ف ان مقامات سے بغیر احرام باندھے آگے بڑھنا حرام ہے۔ اگر ان سے آگے جا کر احرام باندھا تو دم لازم آئے گا۔ البتہ اگر پھر میقات کو لوٹ کر وہاں سے احرام باندھا تو اکثر علماء کے نزدیک دم ساقط ہوا ؛

۲۲۴ ح ۲

ابوحنیفۃ عن حماد عن ابراھیم عن الاسود بن یزید ان عمر بن الخطاب خطب الناس فقال من ارادمنکم الحج فلا یحرمن الا من المیقات والمواقیت التی وقتھا نبیکم صلعم لاھل للمدینۃ ومن مربھا من غیر اھلھا ذوالحلیفۃ ولاھل الشام ومن مربھا الجحفۃ ولاھل نجد ومن مربھا من غیر اھلھا قرن ولاھل الیمن ومن مربھا من غیر اھلھا یلملم ولاھل العراق ولسائر الناس من ذات عرق ؛

اسود بن یزید سے روایت ہے کہ عمر بن الخطاب نے لوگوں کے سامنے خطبہ دیا۔ اور فرمایا کہ جو تم میں سے حج کا ارادہ کرے تو وہ نہ احرام باندھے مگر میقات سے جنکو تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نامزد فرمادیا ہے (یعنی) اہل مدینہ اور ان کے لئے جو اس کے راستہ سے جائیں ذوالحلیفہ ہے۔ اہل شام اور ان کے لئے جو براہ شام جائیں جحفہ ہے۔ اہل نجد اور ان کے لئے جو براہ نجد جائیں قرن ہے۔ اور اہل یمن اور ان کے لئے جو براہ یمن جائیں یلملم ہے۔ اور اہل عراق اور تمام لوگوں کے لئے ذات عرق ہے ؛

ف: شافعیہ وحنفیہ کا اس میں اختلاف ہے کہ اہل عراق کے لئے ذات عرق کی تعیین و نامزدگی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے یا عمر رض کی اجتہادی چیز ہے۔ شافعیہ اس خیال کے پیرو ہیں کہ یہ گو صحابہ کا اجماعی مسئلہ ہے مگر یہ عمر رض کا اجتہاد ہے۔ نبی صلعم سے اس کی توقیت نقل نہیں۔ بخاری کی حدیث جو ابن عمر سے مروی ہے بظاہر اس کی خیال کی تائید کرتی ہے۔ حنفیہ کہتے ہیں کہ خود آنحضرت نے اس کی تعیین فرمائی۔ یہ عمر کا محض اجتہاد نہیں ان کی دلیل اول حدیث ذیل ہی ہے۔ یا اس کے ماقبل کی حدیث کہ یہ ہر دو احادیث حنفیہ کی تائید کرتی ہیں ناطق فیصلہ صادر کرتی ہیں۔ دوسرے مسلم ابی الزبیر کے واسطہ سے یہ حدیث نقل کرتے ہیں اور وہ جابر بن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہتے ہیں احسبہ رفع الی النبی صلعم کہ میرا خیال ہے کہ اس کو مرفوع بیان کیا۔ باب روایت میں گمان کا حکم چونکہ یقین کا سا ہے اس لئے گویا الفاظ رفع حدیث پر صاف دلالت کرتے ہیں نسائی ابوداؤد وغیرہ میں عائشہ سے حدیث مروی ہے کہ خود آنحضرت نے اہل عراق کے لئے ذات عرق موضع احرام مقرر فرمایا۔ چوتھے ابن ماجہ کی حدیث جو وہ بواسطہ ابی الزبیر حضرت جابر سے لائے ہیں اس کی تائید کرتی ہے پھر بہت ممکن ہے کہ عمر رض کی اجتہادی چیز ہو اور نبی صلعم کی توقیت ان تک نہ پہنچ سکی ہو۔ اور عمر کی رائے نبی صلعم کی توقیت آپس میں مل گئی ہوں ؛

باب ۱۵۲ ما یلبس المحرم

باب۔ اس بیان میں کہ محرم کیا پہنے ؛

ابوحنیفۃ عن عبداللہ بن دینار

۲۲۵ ح

حضرت ابن عمر رض سے روایت ہے کہ ایک شخص

Maktaba Tul Ishaat.com

عن ابن عمر ان رجلا قال یا رسول اللہ ما یلبس المحرم من الثیاب قال لا یلبس القمیص ولا العمامۃ ولا القباء ولا السراویل ولا البرنس ولا ثوبا مسہ ورس او زعفران ومن لم یجد نعلین فلیلبس الخفین ولیقطعہما اسفل من الکعبین ؛

نے پوچھا یا رسول اللہ محرم کیا کپڑے پہنے آپ نے فرمایا نہ پہنے قمیص نہ باندھے عمامہ نہ پہنے عبا اور پاجامہ نہ اوڑھے لمبی ٹوپی۔ اور نہ پہنے وہ کپڑا جس میں کسم اور زعفران کی بکثرت ہو۔ اور جس کے پاس جوتیاں نہ ہوں تو وہ موزوں کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ کر جوتیاں بنا کر پہن لے ؛

ف: سوال وجواب میں بظاہر مطابقت نہیں ہے کیونکہ سوال ان کپڑوں کے متعلق تھا جو احرام میں پہنے جا سکتے ہیں اور آنجناب نے ان کپڑے کے بارے میں جواب دیا جو نہیں پہنے جا سکتے۔ دراصل یہ عدول طالب کلام سوال کی فصاحت و بلاغت پر چار چاند لگاتی ہے۔ کیونکہ پہنے جانے کے کپڑے کوئی بتاتے ہیں کہ ان کو نہ پہنا جائے البتہ احرام میں پہننے کے کپڑے چند ہی ہیں۔ جو آنحضرت نے گنائے۔ اور جن کے بارے میں سوال ہونا چاہیئے تھا بلکہ درحقیقت جواب میں سوال کی اصلاح ہے اور سائل کو سمجھایا ہے کہ سوال ان کپڑوں کے متعلق ہونا چاہیئے تھا نہ جائز شدہ کپڑوں کے متعلق ؛

ابو حنیفۃ عن عمرو بن دینار عن جابر بن زید عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من لم یکن لہ ازار فلیلبس سراویل ومن لم یکن لہ نعلان فلیلبس خفین ؛

حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس کے پاس تہبند نہ ہو تو وہ پاجامہ پہنے اور جو جوتیاں نہ پائے تعلین تو وہ موزے پہنے (یعنی ان کو کاٹنے کی ضرورت نہیں کھلے ہیں) ؛

ف: بخاری و مسلم میں ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں فرمایا کہ جس شخص کے لئے جوتا نہ ہو وہ پاجامہ پہنے اور موزے اس کے لئے جو تعلین نہ پائے

۱۰۳ بَابُ الطِّیبِ لِلْمُحْرِمِ !

باب ۱۰۳ احرام والے کے لئے خوشبو کا استعمال

ابو حنیفۃ عن ابراہیم بن المنتشر عن ابیہ قال سألت ابن عمر ایتطیب للمحرم قال لان اصبح اتضمخ بالخلوق احب الی من ان اصبح اتضمخ طینا فاتیت عائشۃ فان کانت ہہنا فقالت انا طیبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فطاف فی ازواجہ ثم اصبح محرما ؛

Maktaba Tul Ishaat.com

فائدہ حضرت ابن عمر رض کے قول اور حضرت عائشہ رض کی حدیث میں بظاہر تکراد معلوم ہوتا ہے۔ اور تعارض کی درحقیقت کوئی بات نہیں کیونکہ ابن عمر رض حالت احرام خوشبو کے استعمال کو سختی سے ممنوع قرار دیتے ہیں اور عائشہ رض اس خوشبو کو جائز ٹھہراتی ہیں جو احرام سے پہلے لگائی جائے مگر اس کی مہک احرام کے بعد بھی باقی رہے تو اس میں ابن عمر رض کے نزدیک مضائقہ نہیں اور حالت احرام خوشبو کا استعمال ہر دو کے نزدیک ناروا ہے۔ لہذا اب کوئی تعارض نہیں ❖

باب التمتع

باب - تمتع کے بیان میں

ابو حنیفہ عن ابی الزبیر عن جابر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم امر اصحابہ ان یحلوا من احرامہم بالحج ویجعلوا عمرۃ ❖

حضرت جابر سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو حکم دیا۔ کہ اپنے احرام حج سے حلال ہوں۔ اور اس کو عمرہ کر دیں ❖

فائدہ اس کے یہ معنی ہیں کہ صحابہ نے حج کی نیت کی تھی۔ اور آپ نے حج سے حلال کر دیا عمرہ پر۔ یعنی بعد طواف وہ بھی حلال ہو گئے ❖

ابو حنیفہ عن ابی الزبیر عن جابر قال لما امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بما امر بہ فی حجۃ الوداع قال سراقۃ بن مالک یا رسول اللہ اخبرنا عن عمرتنا ألنا خاصۃ ام للابد قال ھی للابد ❖

حضرت جابر کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں حکم کیا جو کچھ کیا (کہ حج کو فسخ کرایا اور عمرہ پر بس کیا۔ اور عمر حج کے مہینوں میں ادا کرایا) تو سراقہ نے کہا یا رسول اللہ ہمارے عمرہ کے بارے میں بتلائیے۔ کہ یہ ہم صحابہ کے ساتھ خاص ہے یا ہمیشہ ہمیش کے لئے ہے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ ہمیشہ کے لئے ہے ❖

فائدہ حقیقت یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں حج کے مہینوں میں عمرہ سخت ممنوع تھا اور نہایت بد فعل لہذا آنحضرت ص نے اس جہل سے اس رسم بد کو توڑا۔ اور اس خیال باطل کی تردید فرمائی ❖

ابو حنیفہ عن الہیثم عن رجل عن عائشۃ انہا قدمت متمتعۃ وھی حائض فامرھا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فرفضت عمرتہا ❖

حضرت عائشہ رض سے مروی ہے کہ وہ داخل ہوئیں بہ نیت تمتع اور حائض ہو گئیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ عمرہ کو توڑ دیں ❖

فائدہ حضرت عائشہ قبل طواف حائض ہو گئیں تو آپ نے عمرہ فسخ کرا دیا۔ اور بعد میں قضا عمرہ کی ترغیب دی ❖

ابو حنیفہ عن حماد عن ابراھیم عن الاسود عن عائشۃ انہا قدمت متمتعۃ وھی حائض فامرھا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فرفضت عمرتہا ❖

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ آپ داخل ہوئیں بہ نیت حج تمتع اور حائض ہو گئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو عمرہ توڑنے کا حکم دیا ❖

Marfat.com

Maktaba Tul Ishaat.com

ف: حج کی تین قسمیں ہیں ایک افراد وہ یہ کہ میقات سے احرام باندھا اور بعد دخول مکہ طواف سعی کرکے حلال ہوگئے۔ اب موسم پر اہل مکہ کی طرح حج کی نیت کریں گے۔ دوسرے تمتع وہ یہ کہ حج و عمرہ کی ایک ساتھ نیت کی۔ تیسرے قران وہ تمتع سے ملتا جلتا ہے فرق صرف اس قدر ہے کہ تمتع میں احرام عمرہ حلال ہو جاتے ہیں۔ مگر یہاں حلال نہیں ہوتا۔ پھر آٹھویں کو احرام باندھتے ہیں۔ قران میں [illegible] رہتے ہیں۔

ابوحنیفة عن حماد عن ابراهيم عن الاسود عن عائشة انها قدمت متمتعة وهي حائض فامرها رسول الله صلى الله عليه وسلم فرفضت عمرتها واستانفت الحج حتى اذا قضت حجها امرها رسول الله صلى الله عليه وسلم ان تصدر الى التنعيم مع اخيها عبد الرحمن ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے [illegible] حج تمتع کی نیت کی تھی وہ [illegible] گئیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے [illegible] جب حج سے فارغ ہوئیں جب [illegible] دیا کہ اپنے بھائی عبدالرحمن کے ساتھ [illegible] احرام باندھ کر آئیں۔

ف: تنعیم مکہ سے تقریباً تین میل دور ہے۔ وہاں سے عمرہ کی نیت کرکے احرام باندھ کر [illegible] وسعی و حلق حلال ہو جاتے ہیں عورتیں حیض کے حکم میں شامل ہیں۔

ابوحنيفة عن الهيثم عن رجل عن عائشة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم ذبح لرفضها العمرة بقرة ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت [illegible] کی وجہ سے گائے ذبح کی۔

ف: یہ فسخ عمرہ کی سزا پر دم دینا پڑا۔

ابوحنيفة عن عبد الملك عن ابي بن حراش عن عائشة ان النبي صلى الله عليه وسلم امر برفضها العمرة دما ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا [illegible] نے عمرہ فسخ کر دیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا۔

ف: یہ سابق حدیث کا اعادہ ہے۔

ابوحنيفة عن حماد عن ابراهيم عن الاسود عن عائشة انها قالت يا نبي الله يصدر الناس بحجة وعمرة واصدر بحجة فامر النبي صلى الله عليه وسلم عبد الرحمن ابن ابي بكر فقال انطلق بها الى التنعيم فلتهل ثم لتفرغ منها ثم لتعجل حتى وافى انطلاقها ببطن العقبة ۔

[illegible]

Maktaba Tul Ishaat.com

ف:- سابق احادیث میں واقعہ کی تشریح سامنے آئی ۔

۱۰۵ باب اکل المحرم لحم الصید!

باب۔ اس بیان میں کہ محرم کے لئے شکار کا گوشت کھانا کیسا ہے!

۲۳۶/۱ ابوحنیفة عن محمد بن المنکدر عن عثمان بن محمد عن طلحة بن عبید الله قال تذاکرنا لحم صید یصیده الحلال فیاکله المحرم ورسول الله صلی الله علیه وسلم نائم حتی ارتفعت اصواتنا فاستیقظ رسول الله صلی الله علیه وسلم وقال فیما بیننا زعون فقلنا فی لحم صید یصیده الحلال فیاکله المحرم قال فامرنا باکله ۔

حضرت طلحہ بن عبید اللہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوئے ہوئے تھے اور ہم نے (آپ کے پاس) اس پر بحث چھیڑ دی کہ حلال (غیر محرم شخص) کا مارا ہوا شکار محرم کھا سکتا ہے (یا نہیں) یہاں تک کہ ہماری آوازیں بلند ہوئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جاگ پڑے اور ارشاد فرمایا کہ کس بات میں جھگڑ رہے ہو۔ ہم نے عرض کیا کہ اس شکار کے بارہ میں جس کو حلال شکار کرے کیا محرم اس کو کھا سکتا ہے۔ حضرت طلحہ کہتے ہیں کہ آنحضرت نے ہم کو اس کے کھانے کی اجازت دی ۔

ف:- اس حدیث سے اس مسئلہ کا ثبوت ملا کہ شکار اگر غیر محرم شخص کا مارا ہوا ہو خود محرم نے اس کو نہ مارا ہو تو محرم بے کھٹکے اس کو کھا سکتا ہے اور بلاشبہ وہ شکار اس کے لئے حلال ہے۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ حضرت ابی قتادہ کی رو حدیث کی رو سے جس کا اختصار متصل ہی آرہا ہے یہ شرط ہے کہ محرم نے غیر محرم کو شکار کے لئے اشارہ نہ کیا ہو۔ یا اور قسم کی مدد نہ پہنچائی ہو۔ ورنہ پھر یہ شکار اس کے لئے ایسا ہی حرام ہو جاتا ہے کہ گویا خود اسی نے اس کو شکار کیا ہے ۔

۲۳۷/۲ ابوحنیفة عن محمد بن المنکدر عن ابی قتادة قال خرجت فی رهط من اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم لیس فی القوم حلال غیری فنظرت نعامة فجئت الی فرسی فرکبتها وعجلت عن سوطی فقلت لهم ناولونیه. فابوا فنزلت عنها فاخذت سوطی فطلبت النعامة فاخذت منها حمارا فاکلت واکلوا ۔

حضرت ابی قتادہ رض کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ نکلا اور پوری جماعت میں میرے سوا کوئی حلال (غیر محرم) نہ تھا۔ میری نظر گورخروں پر پڑی۔ میں اپنے گھوڑے کی طرف بڑھا اور اس پر سوار ہوا۔ مگر جلدی میں اپنا چابک بھول گیا۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا ذرا مجھے یہ چابک اٹھا دیجئے۔ انہوں نے اس سے (چابک اٹھانے سے) انکار کیا۔ تو میں خود گھوڑے سے اترا۔ اور اپنا چابک اٹھایا۔ اور پھر گورخروں کے پیچھے ہو لیا۔ یہاں تک کہ میں نے ایک گورخر کو شکار کر لیا۔ پس میں نے اور انہوں نے بھی کھایا ۔

Maktaba Tul Ishaat.com

فائدہ:- یہ حدیث ابی قتادہ کی جس کی مزید تفصیل دیگر کتب صحاح میں آئی ہے ایک مسئلہ مختلفی ہیں ایک فریق کے لئے زبردست حجت ہے اور قوی دلیل۔ صورت مسئلہ اور نوعیت اختلاف یہ ہے کہ جس شکار کو حلال آدمی نے اس کو محرم کھا سکتا ہے یا نہیں۔ امام ابوحنیفہ کے لئے کھا سکتا ہے بشرطیکہ اس نے شکار ہی کو کسی قسم کی مدد نہ دی ہو۔ خواہ اسی کی خاطر شکار کیوں نہ کیا جائے۔ امام شافعی کہتے ہیں کہ اگر غیر محرم نے شکار محرم کے لئے کیا ہے تو وہ شکار اس کے لئے حلال نہیں۔ امام شافعی کے مذہب کی دلیل حضرت جابر کی مرفوع حدیث ہے جس کو ابوداؤد ترمذی نسائی ان الفاظ سے لائے ہیں کہ آپ نے فرمایا ھیل ابیر بکم حلال ام لا فقالوا لا فقال فکلوا ما بقی معکم من لحمہا یعنی کیا تمہارے لئے شکار کی ہوئی خشکی کا شکار حلال ہے تو انہوں نے کہا نہیں تو فرمایا کہ جو گوشت تمہارے پاس ہے اس کو کھاؤ۔ امام صاحب کے مذہب کی حجت حدیث ذیل ہے جس کی تفصیل دیگر صحاح ستہ میں آئی ہے کہ کچھ صحابہ اور چند اصحاب آنحضرتؐ سے پیچھے رہ گئے۔ راہ میں ابوقتادہ نے گورخر شکار کیا بعض اصحاب نے اس کو کھایا اور بعض اس سے پرہیز کیا جب آنحضرت سے آن ملے۔ تو معاملہ آنجناب سے بیان کیا آپ نے صرف یہ سوال فرمایا کہ کیا تم میں سے کسی نے ابوقتادہ کو شکار بتایا تھا۔ یا اس پر آمادہ کیا تھا۔ سب نے کہا نہیں تو فرمایا کہ بقیہ گوشت بھی کھا لو۔ معلوم ہوا کہ گوشت کے حلال نہ ہونے کے اسباب بس یہ ہی تھے جو آنحضرت نے دریافت فرمائے۔ اگر ان کے علاوہ کوئی اور چیز بھی حلت کو رد کرنے والی ہوتی تو ضرور بتلاتے کہ شکار تمہارے لئے کیا گیا تھا۔ تو آپ اس کو بھی صاف کر لیتے اور کھول کر بیان کر لیتے۔ لہٰذا حضرت عبادہ حضرت ابی قتادہ کی حدیث میں جو واقع ہوا جس میں حضرت ابی قتادہ کی حدیث قابل ترجیح ہوئی کہ وہ صحیحین میں ہے اور دیگر کتب میں بخلاف حدیث مخالف کے کہ وہ صحیحین میں نہیں یا حدیث مخالف میں تاویل کریں گے کہ وہ میں اطلاق ہو گا کہ اولیتم او لکم کے یہ معنی ہیں کہ تمہارے حکم اور فرمائش سے شکار کیا ہو اور کہ شکار ایسا نہ ہو جس سے کسی کے لئے کوئی چیز حاصل کی جاتی ہے۔

۱۰۶ باب ما یجوز للمحرم قتلہ

باب ۱۰۶ اس چیز کے قتل کا جو محرم کے لئے جائز ہے

ابوحنیفۃ عن نافع عن ابن عمر عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یقتل المحرم الفارۃ والحیۃ والکلب العقور والحدیا والغراب

فائدہ:- جن جانوروں کا یہاں استثناء کیا گیا ہے ان کی تفصیل [illegible] کی ہے کہ ان میں زیادتی [illegible] کتے سے [illegible] درندہ کا لفظ [illegible] میں [illegible] حلال [illegible]

Maktaba Tul Ishaat.com

کے لئے جائز ہے اور اس پر کوئی فدیہ نہیں۔ امام مالک اس خیال کے پیرو ہیں کہ یہ ایذا رساں جانور ہیں اور یہ ایذا رساں جانور کو محرم مار سکتا ہے۔ اسی لئے جو درندے ایذا رساں نہیں مثلاً لومڑی۔ بلی۔ بجو وغیرہ ان کا مارنا محرم کے لئے جائز نہیں۔ ان میں سے کسی کو مار ڈالے گا تو ان کے نزدیک اس پر فدیہ آئے گا۔ پھر کلب کتے کے بارہ میں راویوں کا اختلاف ہے۔ بعض اس سے عقور کی مراد لیتے ہیں۔ چنانچہ اوزاعی رح ابو حنیفہ رح وغیرہ کا یہی روایت ہے اور اسی کے حکم میں ہے بھیڑیا اور امام زفر کے نزدیک اس سے صرف بھیڑیا مراد ہے ؛

باب ۱۷۱ نکاح المحرم

باب محرم کے نکاح کے بیان میں

۱۲۹

ابو حنیفہ عن سماک عن ابن جبیر عن ابن عباس قال تزوج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میمونۃ بنت الحارث وھو محرم ؛

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کیا حضرت میمونہ بنت حارث سے اور آپ محرم تھے ؛

ثشہ : حدیث ذیل کے ماتحت ایک زبردست اختلافی مسئلہ قابل ذکر ہے اور محتاج بیان۔ اس لئے ہر فریق کا نقطۂ خیال اور جملہ استدلال بالاختصار قلمبند کرتے ہیں۔ مسئلہ اختلافی یہ ہے کہ محرم اور محرمہ بحالت احرام نکاح کر سکتے ہیں یا نہیں۔ حنفیہ اپنی شق کے قائل ہیں۔ یہی مسلک ہے عبداللہ بن مسعود عبداللہ بن عباس۔ انس بن مالک کا اور یہی مذہب ہے سعید بن جبیر عطا۔ طاؤس۔ مجاہد۔ عکرمہ۔ جابر۔ عمرو بن دینار اور اہل عراق کا۔ شافعیہ۔ مالکیہ۔ حنابلہ دوسری شق کے حامی ہیں اور یہی مختار ہے حضرت عمر و حضرت علی کی۔ مذہب حنفیہ کی صحت پر قرآن ناطق ہے۔ سنت رسول اس پر شاہد اور قیاس اس کا مؤید۔ چنانچہ فرمایا حضرت باری عز اسمہ نے فانکحوا ما طاب لکم من النساء۔ یا انکحوا الایامی منکم کہ یہ حکم مطلق ہے۔ محرم و غیر محرم سب کو شامل ہے۔ خبر واحد سے عدم احرام کی اس میں قید لگانا کتاب پر زیادتی ہے جو کسی طرح روا نہیں۔ احادیث میں حدیث ذیل مذہب حنفیہ کی صداقت پر زبردست حجت اور پختہ دلیل ہے۔ یہ حدیث صحاح ستہ میں مختلف سلسلہ ہائے سند سے مروی ہے۔ طحاوی۔ مجاہد۔ عطا۔ طاؤس۔ سعید بن جبیر۔ عکرمہ۔ جابر بن زید کے واسطہ سے ابن عباس سے اس کی روایت کرتے ہیں۔ اول تو حضرت ابن عباس کی وسعت علمی۔ دقت نظری۔ آپ کا بے پایاں تبحر خیال میں لائیے کہ آنحضرت کی دعائی برکت سے آپ علم کے بحر ذخار تھے اور معلومات کے سمندر زاپ اکنار تھے۔ قرآن کے سب سے بڑے ترجمان تھے اور کلام رسول کے معنی شناس۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی صغر سنی نے کبھی آپ کے علم پر پہرہ نہیں لگایا۔ بلکہ اور چار چاند لگائے۔ حضرت عمر رض فرمایا کرتے کہ ابن عباس اگر ہماری جملہ عمر بالیں تو ہم میں سے کوئی ان کا عشر عشیر نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا آپ کی تنہا حدیث مذہب حنفیہ کی صداقت و صحت کے ثبوت میں بس ہے۔ نہ کہ پھر اس کے ساتھ اور روایات صحیحہ بھی اس کی موید ہوں مثلاً حدیث عائشہ رض جو طحاوی معانی الآثار میں اور بزار اپنی مسند میں لائے ہیں۔ اس مضمون سے کہ آنحضرت نے اپنی بعض عورتوں سے بحالت احرام نکاح کیا۔ سہیلی نے کہا کہ بعض سے مراد حضرت میمونہ ہیں۔ طحاوی کہتے ہیں کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ یا حدیث ابی ہریرہ جس کو دار قطنی اور طحاوی لائے ہیں۔ اس مضمون سے کہ آنحضرت نے

Maktaba Tul Ishaat.com

بحالت احرام حضرت میمونہ سے نکاح کیا۔

قیاس کی تائید کئی وجہ سے ہے۔ اول یہ کہ نکاح دیگر عقود کے مثل ہے۔ جو بحالت احرام جائز ہیں پھر اس میں حرمت کی کیا نشانی ہے۔ دوسرے اگر بحالت احرام نکاح جائز نہ ہوں تو قیاس متقاضی ہیں کہ احرام سے پہلے والا نکاح بھی باقی نہ رہے۔ کیونکہ جو چیزیں نکاح کے منافی ہیں وہ اس کو ابتدا میں نکاح ہونے سے بھی ہیں اور اس کو بقا کی حالت میں بھی ان میں ابتدا اور بقا برابر ہیں۔ تیسرے نکاح تو بہ حالت احرام کی طرح تو ہے نہیں کہ محرم کے لئے حرام ہو۔ البتہ یوں کہنا پڑیگا کہ جائز ہے مگر ترک اولیٰ ہے جس طرح حلیہ (سنگھی) کا اور آپ کا علم محض جواز کے لئے ہے۔ یہ اگر کہیں کہ نکاح اس لئے احرام کے ساتھ [illegible] کا باعث ہوتا ہے تو جائز کہ بالفرض عورت کو [illegible] نسبی دوستی کی سبب بن سکتی ہے۔ ہاں البتہ [illegible] کرنے کا سبب ہو سکتا ہے۔ [illegible] سفوان جگہ پر یہ مذہب پر قرار دیتے ہیں۔

اب آیئے مذہب مخالفین کی طرف۔ ان کے پاس محض احادیث ہیں اور خلاصہ بحث ان احادیث میں ایک خود حضرت میمونہ کی حدیث ہے جو ہمارے مسلک کی مؤید ہے۔ یہ فعلی احادیث ہیں اور ایک قولی حدیث ہے۔ حضرت میمونہ کی حدیث [illegible] کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام دونوں حلال [illegible] بات کا بیان ہے کہ [illegible] کے معاملہ میں جس میں یہ سب [illegible] اس کے علم میں یہ [illegible] ہے۔ پھر حضرت میمونہ کا [illegible] کی صورت میں [illegible] پہلو ملتا ہے تو اس کی [illegible]

Maktaba Tul Ishaat.com

اور مضمون یہ ہے۔ کہ آنحضرت نے حضرت میمونہ سے حلال ہونے کی حالت میں نکاح کیا۔ اس کے جواب میں ہم احناف کہتے ہیں کہ اگر ترجیح قرابت ہی پر ٹھہرتی ہے تو ابن عباس کا پلہ پھر بھی بھاری رہتا ہے کیونکہ اگر آپ ایک طرف حضرت میمونہ کے بھانجے ہیں تو دوسری طرف خود آنحضرت کے چچازاد بھائی بھی تو ہیں۔ یہ مبارک رشتہ اور بابرکت قرابت یزید کو کہاں نصیب۔ پھر ہم محض قرابت کو بنائے ترجیح کب قرار دیتے ہیں بلکہ قرابت مع آپ کی ممتاز وجاہت علمی کے۔ یوں بھی کہاں یزید کہاں حضرت ابن عباس۔ چنانچہ عمرو بن دینار سے نقل ہے کہ انہوں نے زہری کو یہ کہہ کر ساکت کر دیا کہ ابن الاصم کہاں پیشاب کرنے والا اعرابی کیا جانے کہ اس کو ابن عباس کے برابر کرتے ہو۔ اس کے علاوہ یزید کے مقابلہ میں حضرت ابن عباس ہی نہیں بلکہ جیسا کہ ابھی بیان ہوا حضرت عائشہ اور ابی ہریرہ بھی ہیں کہ جن میں سے ہر ایک یزید سے زائد قابل ترجیح ہے اور قابل وثوق۔ لہٰذا اب یہ ہی صورت رہ جاتی ہے کہ حدیث یزید و حدیث میمونہ میں تاویل کر کے ان کو حدیث ابن عباس کے موافق کر لیا جائے۔ اس طرح کہ تزوج سے مراد زفاف ہو نہ عقد۔ کیونکہ تزوج زفاف کے لئے سبب عادی ہے اور یہ بے شک حلال ہونے کی حالت میں ہوا۔ یہ تاویل قرین قیاس ہے اور موافق حقیقت۔ نہ یہ کہ حدیث ابن عباسؓ میں احرام کو دخول فی الحرم یا دخول فی شہر الحرام کے معنی میں نہیں۔ کیونکہ حقائق شرعیہ معانی لغویہ پر مقدم ہیں ورنہ پھر فقہاء میں یہ نزاع لفظی ہو کر رہ جائے گا۔ اور یہ تاویل بھی کچھ معنی نہیں رکھتی۔ جیسا کہ بعض شافعیہ نے کی ہے۔ کہ حدیث ابن عباس میں تزوج وھو محرم کے یہ معنی نہیں کہ نکاح ہو جانے کا معاملہ اس وقت کھلا ہے اور ظاہر ہوا ہے۔ جبکہ آپ محرم تھے۔ کیونکہ بعینہ یہ تاویل حنفیہ کی طرف سے یزید کی حدیث میں بھی کی جاتی ہے اور یہ قرین قیاس بھی ہے اور موافق بیشتر روایات کہ تزوج میمونۃ وھو حلال کے یہ معنی ہیں کہ نکاح ہو جانے کا معاملہ اس وقت ظاہر ہوا ہے کہ آپ حلال تھے۔ اکثر روایات اسی پر شاہد ہیں کہ یہ حل طاری کا واقعہ ہے گویا نکاح احرام میں ہو چکا تھا۔ واقعہ کی اشاعت حلال ہونے کی صورت میں ہوئی ہے۔ شافعیہ کی تاویل کی بنا اس پر ہے کہ یہ واقعہ حل طاری کا ہو جو احرام سے پہلے ہوتا ہے۔ اب لیجئے معاملہ ابو رافع کی حدیث کا کہ اس کا بھی ان کے زبردست دلائل میں شمار ہے کیونکہ یہ نکاح کے انعقاد میں سفارت و رسالت کا کام انجام دے رہے تھے۔ اور رسول و سفیر رسالہ کو بہت قریب سے دیکھتا ہے اس کے جواب میں اول تو ہم وہ ہی کہتے ہیں جو حضرت میمونہ کی حدیث کے جواب میں کہا تھا۔ کہ ان کی رسالت و سفارت نکاح کے معاملہ میں ان کی بات کو وزنی کرتی ہے۔ نہ آنحضرت کے محرم یا غیر محرم ہونے کے معاملہ میں جس میں دراصل نزاع ہے۔ اور اس میں یہ اور دوسرے صحابہ یکساں ہیں۔ بلکہ دوسرے صحابہ کو خصوصاً حضرت ابن عباسؓ کو بہر صورت ان پر ترجیح ہے۔ دوسری طرف سے بھی یہ حدیث تنقید ہے کہ اول تو صحیحین میں یہ حدیث نہیں اور ترمذی اس کو لائے ہیں تو انہوں نے اس کو صرف حسن کہا ہے۔ گویا ان کے نزدیک صحت کے درجہ تک یہ نہ پہنچ سکی۔ دوسرے اس کے اتصال پر ابن عبدالبر کو اعتراض ہے۔ کیونکہ ابو رافع کی وفات سلیمان بن یسار کی ولادت کے تین ہی سال بعد ہوئی ہے۔ تو اب سلیمان کا ابو رافع سے کس طرح سماع ثابت ہو سکتا ہے۔ تیسرے مطرد راوی جو اس کی سند میں ہے ضعیف ہے۔ یحییٰ بن سعید اور امام احمد رح دونے اس کو ضعیف بتایا ہے۔ فعلی احادیث

Maktaba Tul Ishaat.com

کا قصہ یوں ختم ہوا۔ رہی قولی حدیث حضرت عثمان کی تو بے شک یہ اصول اپنی جگہ قابل تسلیم ہے کہ قولی حدیث فعلی پر مقدم ہے مگر یہ جب ہے کہ قولی حدیث فعل سے بلحاظ سند قوی تر ہو اور یہاں یہ صورت نہیں کیونکہ ابن عباس سے روایت کرنے والے اصحاب فقہا ہیں اور اہل حفظ و ضبط کہ جن کی نکر کا حدیث عثمان میں ایک بھی نہیں۔ مثلاً سعید بن جبیر۔ عطا۔ طاؤس۔ مجاہد۔ عکرمہ۔ جابر بن زید وغیرہ۔ اور حدیث عثمان کی روایت نبیہ بن وہب سے ہے جو نہ عمرو بن دینار کا ہم مرتبہ ہے نہ جابر بن زید کا ہم پلہ۔ نہ ہی مسروق کے مقابلہ کا ہے جو شہ سے روایت کرتے ہیں۔ قسطلانی نے ارشاد ساری میں کہا ہے کہ بخاری نے حدیث عثمان کو ضعیف بتایا ہے کیونکہ اس میں نبیہ بن وہب ہے۔ بنابریں ہے ہر دو احادیث فعلی و قولی میں تطبیق بآسانی دی جا سکتی ہے کہ نہی تنزیہی ہے جس طرح خطبہ (منگنی) میں نہی تحریمی۔ یعنی مطلب یہ ہے کہ احرام میں عورت کی شان کے خلاف ہے کہ اس قسم کے مشاغل میں مصروف ہو جو اس کی عبادت اور اس کے ساتھ دلبستگی میں رخنہ اندازی کا کام کریں۔ کیونکہ وہ اس سلسلہ میں منگنی کے جھگڑوں میں الجھے گا۔ پیام رسانی۔ جواب و سوال۔ غیبت قت بہانوں سے جھوٹ بول سے دوچار ہوگا۔ جو رقت قلبی اس کی ساری اور حسن عبادت کو دھول میں ملا دیں گے البتہ جو کہ اس کو پیشہ تمام خرچی ہو اور افتاد قبضہ حاصل تھا۔ اس نے آپ کے لئے یہ سب کچھ روا تھا۔ بعض شافعیہ کا رجحان اس تاویل کی تائید کرتا ہے کہ انہوں نے ولا یخطب میں بھی تنزیہی مانی ہے تو لا نکح جو اس کے برابر میں ہے کیوں مراد نہ لیں۔ لہٰذا اس پوری بحث کے اختتام پر یہ ماننا پڑے گا۔ کہ مذہب حنفیہ ہی بردے قرآن و حافظ سنت اور بتقاضائے عقل و درایت حق سے اور قابل تسلیم۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال ؂

۱۰۸ باب حجامۃ المحرم!

باب اس بیان میں کہ محرم کو پچھنے لگانا کیسا ہے

ابوحنیفہ عن حماد عن سعید بن جبیر عن ابن عباس ان رسول اللہ صلعم احتجم وہو محرم

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگوائے

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ احرام کی حالت میں پچھنے لگوانا جائز ہے

[illegible] نہی تنزیہی پر محمول ہے

۱۰۹ باب استلام الرکن والحجر!

باب رکن اور حجر اسود کے بوسہ کے بیان میں

ابوحنیفہ عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال ما ترکت استلام الحجرین منذ رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یستلمہ ؂

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حجر اسود اور رکن یمانی کا بوسہ لینا نہیں چھوڑا جب سے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دیتے ہوئے دیکھا ہے ؂

Maktaba Tul Ishaat.com

ف:- حجر اسود کو بوسہ دینا امام اعظم کے نزدیک سنت ہے اس میں کسی نے خلاف نہیں کیا ۔

۲۴۳ ح ۲

ابو حنیفة عن حماد عن ابراهیم عن علقمة عن ابن مسعود ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال ما انتهیت الی الرکن الیمانی الا اقیت عنده جبرئیل وعن عطاء بن ابی رباح قال قیل یا رسول الله رئی عنک من استلام الرکن الیمانی قال ما اتیت علیه قط الا وجدت جبرئیل قائما عنده یستغفر لمن یستلمه ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں جب بھی رکن یمانی پر پہنچا اس کے پاس حضرت جبریل علیہ السلام کو میں نے پایا۔ عطاء بن ابی رباح سے (مرسل) مروی ہے کہ آنحضرت سے عرض کیا گیا کہ آپ اکثر رکن یمانی کو چھوتے ہیں۔ یا بوسہ دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں کبھی بھی اس کے پاس نہیں آیا مگر کہ میں نے جبریل علیہ السلام کو اس کے پاس کھڑے ہوئے۔ اور بوسہ دینے والوں کے حق میں دعائے مغفرت کرتے ہوئے پایا ۔

ف:- اس حدیث کی تائید ہوتی ہے اس حدیث سے جس کو ابو الشیخ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں اس مضمون کہ آنحضرت نے فرمایا کہ میں رکن یمانی پر جب بھی گذرا اس کے پاس میں نے ایک فرشتہ پایا جو پکار پکار کہہ رہا تھا یہذا تم جب اس کے پاس سے گذرو تو یہ دعا پڑھو ربنا اتنا فی الدنیا حسنة وفی الاخرة حسنة وقنا عذاب النار ۔

۲۴۴ ح ۲

ابو حنیفة عن عبد الله عن نبیه ان النبی صلی الله علیه وسلم کان یقول بین الرکن الیمانی والحجر الاسود اللهم انی اعوذ بک من الکفر والفقر والذل و موقف الخزی فی الدنیا والاخرة ۔

حضرت ابن عمر رض سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان (کھڑے ہوکر) فرماتے اے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں تیرے ذریعہ کفر فقر ذلت اور دنیا و آخرت میں رسوائی کی جگہوں سے

ف:- اس قسم کی دعاؤں کے ذیل میں جو احادیث وارد ہیں۔ ان میں گو بعض باعتبار اسناد ضعیف ہیں۔ مگر ایک دوسرے سے مل کر یہ قوت پکڑ لیتی ہیں۔ پھر بعض صحیح و حسن بھی ہیں۔ اس کے علاوہ فضائل اعمال میں ضعیف حدیثیں بھی قابل عمل و وثوق ہیں ۔

۲۴۵ ح ۲

ابو حنیفة عن حماد عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال طاف النبی صلی الله علیه وسلم بالبیت وهو شاک علی راحلته یستلم الرکن کراهیة ان یضرب عنه ۔

وعن ابن عباس قال طاف النبی صلی الله علیه وسلم بین الصفا والمروة وهو شاک علی راحلته ۔

حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف کیا بیت اللہ کا بحالت بیماری اپنی سواری پر بوسہ دیتے تھے آپ رکن یمانی اور حجر اسود کو اپنی خمیدہ لکڑی سے ۔

اور ایک یہ میں ہے کہ ابن عباس رض نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صفا و مروہ کے درمیان کی سعی بیماری اپنی سواری پر ۔

ف:- یہ حدیث اس امر کی حجت ہے کہ بسبب بیماری سواری پر سعی جائز ہے۔ ارکان سے رکنین یمانیین

Maktaba Tul Ishaat.com

مراد ہیں۔ کیونکہ رکنین شامیین کو بوسہ نہیں دیا جاتا۔ گو بعض سلف نے اس کو مستحب جانا ہے۔ مذاالفاق اسی پر ہے۔ قاضی ابواللطیب اور نووی نے اس پر ائمہ کا اجماع نقل کیا ہے ؛

ابوحنیفۃ عن عطاء عن ابن عباسؓ ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رمل من الحجر الی الحجر ؛

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمل کیا حجر اسود سے حجر اسود تک (یعنی پورے شوط میں) ؛

فائدہ۔ رمل کہتے ہیں سینہ تان کر شانوں کو ہلاتے ہوئے تیز تیز قدم چلنا۔ آنحضرت نے تین دور میں رمل ہی کیا۔ اور چار میں حسب عادت رفتار میں چلے۔ حضرت جابر سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ ابن عباس سے ہر دو رکنوں کے درمیان جو صرف مشی کی روایت ہے وہ صحیح ہے۔ ابوداؤد اور قسطلانی نے اس کی تصریح کی ہے کیونکہ حدیث ابن عباس میں عمرۃ القضاء کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے جو ۷ھ میں قبل فتح مکہ وقوع پذیر ہوا۔ پھر جب آپ نے حجۃ الوداع ادا فرمایا تو رمل کیا۔ پس یہ حدیث متاخر واقعہ کو بیان کرتی ہے اس لئے یہی قابل عمل ہے۔

باب ۱۱۰ الجمع بعرفۃ

باب ۱۱۰ عرفہ میں دو نمازوں کا جمع کرنا

ابوحنیفۃ عن یحیی بن ابی حیۃ ابی جناب عن ھانی بن یزید عن ابن عمر قال افضنا معہ من عرفات فلما نزلنا جمعًا اقام فصلینا المغرب معہ ثم تقدم فصلی رکعتین ثم دعا بماء فصب علیہ ثم اوی الی فراشہ فقعد نا ننتظر الصلوٰۃ طویلا ثم قلنا یا ابا عبد الرحمٰن الصلوٰۃ فقال ای الصلوٰۃ فقلنا العشاء الاٰخرۃ فقال امتاکما صلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقد صلیت ؛

وفی روایۃ عن ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم جمع بین المغرب والعشاء ؛

ہانی بن یزید کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر کے ہمراہ عرفات سے لوٹے تو مزدلفہ میں آ کر ہمیں جماعت کرائی اور ہم نے آپ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی پھر آپ آگے بڑھے اور دو رکعت پڑھی پھر پانی منگوایا اور وضو کیا پھر اپنے بستر پر آ کر لیٹ گئے ہم نماز کے انتظار میں دیر تک بیٹھے رہے پھر ہم نے کہا اے ابا عبدالرحمٰن نماز کا وقت ہو گیا آپ نے فرمایا کون سی نماز کا وقت ہو گیا ہم نے کہا عشاء کا وقت ہو گیا آپ نے فرمایا تم کو تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر نماز پڑھنا کافی ہے میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی ہے ایک روایت میں ہے کہ ابن عمر نے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب اور عشاء کو جمع کیا ؛

فائدہ۔ اس باب میں حنفیہ کا استدلال ان الفاظ سے ہے جن میں ایک اذان و اقامت سے دو نمازوں کا پڑھنا مذکور ہے۔ ایک کے لئے علیحدہ علیحدہ اذان و اقامت ہونا دوسری حدیث سے ثابت ہے۔ جس کے حامی کہ اذان ایک ہے اقامت علیحدہ علیحدہ ہے۔ [illegible]

Maktaba Tul Ishaat.com

احادیث جو صحاح میں مروی ہیں دال ہیں اور بعض روایات حضرت جابر بھی۔ بلکہ ابن عباس اور ابو ایوب کی روایات بھی اسی خیال کی موید ہیں۔ چنانچہ ابن عباس کی حدیث میں جس کو ابو الشیخ اصبہانی نے نقل کیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں صاف الفاظ ہیں صلی المغرب والعشاء باقامۃ واحدۃ کہ آپ نے نماز مغرب وعشا ایک ہی اقامت سے ادا فرمائی۔ اور ایسا ہی مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے حضرت ابی ایوب کی روایت سے اور حدیث ذیل بھی اسی نقطہ خیال کو قوی کرتی ہے۔ شافعیہ کے مذہب کی حجت اسامہ بن زید کی حدیث ہے جو صحیحین میں مذکور ہے جس کے صاف الفاظ ہیں فصلی بھا المغرب والعشاء باذان واحد واقامتین کہ آپ نے مزدلفہ میں مغرب وعشا ایک اذان اور دو اقامتوں سے ادا فرمائیں۔ بہرحال روایات میں سخت تعارض ہے۔ جس سے معاملہ زیر بحث میں تردد پیدا ہو گیا۔ تو اصولاً اقل متیقن (ایک اقامت) پر عمل کرنا قرین قیاس ہے۔

۲۴۷ ح ۲

ابو حنیفۃ عن عدی عن عبد اللہ بن یزید عن ابی ایوب قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المغرب والعشاء فی حجۃ الوداع بالمزدلفۃ۔

حضرت ابو ایوب سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع میں بمقام مزدلفہ مغرب وعشا کی نمازیں پڑھیں۔

ف: بخاری۔ مسلم۔ نسائی۔ ابن ماجہ اور امام محمد موطا میں یہ ہی حدیث اسی سند سے لائے ہیں۔ طبرانی میں جابر جعفی اور محمد بن ابی لیلیٰ کے واسطہ سے یہ ہی حدیث اسی سند سے منقول ہے مگر اس میں باقامۃ واحدۃ کا لفظ بھی ہے جو مذہب حنفیہ کی پرزور تائید کرتا ہے۔ کیونکہ ثقہ کی زیادتی معتبر ہے۔ جابر الجعفی میں گو ضعف ہے مگر محمد کے ساتھ مل کر اس کا ضعف دور ہوا۔

۲۴۸ ح ۳

ابو حنیفۃ عن ابی اسحٰق عن عبد اللہ بن یزید الخطمی عن ابی ایوب ان رسول اللہ صلعم صلی المغرب والعشاء بجمع باذان واقامۃ واحدۃ۔

حضرت ابی ایوب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب وعشا کی نمازیں ادا فرمائیں مقام مزدلفہ میں ایک اذان اور ایک تکبیر سے۔

ف: یہ حدیث مذہب حنفیہ کی نہایت صاف الفاظ میں ترجمانی کرتی ہے جس کی تائید میں ہم طبرانی کی حدیث کا حوالہ دے کر آئے ہیں۔

بَابُ ۱۱۱ رَمِی الْجِمَارِ!

باب ۱۱۱۔ کنکری پھینکنے کے بیان میں!

۲۴۹ ح ۱

ابو حنیفۃ عن سلمۃ عن الحسن عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ عجل ضعفۃ اھلہ وقال لھم لا ترموا جمرۃ العقبۃ حتی تطلع الشمس۔

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کمزور گھر والوں کو (عورتوں۔ بچوں۔ بوڑھوں اور بیماروں کو) جلد روانہ فرما دیا اور ان سے فرمایا کہ رمی جمرہ عقبہ نہ کریں جب تک آفتاب طلوع نہ ہو۔

Maktaba Tul Ishaat.com

ف: یہ عمل اسی مصلحت کے ماتحت تھا کہ ازدحام سے پہلے پہلے رمی سے فارغ ہولیں۔ ارشاد ساری ہیں اسی طرح ہے۔

ابو حنیفة عن حماد عن سعید بن جبیر عن ابن عمرؓ قال بعث رسول اللہ صلعم ضعفة اهله وقال لهم لا ترموا جمرة العقبة حتى تطلع الشمس ۔

حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر والوں کے کمزوروں کو بھیجا اور فرمایا کہ جب تک آفتاب طلوع نہ ہو لے رمی جمرہ عقبہ نہ کرو۔

ف: حنفیہ کے نزدیک رمی جمرہ رات میں جائز نہیں جس طرح طواف افاضہ صبح سے پہلے ناجائز ہے مالکیہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ شافعیہ و حنبلیہ نصف شب کے بعد رمی جائز رکھتے ہیں۔ حنفیہ و مالکیہ کے یہ یہ ہر دو احادیث صاف دال ہیں۔

ابو حنیفة عن عطاء عن ابن عباسؓ ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم لبی حتی رمی جمرة العقبة وفی روایة عن ابن عباس ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم اردف الفضل بن عباسؓ وکان غلاما حسنا فجعل یلاحظ النساء والنبی صلی اللہ علیہ وسلم یصرف وجهه قبلتی حتی رمی جمرة العقبة ۔

حضرت ابن عباس رضی سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمی جمرہ عقبہ تک برابر تلبیہ کہتے رہے اور ایک روایت میں ابن عباس سے اس طرح روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھ بٹھایا۔ سواری پر فضل بن عباس کو اور یہ خوب صورت نوجوان تھے تو عورتوں کو تکتے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کا چہرہ پھیر دیتے (ان کی یا عورتوں کی طرف سے) قبلہ کی طرف سے پس آپ نے تلبیہ کہا رمی جمرہ عقبہ تک۔

وفی روایة عن ابن عباسؓ عن الفضل اخیه ان النبی صلعم لم یزل یلبی حتی رمی جمرة العقبة ۔

اور ایک اور روایت میں ابن عباس فضل سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی رمی جمرہ عقبہ تک برابر تلبیہ کہتے رہے۔

ف: یہاں ائمہ اس امر میں مختلف الرائے ہیں کہ حاجی تلبیہ کب تک کہتا رہے۔ سفیان ثوری جمہور صحابہ تابعین اور فقہائے امصار کا مسلک ہے کہ امام کی تکبیر کے ساتھ ہی یا اس سے پہلے پہلے تک کہے۔ رمی شروع کرتے ہی بند کر دے۔ حسن بصری کہتے ہیں کہ [illegible] پھر بند کر دے۔ حضرت علی ابن عمر عائشہ رضی اللہ عنہم مالک اور فقہائے مدینہ کا مذہب ہے کہ [illegible] آفتاب تک تلبیہ کہے وقوف کے شروع ہونے کے بعد نہ کہے۔ احمد اسحاق اور [illegible] کرنی جمرہ عقبہ سے [illegible] ہے۔ ابو حنیفہ شافعی [illegible] کی حدیث [illegible] سے [illegible] ہوتا ہے کہ [illegible] رفع کرتی ہے گویا [illegible]

Marfat.com

Maktaba Tul Ishaat.com

بَابُ ۱۱۲ الرُّكُوبِ عَلَى الْبُدْنَةِ

باب ۱۱۲ اس بیان میں کہ اپنی قربانی پر سوار ہونا کیسا ہے!

۲۵ ابوحنيفة عن عبد الكريم عن انس رض ان النبي صلى الله عليه وسلم راى رجلا يسوق بدنة فقال اركبها ؕ

روایت کی عبدالکریم نے حضرت انس رض سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ اپنی قربانی کے جانور کو ہانکتا ہے۔ تو اس سے فرمایا کہ اس پر سوار ہو ؕ

فائدہ۔ یہاں اس نقطہ خیال پر ائمہ مختلف الرائے ہیں کہ قربانی کے جانور پر حاجی سواری لے سکتا ہے یا نہیں۔ بعض اس کے مطلق وجوب کے قائل ہیں بعض مطلق منع کے اور بعض مطلق جواز کے۔ ملا علی قاری اور قسطلانی کے کلام سے پتہ چلتا ہے کہ شافعیہ و حنفیہ اس امر میں متحد المذہب ہیں، مگر ترمذی چلپی۔ کرمانی۔ نووی کا کلام پتہ دیتا ہے کہ ان میں اختلاف ہے کہ شافعیہ معمولی ضرورت کے وقت بھی سواری کو جائز رکھتے ہیں اور حنفیہ صرف ایسی ضرورت کے وقت اس کو جائز جانتے ہیں جو سخت مجبوری اور ناگزیر حالت تک پہنچ گئی ہو۔ گویا پیدل چلنا سخت دشوار ہو اور بغیر سواری چارہ کار نہ ہو۔ چنانچہ حضرت جابر۔ ابی ہریرہ۔ انس کی احادیث کے ظاہری الفاظ سے یہ بات آشکارا ہے۔ کلام کا موقع محل اس کی پرزور تائید کرتا ہے۔ بخاری میں آنحضرت کی طرف سے سواری کے لئے تین بار امر ہے۔ ابی ہریرہ کی حدیث میں دوسری یا تیسری بار رُدَيْكَ کا لفظ بھی ہے۔ مسلم میں حضرت جابر کی حدیث میں اِذَا أَلْجِئْتَ إِلَيْهَا کا لفظ ہے کہ جب تو اس کے لئے مجبور ہو جائے کہیں رُدَيْكَ کی جگہ رُوَيْدَكَ کا لفظ بھی ہے لہٰذا یہ تمام حالات ناطق شہادت پیش کرتے ہیں کہ سواری بصورت شدید مجبوری جائز ہے۔ نہ معمولی ضرورت و حاجت پر ؕ

بَابُ ۱۱۳ التَّمَتُّعِ وَالْقِرَانِ

باب ۱۱۳ تمتع اور قران کے بیان میں

۲۶ ابوحنيفة عن حماد عن ابراهيم عن الصبي بن معبد قال اقبلت من الجزيرة حاجا فمررت بسلمان ابن ربيعة وزيد بن صوحان وهما شيخان بالعذيبة قال فسمعاني اقول لبيك بعمرة وحجة فقال احدهما هذا الشخص اضل من بعيره وقال الآخر هذا اضل من كذا وكذا۔ قال فمضيت حتى اذا قضيت نسكي مررت بامير المؤمنين عمر فاخبرته

حضرت صبی بن معبد کہتے ہیں کہ میں جزیرہ سے حج کی نیت سے آیا۔ اور سلمان بن ربیعہ اور زید بن صوحان عذیب کے دو بڑے شیخوں کے پاس سے میرا گذر ہوا انہوں نے مجھ کو یہ کہتے ہوئے سنا لبیک بعمرۃ وحج تو ان میں سے ایک بولے کہ یہ شخص (میں) اپنے اونٹ سے بھی زیادہ گمراہ (مناسک حج سے جاہل) ہے اور دوسرا بولے یہ فلاں فلاں سے بھی زائد بہکا ہوا (نا آشنا اور نابلد) ہے۔ مگر میں اپنے کام میں لگا رہا۔ (یعنی ان کے کہنے کی پروا نہیں کی) یہاں تک کہ جب میں ارکان حج سے فارغ ہوا تو امیر المومنین حضرت عمر کی خدمت میں حاضر ہوا اور

Maktaba Tul Ishaat.com

كنت رجلا بعيدَ الشقة قاصِيَ الدار
اذن الله لي في هٰذا الوَجه فلَحبَبْتُ
ان أَجْمَعَ عمرةً الى حجة فاهللت بهما
جميعًا ولم أَنْسَ فمررت بسلمان بن
ربيعة وزيد ابن صُوحان فسمعاني
اقول لبيك بعمرة وحجة معًا فقال
احدهما هٰذا اضل من بعيره وقال
الآخر هٰذا اضل من كذا وكذا
وقال فصنعتَ ماذا قال مضيت
فطُفت طوافًا لعُمرتي وسَعَيْتُ
سَعْيًا لعُمرتي ثم عُدْتُ ففعلتُ
مثل ذٰلك ثم بقيت حرامًا اصنع
كما يصنع الحُجاج حتى اذا
قضيت آخرَ نُسُكي قال هُدِيتَ
لسُنة نبيك محمد صلى الله
عليه وسلم ؛

وفي رواية عن الصبي بن معبد
قال كنتُ حديثَ عهدٍ بنصرانية
فقدِمْتُ الكوفة اريد الحج في زمان
عمر بن الخطاب فاهل سلمان وزيد
بن صوحان بالحج وحده وأهل
الصبي بالحج والعمرة فقالا ويحك
تمتعتَ وقد نهى رسول الله صلى الله
عليه وسلم عن المتعة قال له والله
لانت اضل من بعيرك قال فقدم
على عمر وتقدموني فلما قدِم
الصبي مكة طاف بالبيت وسعى
بين الصفا والمروة لعُمرته ثم

سے عرض کیا کہ میں دور دراز اطراف ملک کا رہنے والا
ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے قرآن کی یہ شکل مقرر
فرمائی تو مجھ کو یہ بات پسند آئی کہ میں حج و عمرہ کو جمع کروں
لہٰذا میں نے ہر دو کی نیت سے احرام باندھا۔ اور میں
نے یہ قصد کیا۔ پھر جب سلمان بن ربیعہ اور زید بن صوحان
کے پاس میرا گذر ہوا۔ تو انہوں نے مجھ کو یہ کہتے ہوئے
سنا لبیک بعمرۃ وحجۃ (گویا قران کے لئے) تو ان میں سے
ایک نے کہا کہ یہ شخص اپنے اونٹ سے زیادہ مسائل حج
سے نابلد ہے۔ اور دوسرے نے کہا کہ یہ فلاں فلاں
زیادہ ارکان حج سے ناواقف ہے۔ میں یہ حضرت عمر
سے فرمایا کہ عمر نے کہا کیا۔ میں نے کہا میں نے
مناسک حج کا علم دیتا ہا۔ میں نے ارادہ کیا عمرہ
اور حج کی عمرہ کے لئے جدا دوبارہ ایسا ہی کیا۔ پھر
کے لئے محرم رہا۔ میں وہی کروں جو ایسا حاجی کرتا ہے
یہاں تک کہ جب میں نے تمام مناسک حج آخر تک
کر دئے تو آپ نے فرمایا کہ تم نے اپنے نبی صلی اللہ
وسلم کے طریق سنت کے بالکل موافق کیا ؛

اور ایک روایت میں ہے کہ
نے کہا کہ محجوز دین علیوں نبیہ
گذرے کہ میں عہد
آیا سلمان اور زید بن صوحان
احرام باندھا۔ العینی
لے کر جناب متعہ کی نسبت
وسلم نے متعہ سے منع فرمایا ہے
سنی ہے کہ تم اللہ کی قسم تو
وہ سے جواب دیا اے
میں

Maktaba Tul Ishaat.com

رجع حراما لم يحل من شئ ثم طاف بالبيت وبين الصفا والمروة لحجته ثم اقام حراما لم يحلل منه حتى اذا كان يوم عرفات فرغ من حجته فلما كان يوم النحر حل فاهراق دما لمتعته فلما صدروا من حجهم مر وا بعمر بن الخطاب رض فقال له زيد بن صوحان يا امير المؤمنين انك نهيت عن المتعة ان الصبي بن معبد قد تمتع قال صنعت ماذا يا صبي قال اهللت يا امير المؤمنين بالحج والعمرة فلما قدمت مكة طفت بالبيت وطفت بين الصفا والمروة لعمرتي ثم رجعت حراما ولم احل من شئ ثم طفت بالبيت وبين الصفا والمروة لحجتي ثم اقمت حراما يوم النحر فاهرقت دما لمتعتي ثم احللت قال فضرب عمر على ظهره وقال هديت لسنة نبيك صلى الله عليه وسلم ؛

اور پھر محرم ہی رہے۔ حلال نہیں ہوئے۔ پھر طواف (قدوم) بیت اللہ کا کیا اور صفا و مروہ کے درمیان حج کے لئے سعی کی اور پھر محرم ہی رہے۔ حلال نہیں ہوئے۔ یہاں تک کہ آئے عرفات میں اور ارکان حج سے فراغت حاصل کی پھر جب نحر کا دن آیا تو متعہ کے لئے (قران کے لئے) قربانی کی چنانچہ جب لوگ اپنے حج سے لوٹے تو وہ حضرت عمر کے پاس آئے انہوں نے حاضری دی اور ان سے زید بن صوحان نے عرض کیا اے امیر المومنین آپ نے تو متعہ (یعنی قران و تمتع ہر دو کو شامل ہے) سے روکا ہے اور صبی بن معبد نے تمتع کیا۔ حضرت عمر نے صبی سے پوچھا صبی تم نے کیا کیا؟ انہوں نے جواب دیا اے امیر المومنین میں نے احرام باندھا حج و عمرہ ہر دو کی نیت سے۔ پھر جب میں مکہ میں آیا۔ تو عمرہ کے لئے بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا و مروہ کے درمیان عمرہ کے لئے سعی کی۔ اس کے بعد محرم ہی رہا۔ حلال نہ ہوا۔ پھر بیت اللہ کا طواف (قدوم) کیا اور صفا و مروہ کے درمیان حج کے لئے سعی کی۔ پھر محرم رہا یہاں تک کہ نحر کے دن متعہ کے لئے قربانی کر کے میں (ہر دو احرام سے) حلال ہو گیا۔ تو کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے میری پیٹھ ٹھونکی اور کہا کہ البتہ تو نے پالیا اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ سنت ؛

وفي رواية عن الصبي قال خرج هو وسلمان بن ربيعة وزيد بن صوحان يريدون الحج قال فاما الصبي فتمتع الحج والعمرة جميعا واما سلمان وزيد فافردا الحج ثم اقبلا على الصبي يلومانه فيما صنع ثم قالا له انت اضل من بعير ك تقرن بين الحج والعمرة وقد نهى امير المؤمنين عن العمرة والحج قال

اور ایک اور روایت میں صبی سے یوں روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ وہ سلمان بن ربیعہ اور زید بن صوحان ہر سہ حج کے ارادہ سے نکلے صبی نے تو قران کی (احرام میں) تمتع کی اور سلمان اور زید نے تنہا حج کی۔ تو وہ دونوں صبی کو ملامت کرنے لگے اور کہا تو اپنے اونٹ سے زیادہ بہکا ہوا ہے کہ تو حج و عمرہ کو احرام میں (ملا کر حج گویا قران کر لیا ہے) اور البتہ امیر المومنین نے عمرہ اور حج جمع کرنے سے منع فرمایا ہے۔ صبی نے کہا تم تو

Maktaba Tul Ishaat.com

تقدمون علی عمر واقدم قال فمضوا حتی
دخلوا مکة فطاف بالبیت لعمرته
وسعی بین الصفا والمروة لعمرته ثم علا
فطاف بالبیت لحجته ثم سعی بین
الصفا والمروة ثم اقام حراما کما
هو لم یحل له شئ حرم علیه حتی
اذا کان یوم النحر ذبح ما استیسر من
الهدی شاة فلما قضوا نسکهم
مروا بالمدینة فدخلوا علی عمر
فقال له سلمان وزید یا امیر المؤمنین
ان الصبی قرن بالحج والعمرة قال
صنعت ماذا قال لما قدمت مکة
طفت طوافا لعمرتی ثم سعیت بین
الصفا والمروة لعمرتی ثم علوت
فطفت بالبیت لحجتی ثم سعیت
بین الصفا والمروة لحجتی قال ثم
صنعت ماذا قال اقمت حراما
لم یحل لی شئ حرم علی حتی اذا کان
یوم النحر ذبحت ما استیسر من
الهدی شاة قال فضرب عمر علی
کتفه ثم قال هدیت لسنة نبیک
صلی الله علیه وسلم ۔

عمر رضؓ کے پاس چلتے ہیں۔ وہ ہمارے درمیان فیصلہ کریں
گے پس وہ چل دیئے یہاں تک کہ داخل ہوئے مکہ میں
تو صبی نے عمرہ کے لئے طواف بیت اللہ کیا اور عمرہ کے
لئے صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی۔ پھر دوبارہ مکہ کیلئے
طواف کیا اور سعی کی۔ پھر کہا کہ خود محرم رہے حلال نہیں
ہوئے کہ کوئی حرام کی ہوئی چیز ان کے لئے حلال ہوتی
یہاں تک کہ جب یوم النحر آیا تو وہ [illegible]
ایک بکری ذبح کی آپ [illegible]
فارغ ہوئے تو مدینہ میں حضرت عمرؓ کی [illegible]
جاتے ہیں ان سے سلمان اور زید [illegible]
صبی نے تمتع کیا ہے حج اور عمرہ کو کیا آپ نے [illegible]
فرمایا ہے تو عمر نے [illegible]
نے کہا میں کہ میں آیا [illegible]
کے لئے میں نے صفا و مروہ کے درمیان کی پھر دوبارہ
حج کے لئے بیت اللہ کا طواف کیا اور حج کے لئے
اور مروہ کے درمیان سعی کی۔ پھر آپ [illegible]
کہ پھر تم نے کیا کیا۔ تو اس نے جواب دیا کہ
برابر حرام رہا میں نے اپنے اوپر کوئی چیز
نہیں کی یہاں تک کہ یوم النحر آیا
ہو مجھے میسر آسکا [illegible]
میرے [illegible]
اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

فائدہ حدیث ذیل کے [illegible]
سے اوسان کا شدید اختلاف [illegible]
قارن دو طواف دو سعی کرے یا ایک [illegible]
فضل جلسہ میں [illegible]
ثوری و اسحاق احد [illegible]
عمران بن حصین و سراقہ بن مالک [illegible]
کی روایات منقول [illegible]

Maktaba Tul Ishaat.com

تھا۔ ہر ایک نے اپنے مذہب کی بنا اسی واقعہ پر رکھی ہے۔ کیونکہ ہجرت کے بعد آنحضرت کا یہی پہلا حج تھا اور یہی آخری۔ اور مسائل دینیہ کا سرچشمہ تھا۔ اور امور مذہبی کے لئے آخر حجت۔ لہذا جو اس میں آپ کا عمل ہوگا وہی افضل ہوگا۔ شافعیہ اپنے مذہب پر روایات سے بھی دلیل لاتے ہیں اور قیاس سے بھی روایات کی رو سے حضرت جابر، ابن عمر، ابن عباس۔ عائشہ سے روایات نقل کرتے ہیں۔ چنانچہ نووی نے بہت شد و مد کے ساتھ اس پر ثبوت پیش کیا ہے۔ اور ان میں سے ہر صحابی کی برتری ثابت کی ہے۔ مزید براں کہتے ہیں کہ خلفاء میں ابوبکر، عمر و عثمان نے اس پر ہمیشگی برتی ہے۔ گویا افراد ہی کرتے رہے۔ پھر اس کو اس قیاس آرائی سے مضبوط کیا ہے کہ افراد میں دم نہیں اور قران و تمتع میں دم جبر ہے۔ جو ان کے نقص کی صاف علامت ہے۔ یہ ہے ان کے دلائل و حجج کا اجمالی خاکہ۔

امام صاحب کے مذہب پر اول تو حدیث ذیل زبردست دلیل ہے کہ حضرت عمر صبی بن معبد کو قران پر شاباش دے رہے ہیں اور اس کو سنت نبوی قرار دیتے ہیں۔ دوسری سنگین حجت عمران بن حصین کی روایت ہے جس کو مسلم لائے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج و عمرہ کو جمع کیا پھر وفات تک اس سے نہیں روکا۔ نہ اس کی حرمت پر قرآن نازل ہوا تیسرے ابن عمر رض سے نقل کرتے ہیں کہ تمتع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں یعنی عمرہ کے لئے بھی احرام باندھا اور حج کے لئے بھی۔ چوتھے عائشہ سے بھی ایسی روایت لائے ہیں۔ پانچویں طحاوی میں ام سلمہ سے ترمذی ابن ماجہ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عمرے کئے ایک عمرہ حدیبیہ دوسرا عمرۃ القضا ذی قعدہ میں آنے والے سال تیسرا جعرانہ سے۔ چوتھا عمرہ حجۃ الوداع کے ساتھ۔ لہذا یہ چھ ناقابل شکست دلائل ہیں جو مذہب حنفیہ کو سنت نبوی کی روشنی میں ثابت کرتے ہیں۔ ساتویں حجت قرآن پاک کی یہ آیت ہے واتموا الحج والعمرۃ للہ کہ حاکم اپنی مستدرک میں شرط شیخین پر یہ روایت لاتے ہیں کہ علی سے کسی نے اس آیت کے بارہ میں سوال کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ اتمام کی شکل یہ ہے کہ تو حج و عمرہ کے لئے اپنے گھر سے احرام باندھے۔ یعنی قران کرے۔ ابن مسعود سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔ چنانچہ یہی افضل ہے اگر انسان اس پر قادر ہو۔ کیونکہ اس میں مشقت بھی زیادہ ہے اور تعظیم بیت اللہ بھی زیادہ تو جب قرآن پاک میں قران کا ذکر آئے تو یہ باقی انواع پر افضل کیوں نہ ہو۔ پھر قیاس بھی اس کی تائید کرتا ہے۔ کیونکہ قران کی صورت میں دو عبادتیں یکجا جمع ہو جاتی ہیں جو بہرحال ایک عبادت سے اچھی ہیں اور افضل مثلاً کوئی روزہ دار بھی ہو اور معتکف بھی یا کوئی حراست فی سبیل اللہ میں بھی مصروف ہو اور تہجد گذاری میں بھی۔ اب مذہب شافعیہ کی نچنگی کو ملاحظہ فرمائیے کہ آپ نے دیکھا کہ جن صحابہ سے یہ روایات لاتے ہیں کہ اپنے مذہب کی تائید کریں انہی سے خود انہیں کی کتابوں میں اس کے خلاف بھی یعنی مذہب حنفیہ کی تائید میں روایات ثابت ہیں مثلاً عائشہ رض ابن عمر رض ابن عباس جن کی حدیث ابھی آرہی ہے۔ البتہ یہ چیز چیز کو اپنے مذہب کے بچاؤ میں ناقابل فتح مورچہ سمجھتے ہیں وہ حضرت عمر و عثمان کی سختی سے ممانعت ہے کہ لوگ تمتع نہ کریں۔ اس کی حقیقت سنئے کہ خود مسلم ابی موسیٰ سے روایت لاتے ہیں کہ وہ متعہ کے لئے فتوی دیا کرتے تھے۔ ایک شخص نے ان کو حضرت عمر کا حوالہ دیا اور کہا کہ آپ اس فتوی سے باز آئیے۔ چنانچہ انہوں نے جب خود حضرت عمر سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ میں خود جانتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کیا۔ اور آپ کے اصحاب نے بھی مگر میں اس کو برا سمجھتا

Maktaba Tul Ishaat.com

ہوں کہ لوگ حلال ہو جائیں اور عرفات کی طرف نکلنے تک عورتوں سے وطی کریں اور ایسی حالت میں نکلیں کہ ان کے سروں سے پانی کے قطرے ٹپکتے ہوں۔ لیجئے وجہ ممانعت کھل گئی۔ اور ساتھ ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کا بھی پتہ چلا۔ ان کو حضرت عمر کا انکار تو دکھا۔ مگر یہ نہیں دیکھا کہ یہ علمیت سے اقرار کس بات کا کر رہے ہیں اسی طرح ترمذی محمد بن عبداللہ بن حارث سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ سعد بن وقاص اور ضحاک بن قیس میں تمتع کے بارہ میں بحث چھڑی ہوئی تھی۔ ضحاک بولے یہ تو کوئی حاجل کرتا ہوگا۔ سعد نے کہا بھائی یہ کیسے کہتے ہو ضحاک نے کہا کہ حضرت عمر نے اس سے منع کیا ہے۔ سعد نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا ہے۔ اور ہم نے بھی ایسا ہی کیا ہے۔ ایسا ہی ایک شخص نے حضرت ابن عمر سے تمتع کے متعلق پوچھ تو آپ نے کہا کہ وہ حلال ہے۔ تو اس نے کہا کہ آپ کے والد نے تو اس سے منع کیا ہے۔ تو آپ نے کہا کہ اگر میرے والد نے اس سے روکا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کیا ہے تو میرے والد کی بات قابل اتباع ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم قابل امتثال۔ اس شخص نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم۔ ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے۔ حضرت عثمان کے بارہ میں بھی مسلم میں روایت ہے کہ حضرت علی نے ان کو یاد دلایا کہ تم دونوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمتع کیا ہے۔ اور حضرت عثمان نے اس سے انکار نہیں کیا۔ پھر حضرت ابن عباس کے متعلق بھی یوں سن لیجئے کہ ترمذی طاؤس سے روایت لائے ہیں اور وہ روایت کرتے ہیں ابن عباس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمتع کیا۔ اور ابوبکر اور عمر و عثمان نے اور سب سے پہلے جس نے اس سے روکا وہ معاویہ ہیں۔ اب ان کی قیاس آرائی کا جواب یہ ہے کہ تمتع و قران کا دم۔ دم جبر ہیں کہ ان کے نقصان کی تلافی ہو جائے دم فضل و ثواب ہے۔ پھر تھوڑی دیر کے لئے ان سب دلائل کو نظر انداز کر دیں اور صرف اس بات کو پیش نظر رکھیں تو وہ بھی مذہب حنفیہ کے ثبوت کے لئے بس ہے وہ یہ کہ اس کا تو شافعیہ کو بھی اقرار ہے کہ آنحضرت نے پہلے افرد کیا۔ پھر عمرہ کا احرام باندھا۔ تو پھر آنحضرت قارن نہیں ہوئے تو کیا ہوئے۔ اور اس سے دنیا کے اختلافات کا راز بھی کھلا کہ جنہوں نے افراد کی روایت کی انہوں نے آنحضرت کے اول امر کی اور جنہوں نے قران کی روایت کی انہوں نے آنجناب کے آخری امر کی جس پر بات ختم ہوئی اور جنہوں نے تمتع کی روایت کی انہوں نے تمتع کو بمعنی لغوی لیا۔ کہ ایک سفر میں دو عبادتوں کو جمع کرنا۔ اور یہ ہو بھی تو نہیں سکتا کیونکہ جس نوعیت کا افراد ثابت کرنا چاہتے ہیں وہ تمتع قران کا وہ یہ کب ہوا جو آنحضرت نے کیا۔ البتہ یہ قران ہو گیا کیونکہ حج کا احرام باندھا اور اس کے بعد عمرہ کا احرام باندھا قبل اس کے کہ اپنی اس کے افعال کے یا اس کا عکس کرتا یہ دونوں قران کی ہیں اور یہ صورت تمتع قران کی نسبت کی متقاضی ہے۔ کیونکہ تمتع کی شکل میں تو ہوتا ہے اور افراد کی صورت میں تو دونوں عمرہ اپنے شہر سے۔ لہذا یہی سزاوار ہے کہ ان کسی دلیل سے قران کے الفاظ مروی ہیں البتہ قرینہ ہے۔ الآیت و قران کی نسبت شبہ ہے اور سنت ہوئی اس کے دلائل اور قوانین ہماری کی ایسے ہیں اور سنت کی اس کی مخالف ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com

دوسرے لفظ اختلافی ہیں صورت نزاع یہ ہے کہ بروئے مذہب شافعی قران میں طواف وسعی ہر دو ایک ایک ہیں اور مذہب حنفیہ کی رو سے دو طواف اور دو ہی سعی ہیں۔ ابن سیرین۔ حسن۔ طاؤس۔ زہری۔ مالک احمد سے مذہب شافعیہ کی موافقت میں روایات ہیں۔ اور مجاہد۔ جابر بن زید۔ شریح۔ علی بن حسین۔ زین العابدین۔ ابراہیم نخعی۔ ثوری سے مذہب حنفیہ کی تائید میں۔ مذہب شافعیہ کی حجت یا مسلم کی روایت ہے جو جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب نے صفا و مروہ کے درمیان ایک ہی سعی کی۔ یا ترمذی کی روایت جو حضرت ابن عمر سے مرفوع منقول ہے کہ جو حج و عمرہ کے لئے احرام باندھے اس کے لئے ایک طواف اور ایک سعی کافی ہے حتیٰ تک دونوں سے حلال ہو۔ مذہب حنفیہ کی دلیل اول یہی حدیث ذیل ہے۔ کہ جبکہ نبی صلعم کے عمل سے دو طواف اور دو سعی کا صاف ثبوت ملتا ہے اور پھر حضرت عمرؓ کی اس پر شہادت کہ یہ عین سنت نبوی ہے۔ دوسرے نسائی سنن کبریٰ میں ابراہیم بن محمد بن الحنفیہ سے روایت لاتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ میں نے اپنے والد کے ہمراہ طواف کیا جب کہ آپ نے حج و عمرہ کو جمع کیا تھا۔ انہوں نے دو طواف کئے اور دو سعی۔ اور مجھ سے حدیث بیان کی کہ حضرت علی نے بھی ایسا ہی کیا اور حضرت علیؓ نے ان سے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایسا ہی کیا۔ تیسرے دارقطنی عمران بن حصین سے روایت لائے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو طواف کئے اور دو سعی۔ ابی بکر بن ابی شیبہ زیاد بن مالک سے روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت علی اور حضرت ابن مسعود نے کہا کہ قران میں دو طواف ہیں اور دو سعی۔ لہٰذا جب ایسے جلیل القدر صحابہ حضرت عمر۔ علی۔ ابن مسعود۔ عمران بن حصین سے مذہب حنفیہ کی موافقت میں روایات مروی ہیں تو یہی مذہب انصافاً قابل ترجیح قرار پایا۔ اور اصح اور ان کی جانب حدیث ترمذی میں یہ سقم ہے کہ یہ ابن عمر سے مرفوع صحیح نہیں۔ طحاوی نے اس پر تصریح کی ہے اور اس میں خطا کی نسبت دراوردی کی طرف کی ہے۔

باب ۱۱۴ فضیلۃ العمرۃ فی رمضان!

رمضان میں عمرہ کی فضیلت کے بیان میں!

۲۵۴ ح ۱ **ابوحنیفۃ** عن عطاء عن ابن عباس رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال عمرۃ فی رمضان تعدل حجۃ۔

حضرت ابن عباس رضؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا عمرہ رمضان میں (باعتبار ثواب کے) حج کے برابر ہے۔

ف: عمرہ کی فضیلت و برتری میں بہت سی روایات وارد ہیں۔ کہیں یوں آیا ہے العمرۃ الی العمرۃ کفارۃ لما بینہما کہ ایک عمرہ سے دوسرے عمرہ تک کی مدت میں جو گناہ سرزد ہوں ان کے لئے عمرہ کفارہ ہے۔ ابوبکر بن عبدالرحمن سے موطا امام مالک میں روایت ہے کہ ایک عورت آنحضرت کے پاس حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ حج کے لئے پوری تیاری کر چکی تھی سفر حج کو کوئی عارضہ پیش آگیا کہ روانگی حج سے قاصر رہی آپ نے اس سے فرمایا کہ رمضان میں عمرہ کرنے کیونکہ رمضان میں عمرہ ایک حج کے برابر ہے۔ مقصد کلام یہ ہے کہ عمرہ گو حج سے کمتر سمجھا جاتا ہے لیکن پھر بھی یہ ایک بابرکت اور سعادت کا عمل ہے اگر ماہ رمضان میں اس کو ادا کیا جائے جو خود ایک مبارک

Maktaba Tul Ishaat.com

مہینہ ہے تو عمرہ کی فضیلت اس مبارک ماہ کی فضیلت سے مل کر ایک حج مکمل کے برابر اللہ کے نزدیک شمار ہوتی ہے۔ گویا اس طریقہ سے عمرہ کی ادائیگی کی طرف زبردست ترغیب دلائی گئی ہے ؛

ابوحنیفہ عن عبد الله عن ابن عمر قال كان النبي صلى الله عليه وسلم يوم فتح مكة على بعير أو رق الى سوادٍ وهو الناقة القصوى متقلدا بقوس متعمما بعمامةٍ سوداء من وبرٍ ؛

حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک خاکستری مائل اونٹنی پر سوار تھے جو ناقۃ القصوی سے مشہور ہے آنجناب کے گلے میں کمان پڑی ہوئی تھی اور آپ نے اونٹ کا سیاہ عمامہ باندھے ہوئے ؛

ف :- مکہ میں آنحضرت کا بغیر احرام کے داخلہ آپ کی خصوصیات میں سے ہے ؛

باب ۱۱۵ زیارۃ قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کی زیارت کے بیان میں

ابوحنیفہ عن نافع عن ابن عمر رض قال من السنة ان تأتي قبر النبي صلى الله عليه وسلم من قبل القبلة وتجعل ظهرك الى القبلة وتستقبل القبر بوجهك وتقول السلام عليك ايها النبي ورحمة الله وبركاته ؛

حضرت ابن عمر سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ سنت طریقہ یہ ہے کہ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شریف پر قبلہ کی جانب سے آئے۔ قبلہ سے پیٹھ کرے ہو۔ اور قبر کی طرف اپنا چہرہ پھیر کے تو السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ؛

ف :- امام محمد موطا میں عبداللہ بن دینار سے روایت نقل کرتے ہیں کہ ابن عمر جب سفر سے واپس آتے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر آتے۔ آپ پر درود بھیجتے اور دعا فرماتے ۱۲

کتاب النکاح

کتاب نکاح کے بیان میں

باب ۱۱۶ خطبة النكاح

باب خطبہ نکاح کے بیان میں

ابوحنیفہ عن القاسم عن ابيه عن عبد الله قال علمنا رسول الله صلى الله عليه وسلم وكان من خطبة الحاجة يعني النكاح ان الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونستهديه من يهد الله فلا مضل له ومن يضلل

حضرت عبداللہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ حاجت یعنی خطبہ نکاح اس طرح سکھایا کہ بیشک اللہ کے لئے ہر تعریف ہے ہم اسی کی حمد کرتے ہیں اور اسی سے مدد چاہتے ہیں اور اسی سے بخشش مانگتے ہیں اور اسی سے ہدایت طلب کرتے ہیں جس کو اللہ ہدایت دے اس کو کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جس کو اللہ گمراہ کرے

Maktaba Tul Ishaat.com

فلا هادی له ونشهد ان لا الٰه الا الله ونشهد ان محمدا عبده ورسوله۔

یا ایها الذین امنوا اتقوا الله حق تقاته ولا تموتن الا وانتم مسلمون واتقوا الله الذی تساءلون به والارحام ان الله کان علیکم رقیبا۔ یا ایها الذین امنوا اتقوا الله وقولوا قولا سدیدا۔ یصلح لکم اعمالکم ویغفر لکم ذنوبکم ومن یطع الله ورسوله فقد فاز فوزا عظیما۔

والا کوئی نہیں اور جس کو گمراہ کرے اس کو ہدایت دینے والا کوئی نہیں۔ اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں۔ اور گواہی دیتے ہیں کہ محمد اس کے بندے ہیں اور اس کے رسول (پھر یہ آیات قرآن پاک تلقین فرمائیں) یا ایها الذین امنوا اتقوا الله حق تقاته ولا تموتن الا وانتم مسلمون واتقوا الله الذین تساءلون به والارحام ان الله کان علیکم رقیبا۔ یا ایها الذین امنوا اتقوا الله وقولوا قولا سدیدا۔ یصلح لکم اعمالکم ویغفر لکم ذنوبکم ومن یطع الله ورسوله فقد فاز فوزا عظیما۔

نوٹ: حاجت سے مراد نکاح لیا۔ حقیقت میں نکاح انسان کے لئے ایک حاجت ہے اور شدید ترین حاجت خصوصاً جوان عمر شخص کے لئے۔ اس کے بغیر انسان کی تمدنی و معاشرتی زندگی تلخ و بے مزہ ہے۔ قوائے شہوانی کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے اس کے بغیر اور کوئی معقول و مناسب طریقہ و اسلوب نہیں۔ امور خانگی چلانے کے لئے اور خانگی زندگی کو خوشگوار بنانے کے لئے نکاح کی طرف انسان سخت محتاج و ضرورت مند ہے۔ پھر نسل کے باقی رکھنے کے لئے انسانیت کے دائرہ میں اس کے علاوہ اور کوئی طریقہ نہیں۔ لہٰذا نکاح انسان کی سب سے بڑی حاجت ہے۔

یہ تشہد حاجت (نکاح) ہے ایک تشہد صلوٰۃ ہے جو نماز میں التحیات کی شکل میں پڑھا جاتا ہے سفیان ثوری وغیرہ کے نزدیک نکاح بغیر خطبہ کے جائز ہے۔ ابوداؤد کی حدیث ان کے خیال پر دال ہے۔ لیکن یہ بہت بڑا مستحب امر ہے اور مسنون طریقہ۔ چنانچہ ترمذی میں حضرت ابی ہریرہ سے مروی ہے کہ کل خطبة لیس فیها تشهد فهی کالید الجذماء کہ جس خطبہ میں تشہد نہ ہو وہ اس ہاتھ کے مانند ہے جس کو جذام کی بیماری لگی ہوئی ہو۔ یا وہ کٹا ہوا ہو۔ گویا اس میں کوئی فائدہ نہیں۔ یہ خطبہ دراصل یوں رکھا گیا ہے کہ اس کے ذریعہ نکاح کا اعلان و اشاعت ہو سکے۔ کیونکہ نکاح کے اعلان کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تاکید منقول ہے کہیں آپ نے اعلنوا النکاح کا لفظ ارشاد فرمایا اور کہیں اظهروا النکاح کا۔ شافعی کے نزدیک تمام لین دین کے معاملات میں، مثلاً خرید و فروخت نکاح وغیرہ میں خطبہ سنت ہے۔

بَابُ الْاَمْرِ بِالنِّكَاحِ ۱۱۷

باب نکاح کے حکم میں!

۱۱۵ ابوحنیفة عن زیاد عن عبدالله بن الحارث عن ابی موسیٰ قال قال رسول الله صلی

حضرت ابوموسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کرو کیونکہ میں

Maktaba Tul Ishaat.com

الله عليه وسلم تزوجوا فاني مكاثر بكم الامم ۔

(بروز قیامت) تمہاری کثرت پر دوسری امتوں کے مقابلہ میں فخر کروں گا۔

فائدہ: دوسری روایات میں کچھ کمی بیشی یا کچھ تبدیلی سے الفاظ وارد ہیں۔ ابوداؤد میں تزوجوا کے ساتھ الولود الودود کے الفاظ بھی زائد ہیں۔ جو حقیقت میں پوری حدیث کی شرح وتفسیر کرتے ہیں اور تزوجوا کے حکم کو فانی مکاثر بکم الامم کی علت سے جوڑتے ہیں کہ فرمایا تزوجوا الولود الودود یعنی بچے جننے والی اور محبت مزاج عورتوں سے نکاح کرو۔ ولود کا لفظ اس راز کو کھولتا ہے کہ جب عورتیں زیادہ کثرت سے بچے جنیں گی۔ اور توالد تناسل زائد ہوگا تو لامحالہ امت کی تعداد بڑھے گی۔ تو آنحضرت ﷺ کو قیامت کے روز فخر کا موقع ملے گا۔ کیونکہ آنحضرت اپنی امت کے لئے راہ خیر کی طرف راہنمائی کرنے والے ہیں اور طریق شریعت وسنت کو رواج دینے والے اور بمطابق احادیث الدال علی الخیر کفاعلہ کہ بھلائی کی طرف راہنمائی کرنے والے کا بھی اجر ہے جو بھلائی پر چلنے والے کا ہے یا من سن سنة حسنة فله اجرها واجر من عمل بها لا ينقص من اجورهم شيئا کہ جس نے کسی اچھے طریقہ کو رائج کیا اس کے لئے اس بھلائی کا اجر ہے اور اس کا اجر بھی جو اس پر عمل کرے اور عمل کرنے والوں کے اجر میں سے کوئی کمی نہ کی جائے گی۔ آپ کی امت کے افراد جس قدر کثرت سے ہوں گے اسی قدر ان سب کا اجر آنحضرت کو ملے گا۔ اور آپ کو کثرت ثواب پر فخر فرمائیں گے۔ پس اچھے خاندان والی عورتوں سے نکاح کرو۔ کہ امت کے افراد بڑھیں۔ ودود کا لفظ اس مضمون کی ترجمانی کرتا ہے کہ ایسی عورتیں جو الفت مزاج ہوں گی تو شوہر وزوجہ میں شدید اتحاد ہوگا اور گہرا انس اور یہ گہرا انس توالد وتناسل کے سلسلہ میں بہت ممد ہوگا۔ اور کثرت سے اولاد پیدا ہونے کا سبب بنے گا۔ یہ تو اس سبب سے کہ جب زوجین میں گہرا انس ہو ایک دوسرے سے انس نہ رکھیں تو اکثر وبیشتر بے اولاد ہوتے ہیں اور گہرا اولاد ہونے کا سبب ہوتا ہے۔

۱۱۸ باب الحث على نكاح الابكار

ابو حنيفة عن عبد الله بن دينار عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم عليكم بالجواري الشواب فانهن اعذب افواها واعز اخلاقا ۔

کنواری لڑکیوں سے نکاح کی طرف ترغیب دلانا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم پر لازم ہے کہ جوان عورتوں سے نکاح کرو۔ کیونکہ وہ زیادہ میٹھے دہن والی ہوتی ہیں اور زیادہ اچھے اخلاق والی ہوتی ہیں۔

فائدہ: پہلی حدیث سے یہ مقصد ہے کہ بسبب جوانی ان کے رحموں میں زیادہ توالد وتناسل کی صلاحیت ہوتی ہے اور بغیر کسی خرابی یا دقت کے زیادہ نسل کے تمام مراحل طے ہوتے ہیں اور بیوں نسل کی فراوانی کا سبب بنتی ہیں اور دوسری حدیث سے یہ مقصد ہے کہ جوانی میں عقل وسمجھ بوجھ کی پختگی اور اعتدال مزاجی کے باعث ان کا اخلاق اچھا ہوتا ہے۔ تہذیب نفس وحسن اخلاق کا ان میں غلبہ ہوتا ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com

مجابی ایک حد تک آکر رہتی ہے۔ جو اس کی گفتگو پر اثر انداز ہوتی ہے۔ تیسری صفت سے یہ غرض ہے کہ ان کے اخلاق پسندیدہ۔ برتاؤ خوشگوار میں ہوں دل پسند ہوتا ہے جس کی وجہ سے ازدواجی زندگی نہایت بہتر گذرتی ہے اس سلسلہ میں جو احادیث وارد ہیں ان کے الفاظ ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں کہیں کہیں خفیف سا ردوبدل ہے۔ ابن ماجہ اور بیہقی کی روایت میں ادنی بالیسیر کا لفظ ہے کہ وہ تھوڑی سی چیز پر راضی ہو جاتی ہیں کیونکہ ان کی نظر میں پچھلی کوئی مثال نہیں ہوتی کہ اس سے مقابلہ کر کے تھوڑی چیز پر بے صبری ظاہر کریں۔ ایک روایت میں اقل جبا کا لفظ ہے یعنی ان میں دھوکے بازی کم ہوتی ہے۔ مصنف عبدالرزاق میں یہ ہی الفاظ ہیں اور ان کے بعد یہ عبارت ہے الم تعلموا انی مکاثر بکم یعنی تم اس کو نہیں جانتے کہ میں تمہاری کثرت پر فخر کروں گا۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا ذرا بتائیے اگر آپ ایسے درخت پر گذریں جو چرایا جا چکا ہے اور ایسے پر جسکو کسی نے نہیں چرا ہے تو آپ اپنے اونٹ کو کونسا درخت چرائیں گے۔ آپ نے ارشاد فرمایا وہ درخت جس کو کسی نے نہیں چرا ہے۔ مقصد یہ تھا کہ ان کے علاوہ کسی اور کنواری کو نکاح میں نہیں لائیں گے چنانچہ قرآن پاک میں حوروں کی مدح سرائی کے ذیل میں ارشاد ہوتا ہے لم یطمثھن انس قبلھم ولا جان کہ ان سے پہلے نہ کوئی انسان ان کے نزدیک پھٹکا نہ کوئی جن۔ تو گویا ان کا اچھوتا ہونا یہ ہی ان کی سب سے بڑی تعریف ہے اور مدح۔

باب ۱۱۹ تنزیہ نکاح العجائز والشیب ذات الولد!

باب۔ اس بیان میں کہ بوڑھی اور رانڈ۔ مطلقہ۔ بچہ والی عورتوں کے نکاح سے اجتناب کیا جائے!

۲۶۰ ح ۱ ابوحنیفة عن حماد عن ابراهیم قال اخبرنی شیخ من اهل المدینة عن زید بن ثابت انه جاء الی النبی صلی الله علیه وسلم فقال له هل تزوجت قال لا قال تزوج تستعف مع عفتك ولا تزوجن خمسا قال ما هن قال لا تزوجن شهبرة ولا لهبرة ولا هبدرة ولا لفوتا قال زید یا رسول الله لا اعرف شیئا مما قلت قال بلی اما الشهبرة فالزرقاء البدینة واما النهبرة فالطویلة المهزولة واما اللهبرة فالعجوز المدبرة واما الهیدرة فالقصیرة

حضرت زید بن ثابت رض نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان سے ارشاد فرمایا کہ تم نے نکاح کیا۔ انہوں نے کہا نہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اپنی جیسی عفیف (پاک دامن) عورت ڈھونڈو۔ اور پانچ (قسم کی) عورتوں سے نکاح نہ کرنا۔ حضرت زید نے پوچھا وہ کون سی ہیں۔ آپ نے فرمایا نہ نکاح کرو شہبرہ سے نہ لہبرہ سے نہ ہبدرہ سے۔ اور نہ لغوت سے۔ اس پر حضرت زید بولے یا رسول اللہ جو الفاظ آپ نے ارشاد فرمائے ان میں سے ایک کے معنی بھی نہیں جانتا۔ آپ نے فرمایا تو اچھا شہبرہ گرے جسم کی موٹی بدن کی۔ لہبرہ لمبی بہت دبلی۔ لہبرہ بوڑھی خبیث شہوانی سے خالی۔ ہبدرہ بونی بدشکل اور لغوت وہ

Maktaba Tul Ishaat.com

الذميمة واما اللفوت فذات الولد من غيرك قال الشيباني ضحك ابو حنيفة من هذا الحديث طويلا ؛

جو دوسرے خاوند سے بچہ لائے۔ شیبانی کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اس حدیث سے دیر تک ہنستے رہے ؛

ف: یہ نہی تنزیہی ہے اور انتخابی جس طرح کنواری لڑکیوں سے نکاح کرنے کا امر انتخابی ہے کیونکہ خود آنحضرت کی ازواج مطہرات میں سوائے حضرت عائشہ رض کے تمام ازواج ثیبہ تھیں۔ حضرت سودہ فربہ جسم قد والی تھیں اور حضرت خدیجہ بوڑھی تھیں۔ چالیس برس کی عمر میں آنحضرت کے نکاح میں آئیں اور ساٹھ برس سے زائد مدت تک بقید حیات رہیں اور آنحضرت کے نکاح میں۔ پھر حضرت خدیجہ اور حضرت ام سلمہ ہر دو اپنے پچھلے خاوندوں سے اولادیں لائی تھیں ؛

باب ۱۲۰ اجتناب عن نکاح العقیم!

باب۔ بانجھ عورت سے نکاح کرنے سے اجتناب کے بیان میں!

۲۶۱ ح ۱

ابوحنیفة عن عبد الملك عن رجل شامي عن النبي صلى الله عليه وسلم قال اتاه رجل فقال يارسول الله اتزوج فلانة فنهاه عنها ثم اتاه ايضا فنهاه عنها ثم اتاه فنهاه عنها ثم قال سوداء ولود احب الي من حسناء عاقر ؛

ایک رجل شامی سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا۔ اور آپ سے پوچھا یارسول اللہ کیا میں فلاں عورت سے نکاح کر لوں۔ آپ نے اس کو اس سے روکا۔ پھر وہ آپ کے پاس آیا آپ نے پھر اس کو منع کیا۔ پھر وہ آپ کے پاس آیا آپ نے پھر اس کو منع کیا۔ اور فرمایا کالی بچہ جننے والی مجھ کو زیادہ پسند ہے خوبصورت بانجھ سے ؛

ف: کیونکہ آنحضرت کو علم تھا جس کے بارے میں استفسار کیا جا رہا ہے وہ اگرچہ بظاہر تو بانجھ ہونے کا وہ عیب نہیں رکھتی ہے۔ اس لئے آنحضرت نے اس کو اس عورت کے [illegible] بار آنجناب نے اس حکم امتناعی کی وجہ کھولی اور فرمایا کہ میں کالی بچہ جننے والی کو [illegible] ترجیح اس فلسفہ پر مبنی ہے کہ نکاح کا مقصد اصلی درجہ [illegible] کے حصول کے لئے بچہ جننے کی صفت سب سے پہلے درجہ [illegible] نفسانی مدنظر ہوتی تو حسن و جمال کو ترجیح دی جاتی ؛

باب ۱۲۱ شوم المرأة!

باب عورت کے منحوس ہونے کے بیان میں!

۲۶۲ ح ۱

ابوحنيفة عن علقمة عن ابن بريدة قال تذاكر الشؤم ذات يوم عند رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال

Maktaba Tul Ishaat.com

الشؤم فی الدار والفرس والمرأة فشؤم الدار ان تکون ضیقة لها جیران سوء وشؤم الفرس ان تکون حموحا وشؤم المرأة ان تکون عاقرا زاد الحسن بن سفیان سیئة الخلق عاقرا ۔

اور عورت میں۔ گھر کی نحوست یہ کہ تنگ ہو اور پڑوسی برے ہوں۔ گھوڑے کی نحوست یہ کہ سرکش ہو۔ اور عورت کی نحوست یہ کہ بانجھ ہو۔ حسن بن سفیان نے (اپنی مسند میں) اس میں زیادتی کی اور کہا کہ بدخلق ہو اور بانجھ۔

وفی روایة ان یکن الشؤم فی شئ ففی الدار والمرأة والفرس فاما الدار فشؤمها ضیقها واما المرأة فشؤمها سوء خلقها وعقر رحمها واما شؤم الفرس فان تکون جموحا ۔

اور ایک روایت میں ہے اس طرح ہے۔ کہ اگر کسی چیز میں نحوست ہے تو گھر۔ عورت اور گھوڑے میں ہے۔ گھر کی نحوست اس کی تنگی ہے۔ عورت کی نحوست اس کی بدخلقی اور بانجھ پنا ہے۔ گھوڑے کی نحوست اس کا سرکش اور منہ زور ہونا ہے +

شرح: حدیث ذیل کی ہر دو روایات مختلف کتب صحاح میں وارد ہیں۔ اس کے بحث میں مسئلہ نحوست قابل تشریح ہے اور محتاج بیان کیونکہ اس کے بارہ میں روایات مختلف الفاظ سے وارد ہیں اور علماء کی آراء بھی آپس میں مختلف۔ بعض روایات میں صاف وارد ہے کہ نحوست گھر۔ گھوڑے۔ عورت ہر سہ اشیاء میں ہے جس طرح امام صاحب کی پہلی روایت میں ہے اور بعض میں تعلیق و شرط کے ساتھ جس طرح دوسری روایت میں ہے اس کی تشریح میں علماء مختلف الرائے ہیں۔ بعض کے نزدیک ان الفاظ سے نحوست کا ثبوت ہے کہ نحوست کسی چیز میں نہیں مگر ان تین میں اور بعض کے نزدیک اس سے نحوست کا ثبوت نہیں گویا ان کے نزدیک فرض و تقدیر کی صورت ہے۔ کہ اگر نحوست ہوتی تو ان میں ہوتی۔ لیکن چونکہ اس کا وجود نہیں تو ان میں بھی نہیں۔ یہ بالکل ایسا ہے کہ کہا گیا لو کان شئ سابق القدر لسبقته العین کہ اگر کوئی شے قضا و قدر سے سبقت کرتی تو نظر بد اس سے سبقت کرتی۔ حضرت ابن عزنی نے اس کی تفسیر میں کہا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ شوم کو کسی چیز میں پیدا کرتا تو ان اشیاء میں پیدا کرتا سازدی نے اس کی یوں تشریح کی ہے کہ اگر شوم حق ہوتی تو یہ اشیاء اور اشیاء کے لحاظ سے اس کی زیادہ حقدار تھیں۔ کہ ان میں نفس کو شوم ہونے کا خیال پیدا ہوتا ہے لیکن حقیقت میں اس ذیل کی روایت کی تشریح وہ روایت کرتی ہے جس میں صاف طور سے نحوست کا ثبوت ہے۔ مثلاً یہاں روایت اول میں یا مسلم میں انما الشوم فی الثلاثة کے الفاظ سے۔ یا بخاری میں کتاب النکاح میں ابن عمر رض سے الشوم فی الدار والمرأة والفرس کے الفاظ سے۔ پھر اس میں بھی اختلاف ہے کہ شوم و نحوست سے کیا مراد ہے اس کے حقیقی اور ظاہری معنی کہ یہ ہر سہ نامبارک ہیں اور ہلاکی و تباہی کا باعث۔ یا یہ کہ یہ تینوں چیزیں تکلیف و پریشانی اور عاقبت میں نتیجہ بد کا سبب بنتی ہیں۔ پہلے خیال کی روایت مالک سے ہے چنانچہ ابوداؤد میں ابن قاسم سے روایت کرتے ہیں اور وہ مالک سے کہ انہوں نے اس کی تفسیر میں کہا کتنے گھر ایسے ہیں کہ لوگ اس میں آباد ہوئے۔ اور ہلاک ہو گئے پھر دوسرے آئے وہ بھی ہلاک ہو گئے پھر کہا کہ ہمارے نزدیک اس کی یہ ہی تفسیر ہے۔ مگر یہ کہتے ہیں کہ یہ نحوست قضا و قدر سے پیدا ہوتی ہے۔ یہ نہیں کہ اس کے خلاف ہو۔ جس

Maktaba Tul Ishaat.com

اصحاب دوسرے خیال کے حامی ہیں وہ اپنے سامنے مختلف روایات رکھتے ہیں جن سے شوم کی تفسیر ملتی ہے۔ اس تفسیر میں بھی روایات مختلف اللفظ ہیں۔ حدیث ذیل میں شوم کی جو تفسیر ہے وہ سلمنے بعض سے یوں نقل ہے کہ گھوڑے کی نحوست یہ ہے کہ اس پر جہاد نہ کیا جائے۔ اور عورت کی نحوست یہ کہ اس کا مہر بہت بھاری ہو۔ طبرانی میں حضرت اسماء کی حدیث میں یوں ہے ان من شقاء المرء فی الدنیا سوء الدار والمرأۃ والدابۃ کہ انسان کی بدبختی دنیا میں گھر عورت اور سواری کا برا ہونا ہے اس سے شوم کی مزید وضاحت ہوئی۔ امام احمد حضرت سعد بن وقاص سے مرفوع روایت لائے ہیں من سعادۃ ابن ادم المرأۃ الصالحۃ والمسکن الصالح والمرکب الصالح ومن شقاء ابن ادم ثلثۃ المرأۃ السوء والمسکن السوء والمرکب السوء کہ انسان کی نیک بختی تین چیزوں سے ظاہر ہے پارسا عورت۔ آسائش کا گھر اور آرام دہ سواری۔ اور اس کی بدبختی تین چیزوں سے بری عورت۔ برا مکان اور بری سواری۔ گویا انسان کی خوشحالی اور بدحالی کا راز ان ہی اشیا کی اچھائی برائی میں مضمر ہے۔ اگر یہ چیزیں اچھی ہیں تو اس کا نصیب کھلا۔ زندگی خوشگوار ہوئی اور زندگی کے دن راحت کے ساتھ بسر ہوئے۔ یہ ہے دل سے آنے والی نکلیفوں کا میدان سامنے کھلا۔ عورت سے زندگی بھر کا ساتھ ہے۔ خوش نصیبی کا مدار اس پر ہے کیوں کہ عمر بھر میں ہر وقت کا ساتھ ہے اگر اس میں تنگی وغیرہ کے باعث تکلیف ہے تو زندگی تلخ ہے اور ہر وقت کا سابقہ رہتا ہے۔ سواری سے ہر وقت کا سابقہ ہے اگر وہ منہ زور ہے تو یہ سواری نہیں ہے بلکہ مصیبت کی نشانی ہے اور اس کا جنجال عمر بھر ان تمام تفاسیر کی رو سے شوم کا اطلاق اسی شے پر ہوا جس کو انسان ناپسند کرے۔ وہ اس کی طبیعت کے ناموافق ہو اور آگے چل کر اس کے لئے خلجان کا سبب بنے۔ ارشاد ساری میں شیخ تقی الدین السبکی کا یہ کلام نقل ہے کہ کلیان انبیاء کے ساتھ نحوست یوں مخصوص فرمائی کہ ان کی طرف سے عداوت و فتنہ کا احتمال ہے یہ بعید ہے کہ ان میں کلان یں کچھ تاثیر ہے۔ ہاں کہ فتنہ و فساد میں دخل ہے کوئی عالم اس کا قائل نہیں ہوا ہے کیونکہ شرعیت نے ایسے شخص کو جو بچہ سے ہاتھ دھونے کا قائل ہو

باب ۱۲۲ استیذان بکر و ثیب!

باب کنواری اور بیوہ عورت سے اجازت لینے کے بیان میں

ابوحنیفۃ عن عطاء عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ذکر لفاطمۃ ان علیا یذکرک ۔

ف: [illegible]

Maktaba Tul Ishaat.com

منگنی کے وقت ضروری امر ہے۔ صاف اور کھلے الفاظ میں استفسار کرنے سے حجاب مانع ہوتا ہے ۔

۲۶۴ ح ۲

ابوحنیفۃ عن شیبان عن یحیی عن المھاجر عن ابی ھریرۃ رض قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اراد ان یزوج احدی بناتہ یقول ان فلانا یذکر فلانۃ ثم یزوجھا ۔

حضرت ابی ہریرہ رض کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ارادہ فرماتے کہ اپنی کسی صاحبزادی کا کسی سے نکاح کریں تو فرماتے کہ فلاں شخص (اس کا نام لیکر) فلاں کا (یعنی اپنی صاحبزادی کا) ذکر کرتا ہے ۔ پھر جب آپ کی طرف سے اس پر سکوت پاتے تو ان کا نکاح اس شخص سے کر دیتے ۔

وفی روایۃ عن ابی ھریرۃ رض قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا زوج احدی بناتہ اتی جدارھا فیقول ان فلانا یذکر فلانۃ ثم یزوجھا ۔

ایک روایت میں حضرت ابی ہریرہ رض سے یہ روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کسی صاحبزادی کو کسی کے نکاح میں دینا چاہتے تو ان کے پردہ کے پاس تشریف لاتے اور فرماتے کہ فلاں شخص فلاں کا (یعنی اپنی صاحبزادی کا نام لیتے) ذکر کرتا ہے پھر ان کا نکاح اس صاحب سے پڑھا دیا کرتے ۔

وفی روایۃ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا خطب الیہ ابنۃ من بناتہ اتی جدارھا فقال ان فلانا یذکر فلانۃ ثم ذھب فانکح ۔

ایک اور روایت میں اس طرح ہے کہ جب آپ کی کسی صاحبزادی کا پیغام منگنی آپ کے پاس آتا۔ تو آپ ان کے پردہ کے پاس تشریف لے جاتے۔ اور فرماتے کہ فلاں شخص فلاں کا ذکر کرتا ہے۔ پھر (خانہ) اپنی صاحبزادی کا نکاح پڑھا دیا کرتے ۔

ف:۔ گویا اپنی صاحبزادیوں کے نکاح کے سلسلہ میں آنجناب ؐ کا یہی طریقہ تزویج عمل رہا ۔

۲۶۵ ح ۳

ابوحنیفۃ عن محمد بن المنکدر عن جابر بن عبد اللہ ان عائشۃ زوجت یتیمۃ کانت عندھا فجھزھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من عندہ ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رض سے روایت ہے کہ عائشہ رض نے نکاح کیا ایک یتیم بچی کا جو آپ کے پاس تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنے پاس سے جہیز دیا ۔

ف:۔ آنجناب نے اپنے اخلاق کریمانہ سے یتیمہ کا جہیز خود بنفس نفیس مہیا فرما دیا ۔

باب ۱۲۳ استیمار البکر و استیذان الثیب

باب ۔ اس بیان میں کہ باکرہ کی رضامندی لی جائے اور ثیبہ سے اجازت

۲۶۶ ح ۱

ابوحنیفۃ عن شیبان بن عبد الرحمن عن یحیی بن ابی کثیر عن المھاجر بن عکرمۃ عن

حضرت ابی ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ باکرہ کا نکاح نہ کیا جائے

Maktaba Tul Ishaat.com

ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا تنکح البکر حتی تستأمر ولا تنکح الثیب حتی تستأذن وفی روایة لا تزوج البکر حتی تستأمر ورضاها سکوتها ولا تنکح الثیب حتی تستأذن ۔

جب تک اس کی رضامندی نہ لے لی جائے اور اس کی خاموشی ہی اس کی رضامندی ہے اور نہ نکاح کیا جائے بیوہ کا جب تک اس سے اجازت حاصل نہ کر لی جائے ایک روایت میں ہے نہ نکاح کیا جائے باکرہ کا تاوقتیکہ اس کی مرضی حاصل نہ کر لی جائے اور اس کا سکوت ہی اس کی مرضی ہے اور نہ نکاح کیا جائے بیوہ کا جب تک اس سے اجازت نہ لی جائے ۔

وفی روایة لا تنکح البکر حتی تستأمر واذا سکتت فهو اذنها ولا تنکح الثیب حتی تستأذن ۔

ایک اور روایت میں اس طرح ہے کہ نہ نکاح کیا جائے باکرہ کا جب تک اس سے اجازت نہ لی جائے اور جب وہ چپ ہو گئی تو یہی اس کی اجازت ہے ۔ اور نہ نکاح کیا جائے بیوہ کا جب تک اس سے اجازت نہ حاصل ہو ۔

ف: صحاح ستہ میں یہ حدیث وارد ہے ۔ اس سلسلہ میں ایک نقطہ پر ائمہ کا زبردست اختلاف ہے جس کا مشرح بیان اور مناسب تشریح مفصل حدیث میں آ رہی ہے ۔

باب ۱۲۴ عدم جواز النکاح بغیر رضا المرأة!

باب ۔ اس بیان میں کہ بغیر رضامندی عورت کے نکاح جائز نہیں!

ابوحنیفة عن عبد العزیز عن مجاهد عن ابن عباس ان امرأة تُوفی عنها زوجها ثم جاء عم ولدها فخطبها فابی الا ان یزوجها وزوجها من الاخیر فاتت المرأة النبی صلی الله علیه وسلم فذکرت ذلک له فبعث الی ابیها فحضر فقال ما تقول هذه قال صدقت ولکنی زوجتها من هو خیر منه ۔

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک [illegible] کا خاوند فوت ہو گیا ۔ اس کے [illegible] اس کے [illegible] چاہا ۔ مگر عورت کا [illegible] ہوا ۔ چنانچہ اس [illegible] دے دیا ۔ تو عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی ۔ [illegible] آپ سے [illegible] بیان کیا ۔ آپ نے اس کے باپ کو بلوایا ۔ وہ آیا ۔ اس سے آپ نے فرمایا کہ یہ عورت کیا کہتی ہے ۔ اس نے جواب دیا [illegible] منسوب [illegible] خاوند نے [illegible] ہوتی ہیں [illegible]

فشق بینهما وزوجها عم ولدها ۔

Maktaba Tul Ishaat.com

وَفِي رِوَايَةٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رض اَنَّ اسْمَاءَ خَطَبَهَا عَمُّ وَلَدِهَا وَرَجُلٌ اٰخَرُ اِلٰى اَبِيْهَا فَزَوَّجَهَا مِنَ الرَّجُلِ فَاَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاشْتَكَتْ ذٰلِكَ اِلَيْهِ فَنَزَعَهَا مِنَ الرَّجُلِ وَزَوَّجَهَا عَمَّ وَلَدِهَا ؛

ایک روایت میں ابن عباس رض سے یوں مروی ہے کہ اسماء کو مانگا اس کے دیور اور ایک اور شخص نے اس کے باپ سے۔ اس کے باپ نے دیور کے علاوہ) دوسرے شخص سے اس کا نکاح کر دیا۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور آپ سے اس بات کی شکایت کی۔ لہذا آپ نے اس شخص سے چھڑا کر اس کے دیور سے اس کا نکاح کر دیا ؛

وَفِي رِوَايَةٍ اَنَّ امْرَاَةً تُوُفِّيَ عَنْهَا زَوْجُهَا فَخَطَبَهَا عَمُّ وَلَدِهَا فَزَوَّجَهَا اَبُوْهَا بِغَيْرِ رِضَاهَا مِنْ رَجُلٍ اٰخَرَ فَاَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ لَهٗ فَدَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَنْكَحْتَهَا بِغَيْرِ رِضَاهَا قَالَ زَوَّجْتُهَا مِمَّنْ هُوَ خَيْرٌ مِّنْهُ فَفَرَّقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ زَوْجِهَا وَزَوَّجَهَا مِنْ عَمِّ وَلَدِهَا ؛

ایک اور روایت میں اس طرح ہے کہ ایک عورت کا خاوند مر گیا۔ تو اس کے دیور نے اس کے ساتھ نکاح کا پیغام بھیجا۔ اور باپ نے عورت کی بلا مرضی دوسرے شخص سے اس کا نکاح کر دیا۔ لہذا وہ عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور آپ سے قصہ بیان کیا۔ آپ نے اس کے باپ کو طلب فرمایا۔ اور اس سے فرمایا کہ کیا تو نے اس کا (اپنی لڑکی کا) نکاح اس کی بغیر رضامندی کے دیا۔ اس نے جواب دیا کہ میں نے اس کا نکاح ایسے سے کیا ہے جو اس کے دیور سے بہتر ہے۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شوہر اور زوجہ کے درمیان تفریق کرا دی۔ اور اس کا نکاح اس کے دیور سے کرا دیا ؛

وَفِي رِوَايَةٍ اَنَّ امْرَاَةً تُوُفِّيَ عَنْهَا زَوْجُهَا وَلَهَا مِنْهُ وَلَدٌ فَخَطَبَهَا عَمُّ وَلَدِهَا اِلٰى اَبِيْهَا فَقَالَتْ زَوِّجْنِيْهِ فَاَبٰى وَزَوَّجَهَا مِنْ غَيْرِهٖ بِغَيْرِ رِضًى مِّنْهَا۔

فَاَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ لَهٗ فَسَاَلَهٗ عَنْ ذٰلِكَ۔

فَقَالَ اَنَا زَوَّجْتُهَا مِنْ هُوَ خَيْرٌ مِّنْ عَمِّ وَلَدِهَا۔

فَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا وَزَوَّجَهَا مِنْ

ایک اور روایت میں یوں ہے کہ ایک عورت کا خاوند مر چکا تھا۔ اور اس سے اس کا ایک لڑکا تھا۔ تو دیور نے اس کے باپ کے پاس اس کے لئے پیام منگنی بھیجا۔ اس عورت نے (اپنے باپ سے کہا) میرا نکاح اس سے کر دو۔ اس کے باپ نے اس سے انکار کیا اور اس کے خلاف مرضی کسی دوسرے سے اس کا نکاح کر دیا۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی۔ اور آپ کو پورا قصہ کہہ سنایا۔ آپ نے اس کے باپ سے واقعہ کی تصدیق فرمائی۔ اس نے کہا۔ جی بے شک میں نے اس کا نکاح اس کے دیور سے بہتر آدمی کے ساتھ کر دیا ہے۔ لہذا آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے شوہر و بیوی میں تفریق کرا دی۔ اور اس عورت کا نکاح

Maktaba Tul Ishaat.com

عَمْ وَلَدِهَا ؛ اس کے بیٹے سے کرایا ہو

ف: حدیث ذیل کے ماتحت ایک امر اختلافی محتاج تشریح ہے۔ وہ یہ کہ اگر عورت بالغہ عاقلہ ہو تو اس کا اپنا خود نکاح کرا دینا جائز ہے یا نہیں۔ امام شافعی عدم جواز کے قائل ہیں اور امام ابوحنیفہ جواز کے۔ ان کے نزدیک ولی کو غیر کفو میں دخل دینے کا حق حاصل ہے۔ ہر سہ ائمہ قرآن سے بھی دلیل لاتے ہیں اور حدیث نبوی سے بھی اور عقل و درایت سے بھی اس کو حق ثابت کرتے ہیں۔ قرآن سے اس طرح کہ اولیاء کو حکم ہوا فلا تعضلوھن (۱) ینکحن ازواجھن کہ عورتوں کو اپنے خاوندوں سے نکاح کرنے سے نہ روکیں۔ معلوم ہوا کہ ولیوں کو نکاح کرانے کا حق کلی حاصل ہے۔ جب ہی تو ان کو حکم ہوا کہ وہ ان کو نکاح کرنے سے نہ روکیں۔ ورنہ اگر وہ مختار نہ ہوتے تو ان کو منع کرنے کے کیا معنی تھے۔ روایت کے میدان میں بھی احادیث سے دلیل لاتے ہیں جن میں چیدہ دو میں ایک ابی موسیٰ کی مرفوع حدیث جس کو ترمذی وغیرہ بایں الفاظ لائے ہیں لا نکاح الا بولی کہ بغیر ولی کے کوئی نکاح نہیں۔ دوسری حضرت عائشہؓ کی مرفوع حدیث جس کو ابوداؤد و نسائی۔ ابن ماجہ۔ ترمذی لائے ہیں اس کا مضمون ہے کہ جس عورت نے بغیر اجازت ولی اپنا نکاح کیا تو اس کا نکاح باطل ہے۔ تین مرتبہ آنحضرت نے اس کو دہرایا۔ عقل و درایت کی رو سے یوں کہ نکاح کئی مقاصد کے پیش نظر رکھا گیا ہے۔ مثلاً یہ کہ نسل باقی رہے۔ پہلے بھولے بھالے خاوند تلاش کئے جائیں اور صلاحیت پذیر ہو۔ غرض طمانیت کدہ سے نہ دشمنت کدہ۔ اور عورت چونکہ ناقص العقل ہوتی ہے اور عاقبت اندیشی اور دور اندیشی سے عام طور پر عاجز۔ اس لئے مناسب ہے کہ نوع کا بزرگ اس پر دال کدہ ہو جس سے یہ مقاصد حاصل ہوں قرین قیاس نہیں یہ ہے ائمہ ثلاثہ کے مذہب کی بہترین ترجمانی ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کے مذہب پر بھی قرآن۔ حدیث۔ قیاس سے بحث۔ دلائل ہوتی ہے۔ قرآن سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا حتی تنکح زوجا غیرہ کہ اس میں نکاح کی نسبت عورت کی طرف کی ہے۔ اگر ولی کو اختیار ہوتا تو ولی کی طرف نسبت ہوتی۔ جب ہی تو فعل نکاح کی نسبت عورت کی طرف فرمائی۔ فلا تعضلوھن کے ارشاد ہوا فلا جناح علیھن فیما فعلن فی انفسھن کے الفاظ پر غور کرنے سے امام صاحب کے دلائل سب آیات میں نکاح کی نسبت عورتوں کی طرف ہونے کی وجہ سے ولی محض ہے۔ روایت کے میدان میں حدیث ذیل پر ایک بحث ہے کہ آنحضرت نے فرمایا اس حدیث کے ذیل میں کہتے ہیں کہ ابن قطان نے کہا ہے کہ ابن عباس حدیث بنت خذام جس کی حدیث بخاری نے لائی ہے میں کہ اس کا نکاح آنحضرت نے اور یہ باکرہ تھی بلکہ بعض نے فقط کہا ہے باکرہ تھی چنانچہ بیہقی نے بھی یہ بحث کی ہے اور ثیبہ کو بھی باکرہ کہا ہے پس یہ حدیث مجمع ہو

Maktaba Tul Ishaat.com

وہ بالغہ ہو یا ثیبہ خواہ وہ مطلقہ ہو یا بیوہ۔ جب اس کے معنی حقیقی مراد لینے میں کوئی قباحت نہیں تو بکر کے مقابلہ میں اس کے معنی مجازی ثیبہ کیوں مراد لیں۔ جیسا کہ شافعیہ کہتے ہیں۔ گویا ولی کو نکاح پڑھانے اور نکاح باندھنے کا حق حاصل ہے۔ اس میں یہ بھی اس کے ساتھ شریک ہے۔ بلکہ احقیت کے ساتھ۔ اور اس سے بھی پختہ اور ناقابل رد دلیل خود آنحضرت کے عمل کی ہے کہ بوقت نکاح ام سلمہ جب حضرت ام سلمہ نے فرمایا کہ حضور میرا کوئی ولی نہیں تو آپ نے فرمایا کہ حاضر یا غائب تمہارا کوئی ایسا ولی نہیں ہے جو اس امر کو ناپسند کرے۔ یہ کہہ کر عمر بن ابی سلمہ کو حکم دیا جو بالغ تھے اور ولایت کی اہلیت نہیں رکھتے تھے۔ کہ وہ نکاح پڑھائیں۔ چنانچہ انہوں نے تعمیل حکم کی۔ اگر ولی کی موجودگی انعقاد نکاح کے لئے لابدی ہوتی تو ام سلمہ کا نکاح کیسے صحیح ہوتا۔ لہٰذا ان معقول دلائل کے ماتحت مذہب حنفیہ ہی قابل ترجیح ہے۔ اب مذہب مخالف کا جواب ملاحظہ فرمائیں۔ قرآن میں ان کو سراسر دھوکہ لگا ہے۔ کیونکہ وہاں اولیاء کو حکم نہیں کہ لڑکی جبراً ان کی ساری کر یاں بیٹھتی چلی جائیں۔ بلکہ خاوند کو کہا ہے۔ کلام خود بتاتا ہے کہ اس سے پہلے فرمایا۔ وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً لہٰذا یہاں اولیاء مراد لینا نص قرآنی کے خلاف ہے۔ احادیث کے سلسلہ میں یوں سمجھئے کہ ہر دو احادیث باعتبار سند مخدوش ہیں اور محل کلام۔ حدیث عائشہ رضہ کے ضعف کی طرف خود ترمذی نے ثوری کے حوالہ سے اشارہ کیا ہے۔ اس میں سلیمان بن موسیٰ ہے جس کو بخاری نے ضعیف بتایا ہے۔ نسائی نے کہا کہ اس کی حدیث میں سقم ہے۔ اسی طرح حدیث ابی موسیٰ میں اہل علم نے کلام کیا ہے بخلاف ان احادیث کے جو مذہب حنفیہ کے ثبوت میں پیش ہوئیں کہ یہ صحیح ہیں۔ اب ان کی قیاس آرائی کا جواب تو وہ یہ ہے کہ نفس نکاح و معاملات میں اختیار کا مدار بلوغ پر ہے۔ کیونکہ بلوغ کے بعد انسان اپنے تمام مصالح و مفاد کو بخوبی سمجھ سکتا ہے۔ البتہ غیر بالغہ میں عورت کی سوء تدبیر کا شبہ ہوتا ہے اس لئے اس میں ولی کو دخل اندازی کا حق دیا گیا ؛

باب ۱۲۵ امتناع الجمع بين المرأة وعمتها وخالتها

باب۔ اس بیان میں کہ ایک عورت اور اس کی پھوپھی یا خالہ کو ایک ساتھ نکاح میں جمع نہیں کیا جا سکتا

۲۶۸ ابو حنيفة عن عطية العوفي عن ابي سعيد الخدري عن النبي صلى الله عليه وسلم قال لا تنزوج المرأة على عمتها وخالتها ؛

حضرت ابی سعید خدری سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی عورت سے اس کی پھوپھی یا خالہ کا نکاح نہ کیا جائے ؛

فسنادہ ضعیف۔ اس سراسائی میں راوی ہے اور یہ بسلسلت پوشیدہ کہ شیعہ اسلام میں قطع رحمی سے سخت ممانعت وارد ہے اور اس پر شدید ترین وعیدیں آئی ہیں اور اگر یہ عورت کو اس پھوپھی یا خالہ پر نکاح میں لایا جائے تو قطع رحمی ہوتی ہے۔ اس لئے کہ یہ دشمنی کو ہمیشہ کے لئے کاٹ دیا گیا۔ اور ایک ظالمی دشمنی کا بیج بو دیا کیونکہ سوتنوں میں آپس میں بغض و حسد کی جڑیں بہت گہری ہوتی ہیں جو رشتہ کی جڑ کاٹ دیتی ہیں چنانچہ طبری کی روایت سے اس کی

Maktaba Tul Ishaat.com

ساتھ یہ ٹکڑا بھی زائد ہے جو اس حکم کی وجہ کھولتا ہے کہ آپ نے فرمایا فانکحہ اذا فعلتم ذالک فقد قطعتم ارحامکم یعنی اس لئے کہ جب تم نے ایسا کیا تو گویا تم نے اپنے رحم کے رشتہ کو کاٹ دیا۔

دادا اور پردادا کی بیٹیوں اور نانی اور پرنانی کی بہنیں بھی اسی حکم میں شامل ہیں علماء نے اس کے لئے یہ ضابطہ نکالا ہے کہ ہر دو ایسی عورتوں کا نکاح میں جمع کرنا حرام ہے کہ اگر ان میں سے کسی کو مرد فرض کیا جائے تو ان میں نکاح حرام ہو۔

رضاعی رشتے کی پھوپھیاں اور خالائیں بھی اسی حکم میں داخل ہیں۔

ابوحنیفة عن الشعبی عن جابر بن عبد الله وابی هريرة قالا قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تنكح المرأة على عمتها ولا على خالتها ولا تنكح الكبرى على الصغرى ولا الصغرى على الكبرى ۔

حضرت جابر بن عبداللہ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی عورت کا نکاح اس کی پھوپھی اور خالہ پر نہ کیا جائے اور نہ بڑی عمر والی سے چھوٹی عمر والی کا اور نہ چھوٹی عمر والی سے بڑی عمر والی کا۔

فائدہ: یہ حدیث صحابہ و تابعین اور تبع تابعین کے شہر رے کی عدالت کی وجہ سے بالاتفاق صحیح ہے البتہ اس سے کتاب پر زیادتی جائز ہے کیونکہ یہ اخبار احاد میں سے ہے تخصیص کی جا سکتی ہے پھر یہ بھی ہے کہ اس کا عموم بہرحال منکوحہ پر ہے نہ کہ مملوکہ پر لہذا یہ اگر خبر واحد ہوتی تو بھی اس سے تخصیص کی جا سکتی تھی۔

باب ۱۲۶ حُرمة المتعة

باب متعہ کی حرمت کا بیان

ابوحنيفة عن الزهري عن انس ان النبي صلى الله عليه وسلم نهى عن المتعة ۔

حضرت انس سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ سے منع فرمایا۔

فائدہ: متعہ کی حرمت میں کوئی اختلاف نہیں ہے البتہ اس کو کیوں کہا گیا کہ اس میں بعض تابعین اور بعض اہل ظاہر کی طرف سے اختلاف ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اختلاف تقدم کے بعد ہوا ہے۔

ابوحنيفة عن نافع عن ابن عمر قال نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم خيبر عن المتعة ۔

حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن متعہ سے منع فرمایا۔

فائدہ: حضرت علی کی حدیث میں جو یہ ہے کہ یہ ممانعت خیبر کے دن ہوئی اس میں کوئی اشکال نہیں ہے۔

ابوحنيفة عن معارب عن ابن عمر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن متعة النساء ۔

حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ النساء سے منع فرمایا۔

فائدہ: متعہ کی حرمت پر

Maktaba Tul Ishaat.com

سے پیوستہ حدیث میں آرہی ہے ۔

۲۷۳ ابو حنیفۃ عن الزھری عن رجلٍ من آل سبرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن متعۃ النساء یوم فتح مکۃ وفی روایۃٍ عام الفتح ۔

آل سبرہ کے ایک شخص سے (جو غالباً ربیع بن سبرہ ہیں۔ جیسا کہ ابوداؤد کی روایت سے پتہ چلتا ہے) روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا متعہ نساء سے فتح مکہ کے دن۔ اور ایک اور روایت میں ہے کہ فتح مکہ کے سال ۔

ف:۔ متعہ نساء کہہ کر متعہ حج سے تمیز پیدا کی ہے۔ کیونکہ اس پر بھی لفظ متعہ کا اطلاق ہوتا ہے ۔

۲۷۴ ابو حنیفۃ عن یونس بن عبید اللہ عن ابیہ عن ربیع بن سبرۃ الجھنی عن ابیہ قال نھی رسول اللہ صلعم عن متعۃ النساء یوم فتح مکۃ ۔

وفی روایۃٍ نھی عن المتعۃ عام الحج ۔

وفی روایۃٍ نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن متعۃ النساء یوم الفتح ۔

حضرت سبرۃ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا متعہ نساء سے فتح مکہ کے دن ۔

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے منع فرمایا متعہ (نساء) سے حج کے سال ۔

اور ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا متعہ نساء سے فتح مکہ کے دن ۔

ف:۔ مسئلہ متعہ میں تحقیق حسب ذیل ہے۔ بعض غزوات میں لوگوں نے آنحضرتؐ سے خصی ہونے کی اجازت چاہی تو آپ نے ان کو اس سے روکا اور ان کو متعہ کی اجازت دی۔ پھر آگے چل کر متعہ سے ہمیشہ ہمیش کے لئے ممانعت فرمادی۔ اور اب امت مسلمہ کا اسی پر اتفاق ہے محض فرقہ شیعہ کو اس میں اختلاف ہے اور وہ اس کو اب بھی جائز جانتے ہیں صحابہ میں کچھ عرصہ اس مسئلہ میں اختلاف رہا۔ مگر اکثریت حرمت ہی کی قائل رہی پھر حضرت عمرؓ کی خلافت میں سب کا اس پر کی حرمت پر اجماع ہوگیا۔ اس کے بعد کسی اہل سنت وجماعت کو اس میں مجال گفتگو نہ رہی۔ آنحضرت کے زمانہ میں اس کی حرمت وحلت کے بارہ میں روایات وارد ہیں۔ بعض کے نزدیک یہ دو بار مرتبہ حلال وحرام ہوا۔ مگر تحقیق یہ ہے کہ صرف دو ہی مرتبہ یہ حلال ہوا۔ اور دو ہی مرتبہ یہ حرام ہوا۔ اور پھر جب آخری مرتبہ یہ حرام ہوا تو ہمیشہ ہمیش کے لئے۔ یعنی یوم خیبر سے پہلے یہ حلال تھا۔ اور یوم خیبر میں یہ حرام ہوا۔ فتح مکہ کے دن یہ حلال ہوا اور تین دن کے بعد ہمیشہ ہمیشہ کے لئے یہ حرام ہوگیا۔ اور حجۃ الوداع میں یہ پچھلی ثابت شدہ حرمت پر محض تاکید تھی۔ اور اس کا ایک عام قطعی اعلان نہ یہ کہ اس کو اس روز حرام ٹھیرایا گیا۔ صحابہ میں حضرت ابن عباسؓ اور چند یا چند اور کو اس میں کچھ دن اختلاف رہا۔ مگر حضرت ابن عباس رضؓ نے اپنے خیال سے رجوع فرمالیا۔ چنانچہ ترمذی کی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ وہ خود فرماتے ہیں کہ متعہ آغاز اسلام میں بر محل تھا۔ ایک شخص اجنبی شہر میں آتا جہاں اس کی کوئی شناسائی نہ ہوتی تو وہ وہاں کسی عورت سے کچھ مدت کے لئے نکاح کرلیتا یعنی جب تک قیام کا ارادہ ہوتا۔ وہ اس کے سامان کی حفاظت کرتی اور اس کی چیزیں ٹھیک

Maktaba Tul Ishaat.com

کرتی۔ یہاں تک کہ آیت الا علی اذ واجھم او ما ملکت ایمانھم اتری۔ پھر ابن عباس رضؓ نے فرمایا۔ تو اب ان کے علاوہ ہر فرج حرام ہے۔ اور جابر بن زید ابو الشعثاء نے روایت کی ہے کہ ابن عباس دنیا سے نہیں گئے۔ مگر کہ انہوں نے دو چیزوں سے رجوع فرمالیا۔ ایک صرف دوسرے متعہ سے۔ حضرت جابر کا واقعہ یہ ہے کہ ابن عیینہ نے بیان کیا ہے کہ جابر نے کہا کہ عمر رضؓ کی نصف خلافت تک ہم متعہ کرتے رہے۔ پھر آپ نے لوگوں کو منع فرمادیا معلوم ہوتا ہے کہ بعض صحابہ کو حرمت کی حدیث نہ پہنچنے پر اب بھی کچھ شک باقی رہا ہوگا۔ مگر حضرت عمرؓ کے اعلان عام کے بعد کسی کو اس کی حرمت میں شک نہ رہا۔ یہ نہیں کہ حضرت عمرؓ نے اپنے عہد میں اس کو اپنی رائے سے حرام کیا اب آیئے روایت کے میدان میں تو احادیث صحیحہ جو تواتر کی حد تک پہنچتی ہیں اس کی حرمت ہی پر دال ہیں اور اس کے نسخ کو ثابت کرتی ہیں۔ مثلاً احادیث ذیل جو مختلف صحابہ سے مختلف طرق سے مروی ہیں۔ ربیع بن معبد الجہنی رضؓ کی حدیث جو مسلم اور دیگر سنن میں بایں الفاظ وارد ہے نھی عن المتعۃ وقال الا انھا حرام من یومکم ھذا الی یوم القیامۃ کہ آپ نے متعہ سے منع فرمایا اور فرمایا کہ خبردار یہ آج کے دن سے قیامت تک حرام ہے یہ گویا فتح مکہ کے دن کی آخری حرمت ہے یا حضرت علی کی حدیث جو ترمذی میں ہے کہ آنحضرت نے منع فرمایا متعہ نساء سے اور گدھوں کے گوشت سے خیبر کے زمانہ میں۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ متعہ کی حرمت قیامت تک باقی رہے گی۔ یہ خاص محبوبیوں اور خصوصی مذرات کی بنا پر حلال کیا گیا تھا۔ کہ ادھر مجاہدین اسلام کا تجرد کا عالم اور ان کے فطری تقاضے اور ادھر سفر کی بے سروسامانی اور جہاد کی بیش از بیش مشغولیتیں کہ ان الجھنوں میں سوائے اس عارضی رخصت کے اور کوئی چارہ کار ہی نہ تھا۔ چنانچہ آنحضرت نے ان حالات کے پیش نظر وقتی اجازت مرحمت فرمائی یہ نہیں کہ اب بھی اپنے وطنوں میں رہتے بستے اس حکم کو باقی جان کر جذبات شہوانی کے پورا کرنے کا ناجائز راستہ کھولا جائے۔ اور شریعت کی آڑ میں زناکاری کو آزادی دی جائے چنانچہ حازمی نے لکھا ہے اسی بات کو ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو کبھی اپنے گھروں وطنوں میں رہتے بستے اس کی اجازت نہیں بلکہ خاص ضرورت کے ماتحت ایسی اجازت دی تھی پھر وہ بھی [illegible] ختم ہوگئی اور اب سوائے شیعہ کے کسی کو متعہ کی حرمت میں شک نہیں ہے۔

ابو حنیفۃ عن نافع عن ابن عمرؓ قال

نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام غزوۃ خیبر
عن لحوم الحمر الاھلیۃ وعن متعۃ النساء ۔

ف:- اس مسئلہ کی مناسب وضاحت [illegible]

باب ۱۲۷ العزل!

باب عزل کے بیان میں!

ابو حنیفۃ عن حماد عن ابراھیم عن علقمۃ والاسود ان عبد اللہ بن مسعودؓ

سئل عن العزل قال ان رسول اللہ صلی اللہ

[illegible] نے عزل کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ

Maktaba Tul Ishaat.com

علیہ وسلم قال لوان شیئا اخذ الله میثاق استودع صخرة لخرج ۔

عہد کیا جو پتھر میں جیسی چھپائی ہے تو البتہ وہ نکل کر رہے گی (تو کیا عزل سے کوئی فائدہ ہوسکتا ہے)۔

ف امام احمد حضرت انس سے مرفوع حدیث لائے ہیں اس مضمون سے کہ آپ نے فرمایا کہ اگر تو اس پانی کو جس سے بچہ پیدا ہوتا ہے کسی چٹان پر ڈال دے تو اللہ تعالیٰ اس سے بھی بچہ پیدا کردے گا۔ عزل اس کو کہتے ہیں کہ عورت سے صحبت کرے جب انزال قریب ہو تو آلۂ تناسل کو شرمگاہ سے نکال کر منی کو باہر خارج کیا جائے۔

مسئلہ عزل میں حنفیہ و مالکیہ اور شافعیہ کے مابین اختلاف ہے۔ حنفیہ و مالکیہ آزاد عورت سے عزل بغیر اس کی اجازت کے مکروہ جانتے ہیں اور منکوحہ چھوکری میں بغیر اجازت کے آقا کی اجازت کے اور اپنی چھوکری میں بغیر کراہت کے عزل جائز خیال کرتے ہیں۔ شافعیہ بغیر کسی کراہت کے سب میں بلا امتیاز جائز قرار دیتے ہیں مگر یہ کہ اولاد سے بچنے کی غرض سے ہو تو اس وقت یہ ان کے نزدیک بھی مکروہ ہے۔ شافعیہ کی دلیل حضرت جابر کی حدیث ہے جو بخاری میں مروی ہے بایں الفاظ کنا نعزل علی عہد رسول الله صلی الله علیہ وسلم کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں عزل کیا کرتے تھے۔ یا دوسرے طریق سے عطاء سے روایت ہے اور وہ حضرت جابر سے روایت کرتے ہیں بایں الفاظ کنا نعزل والقرآن ینزل کہ ہم عزل کیا کرتے تھے اور قرآن نازل ہوتا تھا۔ حنفیہ و مالکیہ کئی احادیث سے حجت لاتے ہیں مثلاً ابن ابی شیبہ حضرت عبداللہ بن مسعود سے اس طرح روایت لائے ہیں کہ انہوں نے کہا نستامر الحرة ونعزل عن الامة کہ آزاد عورت سے اجازت چاہی جاتی ہے۔ اور چھوکری سے عزل کیا جاتا ہے۔ عبدالرزاق اور بیہقی ابن عباسؓ سے روایت لائے ہیں انہ نهی عن عزل الحرة الا باذنها کہ انہوں نے آزاد عورت سے بغیر اس کی اجازت کے عزل سے منع کیا۔ بیہقی ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ وہ اپنی چھوکری سے عزل کیا کرتے تھے اور آزاد سے اجازت چاہتے تھے۔ ابن ماجہ حضرت عمرؓ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم ان یعزل عن الحرة الا باذنها کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ آزاد عورت سے بغیر اس کی اجازت کے عزل کیا جائے۔ مذہب حنفیہ کی بنا اس وجہ عقلی پر ہے کہ بچہ دراصل عورت کا حق ہے اور نیز ہر جماع وہ ہی مانا جاتا ہے جس میں عزل نہ ہو۔ لہٰذا اگر اس کے خلاف یعنی عزل کی صورت مطلوب ہو تو صاحب حق یعنی عورت سے اجازت طلب کرنی ضروری ہے۔ اب مسلم میں حدیث جذامہ میں جو یوں نقل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عزل وأد خفی ہے۔ یعنی یہ ایک چھوٹی قسم کا زندہ درگور کرنا ہے تو یہ عزل حیہ کے بارہ میں ہے کہ جماع کا زیادہ تر اطلاق اسی پر ہے۔

باب ۱۲۸ اتیان النساء بای جهة کان

عورتوں کے پاس جس طرف سے بھی چاہیں آنا!

۲۷۷ حماد عن ابی حنیفة عن ابی الهیثم عن یوسف ابن ماهک عن حفصة زوج النبی صلے الله علیه وسلم ان امرأة

حضرت حفصہ ام المومنین رضؓ کہتی ہیں کہ ایک عورت نے ان کے پاس آکر کہا کہ میرا خاوند میرے پاس آتا ہے (مجھ سے وطی کرتا ہے) پہلو سے اور

Maktaba Tul Ishaat.com

انتها فقالت ان زوجي يأتيني محبتة ومستقبلة فكرهته فبلغ ذلك النبي صلى الله عليه وسلم فقال لا باس اذا كان في صمام واحد ؛

سامنے سے اور میں اس کو برا سمجھتی ہوں یہ بات آنحضرت ؐ کو پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ اس میں کچھ مضائقہ نہیں اگر ایک سوراخ میں ہے ؛

ف: یہ گویا عورت سے ہر محبت سے وطی کرنے کی کھلی پروانگی ہے اور صاف اجازت جبکہ موضع وطی فرج ہو نہ دبر۔ طبرانی میں حضرت ام سلمہ سے روایت ہے کہ جب مہاجرین مدینہ میں اقامت پذیر ہوئے تو انصار نے ارادہ کیا کہ عورتوں سے ان کی پشت کی جانب سے ان کی فرجوں میں وطی کریں۔ وہ اس پر راضی نہیں ہوئیں (مذہبی قباحت کے خوف سے) انہوں نے ام سلمہ کے پاس آکر مسئلہ کو حل کرنا چاہا۔ انہوں نے آنحضرت ؐ سے استفسار کیا تو آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی نساؤکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم کہ تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں پس جدھر سے چاہو اپنی کھیتی کے پاس آؤ بخاری میں ہے کہ یہود کہا کرتے تھے کہ جو شخص عورت سے اس کی پشت کی جانب سے وطی کرے تو اس کا بچہ ڈھیرا پیدا ہوتا ہے۔ اس پر یہ آیت نساؤکم حرث لکم الخ نازل ہوئی ؛

باب ۱۲۹ حرمة وطی المرأة فی دبرها

باب ۔ اس بیان میں کہ دبر میں عورتوں سے وطی کرنا حرام ہے!

حماد عن ابیه عن حميد الاعرج عن ابی ذرعن النبی صلی الله علیه وسلم قال اتیان النساء فی محاشهن حرام ؛

۲۶۸ حضرت ابی ذر سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دبر کی جانب سے عورتوں سے وطی کرنا حرام ہے ؛

ف: عورت کی دبر میں وطی کرنا اس حدیث سے حرام ثابت ہوا۔ اور اسی کے لئے آیت نساؤکم حرث لکم الخ جو تحقیق ہے وہ مفصل حدیث میں آرہی ہے۔ امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کا یہی مذہب ہے کہ ہر مزاج سلیمہ اور طبع مستقیم اس سے خود بخود نفس کو روکتا ہے۔ ابن قیم نے اس کا بنفس نفیس پر تفصیل تذکرہ کیا ہے۔ ہم ان میں سے چند فصل وار قلمی قباحت و برائی ظاہر کرتے ہیں۔

اول تو یہ غلاظت و گندگی کے خارج ہونے کا مقام ہے۔ اس غلاظت و گندگی سے کیا تلوث اور کیا تعلق ہے۔ قطع نظر حکم شرعی کے ہر پاکیزہ طبع انسان اس سے نفرت کرتا ہے۔ عورت سے تو دیکھا جاتا ہے کہ اس کی غلاظت کے باوجود اس کی فرج عورت سے ملنے کو دل چاہتا ہے۔ دوسرا عورت کا دبر ایسا ہے جس سے ادا ہوتا ہے۔ اس میں نہیں

Maktaba Tul Ishaat.com

دیتی ہے جو طبیعت کے لئے راحت وخفت کا سبب بنتا ہے۔ بخلاف اس کے کہ دبر میں یہ خاصیت نہیں۔ اس میں اخراج کی طاقت ہے۔ جذب کی نہیں۔ لہذا منی کا کچھ حصہ مرد کی منی کے راستہ میں رہ جاتا ہے جو کئی بیماریوں کا باعث ہوتا ہے۔ اور طبیعت میں بھی گرانی کا باعث بنتا ہے۔ پانچویں اس صورت میں لوگوں پر خلاف فطری زور پڑتا ہے۔ جو لوگوں کے لئے مضر ہے۔ اور اسی طرح دیگر معائب ہیں جن کا پتہ مبسوط کتب سے چل سکتا ہے۔ لہذا انہیں نقائص کے پیش نظر شریعت نے سخت انتہائی احکام سے اس فعل بد کا انسداد کیا ہے۔

۲۷۹ ر ۲

ابو حنیفۃ عن معن قال وجدت بخط ابی اعین عن عبد اللہ بن مسعود قال نُھینا ان نأتی النساء فی محاشھن ؛

حضرت عبد اللہ بن مسعود رض کہتے ہیں کہ ہم کو منع کیا گیا۔ کہ ہم عورتوں کے پاس آئیں (اسے جماع کریں) ان کی دبر میں ؛

ف :- دبر میں وطی کرنا بردے روایات صحیحہ حرام ہے۔ اور اس پر شریعت میں شدید تہدید اور سنگین دھمکیاں وارد ہیں۔ کہیں اس کو چھوٹی قسم کی لواطت کہا ہے۔ چنانچہ احمد و طحاوی عمرو بن شعیب کے واسطہ سے مرفوع حدیث لائے ہیں کہ آپ سے ایسے شخص کے بارہ میں پوچھا گیا۔ جو عورت کی دبر میں وطی کرتا ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ یہ چھوٹی قسم کا اغلام ہے۔ احمد ابو داؤد اور نسائی وغیرہ حضرت ابی ہریرہ سے مرفوع حدیث لائے ہیں۔ ملعون من اتی امراۃ فی دبرھا۔ کہ وہ شخص ملعون ہے جو عورت کی دبر میں وطی کرے۔ ترمذی۔ احمد حضرت ابی ہریرہ سے مرفوع حدیث نقل کرتے ہیں کہ جو شخص حیض والی عورت کے پاس آیا۔ یا اس نے عورت کی دبر میں وطی کی یا کاہن کے پاس آیا۔ اور اس کی تصدیق کی تو وہ اس چیز کے ساتھ کافر ہوا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اتاری گئی۔ اور صحیحین میں یہ بھی ہے لا ینظر اللہ یوم القیامۃ الی رجل اتی امراۃ فی دبرھا۔ کہ اللہ قیامت کے روز ایسے شخص کی طرف نہیں دیکھے گا۔ جس نے اپنی عورت کی دبر میں وطی کی۔ انہیں احادیث کے پیش نظر تقریباً تمام صحابہ اس کی حرمت کے قائل تھے۔ صحابہ میں حضرت ابن عمر رض کا خلاف منقول ہے۔ چنانچہ بخاری میں آیت نساؤکم حرث لکم کی تفسیر میں ابن عمر رض کا یہ قول مروی ہے قبلا دبرا فی المأتی دحلا ۲ لیکن یہ سب کہیں ہی مشہور ہے۔ کہ وہ اس کو جائز جانتے تھے۔ چنانچہ ابو بکر جصاص نے اس کی تصریح کی ہے۔ لیکن تحقیق یہ ہے کہ ابن عمر رض اس کو حرام ہی جانتے تھے چنانچہ بخاری سے تاریخ میں اور حاکم سے کنی میں اور ایسے ہی ابن مذہب سے آیت نساؤکم حرث لکم کی تفسیر میں ابن عمر کا یہ قول مروی ہے قبلا دبرا فی المأتی دحلا ۲ یعنی آگے پیچھے جہاں سے چاہو مگر وہی صرف آنے کی جگہ میں نہ کسی اور میں۔ معلوم ہوا کہ ان کا صحیح مذہب یہی تھا کہ دبر میں وطی حرام ہے۔ اور ابن مالک کے بارہ میں بھی یہی پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے حرمت ہی کے قول کی طرف رجوع کر لیا تھا۔ چنانچہ خطیب نے اسرائیل بن روح کے طریق سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے مالک سے اس کے بارہ میں پوچھا۔ تو انہوں نے کہا کہ عورت کھیتی کی جگہ ہی تو ہے۔ لہذا فرمائیے کہ کھیتی میں کیسے آتے ہیں کہ میں نے کہا یا ابا عبد اللہ لوگ تو کہتے ہیں کہ آپ اس کے جواز کے قائل ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ جھوٹ کہتے ہیں مجھ پر جھوٹ لگاتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہی روایت صحیح

Maktaba Tul Ishaat.com

کرتے ہوئے ان کے پچھلے شاگردوں نے ان کا مذہب حرمت ہی قرار دیا۔ اسی لئے ابن قیم نے نہایت وثوق سے کہا ہے کہ وطی فی الدبر کی حلت کا کوئی بھی قائل نہیں۔ اور جس نے سلف سے اس کی روایت کی ہے اس کو دھوکہ لگا ہے۔

اسی ذیل میں یہ امر بھی قابل اشارہ ہے کہ عورت کو اپنے مرد کا ستر اور مرد کو اپنی عورت کا ستر دیکھنا روا ہے یا نہیں۔ تو تحقیق اس میں یہ ہی ہے کہ یہ جائز ہے۔ حرام نہیں۔ کیونکہ ابن سعد فسقات میں اور طبرانی کبیر میں سعد بن مسعود سے مرفوع حدیث لائے ہیں کہ آپ نے فرمایا ان اللہ تعالیٰ جعلها لك لباسا وجعلك لها لباسا۔ واهلی یرون عورتی وانا اری ذلك منهم کہ اللہ تعالیٰ نے تیری عورت کو تیرے لئے لباس بنایا اور تجھ کو اس کے لئے اور میرے اہل میرے ستر کو دیکھتے ہیں اور میں ان کے ستر کو۔ اس میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے هن لباس لكم وانتم لباس لهن کہ عورتیں تمہارے لئے لباس ہیں اور تم ان کے لئے لباس۔ اسی طرح ستر الجہ میں بہز بن حکیم کے واسطہ سے روایت ہے کہ معاویہ بن حیدہ نے نبی صلعم سے ارشاد فرمایا یحفظ عورتك الا من زوجتك او ما ملكت یمینك کہ اپنے ستر کی حفاظت کرو رکھتے مگر اپنی عورت یا مملوکہ چھوکری سے۔ البتہ صحاح میں حضرت عائشہ رض سے انکار ثابت ہے کہ انہوں نے آنحضرت کا ستر نہیں دیکھا۔ اس لئے یہ وقوع ہے عورت کی فرج دیکھنے کو آداب جماع کے خلاف لکھا ہے۔ ابن عائذ بن عباس سے مرفوع حدیث لائے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی اپنی عورت یا چھوکری سے جماع کرے تو اس کی فرج کو نہ دیکھے کیونکہ یہ عمل نابینائی کو لاتا ہے۔ بہرحال شریعت سے اس امر کی اجازت مطلقاً ثابت ہے اور نص قرآنی سے بھی اس کی اجازت کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے۔ مگر ادب وہی ہے جو ذکر ہوا +

حماد عن ابیہ عن ابی المنهال عن ابی الفقعاع الخثعمی عن ابن مسعود انه قال حرام ان توتی النساء فی المحاش ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رض سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ حرام ہے کہ عورتوں سے ان کی دبر سے جماع کی جائے۔ ان کی دبر میں۔

ف: اس مسئلہ کی مناسب وضاحت لکھی جا چکی ۔

۱۳۰ باب النسب لصاحب الفراش!

باب اس بیان میں کہ نسب صاحب فراش کا ہے

ابو حنیفة عن حماد بن ابی سلیمان عن ابراهیم عن الاسود عن عمر بن الخطاب ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الولد للفراش وللعاهر الحجر ۔

حضرت عمر بن الخطاب سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بچہ صاحب فراش کے لئے ہے اور زانی کے لئے پتھر ہے۔

ف: فراش منکوحہ عورت ہے یا مملوکہ لونڈی۔ اس لفظ سے ہر دو ہی مراد ہیں۔ مگر فراش سے مراد ہر دو نہیں۔ بلکہ یہ لفظ صرف منکوحہ عورت کے لئے بولا جاتا ہے۔ اور زانی کے لئے پتھر ہے۔ تو اس کا یہ مطلب ہے کہ زانی کو اس بچہ سے کوئی تعلق نہیں۔ اس کا تعلق صرف صاحب فراش سے ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com

سنگساری نسب سے محروم نہیں کرتی۔ بلکہ پتھر سے ملزد ناکامی اور محرومی ہے۔ عرب کا محاورہ ہے کہ ناکامی کو پتھر اور دھول سے تعبیر کرتے ہیں۔ بلکہ خود ہماری اردو زبان میں محاورہ ہے کہ اس کے نصیب میں خاک و دھول ہے۔ یا کھائے یعنی اس کے نصیب میں سراسر ناکامی ہے۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ نسب کے سارے حقے مثلاً ورثہ وغیرہ خاوند اور مالک ہی کو ملیں گے۔ زانی ان سے محروم ہوگا۔

یہاں امام ابوحنیفہ رح اور امام مالک و شافعی رح کے درمیان خفیف سا اختلاف بھی ہے وہ یہ کہ امام صاحب فرماتے ہیں کہ اس ثبوت نسب میں امکان وطی کی شرط نہیں۔ صرف نکاح ہو جانا ثبوت نسب کے لئے کافی ہے۔ نکاح کے چھ ماہ بعد جو بچہ ہوگا۔ وہ اسی شوہر کا ہوگا۔ اور نسب کے سارے حقوق کا یہ ہی حقدار مانا جائے گا۔ نہ زانی خواہ اس بیچ میں وطی کا امکان ہو یا نہ ہو۔ امام شافعیؒ و مالک رح کہتے ہیں کہ عقد کا بعد وطی کا امکان بھی شرط ہے ورنہ اس سے نسب ثابت نہیں ہوگا۔ عقل و قیاس و قرینہ امام صاحب کے خیال کو حق ثابت کرتا ہے۔ کیونکہ عقد چونکہ وطی پر دلالت کرتا ہے اور اس کا داعی ہے اس لئے وہ گویا وطی کا قائم مقام ٹھیرا جو حکم وطی کا ہے وہ ہی اس کا۔ مثلاً سفر مشقت کا سبب ہے اور اس پر دال تو گویا وہ مشقت کا رعایات شرعیہ میں قائم مقام سمجھا گیا۔ اور اس کا نائب خواہ اس میں مشقت ہو یا نہ ہو۔ اسی طرح یہاں۔ دوسرے حدیث کے الفاظ مطلق ہیں اس میں امکان وطی کی قید کہاں۔ اور قید لگانے کی دلیل بھی کیا۔ تیسرے شریعت میں اس کی مثال ایک نہیں کئی ایک ہیں۔ مثلاً ایک منکوحہ عورت جس کا خاوند عرصہ سے سفر میں ہے اور اس بیچ میں کئی مرتبہ اس کو حیض آچکا ہے جس سے معلوم ہے کہ اس کا رحم نطفہ سے خالی ہے۔ مگر پھر بھی اگر یہ خاوند طلاق دے گا تو وہ عدت کرے گی۔ عدت رحم کی جانچ کے لئے کرائی جاتی ہے کہ اس کے رحم کے نطفہ تو نہیں ہے۔ حالانکہ ایسی صورت میں عدت نہیں ہونی چاہیئے تھی مگر شریعت نے عدت لازم قرار دی کیونکہ محض نکاح وطی کے قائم مقام ہے۔

کِتَابُ الْاِسْتِبْرَآءِ

کتاب رحم کو صاف اور بری کرنے کے بیان میں

بَابُ الْاِسْتِبْرَآءِ [۱۳۱]

رحم کو صاف اور بری کرنے کے بیان میں

۲۸۲ ح ۱ **ابوحنیفة** عن نافع عن ابن عمر قال نَهٰى رسول الله صلى الله عليه وسلم ان توطأ الحبالى حتى يضعن ما فى بطونهن ۔

حضرت ابن عمر رض کہتے ہیں کہ منع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حاملہ عورتوں سے وطی کی جائے جب تک کہ وہ جن نہ لیں۔ اپنے پیٹوں کے بچے ۔

ف ۱: ان حاملہ عورتوں سے مراد قید کی ہوئی چھوکریاں ہیں۔ کیونکہ امام صاحب سے دوسرے طریق سے روایت ہے جس میں جُمَالی کے ساتھ من السبی کی قید بھی ہے۔ یعنی قید کی ہوئی حاملہ عورتوں کے لئے یہ حکم ہے۔ امام احمد ابوداؤد ابی سعید خدری سے حدیث لائے ہیں۔ اوطاس کے قیدیوں کے بارہ میں کہ

Maktaba Tul Ishaat.com

وطی کی جائے حاملہ سے جب تک وضع حمل نہ ہو لے اور نہ غیر حاملہ سے جب تک اس کو ایک حیض نہ آجائے گویا یہ رحم کی صفائی کا حکم ہے تو اس حاملہ کو شامل ہے جس کو خرید اجائے یا وہ جس کا حمل زنا سے ہو یا وہ عورتیں جن کا نکاح ان کے حربی خاوندوں سے بوجہ اسلام یا ہجرت ٹوٹ چکا ہو۔ اور ہماری ملک میں آچکی ہوں۔ یہ حکم ان کو حاملہ کو شامل نہیں نہ اس زنا کی حاملہ کو جس کا شوہر خریدار ہی ہو۔ اور اس نے اس سے قبل نکاح زنا کیا جس سے وہ حاملہ ہو گئی ہو۔ نہ ہی یہ حکم اس عورت کو شامل ہے جو مہاجرہ مسلمہ ہو اور حاملہ بھی ہو۔ کہ اس سے نکاح ہی جائز نہیں تو وطی کیا جائز ہوگی۔ کیونکہ اس کی عدت وضع حمل سے ہے اور قبل انقضائے عدت نکاح کیسے جائز ہوگا۔

کِتَابُ الرَّضَاعِ

کتاب دُودھ پلانے کے بیان میں!

بَابُ[۱۳۲] مَسَاوَاةِ الرَّضَاعِ وَالنَّسَبِ فِی التَّحْرِیْمِ!

دُودھ کے رشتہ سے وہی حرمت ثابت ہوتی ہے جو نسب کے رشتہ سے!

۲۸۳ حر ۱

ابوحنیفہ عن الحکم عن القاسم عن شریح عن علی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب قلیلہ وکثیرہ۔

حضرت علی سے روایت ہے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ کے رشتہ سے وہی حرمت ثابت ہوتی ہے جو نسب کے رشتہ سے خواہ دودھ تھوڑا پیا جائے یا زیادہ۔

فائدہ:- یہ حدیث رضاع کے ایک اختلافی مسئلہ میں احناف کے مسلک کی ایک [illegible] اختلاف کی نوعیت یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بچہ کا ایک مرتبہ بھی دودھ [illegible] میں ہو جانا حرمت کے لیے کافی ہے۔ یہی مذہب ہے حضرات علی و ابن مسعود [illegible] حسن بصری۔ سعید بن مسیب۔ طاؤس۔ عطا۔ مکحول۔ نخعی۔ قتادہ وغیرہم کا۔ ابن المنذر نے کہا کہ [illegible] اسی پر متفق الیہ ہیں۔ امام شافعیؒ کے نزدیک ایک یا دو یا پانچ مرتبہ سے کم میں حرمت ثابت نہیں ہوتی۔ مذہب شافعیہ پر حدیث عائشہ سے دلیل لائی جاتی ہے۔ کہ آنحضرت نے فرمایا لا تحرم المصۃ ولا المصتان کہ ایک یا دو مرتبہ دودھ چوس لینے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔ حضرت عائشہ سے [illegible] روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ قرآن میں دس دفعہ دودھ پینے کی حکم تھا تو اس میں پانچ دفعہ کا منسوخ ہو کر پانچ دفعہ کا باقی رہا۔ جو آخر وقت آنحضرت تک باقی رہا حنفیہ کے مذہب پر قرآن سے [illegible] اور حدیث صحیحہ سے۔ قرآن میں یوں آیا ہے [illegible] کہ تمہاری مائیں تمہارے لئے حرام کر دی گئی ہیں جنہوں نے تم کو دودھ پلایا ہے اس میں [illegible]

Maktaba Tul Ishaat.com

چوسنے کی قید کہاں۔ اور خبر واحد یا قول واحد سے قید کس طرح لگائی جا سکتی ہے۔ احادیث میں حدیث ذیل بھی قوی دلیل ہے۔ کہ اس میں حرمت کے لئے کمی زیادتی کا سوال اٹھا دیا۔ امام محمد موطا میں سعید بن مسیب، عروہ بن زبیر اور ابن عباس سے آثار بھی لائے ہیں۔ جو ایک مرتبہ بھی دودھ چوس لینے کو حرمت کا سبب قرار دیتے ہیں اور عقل بھی اس کی متقاضی ہے کہ جس نے ایک مرتبہ بھی دودھ چوس لیا۔ گویا اس نے دودھ پی لیا۔ ابوبکر رازی نے کہا ہے کہ دودھ تھوڑا ہو یا بہت حرمت کو ثابت کرتا ہے جس طرح تھوڑا یا بہت کھا لینا افطار روزہ کا باعث ہے۔ اور حدیث عائشہ جس سے شافعیہ دلیل لاتے ہیں مضطرب ہے۔ لہٰذا مذہب حنفیہ ہی موافق قرآن ہے اور مطابق احادیث نبویہ و آثار صحابہ و عقل و درایت ۔

۲۸۴ ح ۲

ابوحنیفۃ عن الحکم عن عراک ابن مالک عن عروۃ بن الزبیر عن عائشۃ قالت جاء افلح بن ابی القُعَیس لیستأذن علی عائشۃ فاحتجبت منہ فقال تحتجبین منی وانا عمک فقالت فکیف ذلک قال ارضعتک امرأۃ اخی بلبن اخی قالت فذکرت ذلک لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ترِبَتْ یَدَاکِ اما تعلمین انہ یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب ۔

حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ افلح بن ابی القعیس نے ان کے پاس آنے کی اجازت چاہی (آیت حجاب کے نزول کے بعد) تو آپ نے ان سے پردہ کیا۔ اس پر وہ (افلح) بولے کہ کیا تم مجھ سے پردہ کرتی ہو۔ حالانکہ میں تمہارا (رضاعی) چچا ہوں۔ حضرت عائشہ رضؓ نے کہا یہ کیسے۔ انہوں نے کہا کہ میری بھاوج نے میرے بھائی کا دودھ تم کو پلایا ہے۔ (حضرت عائشہ) کہتی ہیں کہ میں نے اس (بات) کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا خاک آلود ہوں تمہارے ہاتھ کیا تم اتنا نہیں جانتیں کہ دودھ سے وہی رشتے حرام ہوتے ہیں جو نسب سے ہوتے ہیں (یعنی وہ تمہارے چچا ہی تو ہوئے۔ اگر نسب سے نہیں تو رضاعت سے) ۔

و ف:۔ اس حدیث سے بھی رضاعت مطلق ثابت ہوتی ہے اور حدیث سابق کی تائید ملتی ہے ۔

کِتَابُ الطَّلَاقِ!

کتاب طلاق کے بیان میں!

بَابُ ۱۳۳ الْھَزْلِ فِی الطَّلَاقِ!

طلاق میں مسخری کے بیان میں!

۲۸۵ ح ۱

ابوحنیفۃ عن مطاء عن یوسف بن ماھک عن ابی ھریرۃ رض ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال ثلثۃ جدھن جد وھزلھن جد۔ الطلاق والنکاح والرجعۃ ۔

حضرت ابی ہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طلاق۔ نکاح۔ اور رجعت یہ تین چیزیں ایسی ہیں جن میں سنجیدگی اور مسخری ہر دو کا شمار سنجیدگی میں ہے۔ (یعنی ان پر خاص خاص آثار مرتب ہوتے ہیں اور ان پر احکام لازم آتے ہیں) ۔

Maktaba Tul Ishaat.com

ف: یعنی جس شخص نے مثلاً مذاق و دل لگی میں طلاق دی یا نکاح کیا یا عورت سے رجعت کر لی تو ہر سہ اثرات مرتب ہوئے۔ اور احکام شرعیہ کا ان پر نفاذ ہوا۔ گویا طلاق واقع ہو گئی۔ اور شوہر زوجہ میں (عدت کے اندر) ابتدائی نکاح بندھ گیا۔ اور رجعت شرعاً صحیح مان لی گئی۔ خواہ شوہر کس قدر غدر کرتا رہے کہ میں نے یہ سب کچھ بطور کھیل کے کیا تھا۔ میری نظر ان الفاظ کے معانی (ان) کے نتائج پر ہرگز نہ تھی۔ شریعت میں اس کا یہ عذر نا مسموع ہوتا عقود و تصرفات کا یہ ہی حکم ہے مثلاً بیع ہبہ وغیرہ۔ ان میں مذکورہ بالا اشیاء کو اس لئے بیان کیا ہے تاکہ معلوم ہو فرمایا کہ ان کی اہمیت دیگر تصرفات سے زائد ہے۔

بَابُ الْعِدَّةِ ۱۳۴

باب عدت کے بیان میں

ابوحنیفة عن ابی الزبیر عن جابر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لسودة حین طلقها اعتدی ۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت سودہ کو طلاق دی تو فرمایا عدت کرو۔

ف: یہ امر مختلف فیہ ہے کہ آنحضرت نے حضرت سودہ کو طلاق دے کر ان پر حضرت عائشہ کے التماس سے آپ نے رجعت فرمالی۔ یا طلاق رجعی نہیں تھی بلکہ محض ارادہ فرمایا تھا کہ طلاق دیں گے آپ کے نکلنے میں رہیں تو آنحضرت نے طلاق کا ارادہ ترک فرما دیا۔ آخری قول کی رو سے کہ طلاق نہیں ہوئی ہے اس حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ آنحضرت نے طلاق کا ارادہ فرمایا تھا۔ حضرت سودہ نے اپنی باری کا دن حضرت عائشہ کو دے دیا۔

مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ ابن عباس سے کہا گیا کہ آنحضرت نے سودہ کو طلاق دے کر لفظ اپنی باری حضرت عائشہ کو دے دی۔ طلاق میں ارادہ کا اعتبار ہے یا الفاظ کا۔ آنحضرت نے ارادہ ہی فرمایا تھا۔ ان الفاظ سے جو آپ نے طلاق دینے کے بعد فرمائے طلاق نہیں ہوئی بلکہ محض باری حضرت عائشہ کو دے دی۔ اور ارادہ طلاق کا ترک فرما دیا۔ بعض نے ارادہ طلاق کے کہنے ہیں اور ہم نے اپنی محدثین کی تحقیق کو ہیں لکھ دیا ہے مرسل حدیث اس مضمون کی ابن ابی شیبہ نے بھی آنحضرت سے سودہ کو طلاق دینے کے شرائط سے کہ تو حضرت سودہ نے آپ سے عرض کیا کہ میں اپنی باری عائشہ کو دیتی ہوں۔ فقہی تفصیلوں سے خالی نہیں۔ ملا جیون نے ان سے تعرض کیا ہے۔ رجعت دلالی۔ ابن سعد بھی اسی کے ہم معنی الفاظ سے حدیث لائے ہیں کہ سودہ نے اپنی باری کا دن اور رات حضرت عائشہ کو دے دیا تھا۔

ابوحنیفة عن حماد عن ابراهیم عن الاسود عن عائشة ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لسودة حین طلقها اعتدی ۔

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سودہ کو طلاق دی تو فرمایا عدت کرو۔

Maktaba Tul Ishaat.com

[illegible] ہے [illegible] ہے [illegible] ہے [

Maktaba Tul Ishaat.com

۱۳۶ باب حرمة اللعب بالطلاق!

ابو حنيفة عن ابی اسحٰق عن ابی برزة
عن ابیه قال قال رسول الله صلی الله علیه
وسلم ما بال قوم یلعبون بحدود الله
یقولون قد طلقتك قد راجعتك

ف ... لوگ عورتوں کو کھیل بنا لیتے ہیں طلاق دیتے ہیں رجوع کرتے ہیں اور پھر طلاق دیتے ہیں رجوع کرتے ہیں اور پھر طلاق دیتے ہیں رجوع کرتے ہیں اور پھر

Maktaba Tul Ishaat.com

باب ۱۳۸ عدم الطلاق بمجرد التخيير!

باب اس بیان میں کہ عورت کو صرف اختیار دینے سے اس کو طلاق نہیں ہو جاتی!

۲۹۱ ابو حنیفة عن حماد عن ابراهیم عن الاسود عن عائشة خیرنا رسول الله صلی الله علیه وسلم فاخترناه فلم یعد ذلك طلاقا ؛

حضرت عائشہ رض کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو اختیار دیا (طلاق لے لینے کا) تو ہم نے آپ کو اختیار کر لیا۔ (گویا طلاق نہ لی) تو یہ صورت طلاق میں شمار نہیں ہوئی ؛

ف: اس حدیث سے یہ بات منکشف ہوئی۔ کہ اگر شوہر اپنی بیوی کو طلاق لینے کا اختیار دے اور وہ اپنے نفس کو طلاق دے تو طلاق ہوئی ورنہ اگر وہ بجائے طلاق لینے کے شوہر کو پسند کر لے تو کچھ بھی نہیں۔ شوہر کی طرف سے محض ایسا اختیار مل جانا طلاق کے حکم میں نہیں ؛

باب ۱۳۹ خیار العتق!

باب اس بیان میں کہ منکوحہ باندی کو آزاد ہونے کے بعد اختیار ہے کہ وہ خاوند کے ساتھ رہنا پسند کرے یا علیحدگی اختیار کر لے!

۲۹۲ ابو حنیفة عن حماد عن ابراهیم عن الاسود عن عائشة انها اعتقت بریرة ولها زوج مولی لال ابی احمد فخیرها رسول الله صلی الله علیه وسلم فاختارت نفسها ففرق بینهما وکان زوجها حرا ؛

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بریرہ (چھوکری) کو آزاد کیا جس کا خاوند آل ابی احمد کا آزاد کردہ غلام تھا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس (بریرہ) کو اختیار دیا کہ وہ اپنے شوہر کے نکاح میں رہے یا اس سے علیحدگی اختیار کر لے۔ چنانچہ اس نے علیحدگی اختیار کی تو آپ نے ان کے درمیان تفریق کرا دی۔ حالانکہ اس کا شوہر آزاد تھا ؛

ف: حدیث ذیل ایک اختلافی امر میں شافعیہ اور مالکیہ کے خلاف حجت ہے۔ صورت اختلاف کی یہ ہے۔ کہ امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک چھوکری کو مذکورہ خیار عتق حاصل ہے۔ خواہ اس کا شوہر آزاد ہو یا غلام۔ امام شافعی و مالک رح کے نزدیک یہ خیار محض اس وقت ہے کہ باندی کا خاوند غلام ہو۔ یہاں یہ سوال ہے کہ بریرہ کا شوہر غلام تھا۔ یا آزاد۔ حدیث ذیل چونکہ آزادی پر دال ہے اس لئے یہ ان کے خلاف حجت ہے دراصل ابن عباس

Maktaba Tul Ishaat.com

سے تو یہ ہی مروی ہے کہ یہ آزاد تھا - اور حضرت عائشہ رضہ سے دو طریق سے اس کی روایت ہے ایک اسود کے واسطے سے - دوسری عروۃ القاسم کے واسطہ سے - اسود کی روایت اس کے آزاد ہونے کو ہی ثابت کرتی ہے اور عروہ سے بھی دو روایات ہیں ایک سے اس کا آزاد ہونا معلوم ہوتا ہے دوسری سے اس میں شک کا پتہ چلتا ہے - لہذا ان حالات میں اس کی آزادی کا وثوق ہوا اور یہ ضعیف سا شک جو عروہ کی ایک روایت ظاہر کرتی ہے دن کالعدم ثابت ہوا ؛

باب ۱۴۰ طلاق الامۃ — باب باندی کی طلاق کے بیان میں

۲۹۳ / ۱

ابو حنیفۃ عن عطیۃ عن ابن عمر رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طلاق الامۃ اثنتان وعدتہا حیضتان ؛

حضرت ابن عمر رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طلاق باندی کی دو ہیں اور اس کی عدت دو حیض ہیں ؛

وضاحت یہ حدیث دو امور میں اختلافیہ ہے شافعیہ و مالکیہ کے خلاف حنفیہ کے قول کی تائید اور مستدل دلیل ہے اول یہ کہ تعداد طلاق کا دارومدار عورتوں پر ہے دوم یہ کہ عدت میں حنفیہ کے نزدیک باندی کی عدت حیض سے ہے اور شافعیہ و مالکیہ کے نزدیک طلاق کے مسئلہ میں حنفیہ ہر دو امور میں پہلی شق کے قائل ہیں اور شافعیہ و مالکیہ دوسری شق کے قائل ہیں اس مسئلہ میں غلام ہو اور عورت آزاد تو حنفیہ کے نزدیک عورت تین طلاقوں کی مالک ہوگی اور شافعیہ کے نزدیک دو ہی ہیں اگر طلاق غلام ہو اور عورت باندی ہو تو حنفیہ کے نزدیک دو طلاقوں کی مالک ہوگی اور شافعیہ کے نزدیک تین ہیں اس مسئلہ میں حنفیہ کے دلائل عقلی و نقلی ہیں عقلی دلیل یہ ہے کہ طلاق کا تعلق عورت سے ہے اس کے لحاظ سے اس کی حالت کو دیکھا جائے گا کہ وہ آزاد ہے یا باندی اور اس کے لحاظ سے طلاق کی تعداد دو ہوگی یا تین اور نقلی دلیل یہ حدیث ہے اور اس کے علاوہ اور بھی دلائل ہیں جو مبسوط میں مذکور ہیں ؛

Maktaba Tul Ishaat.com

الرازی اور بخاری نے اس کو ضعیف بتایا ہے۔ مگر ساتھ ساتھ کہا کہ ابن حبان نے اس کی توثیق کی ہے۔ اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ ابن حبان کی توثیق تو خود ذہبی نے نقل کی ہے اور حاکم ابن عباس سے یہ حدیث لائے ہیں اور کہا ہے کہ یہ حدیث اگرچہ صحیح ہے مگر شیخین نہیں لائے۔ پھر حدیث عائشہ نقل کر کے کہتے ہیں کہ مظاہر بن اسلم کو ابن حبان کے ایک شیخ ہیں ہمارے پیشوا میں مشائخ میں سے کسی نے ان پر جرح نہیں کی یاد حقیقت بھی یہی ہے کہ کسی نے مظاہر کو وضاع کذاب نہیں کہا۔ نہ حفظ و ضبط یا ان کی حالت میں کوئی خامی نکالی۔ جہالت کا سوال جو الودادی نے اٹھایا ہے۔ اور جس کی طرف کلام ترمذی میں اشارہ ہے تو یہ سوال یوں ہے کہ جہالت راوی یہ ہے کہ ایک شیخ سے زیادہ اس سے کوئی روایت کرنے والا نہ ہو۔ یہاں ایسا نہیں۔ مظاہر سے ابن جریج ثوری اوزاعی ہم نے روایتیں کی ہیں جن کے واسطہ سے ابن ہریرہ سے روایتیں لائے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ طلاق عدت کے ساتھ دو۔

Maktaba Tul Ishaat.com

نہیں کہ اس صورت میں مکمل تین حیض آ سکتے ہیں۔ احادیث میں مدت ذیل ہے بعد مدت حیض کے عقل دیانت سے یوں کہ برات رحم کا پتہ درحقیقت حیض ہی سے لگتا ہے۔ تو مدت حیض ہی سے قرار

نزدیک قیاس ہے +

بَابُ النَّفَقَةِ وَالسُّكْنَى لِلْمَبْتُوتَةِ

باب اس بیان میں کہ کتنی طلاق والی عورت کے لئے نفقہ اور سکنیٰ ہے

أَبُو حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ كُنَّا لَا نَدَعُ كِتَابَ رَبِّنَا وَسُنَّةَ نَبِيِّنَا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَوْلِ امْرَأَةٍ لَا نَدْرِي صَدَقَتْ أَمْ كَذَبَتْ الْمُطَلَّقَةُ ثَلَاثًا لَهَا السُّكْنَى وَالنَّفَقَةُ ؛

ابو حنیفہ نے حماد سے انہوں نے ابراہیم سے انہوں نے اسود سے روایت کی کہ عمر بن خطاب نے فرمایا کہ ہم کتاب اللہ اور سنت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک عورت کے کہنے سے نہیں چھوڑ سکتے جس کے متعلق ہم نہیں جانتے کہ اس نے سچ کہا یا جھوٹ۔ تین طلاق دی ہوئی عورت کے لئے سکنیٰ ہے اور نفقہ بھی ہے اور رزق بھی۔

ف: عورت سے مراد فاطمہ بنت قیس بن خالد فہری ہے جو صحابیہ ہیں اور مہاجرات اولین میں سے ہیں۔ یہ حدیث اس بحث کو سامنے لاتی ہے کہ تین طلاقیں دی ہوئی عورت کے لئے سکنیٰ ہے اور نفقہ بھی یا نہیں۔ امام ابوحنیفہ رح یہ حدیث پڑھ کر سکنیٰ اور نفقہ ہر دو اس کے لئے مانتے ہیں۔ امام احمد اس کے لئے نہ سکنیٰ مانتے ہیں نہ نفقہ۔ امام شافعی رح سکنیٰ کے لئے مانتے ہیں نفقہ کے نہیں۔ مذہب حنفیہ کی دلیل حدیث فاطمہ ہے جو اس باب میں اصل ہے۔ وجہ کی رو سے مطلقہ ثلثہ کے لئے نہ سکنیٰ ہے نہ نفقہ۔ جو فرقہ کہتا ہے کہ نفقہ کا مدار ہے کمائی پر۔ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا آپ نے میرے لئے سکنیٰ اور نفقہ ہر دو نہیں فرمایا۔ اس کے لئے سکنیٰ تو اس آیت قرآنی کے بموجب ماننے ہیں کہ فرمایا اسکنوھن الخ رہا نفقہ تو اس کو بھی دیکھو۔ اور حدیث فاطمہ مذکور سے بھی نفقہ کے لئے استدلال کرتے ہیں۔ یہ دلیل قرآن کی تین آیات ذیل میں۔ اور یہ سکنیٰ و نفقہ ہر دو کے لئے ہے۔ اسکنوھن الخ۔ یا ارشاد ہوا اسکنوھن الخ۔ یہ سکنیٰ و نفقہ ہر دو کے لئے ہے۔ متاع بالمعروف کہ طلاق دی ہوئی عورتوں کے لئے فائدہ دینا ہے اچھی طرح یا فائدہ نفقہ ہے۔ کمائی والے کو چاہئے کہ اپنی کمائی سے خرچ کرے۔ پھر بعد علی المولود لہ الخ۔ یہ نفقہ ہے۔ ان کا کھانا اور اپنا اختلاف ہے۔ ان میں مذہب حنفیہ حضرت عمر رض کی حدیث ذیل ہے۔ دیگر کتب احادیث میں بھی موجود ہے اور اس میں آیت قرآنی فاطمہ کی تردید کرتے ہیں۔ کہ ایک عورت کی گواہی اور جھوٹ سچ کچھ علم نہیں ہم کیسے قول سے قرآن کی اور سنت نبوی کو کس طرح چھوڑ دیں۔ حقیقت میں حضرت عمر کی شان عظمت دیانت کی دلیل ہے حدیث

Maktaba Tul Ishaat.com

فاطمہ کو کہ ورثا بت کرنے کے لئے یہی حدیث عمر بس ہے اور کافی۔ حضرت عمر رض کے الفاظ رفع حدیث کے مرادف ہیں کہ گویا وہ اس حدیث کی مرفوع روایت کرتے ہیں کیونکہ اصول حدیث میں یہ طے شدہ بات ہے کہ صحابی کا یہ کہنا کہ ہمارے نبی کی سنت یہ ہے۔ اس حدیث کا عین رفع ہے۔ پھر ان سے ابراہیم کے واسطے سے یہ مرفوع بھی ثابت ہے اور دارقطنی سے یہ زیادتی بھی ثابت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے آنحضرت کو یہ کہتے سنا کہ مطلقہ ثلاثہ کے لئے نہ نفقہ ہے اسی طرح ابن مسعود، اسامہ اور عائشہ سے بھی حدیث فاطمہ کی تردید ثابت ہے۔ حضرت عائشہ نے سورہ سلم کی یہ آیت صاف الفاظ میں سنا دی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ فاطمہ کے لئے کوئی بھلائی نہیں ہے کہ الفاظ نقل کرنے کی بندش ہے کہ آپ فرماتی ہیں کہ کیا فاطمہ خدا سے نہیں ڈرتی کہ ایسی بات کہتی ہے حضرت عائشہ کی تجویز کو ایک طرف رکھئے دوسری طرف ان کی سنگین تردید کو۔ سعید بن مسیب کہتے ہیں فاطمہ نے لوگوں کو فتنہ میں ڈال دیا۔ یہ تابعی ہیں جو عائشہ کے معاصر ہیں معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اس کے خلاف بھی یا اتفاق یا اطلاع سے کہا ہے کہ مروان نے فاطمہ کو عدت کے کہنے سے اس مضبوط بات کو نہ چھوڑ دینے پر سخت لعنت ملامت کی ہے۔ لوگ کون صحابہ۔ تو یہ اجماع صحابہ نہیں تو کیا ہے۔ دوسری روایات بھی دال ہیں کہ مطلقہ کے لئے سکنی و نفقہ ہے طبرانی میں ابراہیم کے واسطے سے ابن مسعود و عمر رض سے روایت ہے کہ ہر دو اصحاب نے مطلقہ ثلاثہ کے لئے سکنی و نفقہ تسلیم کیا۔ دارقطنی میں حضرت جابر سے ایسی ہی روایت ہے۔ مسلم و ابوداؤد میں حجۃ الوداع کے سلسلہ میں حضرت جابر سے طویل حدیث ہے جس میں ہے وان لھن علیکم ان لا یوطئن فرشکم احدا تکرھونہ۔ الخ اس نص کے لئے حکم یہ ترجیح ہے اور کیا۔ تو گویا حدیث فاطمہ سے اور روایات صحیحہ بھی متعارض ہوئیں پھر حدیث فاطمہ میں سخت اضطراب ہے جو اس کو کمزور بتاتا ہے کیونکہ اضطراب حدیث کے ضعف پر سب کی نشانی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کے شوہر نے اس کو غائبانہ طلاق دی تھی۔ بعض کے نزدیک وہ طلاق دے کر گیا تھا۔ ایک قول ہے کہ وہ خود آنحضرت سے پوچھنے گئی تھی۔ دوسرا قول ہے کہ چند لوگ گئے تھے۔ ایک خیال ہے کہ اس کا شوہر ابوعمرو بن حفص تھا۔ دوسرا خیال ہے کہ اس کا خاندان ابوحفص بن مغیرہ تھا۔ علاوہ ازیں اگر تھوڑی دیر کے لئے اس کو صحیح تسلیم کر لیں تو ماننا پڑے گا کہ آنحضرت کا یہ حکم کسی خاص وجہ کی بنا پر تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ زبان درازی تھی اس لئے اس کو جلے رہائش سے دور کیا گیا کیونکہ اس کا یہ طعیب شارح کے نزدیک اس کے نکالنے سے زیادہ سنگین تھا۔ بعض کا خیال ہے کہ اس کی بدخلقی وجہ سے نکالا گیا۔ نفقہ کے بارہ میں یہ ہے کہ اس کا شوہر غائب تھا۔ اس نے شوہر کے متعلقین سے نفقہ کا مطالبہ کیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم پر تیرا کوئی نفقہ نہیں۔ یہ ہی فیصلہ آنحضرت نے صادر فرمایا کہ چونکہ اس کے شوہر نے کوئی مال نہیں چھوڑا اس لئے اس کا نفقہ و سکنی اس کے شوہر کے متعلقین پر واجب نہیں۔ فاطمہ نے اس خصوصی حال پر غور نہیں کیا اور اس نے بے سوچے سمجھے عمومی پیرایہ میں روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلقہ کے لئے نفقہ و سکنی نہیں رکھا۔ لوگ اسی مسئلہ انکار پر چیں بہ چیں ہوئے۔ لہٰذا اس بحث کے اختتام پر بتانا پڑے گا کہ حدیث فاطمہ بنت قیس روایات کے قابل قبول نہیں۔ قرآن بکار یکار کر اس کی تردید کر رہا ہے۔ کبار صحابہ اس کو لے بنیاد فساد پیدا کر رہے ہیں۔ روایات صحیحہ اس کے معارض ہیں۔ اضطراب اس میں موجود ہے۔ کمزوری و ضعف کے ثبوت میں اور کیا چاہیے۔ اسی بنا پر ان مذاہب کی پختگی و استحکام کا خود بخود تخیل لگا لیجئے

Maktaba Tul Ishaat.com

جو اپنے مذہب کی بنا فاطمہ کی حدیث پر رکھتے ہیں۔ کہ ایسے مذاہب کہاں تک قابل اعتنا ہیں۔ اسی لئے ہم ان کی تردید چھوڑتے ہیں۔ اب کون ظالم یہ کہہ سکتا ہے کہ حنفی صحیح حدیث کی مخالفت کرتے ہیں اور ان کے مذہب کی بنا محض قیاس پر ہے۔ نعوذ باللہ ایسا کہنا انصاف کا سراسر خون کرنا ہے اور حق پر پردہ ڈالنا۔ بلکہ اپنی جہالت کا خود اپنی زبان سے اقرار کرتا ہے۔ کیا یہاں مثلاً حنفی فاطمہ کی حدیث کو مانتے ہیں۔ اور اپنے مذہب کی بنا اس پر رکھتے ہیں؟ حنفی واقعی ایسی احادیث کو نظر انداز کرتے ہیں اور نامنصفوں کی نظروں میں مجرم ٹھہرتے ہیں۔ خاتمہ بالخیر دایا اولی الابصار۔

باب ۱۴۲ عدة المتوفى عنها زوجها

ابوحنیفہ عن حماد عن ابراهيم عن الاسود ان سبيعة بنت الحارث الاسلمية مات عنها زوجها وهي حامل فمكثت خمسا وعشرين ليلة ثم وضعت فمر بها ابو السنابل بن بعكك فقال تشوفت تريدين الباءة كلا والله انه لا يعد الاجلين

فاتت النبي صلى الله عليه وسلم فذكرت ذلك له فقال كذب اذا حضر فاذني ۔

باب ۔ اس عورت کی عدت کے بیان میں جس کا خاوند فوت ہو

ابوحنیفہ حماد سے ابراہیم سے اسود سے روایت کرتے ہیں کہ سبیعہ بنت حارث اسلمیہ کی ہمشیرہ کا خاوند فوت ہوا جب [illegible] اس کے پاس آیا اور اس کو دیکھا کہ [illegible] کیا تیرا نکاح کا ارادہ ہے [illegible] لعل تدنست [illegible] اور چار مہینے دس [illegible] پھر [illegible] اور وضع حمل [illegible] نبی صلی اللہ [illegible] ذکر کیا آپ نے [illegible] جب کو خبر کیا کہ [illegible]

فائدہ: یہ مسئلہ ائمہ اربعہ کا اتفاقی مسئلہ ہے اور سلف و خلف [illegible] کی عدت وضع حمل ہے [illegible] میں خلاف صرف [illegible] ابن عباس سے منقول ہے لیکن آپ سے [illegible] جمہور سے [illegible] میں علماء کا اختلاف ہے کہ عورت نفاس [illegible] سے پہلے نکاح کر سکتی ہے [illegible] پتہ چلتا ہے کہ جمہور علماء پہلی شق کے قائل ہیں [illegible] کو جائز کہتے ہیں [illegible] ذکر ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com

باب ۱۴۲ نسخ عدۃ الوفاۃ فی البقرۃ

ابو حنیفۃ عن حماد عن ابراھیم عن علقمۃ عن عبد اللہ قال من شاء باھلتہ ان سورۃ النساء القصریٰ نزلت بعد الطولیٰ وفی روایۃ عن عبد اللہ بن مسعود عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال نسخت سورۃ النساء القصریٰ کل عدۃ او کانت اجالھن ان یضعن حملھن ۔

سورۃ بقر میں وفات کی جو عدت ہے اس کے نسخ کے بیان میں !

حضرت عبد اللہ کہتے ہیں کہ جو چاہے میں اس سے مباہلہ کرتا ہوں کہ چھوٹی سورۃ نساء (سورۃ طلاق الہی) سورت (سورہ بقرہ) کے بعد اتری ہے۔

ایک روایت میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رض سے یوں روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چھوٹی سورۃ نساء نے حاملہ کی سب عدتوں کو منسوخ کر دیا۔ (یعنی حمل والیوں کی عدت یہ ہے کہ وہ بچہ جنیں ۔

ف اس مسئلہ کی مزید وضاحت یہ ہے کہ سورۃ بقر میں آیت وارد ہے والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا یتربصن بانفسھن اربعۃ اشھر وعشرا کہ تم میں جو مر جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں تو بیویاں انتظار کریں اپنے نفسوں کے ساتھ چار ماہ دس دن تک۔ اس آیت کے عموم کے ماتحت ہر اس عورت کی عدت چار ماہ دس دن کی قرار پاتی ہے جس کا خاوند مر جائے خواہ وہ حاملہ ہو یا غیر حاملہ پھر سورۃ طلاق میں یوں وارد ہے واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن کہ حمل والیوں کی مدت (عدت) یہ ہے کہ وہ اپنے بچہ کو جن لیں تو اس آیت کی رو سے عدت حاملہ کی خواہ اس کا خاوند مرا ہو وضع حمل سے ثابت ہوتی ہے۔ چاہے کم سے کم مدت میں وضع حمل ہوا ہو لہذا حضرت علی نے ہر دو آیات کو جمع کرنے کے لئے احتیاط کی صورت مروی ہے یعنی ابعد الاجلین پر عمل کرنا چاہئے۔ کہ اگر وضع حمل چار ماہ دس دن کے بعد ہو تو وضع حمل سے عدت ختم ہو گی۔ اور اگر پہلے تو چار ماہ دس دن کے بعد۔ شافعیہ بھی اس میں گڑبڑائے ہیں کہ آیت بقرہ کو حدیث سبیعہ سے مخصوص بابین یا منسوخ یا کیا؟ مگر احناف کے نزدیک سبیعہ کی حدیث سے یہ آیت بقرہ نہ مخصوص ہو سکتی ہے نہ منسوخ۔ کیونکہ خبر واحد آیت کی مخصص نہیں نہ اس کی ناسخ البتہ سورۃ طلاق کی آیت واولات الاحمال سے آیت بقرہ کا نسخ مانتے ہیں۔ کیونکہ حدیث ذبیح عبد اللہ بن مسعود اس پر صراحۃً دال ہے اور ثابت کرتی ہے کہ سورۃ طلاق کی آیت تردد میں متاخر ہے تو اس کی ناسخ ہوئی گویا تاریخ کا پتہ خبر واحد سے چلتا ہے مگر آیت بقرہ کا نسخ آیت طلاق سے ہے نہ خبر واحد سے۔ معجم طبرانی میں حضرت ابی سے روایت ہے کہ انہوں نے آنحضرت ص سے دریافت کیا کہ "اولات الاحمال" کی آیت تین طلاقوں والی عورت کے لئے ہے یا اس کے لئے جس کا شوہر مر چکا ہو آپ نے فرمایا کہ ہر دو کے لئے۔ خلاصہ یہ کہ حاملہ کی عدت آیت طلاق سے وضع حمل متعین ہو گئی۔ چاہے شوہر کی وفات کے ایک ساعت بعد ہی وضع حمل ہوا ہو۔ موطا امام مالک میں حضرت عمر رض کا یہ قول نقل ہے کہ اگر حاملہ عورت نے بچہ اس وقت جنا کہ اس کے شوہر کی لاش ابھی تختہ پر تھی دفن نہیں ہوئی تب بھی اس کی عدت ختم ہو گئی ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com

بَابُ ۱۴۴ فِی الْمَرْأَةِ تُوُفِّیَ عَنْهَا زَوْجُهَا وَلَمْ یَفْرِضْ لَهَا صَدَاقًا وَلَمْ یَدْخُلْ بِهَا

باب ۱۴۴۔ اس عورت کے بیان میں جس کا شوہر مر گیا ہو اس کا مہر مقرر نہ کیا ہو اور اس کے شوہر نے اس کے ساتھ خلوت صحیحہ نہ کی ہو

ابو حنیفہؒ عن حماد عن ابراهیم عن علقمة عن عبد الله بن مسعود فی المرأة تزوج ولم یفرض لها صداقا ولم یدخل بها حتی مات عنها قال لها صداق نسائها ولها المیراث وعلیها العدة فقال معقل بن سنان الاشجعی اشهد ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قضی فی بروع بنت واشق مثل ما قضیت ۔

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے اس عورت کے بارے میں جس کا نکاح ہوا ہو اور مہر مقرر نہ کیا ہو اور شوہر نے اس سے صحبت نہ کی ہو اور وہ مر گیا ہو فرمایا کہ اس کو اس کے خاندان کی عورتوں کا مہر ملے گا اور اس کو میراث ملے گی اور اس پر عدت ہے۔ معقل بن سنان اشجعی نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بروع بنت واشق کے بارے میں ایسا ہی فیصلہ کیا تھا جیسا کہ آپ نے فیصلہ کیا ہے۔

فائدہ: حضرت علی کے اس مسئلہ میں خلاف معقول ہے کہ عورت موت کے لئے نہیں ہوتی کیونکہ اس کے ساتھ خلوت صحیحہ نہیں ہوئی۔ مگر ان کا یہ مذہب روایت صحیحہ منقول نہیں۔ البتہ عبد اللہ بن مسعود کا یہ مذہب صحیح طرق سے مروی ہے۔ ترمذی نے اس کو حسن صحیح کہا ہے۔ اور معقل حضرت علقمہ اللہ کی روایت سے مرفوع حدیث شہادت پیش کرتے ہیں بلکہ بہت سے لوگ یہی شہادت دیتے ہیں۔ چنانچہ ابو داؤد کی روایت سے جو طریق قتادہ مروی ہے صاف آ رہا ہے۔ اور حضرت علی کے رائے بلا شک و شبہ درجہ ثبوت کو نہیں پہنچی بلکہ ابو داؤد طیالسی کی روایت میں یہ شہادت سنی تو بہت ہی خوش ہوئے۔ کہ آپ کی رائے حضرت کے فیصلہ میں کوئی شبہ نہ باقی نہ رہا۔ حضرت شافعی سے اس بارے میں دوسری حضرت عبد اللہ کی ہم نوائی میں بلند یوں سے موافقت میں اپنی رائے ظاہر کی۔

بَابُ ۱۴۵ فِی الْاِیلَاءِ بِالْکَلَامِ

باب ۱۴۵۔ ایلاء بالکلام کے بیان میں

حماد عن ابی حنیفة عن حماد عن ابراهیم عن علقمة قال فی الایلاء فیئته الجماع والایمان

Maktaba Tul Ishaat.com

یکون لہ عذر فیئہ یاللسان ؛

ہو۔ عورت کا مقام مرد کو معلوم نہ ہو۔ ان کے درمیان چار ماہ کی مسافت ہو۔ مرد عنین یا مقطوع الذکر ہو یا عورت کسی اور دیگر جسمانی نقص سے ناقابل جماع ہو وغیرہ وغیرہ تو ایسی صورت میں اس کا رجوع زبان سے ہے ؛

فائدہ۔ ایلاء کی شکل یہ ہے کہ ایک شخص قسم کھالے کہ میں اپنی بیوی کے پاس چار ماہ یا اس سے زائد مدت تک نہیں جاؤں گا۔ تو یہ مولی ہوا۔ اور اس کا یہ فعل ایلاء۔ اس کے بارہ میں قرآن کی یہ آیت وارد ہے۔ للذین یؤلون من نسائھم الآیۃ اس کا حکم یہ ہے کہ اگر اس نے اس مدت میں وطی کرلی تو یہ حانث ہوا اور اس پر کفارہ یمین واجب ہوا۔ اور ایلاء جاتا رہا۔ اور اگر مدت مبینہ میں وہ بیوی کے پاس نہیں گیا۔ یہاں تک کہ مدت گذر گئی تو اب اس میں شافعیہ۔ مالکیہ حنبلیہ اور حنفیہ کے مابین اختلاف ہے۔ مذکور الصدر مذاہب کی رو سے مدت گذر جانے پر اس کو حاکم کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ اور مجبور کیا جائے گا یا وہ طلاق دے یا رجوع کرلے۔ گویا مدت گذر جانے پر بھی مولی کو ان کے نزدیک رجوع کا حق ہے حنفیہ کے نزدیک مدت گذر جانے پر خود بخود ایک طلاق بائنہ پڑ جائے گی۔ اور پھر اس کو رجوع کا کوئی حق نہ رہے گا۔ مدت کے دوران میں وہ رجوع کرسکتا ہے۔ نہ بعد میں جمہور صحابہ کا وہی مسلک ہے جو حنفیہ کا ہے۔ جن میں سے عمر۔ عثمان۔ علی۔ ابن عمر۔ ابن مسعود۔ ابن عباس۔ زید بن ثابت وغیرہ حضرات ہیں۔ اکابر تابعین مثلاً عطاء۔ عکرمہ۔ سعید بن مسیب۔ ابی بکر بن عبدالرحمن۔ مکحول۔ ابن ابی لیلیٰ۔ شعبی۔ نخعی۔ مسروق۔ وغیرہ بزرگ بھی احناف کے ساتھ متفق القول والرائے ہیں۔ یہ بات بے بنیاد ہے۔ اور اس سے کہ جمہور صحابہ حنفیہ کے خلاف ہیں۔ اور روایات صحیحہ ان کی تردید میں۔ بلکہ صحیح تر روایات لغات کے مذہب کی تائید کرتی ہیں۔ چنانچہ عبدالرزاق روایت لائے ہیں کہ عثمان و زید بن ثابت ایلاء میں کہا کرتے تھے کہ جب چار ماہ گذر جائیں تو ایک طلاق ہے اور عورت اپنے نفس کی زیادہ مختار ہے اور وہ مطلقہ کی سی عدت کرے۔ پھر قتادہ کے واسطہ سے حضرت علی و ابن مسعود و ابن عباس سے روایت لائے ہیں جس کے الفاظ یہی ہیں۔ علاوہ ازیں ابن ابی شیبہ ابن عباس و ابن عمر سے روایت لائے ہیں کہ مدت گذر جانے پر ایک طلاق بائنہ ہوجائے گی۔ ان روایات کے رجال شیخین کے رجال ہیں۔ یا ان کی شرط پر۔ اسی طرح قرآن کی آیت بھی اپنے الفاظ سے مذہب حنفیہ کی تائید کرتی ہے جس کو علامہ ابن الہمام نے فتح القدیر میں خوب واضح فرمایا ہے ؛

باب الخلع!

حماد عن ابیہ عن ابی ایوب السختیانی ان امرأۃ ثابت بن قیس اَتَتْ اِلیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالت لا انا ولا ثابت

باب۔ خلع کے بیان میں!

حضرت ایوب سختیانی سے روایت ہے کہ ثابت بن قیس کی عورت نے آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ کہ نہ میں ثابت کے پاس رہ سکتی ہوں۔ نہ ثابت میرے ساتھ صبر کرسکتے ہیں

Maktaba Tul Ishaat.com

فقال اختلعين منه بحديقته فقالت نعم وازيد، قال اما الزيادة فلا ؛

(گویا ہم میں نباہ نہیں ہو سکتا) آپ نے فرمایا کہ کیا تو غلام کرتی ہے ثابت سے اس کا باغیچہ واپس دے گی اس نے کہا ہاں اور زائد بھی ہوں۔ آپ نے فرمایا نہیں زائد نہیں ؛

ف: اس حدیث سے اس کا ثبوت ملتا ہے کہ خلع میں مہر پر زیادتی نہیں۔ اور اسی جیسا اس کے بیان میں عطا سے نقل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مرد خلع کی ہوئی عورت سے اس چیز سے زیادہ نہ لے جو دے چکا ہے عبدالرزاق حضرت علی سے یہ روایت نقل کرتے ہیں لا تاخذ منها فوق ما اعطيتها کہ تو نہ لے اس سے زیادہ جو عورت سے کچھ نہ لے۔ طاؤس سے بھی ایسی روایت ہے ؛

کتاب النفقات!

کتاب نفقوں کے بیان میں!

ابوحنيفة عن حماد عن سعيد بن جبير عن ابن عباسؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا بات احدكم مغمومًا مهمومًا من سبب العيال كان افضل عند الله تعالى من الف ضربة بالسيف في سبيل الله ؛

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم میں سے کوئی گھر والے کے سبب سے غم اور فکر کی حالت میں رات کاٹے تو یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہزار ضربوں سے افضل ہے ؛

ف: اس حدیث اور بہت احادیث سے جو ہم نے دیں کہ مسلمان کا بال بچوں پر خرچ کرنا بڑے ثواب کے اور باعث بڑی بخشش کے ہے۔ کہ جب کوئی مسلمان اپنے اہل و عیال پر خوشنودی مدنظر ہو تو یہ خرچ اس کے حق میں صدقہ شمار ہوتا ہے۔ اور بہت ثواب کا کام ہے اور اس میں رضائے الٰہی کی خوشنودی مدنظر ہو تو وہ بڑے ثواب کا کام ہے عورت کے منہ میں دینا سے مفصل روایت میں اسی مضمون کو ظاہر کیا ہے ؛

ابوحنيفة عن عطاء عن ابيه عن سعد قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انك لن تنفق نفقة تريد بها وجه الله الا اجرت عليها حتى اللقمة ترفعها الى فى امرأتك ؛

ف: یہ اللہ رب العزت کی بندہ پروری ہے اور بندہ کو ترغیب دی اور بہت سی چیزیں فرمائی کہ جو خلائق کا ذریعہ ہیں۔ اور مطلب حاصل کرنے کا ہے اور پوشیدہ۔ مثلاً اہل و عیال کی پرورش

Maktaba Tul Ishaat.com

مالکیت ہے اور اس میں ہمارے نفس کے لئے سرمایہ مسرت ہے۔ لیکن اگر یہی جفاکشی اور دھوپ اس غرض کے پیش نظر ہو کہ ان حقوق سے سبکدوشی حاصل ہو جو اللہ تعالیٰ نے سرپرست مرد کے ذمہ اس کے اہل وعیال کے رکھے ہیں تو اسی میں ان کے لئے اجر و ثواب بھی ہے۔ ذرا سی نیت بدل جانے سے دنیا و آخرت دونوں کے منافع حاصل ہو جاتے ہیں۔ دل کو بھی وہ خوش کرتا ہے اور اللہ کو بھی راضی۔ دنیا بھی بنتی ہے۔ اور آخرت بھی۔

كتاب التدابير

کتاب مدبر کرنے کے بیان میں

باب بيع المدبر

باب مدبر کی بیع کے بیان میں

ابوحنيفة عن عطاء عن جابر بن عبد الله ان عبدا كان لابراهيم بن نعيم النحام قد دبره ثم احتاج الى ثمنه فباعه النبي صلى الله عليه وسلم بثمان مائة درهم ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضؓ سے روایت ہے کہ ابراہیم بن نعیم النحام (القرشی) کا ایک (یعقوب نامی قبطی) غلام تھا جس کو انہوں نے مدبر کر دیا۔ پھر اس کی قیمت کی ان کو ضرورت ہوئی۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ سو درہم میں (ان کی طرف سے) اس کو بیچ دیا۔

وفي رواية ان النبي صلى الله عليه وسلم باع المدبر ۔

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے مدبر غلام کو بیچا۔

لغت: مدبر وہ غلام ہے جس کا آقا اپنے غلام سے کہہ دے کہ اگر میں مر جاؤں تو آزاد ہے۔ حدیث ذیل کے ماتحت ایک اعتقادی مسئلہ قابل تشریح ہے اور محتاج بیان۔ بنائے اختلاف یہ ہے کہ مدبر غلام کی بیع جائز ہے یا نہیں۔ امام شافعی کے نزدیک مدبر کی بیع جائز ہے ان کی دلیل حضرت جابر کی حدیث ہے جس میں مضمون مروی ہے کہ ایک شخص نے اپنا ایک غلام کو مدبر کیا اور اس کے سوا اس کے پاس کوئی اور مال نہ تھا۔ اس کی خبر آنحضرت کو پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ اس کو کون مجھ سے خریدتا ہے۔ نعیم بن عبداللہ نے اس کو آٹھ سو درہم میں خرید لیا۔ اور آپ نے اس کی قیمت نعیم کو دے دی۔ نسائی میں یہ بھی ہے کہ وہ شخص قرض دار تھا۔ اور محتاج آپ نے اس غلام کو بیچا اور فرمایا کہ اس کی رقم سے قرض چھوڑا دے۔ پھر یہ حدیث ذیل بھی بظاہر ہماری حنیال کی تائید کرتی ہے۔ امام صاحب کے نزدیک مدبر کی بیع جائز نہیں۔ ان کی حجت ابن عمر رضؓ کی مرفوع حدیث ہے جو دار قطنی ان الفاظ سے لائے ہیں المدبر لا یباع ولا یوھب وھو حر من ثلث المال۔ کہ مدبر غلام نہ بیچا جائے نہ ہبہ کیا جائے اور وہ ثلث مال سے آزاد ہے۔ اس کی رفع کی بحث میں بعض کلام کرتے ہیں۔ بہرحال موقوف تو بلاشک صحیح ہے۔ دار قطنی نے بھی اس کو موقوف صحیح مانا ہے۔ تو گویا یہ قول صحابی ہوا اور صحابی کا قول ایسے امر میں جس میں قیاس کو کوئی دخل نہ ہو۔ مرفوع کے مرتبہ میں مانا گیا ہے۔ لہٰذا یہ قول

Maktaba Tul Ishaat.com

حدیث مرفوع کے حکم میں ہوگا۔ ۲ حدیث جابر کا سوال آوہ اس حدیث موقوف کے معارض نہیں کیونکہ حضرت جابر کی حدیث ایک خاص واقعہ کو بیان کرتی ہے جو حدیث ابن عمر کے لئے شرط کی نفی اور ثبوت کی تعارض جب ہوتا کہ ان الفاظ کی کوئی حدیث وارد ہوتی۔ بیہقی المدونہ کہ یہ علامہ ہیں جاتے۔ پھر وہ حدیث جو حضرت ابی جعفر سے دارقطنی اور بیہقی لائے ہیں۔ دارقطنی ابو المنذر بن ابی سلمان سے اور بیہقی حکم کے واسطہ سے حدیث جابر کی اس فعلی حدیث کی نفی کرتی ہے۔ اور اس تعارض کی وجہ سے ظہور رفع اباحت سے کہ اس لیلوں سے۔ لہذا میں [illegible] کوئی حرج نہیں۔ ابن قطان نے اس کو ضعیف اور ساکت عن طریق سے صحیح بتایا ہے کہ یہ حدیث جابر کی یہ تاویل کی جائے گی کہ یہ بیع خدمت مدبر کی تھی جو حاصل معہود آقا کے مرنے پر آزاد ہوگا۔

۱۲۹ باب الولاء!

باب ولاء کے بیان میں!

ابوحنیفۃ عن حماد عن ابراھیم عن الاسود عن عائشۃ انھا ارادت ان تشتری بریرۃ لتعتقھا فقالت مواليها لا نبيعها الا ان تشترط الولاء لنا فذاكرت ذالك للنبي صلى الله عليه وسلم فقال الولاء لمن اعتق ؛

[illegible] آزاد کرنے کے لئے آقا کو بیچے گا اور اسی کو [illegible] کوئی حصہ نہ ملتا ہے مگر اس حصہ سے کہ [illegible]

باب النھی عن بیع الولاء وھبتہ!

باب ولاء کے ہبہ اور بیع کی ممانعت کے بیان میں!

ابوحنیفۃ عن عطاء بن یسار عن ابن عمر ان النبی صلعم انہ نھی عن بیع الولاء وھبتہ ؛

[illegible] عن عطاء بن یسار عن ابن عمر [illegible] نبی صلعم نے منع فرمایا ہے [illegible]

فائدہ: یہ حکم سابق کے مانند ہے کہ جب آزاد کرنے والے کے [illegible] ہو کس شرح جائز ہوا اور یہ اپنے حق کو کیونکر منتقل کرے نہ وہ بدلہ سے [illegible] سلف و خلف سب کا اتفاق ہے۔ لونڈی نے [illegible] کیا ہے تو اس کو جائز قرار دیا ہے ان کو خالق [illegible]

Maktaba Tul Ishaat.com

كتاب الايمان!

باب ۱۵۱ النهي عن يمين الفاجرة

ابو حنيفة عن ناصح بن عبد الله يقال ابن عجلان يحيى بن يعلى واسحٰق بن السلولي ابو عبد الله محمد بن علي بن نفيل عن يحيى بن ابي كثير عن ابي سلمة عن ابي هريرة قال قال رسول الله صلعم ليس مما يعصى الله تعالى به شيء هو اعجل عقابا من البغي وما من شيء اطيع الله تعالى به اسرع ثوابا من الصلة واليمين الفاجرة تدع الديار بلاقع ؛

وفي رواية ليس شيء اعجل ثوابا من صلة الرحم وليس شيء اعجل عقوبة من البغي و قطيعة الرحم واليمين الفاجرة تدع الديار بلاقع ؛

وفي رواية ما من عمل اطيع الله تعالى فيه باعجل ثوابا من صلة الرحم وما من عمل عصي الله تعالى به باعجل عقوبة من البغي واليمين الفاجرة تدع الديار بلاقع ؛

وفي رواية ما من عقوبة منها يعصى الله تعالى فيه باعجل من البغي ؛

کتاب قسموں کے بیان میں!

باب جھوٹی قسم کی ممانعت میں!

۳۰۵ آ ۱

حضرت ابی ہریرہ رض کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ کی تمام نافرمانیوں میں کوئی چیز ایسی نہیں جو بغاوت سے زیادہ جلد تر عقاب و عذاب کی مستحق بنا دے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت شعاریوں میں کوئی چیز ایسی نہیں جو صلہ رحمی سے تیز تر سزاوار ثواب داجر ٹھیرا دے۔ اور جھوٹی قسم شہروں کو اجاڑ کر ڈالتی ہے ؛

اور ایک روایت میں یوں ہے کہ کوئی چیز صلہ رحمی سے جلد تر ثواب کی مستحق نہیں کرتی۔ اور کوئی چیز بغاوت و قطع رحمی سے تیز تر سزاوار عقاب نہیں ٹھیرتی اور جھوٹی قسم شہروں کو ویران کر دیتی ہے ؛

اور ایک روایت میں یوں ہے کہ کوئی عمل جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں کیا جائے صلہ رحمی سے بڑھ کر جلد مستحق ثواب بنانے والا نہیں۔ اور کوئی عمل جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کیا جائے بغاوت سے بڑھ کر جلد سزاوار عقاب بنانے والا نہیں۔ اور جھوٹی قسم شہروں کو اجاڑ دیتی ہے ؛

اور ایک اور روایت میں اس طرح ہے کہ نہیں ہے کوئی نافرمانی جو اللہ تعالیٰ کی شان میں کی جاوے بغاوت سے جلد تر عذاب کا سبب بننے والی ہے ؛

تشریح: یہ قسم غموس کا اثر ہے جو گذشتہ بات پر قصداً کھائی جاتی ہے۔ اس کو غموس اس لئے کہا گیا کہ یہ جھوٹی قسم کھانے والے کو دنیا میں گناہ میں اور آخرت میں آتش دوزخ میں ڈبو دیتی ہے۔ امام ابو حنیفہ۔ مالک۔ احمد اوزاعی۔ ثوری۔ اسحٰق کے نزدیک اس میں کوئی کفارہ نہیں۔ ابن مسعود کا مسلک بھی یہی ہے۔ اور اسی پر قرآنی اور سنت نبوی شاہد ہیں۔ شافعی رح اس میں کفارہ ملتے ہیں مگر ان کی حجت کا پتہ نہیں کہ وہ کس حدیث

Maktaba Tul Ishaat.com

سے احتجاج کرتے ہیں۔

اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ جھوٹی بات۔ امام حق کے ساتھ بغاوت اور قطع رحمی یہ سب گناہ کبیرہ ہیں۔ بغاوت کے بارہ میں سخت وعیدیں اور شدید دھمکیاں احادیث میں وارد ہیں جو تواتر کی حد تک پہنچ چکی ہیں۔ طبرانی کبیر میں بخاری تاریخ میں ابی بکرہ سے مرفوع حدیث اس مضمون کی لائے ہیں کہ بغاوت اور والدین کی نافرمانی دو چیزیں ایسی ہیں جن میں اللہ تعالیٰ بندہ کو حلد از حلد دنیا میں پکڑ لیتا ہے۔ احمد اپنی مسند میں بخاری ادب المفرد میں۔ ابن حبان اور حاکم اپنی اپنی صحیح میں ابی بکرہ سے مرفوع حدیث اس مضمون کی لائے ہیں کہ بغاوت اور قطع رحمی سے بڑھ کر کوئی گناہ ایسا نہیں جس میں اللہ تعالیٰ بندہ کو دنیا میں حلد از حلد پکڑے علاوہ اس عذاب کے جو اس کے لئے آخرت میں رکھا جاتا ہے۔ بہرحال کتاب و سنت سے اس کا سنگین گناہ ہونا ثابت ہے اور علمائے امت کا اس پر اتفاق ہے۔ البتہ محض صاحب اہل کی بغاوت میں علماء مختلف القول ہیں اور متنوع الرائے۔ مثلاً جنگ صفین میں بعض اس طرف گئے کہ یہ بغاوت نہ تھی۔ اہل السنۃ والجماعۃ کے کے نزدیک یہی قول احتیاط سے قریب تر ہے۔ اور موافق ادب۔ اکثر کا خیال ہے کہ یہ بغاوت تھی۔ مگر چونکہ وہ بزرگ جو معروف بہ پیکار تھے اہل اجتہاد تھے اس لئے وہ اپنے اجتہاد پر بجائے اس کے کہ نعوذ باللہ گناہگار ہوں عنداللہ ماجور ہوں گے۔ جیسا کہ مجتہد کا حکم ہے۔ ایک فریق اس طرف بھی گیا ہے کہ گو یہ درحقیقت بغی تھی مگر ان بزرگوں کو یہ احادیث اس وقت تک عدم شہرت کی بنا پر نہ پہنچ سکی تھیں تو وہ معذور تھے۔ مگر یہ قول قابل پذیرائی نہیں۔ کہ ایسی مشہور متواتر احادیث کیسے ان بزرگوں پر پوشیدہ رہ سکتی ہیں۔ یہ عقل میں آنے والی بات نہیں۔ اس لئے اکثر اس کو بغاوت مانا ہے مگر یہ اجتہادی امر ہے جو موجب اجر و ثواب ہے۔ نہ سبب گناہ۔ چہ جائیکہ نعوذ باللہ گناہ کبیرہ ہو۔ پھر ایسے خیال کا کیسے خطور ہو جبکہ خود حضرت علیؓ سے ابن عدی اپنی کامل میں مرفوع حدیث اس مضمون کی لائے ہیں کہ ڈرو بغاوت سے کیونکہ بغاوت کے علاوہ کسی چیز کی سزا اتنی جلد دینے والی نہیں رہا جبکہ اہل کا [illegible] وہ نہ قصد و عمد سے وقوع پذیر ہوا۔ نہ اس میں انکار خلافت تھا کہ وہ بغاوت میں شمار ہوتا۔ تو وہ عمل [illegible] بن سکتا۔ پھر جبکہ خود حضرت عائشہ سے ترمذی و ابن ماجہ اس مضمون کی مرفوع حدیث [illegible] کو تیز تر لیجائے تیز رسانی اور صلہ رحمی ہے اور وہ بدی جو سزا کو جلد تر پہنچانے [illegible]

۱۵۲ باب نذر معصیۃ وفیہ الکفارۃ وعدم الوفاء!

باب۔ گناہ کا نذر ماننے میں اور اس میں کفارہ ہے اور اس کا پورا نہ کرنا!

ابوحنیفۃ عن محمد بن الزبیر عن الحسن عن عمران قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من نذر ان یطیع اللہ فلیطعہ ومن نذر ان یعصیہ فلا

حضرت عمران رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس نے نذر مانی کہ اللہ کی اطاعت کرے گا اپنی کسی جائز و نیک کام کو تو چاہئے کہ اطاعت کرے اس مباح فعل کو عمل میں لاوے اور جو نذر مانے کہ اللہ کی نافرمانی کرے گا

Maktaba Tul Ishaat.com

یعصہ۔ کسی ناجائز اور گناہ کے کام کی نذر مانے) تو وہ اللہ کی
ولا نذر فی غضب ۔ نافرمانی نہ کرے۔ (یعنی نذر کی وجہ سے گناہ کا ارتکاب نہ
کرے) اور نہیں نذر ہے غصہ میں ۔

ف:۔ حدیث ذیل میں آخری جملہ کی ترجمانی یا تو یہ ہے کہ بحالت غصہ نذر کا اعتبار نہیں۔ کیونکہ جوش غضب میں انسان شعور سے باہر ہوتا ہے اور اس کے افعال اعتبار سے خارج۔ اور اس کیفیت غضبی میں اس کا فعل اضطراری ہوتا ہے نہ اختیاری کہ اس پر حکم شرعی مرتب ہو۔ یا یہ کہ ایسے امر میں نذر نہیں جو موجب غضب خدا ہو۔ اور اللہ کی ناراضگی کا سبب بنے۔ پہلی صورت گویا حضرت علی کے مذہب کی ترجمانی ہے اور قسم لغو کی ایک شکل کہ آپ کا یہ قول منقول ہے اللغو ھو الیمین فی الغضب کہ بحالت غضب قسم کھانا قسم لغو ہے طاؤس بھی اسی خیال کے پیرو ہیں ۔

ابو حنیفۃ عن محمد بن الزبیر الحنظلی عن الحسن عن عمران بن حصین قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا نذر فی معصیۃ اللہ تعالیٰ وکفارتہ کفارۃ یمین ۔

حضرت عمران بن حصین رض کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی بات میں نذر کا پورا کرنا نہیں ہے اور اس کا کفارہ وہی ہے جو قسم کا ہے ۔

ف:۔ اس حدیث میں کفارہ کا مسئلہ ائمہ کرام کے مابین ایک لقطہ اختلافی ہے۔ امام شافعی و مالک رح کے نزدیک نذر معصیت میں کوئی کفارہ نہیں۔ کیونکہ نذر معصیت لغو و عبث ٹھیری۔ تو اب اس میں کفارہ کا کیا کام اور احادیث کے باب میں یہ ان احادیث کو پیش نظر رکھتے ہیں جن میں کفارہ کا ذکر نہیں اور یا محض یہ الفاظ ہیں کہ لا وفاء لنذر فی معصیۃ کہ گناہ کی بات میں نذر کا پورا کرنا نہیں یا لا نذر فی معصیۃ اللہ کہ معصیت اللہ میں نذر کا پورا کرنا نہیں۔ امام ابو حنیفہ و امام احمد و اسحٰق کا مسلک ہے کہ نذر معصیت میں کفارہ یمین ہے۔ روایت کے میدان میں ان کی جہت ایک تو حضرت عمران کی حدیث ذیل ہے جو صاف الفاظ میں گویا ہے کہ اس میں کفارہ یمین ہے۔ پھر مسلم میں حضرت عقبہ بن عامر سے مرفوع روایت ہے کفارۃ النذر کفارۃ الیمین کہ نذر کا کفارہ یمین کا سا کفارہ ہے۔ اگر مذہبی چشمک سے کسی کو حضرت عمران کی حدیث کو صحیح ماننے میں کچھ سبکی محسوس ہوتی ہو تو مسلم کی حدیث میں کون کلام کر سکتا ہے۔ مزید برآں ترمذی وغیرہ میں حضرت عائشہ سے بھی مرفوع حدیث ہے اور یہ سبھی الفاظ مروی ہیں کہ نذر کا کفارہ یمین کا سا کفارہ ہے۔ نووی نے شرح مسلم میں قائلین کفارہ کی تردید میں بڑے شد و مد سے کہا ہے اما حدیث کفارتہ کفارۃ الیمین فضعیف باتفاق المحدثین کہ کفارتہ کفارۃ الیمین کی حدیث باتفاق محدثین ضعیف ہے۔ حافظ سے نہ رہا گیا آخر کہا کہ اس حدیث کو طحاوی اور ابن السکن نے صحیح کہا ہے۔ تو اب اس کے ضعف پر اتفاق کب رہا۔ پھر قیاس بھی اسی مذہب کی تائید کرتا ہے کیونکہ یمین لوازم نذر سے ہے بدیں صورت کہ نذر نام ہے ایجاب مباح کا یعنی ایک مباح چیز کو اپنے اوپر واجب کر لینے کا اور یہ مستلزم ہے تحریم حلال کو جو یمین میں ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت کی یمین کی ترجمانی فرماتے ہوئے فرمایا لم تحرم ما احل اللہ لک آپ کیوں حرام کرتے ہیں اس کو جس کو آپ کے لئے حلال کیا ہے۔ لہٰذا ملحاظ

Maktaba Tul Ishaat.com

روایت و درایت مذہب حنفیہ ہی حق ہے اور قابل قبول و تسلیم ہے +

بَابُ يَمِيْنِ اللَّغْوِ! ۱۵۳

باب یمین لغو کے بیان میں!

۲۰۸ ۱۱

ابوحنيفة عن حماد عن ابراهيم عن الاسود عن عائشة قالت سمعت في قول الله عز وجل لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللهُ بِاللَّغْوِ فِيْ اَيْمَانِكُمْ هو قول الرجل لا والله وبلىٰ والله ؛

حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں کہ میں نے اس آیت کی تفسیر میں لایؤاخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم کہ اللہ تمہاری لغو قسموں کے بارہ میں تم سے مواخذہ نہ کرے گا۔ سنا ہے کہ اس سے مراد انسان کا یہ قول ہے کہ لا واللہ وبلیٰ واللہ یعنے نہیں قسم اللہ کی اور ہاں قسم اللہ کی ؛

ف : یہ حدیث دراصل قسم لغو کی ترجمانی کرتی ہے۔ یہاں اقسام قسم کی مختصر سی وضاحت ضروری نظر آتی ہے کہ بات زیر بیان صفائی کے ساتھ سامنے آجائے۔ قسم کی تین قسمیں ہیں ایک یمین غموس ہے یہ کہ کسی بات پر قصداً جھوٹی قسم کھائی جائے اس پر انسان گناہگار ہوتا ہے اور شریعت میں اس پر کوئی سزا نہیں دارد ہیں کہ آنحضرت نے فرمایا جس نے جھوٹی قسم کھائی۔ اللہ اس کو آگ دوزخ میں داخل کرے گا۔ اور اس کا یہ مہلک اثر ہے کہ یہ آبادی کو اجاڑ دیتی ہے جیسا کہ ماسبق حدیث میں بیان ہوا۔ اس کا تدارک توبہ و استغفار ہے اس میں حنفیہ کے نزدیک کفارہ نہیں شافعیہ کے نزدیک کفارہ ہے۔ چنانچہ عبارت بالا میں یہ بھی سہو قلم ہوا۔ دوسری منعقدہ وہ یہ کہ کسی بات پر انسان قسم کھائے۔ کہ وہ مستقبل میں اس کو کرے گا یا نہیں کرے گا۔ اس میں حانث ہونے پر کفارہ ہے اور انسان قابل گرفت۔ کیونکہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے ولکن یؤاخذکم بما عقدتم الایمان تیسری لغو اس کی تفسیر میں صحابہ کبی اور بعد کے لوگ بھی مختلف الاقوال ہیں۔ امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک وہ یہ ہے کہ انسان بے سوچے سمجھے قسم کے الفاظ منہ سے نکالے جیسا کہ اعجلوں کی عادت ہوجاتی ہے اور اس کو وہ اپنا تکیہ کلام کر لیتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک وہ یہ ہے کہ انسان پر قسم کھائے اور دل میں یہ جانتے کہ میں صحیح قسم کھا رہا ہوں۔ مگر بعد میں معلوم ہوا کہ میں نے جھوٹی قسم کھالی۔ گویا اس کو غلط فہمی ہوئی قسم یہ جان اس نے اپنے علم کے لحاظ سے صحیح کھائی تھی۔ مگر بعد میں اس کو یقین ہے کہ میں نے کہا ہے تو اس نے اس کے کہنے پر قسم کھالی۔ بعد میں سوچا کہ میں نے اس کو نہیں کہا تھا۔ یا اس صورت کا التباس کیا یا مثلاً دور سے ایک آدمی دیکھا اور کہا کہ قسم اللہ کی زید ہے بعد میں پتہ چلا کہ یہ زید نہیں تھا۔ بلکہ عمرو تھا۔ اس میں کوئی کفارہ نہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی لغو کی یہی تفسیر کرتے ہیں۔ حضرت علی رض کے نزدیک لغو وہ قسم ہے جو غصہ میں کھائی جائے وہ قسم ہے جو مصیبت میں کھائی جائے۔ یہ مسئلہ کی ایک عمومی وضاحت تھی اب حدیث میں کے الفاظ پر ایک نظر قابل حل ہے کہ یہ حدیث اہل سنت مذہب شافعیہ کی ترجمانی کرتی ہے نہ مذہب حنفیہ کی۔ امام صاحب رح حدیث میں اس لفظ کو حدیث کی تاویل کرکے دور کیا ہے کہ اس سے تو یہ ثابت ہوا کہ ان الفاظ سے

Maktaba Tul Ishaat.com

اس کو گمان ہو کہ میں صحیح سمجھ رہا ہوں اور صحیح سمجھ رہا ہوں پھر بعد میں واقعہ اس کے خلاف ثابت ہو اور اس کا گمان غلط نکلے۔ کیونکہ حنفیہ کے نزدیک قصد کو یمین لغو میں دخل ہے۔ شافعیہ کے نزدیک نہیں۔ پھر یہ بھی کہ یہ امام صاحب سے ضعیف طریق سے مروی ہے۔ بہرحال امام صاحب کا مشہور مذہب اپنی جگہ صحیح مانا جائے گا۔

۳۰۹ ح ۲

حماد عن ابیه عن ابراهیم عن الاسود عن عائشة فی قول الله عزوجل لا یؤاخذکم الله باللغو فی ایمانکم قالت هو قول الرجل لا والله وبلی والله مما یصل به کلامه مما لا یعقد علیه قلبه حدیثا ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اللہ عزوجل کے قول لا یؤاخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم کی تفسیر میں فرماتی ہیں یہ مثلاً آدمی کا کہنا لا واللہ وبلی واللہ اس کا ایسا کلام جس میں اس کا دل کسی بات پر قسم کا قصد نہ کرے اگو یا تکیہ کلام کے طور پر اور ایک عادت کی بنا پر جس میں سوچ بچار کو چنداں دخل نہ ہو) ۔

ف:۔ مسکہ کی رو سے اور معنی حدیث کے اعتبار سے حدیث کی وضاحت و تشریح گذر چکی ۔

باب ۱۵۲ الاستثناء فی الیمین یبطلها

باب اس بیان میں کہ قسم میں جملہ استثناء لانا اس کو باطل کر دیتا ہے!

۳۱۰ ح ۱

ابوحنیفة عن القاسم عن ابیه عن عبد الله قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من حلف علی یمین واستثنی فله ثنیاه ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے قسم کھائی کسی بات پر اور استثنا کیا اس میں تو اس کے لئے اس کی استثناء ہے (یعنی استثناء معتبر ہوئی اور قسم منعقد نہ ہوئی) ۔

ف:۔ استثناء سے مراد جملہ انشاء اللہ کا ادا کرنا ہے۔ اگر یہ قسم کے متصل ہی بولا گیا تو قسم کو لغو کر دے گا۔ لو بے معنی۔ ابوداؤد۔ نسائی۔ حاکم ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بطریق صحیح یوں روایت لائے ہیں من حلف علی یمین فقال لشاء الله فقد استثنی۔ یعنی جس نے قسم کھائی کسی چیز پر اور کہا انشاء اللہ تو اس کا استثناء صحیح مانا گیا اور یمین منعقد نہ ہوئی ۔

۳۱۱ ح ۲

حماد عن ابیه عن القاسم بن عبد الرحمن عن ابیه عن ابن مسعود قال من حلف علی یمین وقال ان شاء الله فقد استثنی ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا جس نے قسم کھائی کسی چیز پر اور کہا ان شاء اللہ تو اس کی استثناء صحیح ہوئی۔ (یعنی قسم واجب نہ ہوئی) ۔

ف:۔ گویا استثناء کا صحیح مانا جانا۔ قسم کے لغو ہونے کے مرادف ہے ۔

Maktaba Tul Ishaat.com

كِتَابُ الْحُدُودِ!

بَابُ ۱۵۵ حُرْمَةِ الْخَمْرِ وَالْقِمَارِ وَغَيْرِهِمَا

اَبُوحَنِيفَةَ عن مسلم عن سعيد بن جبير عن ابن عباسٍ عن النبي صلى الله عليه وسلم قال ان الله كره لكم الخمر والميسر والمزمار والكوبة

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حرام کیا تم پر شراب جوئے آلہ طرب اور طبلہ کو۔

ف: حدیث میں لفظ کوبۃ کی تفسیر بعض نے نرد و شطرنج سے کی ہے اور بعض نے چھوٹے طبل اور بربط سے بہرحال یہ سب چیزیں ممنوع الاستعمال ہیں جو یہاں مراد لی جا سکتی ہیں۔ اسی طرح مزماران آلات کو شامل ہے جو گانے بجانے کے کام میں آتے ہیں۔ مثلاً عود و طنبورہ وغیرہ۔ شراب و آلات طرب و غنا کی حرمت پر بہت سی احادیث صحیحہ وارد ہیں۔ مسلم میں حضرت بریدہ سے یوں روایت ہے کہ جس نے نرد شیر سے کھیلا اس نے گویا اپنا ہاتھ خنزیر کے گوشت اور خون میں رنگا۔ امام احمد حضرت ابی امامہ سے مرفوع حدیث لائے ہیں کہ آنحضرت نے فرمایا کہ اللہ نے مجھ کو عالم والوں کے لئے موجب رحمت اور سبب ہدایت بنا کر بھیجا ہے اور مجھ کو حکم دیا ہے کہ میں مٹا دوں سے آلات طرب و دیگر بت پرستی صلیب پرستی اور جاہلیت کو۔ شاذلی امام یہ کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم کھائی ہے کہ یہ جو بندہ بھی شراب کا ایک گھونٹ پئے گا میں اس کا اتنی مقدار میں پیپ پلاؤں گا دوسرے اس کو چھوڑ دے گا تو میں اس کو حیاض قدس سے سیراب کروں گا۔ فقہا اس پر متفق ہیں کہ ناپاک آلات طرب سے بھی خالی ہو اور دیگر حرام چیزوں سے بھی پاک مثلاً عورت یا مرد ہو اور کسی مسلم کی ہجو یا دین و مذہب کی توہین سے وہ بری ہو۔ [illegible] قائل ہیں اور اکثر اس کی کراہت کے شراب دینے کی [illegible] یسئلونك عن الخمر والميسر آخر آیت تک انما الخمر والميسر [illegible]

بَابُ ۱۵۶ حَدِّ الشُّرْبِ وَحَدِّ السَّرِقَةِ

اَبُوحَنِيفَةَ عن يحيى عن ابن سعد قال اتاه رجل بابن اخ له شهوان قد ذهب عقله فامر به فجلد

باب شراب نوشی اور چوری کی حد کے بیان میں!

[illegible]

Maktaba Tul Ishaat.com

حَتّٰی اذا صحا وافاق عن السکر دعا بالسّوط فقطع ثمرته ثم رقه ودعا جلادا فقال اجلده علی جلده وارفع یدك فی جلدك ولا تبدأ ضبعیك۔

قال وانشأ عبد الله یعُدُّ حَتّٰی اکمل ثمانین جلدة خلی سبیله فقال الشیخ یا ابا عبد الرحمٰن والله انه لابن اخی ومالی ولد غیره فقال شر العم والی الیتیم انت کنت والله ما اَحسَنتَ اَدَبَه صغیرًا ولا سترته کبیرًا۔

قال ثم انشأ یحدثنا فقال ان اول حدٍ اقیم فی الاسلام لسارقٍ اُتی به الی النبی صلی الله علیه وسلم فلمّا قامت علیه البینة قال انطلقوا به فاقطعوه فلمّا انطلق به نظر الی وجه النبی صلی الله علیه وسلم کانما سُفّ علیه والله الرّماد فقال بعض جلسائه یا رسول الله لکأنّ هذا قد اشتد علیك فقال وما یمنعنی ان یشتد علیّ ان تکونوا اعوان الشیاطین علی اخیکم قالوا فلو لا خلیت سبیله قال افلا کان هذا قبل ان تأتونی به فان الامام اذا انتهی الیه حد فلیس ینبغی له ان یعطّله قال ثم تلا ولیعفوا ولیصفحوا ۔

یہاں تک کہ جب اس کا نشہ اترا اور اس کو نشہ اور سرمستی سے افاقہ ہوا۔ تو حضرت ابن مسعود نے کوڑا منگوایا اور اس کا چھلکا کاٹ ڈالا پھر اس کو نرم کیا۔ اور جلاد کو بلایا۔ اس کو حکم کیا کہ اس کی جلد پر چابک مار (یعنی اس کو ننگا کر کے) اور مار مارتے وقت اپنا ہاتھ اٹھا مگر نہ اتنا کہ تیری بغلیں دکھیں یحییٰ نے کہا کہ خود عبداللہ (چابکوں کو گننے بیٹھے) یہاں تک کہ جب اسی کوڑے ہو گئے تو اس کو چھوڑ دیا۔ تو اس بوڑھے نے (شراب خور کے چچا نے) کہا اے ابا عبدالرحمن قسم اللہ کی۔ یہ میرا بھتیجا ہے اور اس کے سوا میری کوئی اولاد نہیں۔ آپ نے کہا کہ تو برا چچا ہے کہ تو یتیم کا والی ہوا اور قسم اللہ کی نہ تو نے بچپن میں اس کو ادب دیا اور نہ بڑے پن میں اس کی عیب پوشی کی۔ یحییٰ نے کہا کہ پھر ابن مسعود رض ہم سے حدیث بیان کرنے لگے اور کہا کہ اول حد جو اسلام میں لگائی گئی وہ ایک چور پر تھی جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا۔ جب اس پر گواہی گذر گئی۔ تو آنحضرت نے فرمایا کہ اس کو لے جاؤ اور اس کا ہاتھ کاٹو جب اس کو لے جانے لگے تو آپ کے چہرہ مبارک کا رنگ متغیر ہو گیا۔ بعض حاضرین نے عرض کیا یا رسول اللہ گویا یہ امر آپ پر سخت شاق گذرا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ مجھ پر شاق کیوں نہ ہو کہ تم شیطان کے مددگار بن جاؤ۔ اپنے بھائی کے معاملہ میں۔ لوگوں نے عرض کیا کہ پھر آپ نے اس کو چھوڑ کیوں نہ دیا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ کیا یہ نہیں ہو سکتا تھا پہلے اس کے کہ تم اس کو میرے پاس لاتے۔ البتہ امام کے سامنے جب جرم قابل حد ثابت ہو جائے تو اس کے لئے روا نہیں کہ پھر اس کو چھوڑ دے۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ فلیعفوا ولیصفحوا یعنے تم کو چاہیے کہ معاف کر دو اور منہ پھیر لو۔

Maktaba Tul Ishaat.com

وَفِی رِوَایَةٍ عن ابن مَسْعُوْدٍ رض ان رجلا اتی بابن اخ لہ سُکران فقال شُرْشُرُوْہُ وَمَزْمِزُوْہُ واستنکھُوْہ فوجد وا منہ رِیْحَ شَرَابٍ، فامر بحبسہ فلما صحا دعا بہ ودعا بسوطٍ فامر بہ فقطعت ثمرتہ وذکر الحدیث ۔

اور ایک روایت میں ابن مسعود رضی سے یوں نقل ہے کہ ایک شخص اپنے مست بھتیجا کو لایا۔ حضرت ابن مسعود رضی نے حکم دیا کہ اس کو ذرا حرکت دو اور جنبش میں لاؤ اور اس کی بو سونگھو۔ تو اس نے شراب کی بو آنی ہوئی پائی۔ آپ نے اس کو قید کرنے کا حکم دیا۔ جب اس کا نشہ اترا۔ تو آپ نے اس کو بلایا۔ اور ایک چابک بھی منگوالیا۔ پھر آپ کے حکم سے اس کی چوٹی کاٹی گئی۔ باقی حدیث مثل سابق ہے ۔

وَفِی رِوَایَةٍ عن ابن مَسْعُوْدٍ قال ان اوّل حد اقیم فی الاسلام ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُتی بسارقٍ فامر بہ فقطعت یدہ فلما انطلق بہ نُظِرَ الیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کانما یُسَفُّ فی وجھہ الرماد فقال یارسول اللہ کانہ شق علیک فقال الا یشق علیّ ان تکونوا اعوانا للشیطان علی اخیکم قالوا فلا ندعہ قال افلا کان ھذا قبل ان یُؤتی بہ وان الامام اذا رفع الیہ الحد فلیس ینبغی لہ ان یدعہ حتی یمضیہ ثم تلا وَلْیَعْفُوْا وَلْیَصْفَحُوْا. الآیة ۔

اور ایک اور روایت میں ابن مسعود سے یوں مروی ہے کہ اول حد جو اسلام میں لگائی گئی یہ تھی کہ ایک چور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا۔ آپ نے حکم دیا اور اس کا ہاتھ کاٹا گیا۔ جب اس کو لے کر چلے تو صحابہ کی نظر آنحضرت کے چہرہ مبارک پر پڑی گویا اس پر راکھ ملی ہے یعنی چہرہ مبارک بالکل متغیر تھا۔ کسی نے کہا یا رسول اللہ کیا یہ حکم آپ پر شاق ہوا۔ آپ نے فرمایا کیوں نہ شاق ہو کہ تم اپنے بھائی کے خلاف شیطان کے مددگار بن جاؤ۔ سب نے عرض کیا تو پھر [illegible] آپ نے فرمایا کہ [illegible] کر سکتے تھے [illegible] جب حد ثابت ہو جائے [illegible] تاوقتیکہ اس [illegible] تلاوت کی [illegible]

فائدہ: حدیث ذیل میں حضرت ابن مسعود اور آنحضرت کے عمل [illegible] ہیں اور ہر دو عمل مفید ہدایات کا سرچشمہ ہیں مثلاً ابن مسعود رضی [illegible] حد بحالت سرمستی اور نشہ نہیں لگائی جاتی [illegible] کب جائے کہ اس کا نشہ پورا اتر جائے [illegible] نہیں تو [illegible] دوسرے یہ کہ نشہ کی [illegible] پہنچے گا [illegible]

Maktaba Tul Ishaat.com

یا چابک سے لگائی جاتی ہے اور اس کا سر کاٹ دیا جاتا ہے کہ وہ باریک ہو جائے۔ اور درہ کی شکل میں آجائے نہ کھجور کی ٹہنی یا جوتوں سے کہ ابتدائے حرمت شراب میں اسی پر عمل تھا۔ یہ عمل بعد میں متروک ہوا اور حد کے لئے درہ کا استعمال رائج ہوا۔ اسی طرح ابتدائے حرمت میں چالیس ضربوں کا عمل تھا۔ بعد میں وہ بھی منسوخ ہوا۔ اور حضرت عمر رض کی خلافت میں اسی ضربوں پر عمل قرار پایا۔ چوتھے یہ کہ حد کھلے بدن پر لگانی چاہیئے۔ نہ کپڑوں پر۔ پانچویں یہ کہ جلاد بوقت ضرب ہاتھ اوپر اٹھا کر مارے ہاتھ کو دبا کر نہ مارے کہ اس میں ضرب ہلکی لگتی ہے چھٹے یہ کہ ہاتھ اس قدر بھی نہ اٹھائے کہ اس کی بغلیں دکھ آئیں۔ ساتویں یہ کہ دلی اور سرپرست پر چھوٹے کی تربیت اور اس کی اخلاقی دینی دیکھ بھال اور غور و پرداخت لازمی ہے اور اگر اس نے اپنا یہ فرض نہ پہچانا تو عند اللہ وہ قابل ملامت و سزاوار سرزنش ٹھہرے گا۔ اور مستحق عتاب۔ آٹھویں یہ کہ اگر شرابی کے منہ سے شراب کی بو آتی ہو تو حد لگانے کے لئے یہ ثبوت کافی و وافی ہے۔ نویں یہ کہ آنحضرت کے عمل میں ہم کو پتہ چلا کہ ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کی عیب پوشی لازمی ہے۔ دسویں یہ کہ امام وقت کا مجرم کی سزا سے دکھ پانا اور درد محسوس کرنا امر مستحسن ہے نہ حد کے جاری کرنے میں کوئی لے جا لازمی رعایت۔ گیارہویں یہ کہ امام کی پیشی میں مجرم کو پیش کرنے سے پہلے لوگوں کو چاہیئے کہ حتی الوسع درگذر اعراض اور چشم پوشی سے کام لیں۔ بارہویں یہ کہ معاملہ جب امام کی پیشی میں پیش ہو کر یا یہ ثبوت کو پہنچ جائے اور برأت کی کوئی شکل باقی نہ رہے تو پھر امام کے لئے کسی طرح روا نہیں کہ درگذر سے کام لے اور حد کے جاری کرنے میں سستی۔ کاہلی اور ٹال مٹول دکھائے۔

بَابُ ۱۵۷ فِیمَا یُقْطَعُ فِیهِ الْیَدُ!

باب۔ اس مقدار مالیت کے بیان میں جس میں ہاتھ کاٹا جاتا ہے!

ابو حنیفہ عن القاسم عن آبیہ عن عبد اللہ قال کان یقطع الید علی عهد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی عشرۃ دراهم۔

وفی روایۃٍ انما کان القطع فی عشرۃ دراهم۔

حضرت عبد اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں دس درہم کی مالیت کی چوری میں ہاتھ کاٹا جاتا تھا۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ ہاتھ کاٹنا دس درہم کی مالیت کی چوری پر تھا۔

ف: ائمہ کا اس میں اختلاف ہے کہ کم از کم کس قدر مالیت کی چوری پر ہاتھ کاٹا جاتا ہے۔ امام شافعی کے نزدیک کم از کم ربع دینار کی مالیت پر ہاتھ کاٹا جائے گا۔ خواہ وہ تین درہم کی قیمت کا ہو یا اس سے کم یا اس سے زائد۔ امام مالک و احمد کے نزدیک ربع دینار یا تین درہم کی مالیت پر نہ اس سے کم میں ہاتھ کاٹا جائے گا۔ ان ائمہ کے پیش نظر یا ابن عمر کی وہ حدیث ہے جو شیخین میں بایں الفاظ لائے ہیں ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قطع سارقا فی مجن قیمتہ ثلاثۃ دراهم کہ آنحضرت نے ایک چور کا ہاتھ کاٹا ایک ڈھال کی چوری پر جو تین درہم کی قیمت کی تھی۔ یا عائشہ رض کی حدیث کہ وہ بھی شیخین میں بایں الفاظ مروی ہے لا تقطع ید السارق الا فی ربع دینار فصاعدا کہ نہ کاٹا جائے چور کا ہاتھ مگر چوتھائی دینار یا اس سے زائد میں۔ امام شافعی

Maktaba Tul Ishaat.com

کے نزدیک عہد نبوی میں دینار بارہ درہم کا تھا۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک کم از کم دس درہم کی مالیت کی چوری پر ہاتھ کاٹا جائے گا۔ اس سے کم میں نہیں۔ ان کے مذہب پر ایک نہیں دو نہیں کئی صحیح احادیث ہیں مرفوع بھی ہیں اور موقوف بھی ہیں۔ دیگر اصول شرعیہ بھی مذہب حنفیہ کا پلہ بھاری کرتے ہیں۔ احادیث کے باب میں حدیث ذیل ہی ہیں ثبوت ہے اور کھلی حجت کہ دس درہم کی قیمتی چیز میں ہاتھ کاٹا جاتا ہے۔ مصنف عبدالرزاق میں ابن مسعودؓ سے روایت ہے لا یقطع الید الا فی دینار او عشرۃ دراھم کہ ہاتھ نہیں کاٹا جاتا مگر ایک دینار یا دس درہم میں۔ پھر سب ائمہ کے نزدیک آنحضرتؐ سے ثابت ہے کہ آپ نے مجن (ڈھال) کی چوری میں ہاتھ کاٹا ہے۔ اختلاف محض اس میں ہے کہ مجن کی قیمت آنجنابؐ کے عہد میں کیا تھی۔ دس درہم سے کم میں کی قیمت تھی والے حدیث ابن عمرؓ یا اس کے مثل حدیث پیش کرتے ہیں اور اس پر اپنے مذہب کی بنیاد رکھتے ہیں۔ ائمہ حنفیہ کے سامنے وہ روایات ہیں جو کتب صحاح میں بطرق متعددہ وارد ہیں۔ مثلاً ابن عباسؓ کی حدیث جو ابوداؤد میں بطریق عطا مروی ہے قطع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ید رجل فی مجن قیمتہ دینار او عشرۃ دراھم کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کا ہاتھ کاٹا ایک ڈھال کی چوری میں جس کی قیمت ایک دینار یا دس درہم تھی۔ حاکم مستدرک میں اس حدیث کو لا کر کہتے ہیں کہ یہ شرط مسلم پر صحیح ہے۔ بیہقی بھی اس کو لائے ہیں اور ابن عبدالبر تمہید میں اس کی روایت کرتے ہیں۔ غرض یہ حدیث بکثرت طرق صحیحہ سے ثابت ہے۔ بعض الیمن سے عطا اور مجاہد بروایت کے طریق سے نسائی میں روایتیں ہیں جن کے الفاظ یہ ہیں لم یقطع النبی صلی اللہ علیہ وسلم السارق الا فی ثمن المجن وثمن المجن یومئذ دینار کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چور کا ہاتھ نہیں کاٹا مگر ڈھال کی چوری میں جس کی قیمت ان دنوں ایک دینار تھی۔ الیمن کی حدیث میں یہ سلم نکالتے ہیں کہ الیمن کے بارہ میں اختلاف ہے کہ یہ کون ہیں صحابی تھے یا تابعی۔ صحابی ہونے کی صورت میں یہ جہاں سے ہوئے یا آنحضرتؐ کے وصال کے بعد بھی بقید حیات رہے۔ اس قدر ہم اس کی تحقیق میں نہیں جاتے۔ صرف اس قدر کہتے ہیں کہ اگر ان کو صحابی مانا جائے۔ تو یہ حدیث مرفوع حدیث ثابت ہوئی کہا جائے تو حدیث مرسل ٹھہری۔ جو احناف و جمہور علماء کے نزدیک بلاشک [illegible] کیونکہ یہ ثقہ تو ضرور ہیں جیسا کہ ابوزرعہ جلیل الشان امام اور ابن [illegible] براں حدیث الیمن کی تائید حضرت ابن عباسؓ کی حدیث سے ملتی [illegible] لگاتی ہے علاوہ ازیں ابن ابی شیبہ اپنی مصنف میں عبداللہ بن عمر بن عاص سے روایت [illegible] ثمن المجن عشرۃ دراھم کہ ڈھال کی قیمت دس درہم تھی۔ بہذا ان احادیث [illegible] ربع دینار کی احادیث جو صحیحین میں وارد ہیں وہ منسوخ ہیں۔

اصول شرعیہ کے رو سے مذہب حنفیہ کی حقیقت کا انکشاف [illegible] کلتے ہے۔ اگر کوئی تعصب کی پٹی آنکھوں پر باندھ کر ان [illegible] روایات کی تحقیق میں [illegible] اس کے نزدیک احادیث میں تناقض واقع ہوتا ہے۔ تو [illegible] میں ثلاثین درہم الربع دینار [illegible] آثار و اخبار [illegible] ہوجاتی ہیں

Maktaba Tul Ishaat.com

اور ان میں احتیاطی پہلو اور مراعاتی رخ ملحوظ رہتا ہے۔ یہاں بھی شبہ پڑا اور اس جگہ احتیاطی پہلو زیادتی یعنی دس درم میں ہے نہ ربع دینار یا تین درم میں۔ لہذا دس دینار ہی کا مذہب اقرب الی الحق والصواب ہے۔ اور قرین قیاس۔ قائلین ربع دینار بھی یہاں قیاس آرائی کرتے ہیں اور ایک عام اصول کو پیش نظر رکھتے ہیں جس کو دراصل یہاں کوئی دخل نہیں۔ اس طرح کہ ان کے مذہب کا زیادہ تر مدار ثمن مجن (ڈھال) ہے کہ اس کی قیمت آنحضرت ﷺ کے زمانہ مبارک میں کیا تھی۔ تین درم جیسا کہ ان کا مذہب ہے یا دس درم جو احناف کا مسلک ہے۔ کہتے ہیں کہ اختلاف کے وقت اقل تعداد پر عمل کرنا لازمی ہے جو یقینی ہوتا ہے۔ اور اقل تعداد یہاں تین درم ہیں۔ ہم کہتے ہیں بیشک مگر یہاں نہیں۔ یہ اصول عام تو بحمداللہ آپ کو یاد رہا۔ مبارک ہو۔ مگر حدود کے بارہ میں کیا جناب کو اس کا ذہول ہو گیا کہ حدود میں یہ اصول زیر عمل نہیں۔ اگر حدود میں یہ اصول عمل میں لائیں گے تو حدود کا شکنجہ اور کس جائے گا۔ مجرم کی خلاصی۔ رہائی۔ و نجات کے راستے مسدود ہو جائیں گے۔ جو حکم شرع کے بالکل برخلاف ہے۔ چنانچہ مفصل حدیث میں اس کا بیان آرہا ہے۔ بلکہ حدود میں معاملہ برعکس ہے کہ اس میں درگذر۔ معافی۔ چشم پوشی اور حتی الوسع اعراض برتا جاتا ہے حتی کہ شبہ کو حد کے ٹال دینے میں دخل ہے۔ تین سے لیکر دس درم تک شبہ کا ہی میدان ہے اور درگذر و اعراض کی کار فرمائی دس درم پر حد یقینی اور اس کے بعد شبہ کو کوئی گنجائش نہیں۔

باب ۱۵۸ درء الحدود!

باب۔ حدود رد اور دفع کرنے کے بیان میں!

۳۱۵ ح

ابوحنیفة عن مقسم عن ابن عباسؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ادرؤا الحدود بالشبہات ۔

حضرت ابن عباس رضؓ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ شبہات پڑ جانے پر حدود کو ٹال دو۔

ف:۔ یہ حدیث مختلف الفاظ و عبارات سے کتب صحاح میں وارد ہے۔ بہرحال یہ اتفاقی مسئلہ ہے کہ شبہات سے حدود ٹل جایا کرتی ہیں۔ ابن ابی شیبہ۔ ترمذی۔ حاکم۔ بیہقی حضرت عائشہ سے اس مضمون کی حدیث لائے ہیں کہ جہاں تک ہو سکے۔ مسلمانوں سے حد کو ٹالو اگر مسلمان کے لئے خلاصی کا کوئی پہلو دیکھو تو اس کو خلاصی دو۔ اس لئے کہ امام کا معافی میں خطا کرنا سزا دینے میں خطا کرنے سے بہتر ہے۔ دارقطنی۔ بیہقی حضرت علی رض سے اس مضمون کی حدیث لائے ہیں کہ حدود ٹالو۔ مگر بعد ثبوت الم کے لئے حدود کا ترک روا نہیں۔ ابن ماجہ میں حضرت ابی ہریرہ رضؓ سے بول روایت ہے کہ سزاؤں کو ٹالو۔ جہاں تک ٹالنے کا موقع مل سکے۔ اس مسئلہ کی قدرے تشریح پیشتر حدیث میں گذری۔

Maktaba Tul Ishaat.com

بَابُ الرَّجْمِ لِلزَّانِي الْمُحْصَنِ!

باب۔ شادی شدہ زناکار کے رجم کے بیان میں!

۳۱۶ ح ۱

ابوحنيفة عن علقمة عن ابن بريدة عن ابيه ان ماعز ابن مالك اتى النبى صلى الله عليه وسلم فقال ان الآخر قد زنى فاقم عليه الحد فردّه رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم اتاه الثانية فقال له مثل ذلك ثم اتاه الثالثة فقال له مثل ذلك ثم اتاه الرابعة فقال ان الآخر قد زنى فاقم عليه الحد فسأله عنه اصحابه هل تنكرون من عقله۔

قالوا لا۔

قال انطلقوا به فارجموه۔

قال فانطلق به فرجم بالحجارة فلما ابطأ عليه القتل انصرف الى مكان كثير الحجارة فقام فيه فاتاه المسلمون فرجموه بالحجارة حتى قتلوه فبلغ ذلك النبى صلى الله عليه وسلم فقال هلا خليتم سبيله فاختلف الناس فيه فقال قائل هذا ماعز اهلك نفسه وقال قائل انا ارجو ان يكون توبة فبلغ ذلك النبى صلى الله عليه وسلم فقال لقد تاب توبة لو تابها فلان من الناس لقبل منهم۔

فلما بلغ ذلك قوما طهنوا فيه فسألوه ما يصنع بجسمه بعد

حضرت بریدہ رضؓ سے روایت ہے کہ ماعز بن مالک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ اور کہا کہ اس کے بعد (اور افتادہ لئے (میں کئے) زنا کا ارتکاب کیا ہے آپ اس پر حد قائم کیجئے۔ آنجناب نے اس کو رد فرمایا۔ پھر دوبارہ آیا اور اپنا سابق کلام دہرایا۔ آپ نے پھر اس کو رد فرمایا۔ پھر تیسری بار آکر اپنے اسی کلام اور ارتکاب زنا کا اعادہ کیا۔ آنحضرت نے اس کو پھر رد فرما دیا۔ پھر چوتھی بار آکر کہا کہ بھلائی سے دور افتادہ لئے زنا کیا ہے آپ اس پر حد قائم کیجئے۔ اس پر آپ نے اپنے اصحاب سے اس کی حالت دریافت فرمائی کہ کیا یہ دیوانہ تو نہیں ہے۔ سب نے کہا ہی نہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ اس کو لے جاکر رجم کرو (کیونکہ وہ شادی شدہ تھا) بریدہ کہتے ہیں کہ ہم اس کو لے گئے اور پتھروں سے اس پر رجم کیا گیا۔ جب اس کے مرنے میں تاخیر ہوئی تو وہ اس مقام سے بھاگ کر زیادہ پتھریلی زمین میں چلا گیا۔ ہم جلد جا کر اس کو پھر پتھروں سے مار ڈالا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی تو آپ نے فرمایا کہ تم نے اس کو چھوڑ کیوں نہ دیا۔ شاید وہ توبہ کرتا۔ اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا۔ ماعز کے بارہ میں مختلف اقوال ہوئے کسی نے کہا کہ ماعز نے اپنی جان خود ہلاک کی ہے۔ کسی نے کہا کہ اس کی توبہ قبول ہوئی ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ اس کی توبہ تمام لوگوں کی توبہ سے افضل ہے۔ جب یہ قول آپ کے اصحاب تک پہنچا تو انہوں نے آپ سے دریافت کیا کہ ماعز کے جسم کے ساتھ کیا کیا جائے

Maktaba Tul Ishaat.com

قال اصنعوا به ما تصنعون بموتاكم من الكفن والصلوٰة عليه والدفن قال فانطلق به اصحابه فصلوا ۔

وفي رواية قال اتى ماعز بن مالك رسول الله صلى الله عليه وسلم واقر بالزنا فردّه ثم عاد فاقر بالزنا فردّه ثم عاد فاقر بالزنا فردّه ثم عاد فاقر بالزنا الرابعة فسأل النبي صلى الله عليه وسلم هل تنكرون من عقله شيئا قالوا لا قال فامر به ان يرجم في موضع قليل الحجارة قال فابطأ عليه الموت فانطلق يسعى الى موضع كثير الحجارة واتبعه الناس فرجموه حتى قتلوه ثم ذكروا شانه لرسول الله صلى الله عليه وسلم قال لولا خليتم سبيله قال فاستاذن قومه رسول الله صلى الله عليه وسلم في دفنه والصلوٰة عليه فاذن لهم في ذلك قال وقال عليه السلام لقد تاب توبة لو تابها وعلم من الناس قبل منهم ۔

وفي رواية قال لما امر النبي صلى الله عليه وسلم ماعز بن مالك ان يرجم قام في موضع قليل الحجارة فابطأ عليه القتل فذهب به مكانا كثير الحجارة واتبعه الناس حتى رجموه فبلغ ذلك النبي صلى الله عليه وسلم قال الا خليتم سبيله ۔

کیا کہ اس کی لاش کے بارہ میں کیا کیا جائے۔ آپ نے فرمایا کہ جو اپنے مردوں کے ساتھ کرتے ہو اس کے ساتھ کرو۔ اس کا کفن دفن کرو اور اس کی نماز پڑھو۔ بریدہؓ کہتے ہیں کہ پھر لوگ اس کو لے گئے اور اس کی نماز پڑھی۔

اور ایک روایت میں یوں ہے کہ ماعز بن مالک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ اور زنا کا اقرار کیا۔ آپ نے اس کو رد کر دیا۔ پھر اس نے دوبارہ آکر زنا کا اقرار کیا۔ آپ نے پھر رد فرما دیا۔ پھر آکر اس نے زنا کا اقرار کیا۔ آپ نے پھر رد فرمایا۔ پھر لوٹ کر آیا اور چوتھی بار اقرار زنا کیا۔ اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا اس کی عقل میں کوئی فتور ہے۔ لوگوں نے کہا جی نہیں۔ بریدہ کہتے ہیں کہ تب آپ نے حکم دیا کہ کم پتھریلی زمین میں وہ رجم کیا جائے۔ کہتے ہیں کہ جب اس کے مرنے میں دیر لگی تو وہ زیادہ پتھریلی زمین میں کی طرف بھاگ کھڑا ہوا اور لوگوں نے اس کا پیچھا کیا۔ اور اس کو وہاں رجم کر کے مار ڈالا۔ پھر اسی واقعہ کا ذکر لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا آپ نے فرمایا کہ تم نے کیوں نہیں اس کا پیچھا چھوڑا بریدہ کہتے ہیں کہ ان کی قوم نے آنحضرتؐ سے اس کے دفن اور نماز کے بارہ میں پوچھا۔ آپ نے ان کو اس کی اجازت دی اور فرمایا کہ اس نے ایسی توبہ کی کہ اگر لوگوں کی جماعتیں وہ توبہ کرتیں تو قبولیت کو پہنچتی ۔

ایک اور روایت میں اس طرح ہے کہ بریدہؓ کہتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ماعز بن مالک کے بارہ میں رجم کئے جانے کا حکم دیا۔ تو وہ کم پتھر کی زمین میں جا کھڑا ہوا۔ پھر جب اس کی موت میں تاخیر ہوئی تو زیادہ پتھر کی زمین میں چلا گیا اور لوگ اس کے پیچھے ہو لئے۔ یہاں تک کہ اس کو رجم کر ڈالا۔ یہ قصہ آنحضرتؐ کے سمع مبارک میں پہنچا تو آپ نے فرمایا کہ تم نے اس کا راستہ کیوں نہیں چھوڑا (یعنی اس کو جانے دیا ہوتا) ۔

Maktaba Tul Ishaat.com

وفی روایۃٍ لمّا اھلك ماعز بن مالك بالرجم اختلف الناس فیہِ ۔

فقال قائل ماعز اھلك نفسہٗ وقال قائل تاب ۔

فبلغ ذٰلك رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لقد تاب توبۃ لو تابھا صاحب مکس لقُبل منہ او تابھا فئام من الناسِ لقُبل منھُم ۔

وفی روایۃٍ جاء ماعز بن مالك الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو جالِسٌ فقال یا رسول اللہ انی زنیتُ فاقم الحدّ علیّ فاعرض عنہ النبیّ صلے اللہ علیہ وسلم قال فعلَ ذٰلك اربع مرّاتٍ کل ذٰلك یُردہ النبی صلے اللہ علیہ وسلم ویُعرض عنہ فقال فی الرابعۃ انکرتم من عقل ھٰذا شیئًا قالوا ما نعلمُ الّا عاقلًا وما نعلمُ الّا خیرًا قال فاذھبُوا بہٖ فارجمُوہُ قال فذھبوا بہٖ فی مکان قلیل الحجارۃ فلمّا اصابتہ الحجارۃ جزع قال فخرج یشتدّ حتی اتی الحرّۃ فثبت لھم قال فرموہ بجلامیدھا حتّٰی سکت قال فقالوا یا رسول اللہ ماعز حین اصابتہ الحجارۃ جزع فخرج یشتدّ فقال النبی صلعم لولا خلیتم سبیلہٗ قال فاختلف الناس فی امرہٖ فقالت

ایک روایت میں یہ الفاظ وارد ہے کہ ماعز جب رجم سے ہلاک ہوا تو لوگ اس کے بارہ میں مختلف القول ہوئے (کہ وہ اس فعل میں سزاوار مذمت تھا کہ خود اپنا عیب اپنی زبان سے کھولا یا مستحق مدح) کسی کہنے والے نے کہا کہ ماعز نے اپنی جان کو خود ہلاک کیا۔ اور کوئی یوں بولا کہ ماعز نے بدیں صورت توبہ کی۔ یہ باتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچیں۔ آپ نے فرمایا کہ ماعز نے ایسی توبہ کی کہ اگر وہ توبہ کوئی چنگی لینے والا کرے تو قبول ہو۔ یا لوگوں کی جماعتیں وہ توبہ کریں تو قبولیت کو پہنچے +

ایک اور روایت میں یوں وارد ہے کہ ماعز بن مالک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا جب کہ آپ بیٹھے ہوئے تھے اور کہا کہ یا رسول اللہ میں نے زنا کیا ہے مجھ پر حد جاری کیجئے۔ اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اعراض فرمایا۔ بریدہ کہتے ہیں کہ پھر اس نے چار مرتبہ ایسا ہی کیا (کہ آکر اقرار زنا کرتا اور حد کے جاری کئے جانے کا طالب ہوتا) نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر بار اس کو لوٹا دیتے اور اس سے منہ پھیر لیتے۔ چوتھی بار آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ کیا تم اس کی عقل میں کوئی فتور پاتے ہو۔ لوگوں نے کہا کہ حضرت ہم تو اس کو عقلمند [illegible] کرار وقال سے آپ نے فرمایا کہ [illegible] بریدہ کہتے ہیں کہ اس کو لے کر [illegible] اس کو پتھر لگا تو بہت گھبرایا [illegible] زیادہ پھرتی [illegible] زمین کی طرف اور وہاں رجم کے انتظار میں [illegible] لوگوں نے اس پر سلیں پھینک ماریں یہاں تک کہ [illegible] ہو گیا۔ پھر لوگوں نے آنحضرت سے بیان کیا کہ یا رسول اللہ جب ماعز کے پتھر لگا تو گھبرایا۔ اور نکل کھڑا ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ تم نے اس کو کیوں نہیں چھوڑ دیا۔ لیجئے میں [illegible] لوگوں نے اس کے بارہ میں مختلف باتیں بنائیں۔ آپ

Maktaba Tul Ishaat.com

طائفة هلك ماعزٌ واهلك نفسهٗ و
وقالت طائفةٌ بل تاب الى الله توبة
لو تابها ثمام من الناس لقبل منهم
قالوا يارسول الله فما نصنع به قال
اصنعوا به كما تصنعون بموتاكم
من الغسل والكفن والحنوط
والصلوٰة عليه والدفن وقد رُوِيَ
الحديث بروايات مختلفة نحوما
تقدام ؛

جماعت نے کہا کہ ماعز ہلاک ہوا۔ اور اس نے خود اپنے
کو ہلاک کیا۔ ایک گروہ بولا کہ اس نے اللہ کے حضور میں
مقبول توبہ کی۔ کہ اگر وہ توبہ گوگوں کی جماعتیں بھی کرتیں
تو درجہ قبولیت کو پہنچتی۔ اس کی قوم نے دریافت کیا
یارسول اللہ اس کی لاش کے ساتھ ہم کیا کریں۔ آپ نے
فرمایا کہ جو تم اپنے مردوں کے ساتھ کرتے ہو۔ وہ ہی
اس کے ساتھ کرو۔ مثلاً غسل۔ کفن۔ خوشبو۔ نماز
اور دفن ہیں۔ اور یہ حدیث مختلف طرق سے حسب
سابق مروی ہے ؛

فائدہ:۔ اس حدیث کے ذیل میں چند نہایت اہم مسائل مستحق بیان ہیں۔ اول یہ کہ آیت قرآنی الزانیة و الزانی فاجلدوا کل واحد منهما مائة جلدة کہ زانی عورت و مرد ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ۔ گو محصن (شادی شدہ) و غیر محصن سب کے لئے کوڑے ثابت کرتی ہے مگر آیت الشیخ والشیخة اذا زنیا فارجموهما البتة کہ محصن مرد اور محصنہ عورت جب زنا کریں تو سنگسار کردان کو ضرور جو باجماع امت منسوخ التلاوت ہے۔ اور حکم میں باقی اس کے عموم کو توڑتی ہے اور محصن کے لئے رجم ثابت کرتی ہے گویا آیت منسوخہ بیا ہے کے لئے ہے اور آیت جلد کنوارے کے لئے۔ پھر احادیث متواترہ و مشہورہ آیت منسوخہ کی زبردست تائید کرتی ہیں بلکہ خود احادیث رجم بوجہ تواتر و شہرت اس کی صلاحیت رکھتی ہیں کہ آیت قطعی الدلالت پر زیادتی کر سکیں۔ مثلاً حدیث ذیل ہی شہرت کی حد کو پہنچ چکی ہے اور یہ حضرات عبادة بن صامت۔ ابن عباس۔ ابی ہریرہ۔ ابی سعید بریدہ ابن الخطیب الاسلمی۔ جابر بن عبداللہ جیسے جلیل القدر و عظیم الشان صحابہ سے مروی ہے اور اس سے کتاب اللہ پر زیادتی جائز ہے۔ کتب صحاح میں حضرت عمرؓ کا خطبہ نقل ہے کہ آپ قسم کھا کر کہتے کہ اگر لوگوں کے یہ کہنے کا خطرہ نہ ہوتا کہ عمر نے قرآن پر زیادتی کی تو البتہ میں اس آیت الشیخ والشیخة اذا زنیا کو قرآن میں لکھ ڈالتا۔

دوسرے یہ کہ یہ امر بحث طلب ہے کہ زانی کا چار بار اقرار زنا حد کے لگائے جانے کے لئے ضروری ہے یا ایک ہی مرتبہ اقرار کافی ہے۔ اور حد کو اس پر واجب کرتا ہے۔ امام مالک و شافعی ایک ہی مرتبہ اقرار کو حد لگانے کے لئے کافی جانتے ہیں اور زانی کو سزاوار حد خیال کرتے ہیں۔ وہ اپنے مذہب کی بنیاد دو احادیث پر رکھتے ہیں جن سے اقرار میں بظاہر کسی تعداد کا پتہ نہیں چلتا۔ ایک غامدیہ کی حدیث کہ وہ بھی ماعز بن مالک کی طرح آنحضرت کے سامنے مقر زنا ہوئی۔ اور حد جاری کئے جانے کی متقاضی اور ایک ہی مرتبہ اقرار پر اس کو آنجناب کے حکم سے رجم کیا گیا۔ دوسری وہ حدیث جو حدیث عسیف کے نام سے مشہور ہے کہ اس میں کنوارے زانی پر آپ نے سو کوڑوں اور سال کی جلاوطنی کی سزا جاری فرمائی۔ اور عورت کے لئے حضرت انیس صحابی کو حکم دیا کہ اس سے اقرار لو اگر وہ اقرار کرے تو اس کو رجم کر دو۔ چنانچہ اس میں آنحضرت نے چار بار اقرار لینے کی شرط نہیں لگائی معلوم ہوا کہ چار بار اقرار کی ضرورت نہیں۔ ورنہ آپ ضرور تشریح فرماتے۔ امام ابوحنیفہ و امام احمد اور اہل کوفہ تمام اس کے قائل ہیں

Maktaba Tul Ishaat.com

حد لگائے جانے کے لئے زانی کا چار بار اقرار ضروری ہے۔ ان کی زبردست حجت ماعز بن مالک والی حدیث ذیل ہے جو کتب صحاح میں مختلف طرق اور مختلف عبارات سے مروی ہے۔ اس میں ہے کہ آنحضرت نے مجرم سے چار بار اقرار لیا۔ پھر حد جاری کئے جانے کا حکم صادر فرمایا۔ یوں بھی سوچنے کی بات ہے۔ کہ آخر یہ کیا آنحضرت کے لئے ممکن ہے کہ آپ جرم ثابت ہو جانے پر حد کے جاری کرنے میں تاخیر فرمائیں اور اس میں نعوذ باللہ تامل و تکدر درگذر۔ اعراض۔ چشم پوشی سے کام لیں۔ وہ حد جو ثبوت جرم پر فوری صیغہ میں واجب ہوتی ہے اور اس کے اجراء میں تاخیر کو کسی طرح گنجائش نہیں۔ لامحالہ یہی کہنا پڑے گا کہ ایک یا دو یا تین بار اقرار سے آنحضرت کے نزدیک جرم ثابت نہیں ہوا تھا۔ جب چوتھی بار اقرار سے جرم زنا ثابت ہوا تو آپ نے فوراً اس پر حد رجم جاری فرمائی۔ اور یہی نہیں بلکہ اس حدیث کی بعض روایات سے صاف پتہ چلتا ہے کہ آنجناب نے ایک ہی مجلس میں یہ چار اقرار نہیں لئے۔ بلکہ مختلف چار مجلسوں اور چار اوقات میں۔ چنانچہ مسلم میں بریدہ مذکور ہے کہ ماعز کے اقرار کو آنجناب نے رد فرمایا۔ پھر دوسرے دن آیا اور اقرار کیا۔ آپ نے اس کی قوم سے تصدیق فرمائی کہ یہ پاگل تو نہیں ہے قوم نے کہا کہ یہ تو اچھا بھلا ہے۔ پھر تیسری بار آیا اور ایسا ہی ہوا۔ پھر چوتھی بار جب آیا۔ تو اس کو رجم کیا گیا۔ احمد و اسحق اپنی اپنی مسندوں میں اور ابن ابی شیبہ اپنی مصنف میں ابی بکر سے یہی حدیث لائے ہیں جس میں ہر بار جاء کا لفظ ہے جس طرح حدیث ذیل میں آتی ہے۔ تو مجیئت و اتیان بھی تعدد مجلس پر دال ہیں کہ وہ جا کر پھر آتا۔ ابن الہمام نے اس پر تصریح کی ہے۔ اسی لئے احناف اس کے قائل ہیں کہ چار بار اقرار بھی چار مجلسوں میں ہونا چاہیئے۔ لہٰذا جب یہ حقیقت ہے تو کس طرح باور کیا جا سکتا ہے کہ آنحضرت مختلف چار مجلسوں تک اجرائے حد کو ٹالتے رہتے۔ اور اس میں اس قدر ڈھیل ڈالی۔ اب رہا حدیث عسیف کا تعدد تو وہ ابتدائے اسلام کا ہے جیسا کہ بیہقی نے لکھا ہے۔

تیسرے یہ کہ حد مجرم کے لئے تو بہ شمار ہوتی ہے اور اس کیلئے کفارہ گناہ بنتی ہے۔ اور مواخذہ اخروی سے [illegible] سبکدوش کرتی ہے یا یہ کہ مواخذہ اخروی کا بار سپرد باقی رہتا ہے اور حد اس گناہ کا کفارہ نہیں ہوتی [illegible] میں سے دوسری شق کے حامی ہیں۔ ان کے لفظ خیال کے ماتحت حد کا مقصد مجرم کو [illegible] دلانا ہے اور اس کے واسطہ سے نظام عالم میں درستی و اصلاح پیدا کرنی ہے۔ کہ دوسروں کے [illegible] دوسرے کی ایذا رسانی۔ ایذا دہی۔ بیباک عزت و ناموس سے دست کش رہیں [illegible] زندگی بسر کریں۔ مواخذہ اخروی اور عالم آخرت کی باز پرس اس کے ذمہ بدستور باقی رہتی ہے [illegible] اس کو سچی توبہ سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اور ان کے اس خیال کی بنیاد نفوس قرآنیہ پر ہے جو صاف بتلا رہے ہیں کہ حد گناہ کا کفارہ نہیں۔ مثلاً محدود فی القذف جس پر تہمت لگانے پر حد لگائی جاتی ہے۔ کے بارے میں فرمایا ہے اولئک هم الفاسقون الا الذین تابوا کہ وہی فاسق ہیں۔ مگر وہ جنہوں نے توبہ کی۔ بالکل اسی طرح [illegible] ارشاد ہوا اولئک لهم خزی فی الدنیا ولهم فی الاخرة عذاب عظیم الا الذین تابوا کہ ان کے لئے دنیا میں ذلت ہے اور آخرت میں بڑا عذاب۔ مگر وہ جنہوں نے توبہ کی [illegible] آخر میں ہے تو وہ حدیث قابل تاویل ہوگی [illegible] اس کو کفارہ گناہ [illegible] کہ

Maktaba Tul Ishaat.com

آیات قطعی الدلالت اپنے معنی پر برقرار رہیں۔ مثلاً حدیث ذیل میں اس کا اشتباہ ہوتا ہے کہ حد زنا عین توبہ ہے تو ہم اس کو اس پر محمول کریں گے کہ بوقت حد مجرم نے توبہ کی تھی۔ اور بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ مجرم یہاں ایک پیکر شرمساری بنا ہوا ہے اور اقرار گناہ گاری کا ایک مجسمہ۔ جس کے ہر رگ و پے سے توبہ آشکارا ہے۔ کیا عجب ہے بلکہ بہت ممکن ہے کہ بوقت حد اس نے توبہ کی ہو جس توبہ کی تشریح آنجنابؐ نے نہایت پر اثر طریقہ سے فرمائی۔ چنانچہ مسلم کی حدیث سے اس مذہب کا پختہ ثبوت ملتا ہے جو وہ حضرت بریدہ سے لائے ہیں۔ جس کا مضمون اس طرح ہے کہ صحابہ کرام بیٹھے ہوئے تھے کہ آنحضرت تشریف لائے۔ اور سلام کر کے بیٹھ گئے پھر فرمایا کہ ماعز بن مالک کے لئے گناہ کی معافی چاہو۔ جب حد کے بعد استغفار کی گنجائش رہی تو حد معافی گناہ کا سبب کب بنی۔ اور عین توبہ کیسے ہوئی۔ پھر چوری کے بارہ میں ابوداؤد میں ہے کہ چور کے قطع ید کے بعد آپ نے چور کو بلوایا۔ اور ارشاد فرمایا کہ توبہ و استغفار کر اس نے توبہ کی۔ پھر آپ نے بھی اس کی توبہ منظور ہونے کی دعا فرمائی۔ اسی طرح صحیحین میں طریق عائشہ رضؓ سے مروی ہے کہ فاطمۃ المخزومیہ نے جو چوری تھی توبہ کی۔ اگر حد عین توبہ ہوتی تو پھر جدید توبہ کی کیا ضرورت تھی ✦

باب ۱۶۱ قتل المسلم بالذمي قصاصا

باب ۔ اس بیان میں کہ ذمی کے قتل پر مسلمان سے قصاص لیا جائے!

۳۱۷ ابوحنيفة عن ربيعة عن ابن البيلماني قال قتل النبي صلى الله عليه وسلم مسلما بمعاهد فقال انا احق من اوفى بذمته ✦

ابن البیلمانی سے روایت ہے کہ قتل کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مسلمان کو ایک معاہد (کافر ذمی) کے قصاص میں اور فرمایا کہ اپنی ذمہ داری کو پورا کرنے والوں میں میں ذمہ داری کو پورا کرنے کا زیادہ حقدار ہوں ✦

ف: اہل ذمہ کی جانوں اور مالوں کی حفاظت و دیکھ بھال مسلمانوں پر اجماعاً لازم ہے۔ شریعت کا یہ ایک کھلا مسئلہ ہے۔ چنانچہ اسی مسئلہ کی رو سے ان کے مالوں کے چور کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے۔ ان کی عورتوں سے زنا کرنے والے پر حد زنا لگائی جاتی ہے۔ ان پر جھوٹی تہمت لگانے پر حد قذف لگائی جاتی ہے۔ چنانچہ یہ قصاص بھی اسی سلسلہ مسائل کی ایک کڑی ہے۔ اور یہی مذہب احناف کا ہے ✦

Maktaba Tul Ishaat.com

كتاب الجهاد

باب ۱۶۱ حرمة خيانة القاعدين على نساء المجاهدين

ابوحنيفة عن علقمة عن ابن بريدة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم جعل الله تعالى حرمة نساء المجاهدين على القاعدين كحرمة امهاتهم وما من القاعدين يخون احدا من المجاهدين في اهله الا قيل له يوم القيامة اقتص فخذ من حسناته ما شئت

فائدہ: یہ حدیث مجاہدین کے درجہ و مرتبہ کو واضح و آشکارا کرتی ہے اور بتاتی ہے کہ اللہ کے یہاں ان کی کس قدر پاسداری اور رکھنا لحاظ مطلوب ہے کہ ان کی عورتوں کو احترام و عزت میں ان کی ماؤں کی طرح قرار دیا ہے اور مجاہدین نہ جانے والوں کے لئے ان کی ماؤں کے برابر ہے اور ان لوگوں پر جو مجاہدین کی عورتوں میں خیانت کریں سخت وعید ہے اور قیامت کے دن ان مجاہد کو قصاص لینے کا حق دیا جائے گا تو اب اس کے مذاق اڑانے والے مجاہدین کی کس قدر توہین و مذمت کرتے ہیں۔

كتاب جہاد کے بیان میں

باب ۱۶۱ اس بیان میں کہ مجاہدین کی عورتوں میں جہاد میں نہ جانے والوں کی طرف سے خیانت سرزد ہونا حرام ہے

حضرت ابن بریدہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر گھر والے کی ان گھر والوں پر جو جہاد میں شامل ہونے والوں کے گھر والوں کی دیکھ بھال کرنے والے ہیں اور مجاہدین کی عورتوں کی حرمت ان کی ماؤں کی حرمت کی طرح قرار دی ہے اور جو شخص مجاہدین کی عورتوں میں سے کسی عورت کے بارے میں اس کے ذمہ دار کے ساتھ خیانت کرے گا تو قیامت کے دن اس سے کہا جائے گا کہ اس کی نیکیوں میں سے جو نیکی چاہے لے لے اور اس کے بدلے میں اپنی نیکیوں میں سے جو نیکی چاہے اس کو دے دے۔

باب ۱۶۲ الوصية للبعث بالمهمات

باب ۱۶۲ اس بیان میں کہ لشکر روانہ کرنے والے کو چاہئے کہ

ابوحنيفة عن علقمة عن ابن بريدة عن ابيه قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا بعث جيشا او سرية اوصى امراءهم في خاصة نفسه بتقوى الله واوصى بمن معه من المسلمين خيرا ثم قال اغزوا باسم الله في سبيل

حضرت بریدہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی لشکر یا سریہ روانہ فرماتے تھے تو اس کے امیروں کو اپنے بارے میں اللہ سے ڈرنے کی اور ساتھ کے مسلمانوں کے بارے میں بھلائی کی وصیت فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ اللہ کے نام پر اللہ کے راستہ میں

Maktaba Tul Ishaat.com

قاتلوا من كفر بالله لا تغلوا ولا
تغدروا ولا تمثلوا ولا تقتلوا
وليدا ولا شيخا كبيرا فاذا
رأيتم عدوكم فادعوهم الى الاسلام
فان ابوا فادعوهم الى اعطاء الجزية
فان ابوا فقاتلوهم فاذا حصرتم
اهل حصن فارادوكم ان تنزلوا
على حكم الله تعالى فلا تفعلوا فانكم
لا تدرون ما حكم الله ولكن انزلوهم
على حكمكم ثم احكموا فيه بما بدا لكم
فان ارادوكم ان تعطوهم ذمة الله
فاعطوهم ذممكم وذمم آبائكم
فانكم ان تخفروا ذممكم وذمم آبائكم
اهون من ان تخفروا ذمة الله في
رقابكم ؛

کرتے ہوئے لڑائی لڑو۔ جو اللہ کے ساتھ کفر کرے اس سے قتال کرو۔ مال غنیمت میں خیانت نہ کرو۔ کسی مقتول کی ناک کان نہ کاٹو کسی بچہ یا بوڑھے کو قتل نہ کرو۔ جب تم اپنے دشمن کے آمنے سامنے آؤ۔ تو اس کو اسلام کی طرف بلاؤ۔ اگر وہ انکار کریں تو ان کو جزیہ دینے پر آمادہ کرو۔ اگر اس سے بھی انکار کریں تو پھر ان سے مقاتلہ کرو۔ جب تم کسی اہل قلعہ کا محاصرہ کرو۔ اور وہ تم سے چاہیں کہ تم اتارو اللہ کے حکم پر تو ایسا نہ کرنا۔ کیونکہ تم نہیں جانتے کہ اللہ کا حکم کیا ہے لیکن تم ان کو اپنے حکم پر اتارو پھر جو تمہاری سمجھ میں آئے۔ تم ان کے بارہ میں فیصلہ کرو۔ اور اگر وہ تم سے یہ چاہیں کہ تم ان کو اللہ کی امان دے دو اور اس کے عہد و ذمہ میں لے لو تو تم ان کو اپنے اور اپنے آباء کے ذمہ میں لو۔ کیونکہ تمہارا تمہارے اپنے ذمہ کو توڑ دینا تمہاری گردن پر بہت زیادہ ہلکا ہے اس سے کہ تم اللہ کے ذمہ کو توڑو ؛

وفي رواية فان ارادوكم ان تعطوهم
ذمة الله وذمة رسوله فلا تعطوهم
ذمة الله ولا ذمة رسوله ولكن
اعطوهم ذممكم وذمم آبائكم فانكم ان
تخفروا ذممكم وذمم آبائكم ايسر ؛

ایک اور روایت میں اس طرح ہے کہ اگر وہ چاہیں کہ تم ان کو اللہ اور اس کے رسول کا ذمہ دو۔ تو تم ان کو اللہ اور اس کے رسول کا ذمہ نہ دو۔ لیکن ان کو اپنا اور اپنے آباء کا ذمہ دو۔ کیونکہ تمہارا اپنی اور اپنے آباء کی ذمہ داری کو توڑنا زیادہ آسان و سہل ہے ؛

فائدہ: یہ حدیث زریں ہدایات و نصائح کا سرچشمہ ہے اور نہایت پاکیزہ اصول و قواعد کا خزانہ۔ سب سے پہلے امیر لشکر کو ہدایت کی کہ خوف الٰہی دل میں رکھے۔ کہ سارے معاملات کی کڑیاں اسی سے بیٹھتی ہیں اور تمام معاملات کی اصلاح و درستی اسی پر مدار رکھتی ہے۔ خوف خدا ہی انسان کو لغزش سے بچاتا ہے اور ہر غلط راستہ پر گامزن ہونے کی بار رکھتا ہے۔ دوسرے اہل لشکر سے حسن سلوک و حسن برتاؤ کی ہدایت فرمائی۔ اور ان کی طرف خیر و احسان کا ہاتھ بڑھانے کی رغبت دلائی۔ کیونکہ امیر کی خوش معاملگی سے لشکری یک جان و یک دل ہو کر اس کی حکم برداری کو اپنے لئے سرمایہ فخر جانتے ہیں۔ تیسرے ہدایت فرمائی کہ لڑائی اللہ کے نام سے شروع کرو اور اس میں صرف اسی کی خوشنودی و رضا کو پیش نظر رکھو۔ اور ریاکاری دکھاوے نام و نمود کو ہرگز ہرگز پاس نہ آنے دو۔ کیونکہ اللہ کے دربار میں کوئی عمل کس قدر بھی باوقعت و باشرف ہو بغیر خلوص نیت کے ہیچ ہے اور بے کار بلکہ موجب عتاب ہے اور سرزنش۔ چوتھے یہ لڑائی کے بارہ میں نصیحت فرمائی کہ مال غنیمت میں چوری نہ کرو کہ یہ بہت

Maktaba Tul Ishaat.com

قبیح فعل ہے۔ اور نماز بیا عمل۔ عہد شکنی نہ کرو کیونکہ یہ بذالت و زنا... کی نشانی ہے۔ اور سخت اخلاقی ہونے کی علامت۔ مقتول کی ناک نہ کاٹو کیونکہ یہ نہایت درندگی ہے اور بربریت اور بچہ دار بوڑھے کو قتل نہ کرو کیونکہ یہ عمل انصاف، خدا ترسی سے بعید ہے اور سخت ظالمانہ عمل۔ پانچویں وصیت فرمائی کہ جب دشمن کے مقابل آؤ۔ تو پہلے دشمن کو اسلام کی طرف دعوت دو اگر وہ اس کو قبول نہ ہو تو اس کو جزیہ پر آمادہ کرو۔ کہ وہ تمہاری ذمی بن کر رہے۔ اگر اس پر بھی وہ راضی نہ ہو تو مقاتلہ کے لئے اس کو دعوت دو۔ چھٹے یہ بھی ہدایت فرمائی کہ اگر دشمن کمزور پڑے اور تم سے امان چاہے تو اپنی ذمہ داری میں اس کو امان دو خدا اور رسول کی ذمہ داری میں ہے۔

باب ۱۶۳ النہی عن المثلۃ

باب مثلہ سے ممانعت کے

ابوحنیفۃ عن علقمۃ عن ابن بریدۃ عن ابیہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن المثلۃ۔

ف: مثلہ کہتے ہیں مقتول کے اعضاء مثلاً ناک کان زبان وغیرہ کاٹنے کو اس میں اس کی سخت مذمت ہے اور اس سے اسلام کی شان کو بٹہ لگتا ہے۔

ابوحنیفۃ عن اسماعیل بن محمد وابیہ والقاسم بن معن وعبد الملک عن عطیۃ القرظی قال عرضنا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم قریظۃ فامر بقتل کبارھم وسبی صغارھم فمن انبت قتل ومن لم ینبت استحیی۔

وفی روایۃ قال عرضت علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال انظروا فان کان انبت فاضربوا عنقہ فوجدونی لم انبت فخلی سبیلی۔

وفی روایۃ قال کنت من سبی قریظۃ فعرضت علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فنظروا فی عانتی

Maktaba Tul Ishaat.com

فوجدوني لم أنبت فالحقوني بالسبي ۔

میرا پیڑو اور اس پر بال نہ پائے (لڑکے ہی نہ تھے) لہذا مجھ کو قیدیوں میں چھوڑ دیا گیا۔

فقہ: یہ کویا بالغ و نابالغ معلوم کرنے کے لئے ایسی شناخت کی گئی تھی۔ کیونکہ نابالغ مقاتلہ و لڑائی کی قابلیت نہیں رکھتے تو ان کو کس قصور پر قتل کیا جائے۔ لہذا ان کو زندہ رکھ کر قیدیوں میں ان کا شمار ہوتا ہے

۳۲۲ ۲

ابو حنیفۃ وابن ابی لیلی عن الحکم عن مقسم عن ابن عباس ان رجلا من المشرکین یوم الخندق قتل فی الخندق فاعطی المشرکون بجیفتہ مالا فنهاهم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن ذلک ۔

حضرت ابن عباس رض سے روایت ہے کہ خندق کے دن ایک مشرک خندق میں قتل کیا گیا۔ تو مشرکین اس کی لاش کے عوض میں بہت سا مال دینے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا۔

فقہ: یہ ہبہ نہیں بیوع باب ہے کہ مردار لاش کی خرید و فروخت کو جائے۔ اور اس کے بدلے مال لیا جائے۔ اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو باز رکھا۔ اور اس کو گوارا نہیں فرمایا۔

بَابُ النَّهْيِ عَنْ أَنْ يُبَاعَ الْخُمُسُ حَتَّى يُقْسَمَ!

باب اس کی ممانعت میں کہ خمس قبل تقسیم بیچا جائے!

۳۲۳ ۲

ابو حنیفۃ عن نافع عن ابن عمر قال نهى رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم يوم خيبر ان يباع الخمس حتى يقسم ۔

حضرت ابن عمر رض سے روایت ہے کہ جس کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا خمس غنیمت کے بیچنے سے قبل اس کے کہ مال غنیمت تقسیم ہو۔

فقہ: مال غنیمت کی تقسیم سے پہلے حصص کی خرید و فروخت ممنوع ہے اور ناجائز۔ کیونکہ قسم کے قبل ملک نہیں ہوتی کہ اس کی بیع ہو سکے۔

۳۲۴ ۲

ابو حنیفۃ عن مقسم عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم يقسم شيئا من غنائم بدر الا بعد مقدمه بالمدينة ۔

حضرت ابن عباس رض سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کی غنیمت سے کوئی شے تقسیم نہیں فرمائی۔ مگر مدینہ تشریف لانے کے بعد۔

فقہ: امام صاحب کے نزدیک مال غنیمت کی تقسیم دار الحرب میں بلا حاجت و ضرورت جائز نہیں اور امام شافعی و مالک کے نزدیک جائز ہے یہ اختلاف اس اصول پر مبنی ہے کہ امام صاحب کے نزدیک غانمین کی ملک مال غنیمت میں ثابت نہیں ہوتی جب تک کہ وہ دار الاسلام میں محفوظ نہ کر لیا جائے اور ان ہر دو اماموں کے نزدیک ملک ثابت ہو جاتی ہے اور اسی اختلافی اصول پر بہت سے اختلافی مسائل کی بنیاد ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com

كِتَابُ الْبُيُوعِ

كتاب بیع کے احکام میں!

بَابُ التَّقْوَى عَنِ الْمُشْتَبِهَاتِ (۱۶۵)

باب مشتبہ چیزوں سے بچنا!

325/1

أَبُو حَنِيفَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ يَقُولُ عَلَى الْمِنْبَرِ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْحَلَالُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ وَبَيْنَ ذَلِكَ مُشْتَبِهَاتٌ لَا يَعْلَمُهُنَّ كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ وَعِرْضِهِ ۔

شعبیؒ کہتے ہیں کہ میں نے نعمانؓ کو منبر پر یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ حلال ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر ہے اور ان دونوں کے درمیان مشتبہ چیزیں ہیں جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے پس جو شبہ کی چیزوں سے بچ گیا اس نے اپنے دین اور اپنی عزت کو طعن سے بچا لیا۔

شرح: یہ حدیث گویا پورے مذہب اسلام کی ایک اصل اصیل ہے اور یہ کہنا بجا ہے کہ اس پر اسلام کی بنیاد ہے اور تقویٰ کا ایک بلند معیار قائم کرنے کے لیے حلال طیب اور حرام خبیث چیزوں کی حدیں بتا دینا کافی ہے پس شریعت اسلام نے ان کو بیان کر دیا ہے تاکہ ہر مسلمان اپنے دین اور اپنی عزت کو بچا سکے اور بلا شک و شبہ استعمال میں لائے پس جو چیز حرام ہے جیسے شراب وغیرہ۔ اب رہی مشتبہ اشیاء تو وہ حلال و حرام کے درمیان کی چیزیں ہیں جن کی حرمت کی یہی گنجائش ہے اور حلت کی بھی احتمال۔ یعنی یہ چیزیں ہیں جو لوگوں کی تحلیل۔ مثلاً ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا پھر اس نے یہ شبہ ڈالا کہ اس کی رضاعی بہن ہے تو یہ شبہ عورت اس کے حق میں مشتبہ ہو گئی۔ تو ان کے بارہ میں تقویٰ کا تقاضا یہ ہے جو حدیث میں ذکر ہوا کہ مسلمان ان مشتبہات سے بچتا رہے تاکہ اپنے دین و عزت کو داغ طعن و تشنیع سے پاک رکھے۔ مشتبہات کے اشیاء میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ مشتبہات کا تعلق اشیاء سے ہے۔ بعض اس کے قائل ہیں کہ یہ اعمال میں ہیں کچھ اصل اشیاء میں اباحت ہے جیسے شافعیہ کا یہی مسلک ہے اور اسی مسلک پر بہت سے مسائل فقہاء نے اعمال میں ان سب میں کوئی قطعی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا کہ آیا یہ چیزیں حرام ہیں یا حلال۔

بَابُ اللَّعْنِ عَلَى الْخَمْرِ (۱۶۶)

وَمُتَعَلِّقِيهَا

شراب پر اور اس سے تعلق رکھنے والے پر لعنت!

أَبُو حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ سَعِيدِ

Maktaba Tul Ishaat.com

جب بن عن ابن عمر قال لعنت الخمر وعاصرها وساقيها وشاربها وبائعها ومشتريها ۔

نے کہا کہ لعنت کی گئی شراب پر اس کا نچوڑنے والا اس کا پلانے والا۔ اس کا پینے والا۔ اس کا بیچنے والا اور اس کا خریدنے والا ۔

۳۲۷ حماد عن ابیه عن محمد بن قیس قال سألت ابن عمر او سأله ابو کثیر عن بیع الخمر فقال قاتل الله الیهود حرمت علیهم الشحوم فحرّموا اکلها واستحلوا بیعها واکلوا اثمانها وان الذی حرم الخمر حرم بیعها واکل ثمنها ۔

محمد بن قیس کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمر رض سے پوچھا۔ یا ابو کثیر نے ان سے شراب کے بیچنے کا مسئلہ تو آپ نے کہا کہ قتل کرے اللہ یہود کو (یعنی ان پر لعنت بھیجے) کہ جب حرام کی گئی چربی ان کے لئے تو انہوں نے اس کا کھانا تو حرام رکھا۔ مگر اس کے بیچنے کو حلال قرار دیا اور اس کی قیمت کو کھا لی گئے۔ حالانکہ جس نے شراب کو حرام کیا تو اس نے بیچنے کو بھی حرام کہا اور اس کی قیمت کھانے کو بھی ۔

ف: بخاری میں یوں ہے کہ آنحضرت فرماتے ہیں کہ اللہ یہود پر لعنت بھیجے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان پر چربی حرام کی تو انہوں نے اس کو پگھلایا۔ پھر اس کو بیچا اور اس کی قیمت کھائی۔ گویا یہ ایک حیلہ بنایا۔ کہ چربی کو پگھلا کر اس کی صورت و شکل بدل ڈالی اور یہ سمجھا کہ اب اس کا حکم بھی بدل گیا۔ نعوذ باللہ یہ کیسی بد نما بے جا حرکت ہے اور اللہ کے حکم کے مقابلہ میں کیسی نا شائستہ جرأت و جسارت ہے۔ ابو داؤد میں ابن عباس رض سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جب کسی قوم پر کسی چیز کو حرام فرمایا تو اس کی قیمت بھی اس پر حرام فرمائی۔ گویا حرمت کا یہ اصول ہر جگہ جاری و ساری ہے۔ لہٰذا ایسے ادنیٰ حیلہ کی آڑ پکڑ کر اللہ تعالیٰ کی صاف صاف حکمی کرنا کھلی گمراہی ہے۔

۱۹۷ باب اللعن علی اکل الربوا

باب سود خوار پر لعنت کے بیان میں

۳۲۸ ابو حنیفة عن ابی اسحٰق عن الحارث عن علی رض قال لعن رسول الله صلی الله علیه وسلم اکل الربوا وموکله ۔

حضرت علی رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی سود کھانے والے (لینے والے) اور کھلانے والے (دینے والے) پر ۔

ف: امام احمد۔ دار قطنی اور طبرانی اوسط اور کبیر میں عبد اللہ بن غفلہ سے مرفوع روایت اس مضمون

Maktaba Tul Ishaat.com

کی لائے ہیں کہ ایک درہم سود کا کھانا جانتے ہوئے کہ یہ سود کا ہے چھتیس زناؤں سے سخت تر ہے۔ بیہقی نے شعب الایمان میں ابن عباس رض سے جو روایت لائے ہیں اس میں اس معنی کے الفاظ بھی زائد ہیں کہ جس شخص کا گوشت حرام کے مال سے بنا ہو تو وہ اسی کا سزاوار ہے کہ اس کو آگ کھائے۔ مسلم وغیرہ میں یہ حدیث یوں مروی ہے کہ سود کے کھانے کھلانے پر بھی آپ نے لعنت بھیجی ہے۔ اور اس کے لکھنے والے اور اس پر گواہی دینے والے پر بھی۔ گویا اللہ و رسول کے نزدیک سود اس قدر شدید گناہ ہے کہ اس کے معاملہ میں دانستہ لینے والا بھی لعنت خداوندی کا سزاوار اور رحمت و مغفرت کی پھٹکار کا مستحق ہے۔

۱۶۸ بَابُ الرِّبٰوا فِی النَّسِیْئَةِ

باب ۱۶۸ اس بیان میں کہ سود ادھار میں ہے!

ابوحنیفة عن عطاء عن ابن عباسؓ عن اسامة بن زید قال انما الربوا فی النسیئة وما کان یدًا بیدٍ فلا باس ۔

حضرت اسامہ بن زید رض سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ البتہ سود ادھار میں ہے اور جو ہاتھ در ہاتھ ہو اس میں کوئی حرج نہیں۔

ف ۔ سود کے سزا کی مناسبت تشریح متعلق حدیث میں آ ہی ہے۔

۱۶۹ بَابُ الرِّبٰوا فِی الْبَیَاعِ السِّتَّةِ بِالْفَضْلِ

باب ۱۶۹ اس بیان میں کہ چھ چیزوں کی زیادتی سے سود ہوتا ہے

ابوحنیفة عن عطیة عن ابیہ سعید الخدری عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الذھب بالذھب مثلًا بمثل والفضل ربوا والفضة بالفضة وزنًا بوزنٍ والفضل ربوا والتمر بالتمر والفضل ربوا والشعیر بالشعیر مثلًا بمثل والفضل ربوا ۔

وفی روایةٍ الذھب بالذھب وزنًا بوزنٍ یدًا بیدٍ والفضل ربوا والحنطة بالحنطة کیلًا بکیلٍ یدًا بیدٍ والفضل ربوا والتمر بالتمر والملح بالملح کیلًا بکیلٍ

Maktaba Tul Ishaat.com

الفصل الثانی ۔ برابر اور زیادتی سود ہے ۔

فقہ ۔ ربوا (سود) لغت میں مطلق زیادتی کو کہتے ہیں ۔ لیکن اصطلاح شرع میں خاص اس زیادتی کا نام ہے جو مالوں کے تبادلہ میں بغیر کسی عوض یا بدل کے لی دی جاوے ۔ ربوا دو قسم کا ہے ۔ ایک ربوا نسیئہ کا نقد (دام) یا فرض پر بیچیں جو دوسرا ربوا فضل کو ہاتھ در ہاتھ نقد نقد لیں ہیں ہو زیادتی کے ساتھ حرمت ربوا کے بارہ میں بنی دی حکم یہ فرمان خداوندی ہے ۔ احل اللہ البیع وحرم الربوا کہ اللہ نے بیع کو حلال کیا اور ربوا کو حرام اس آیت کریمہ نے ربوا کے معنی لغوی مطلق زیادتی کو بالاتفاق مراد نہیں تو گویا نص قرآنی مجمل ہوئی اور محتاج بیان چنانچہ احادیث نے اس کی تشریح کی ۔ احادیث میں اصل اصول حدیث وہ ہے جس میں آنحضرت نے چھ اشیاء سونا ۔ چاندی ۔ گیہوں ۔ جو ۔ نمک ۔ کھجور کو گنایا ہے ۔ یہ حدیث حضرت عبادہ بن صامت سے بیس الفاظ مروی ہے ۔ الذہب بالذہب والفضۃ بالفضۃ والبر بالبر والشعیر بالشعیر والتمر بالتمر والملح بالملح مثلاً بمثل سواء بسواء یدا بید فان اختلفت ھذہ الاصناف فبیعوا کیف شئتم اذا کان یدا بید کہ آنحضرت نے فرمایا سونا سونے کے بدلے چاندی چاندی کے بدلے گیہوں گیہوں کے بدلے ۔ جو جو کے بدلے ۔ کھجور کھجور کے بدلے اور نمک نمک کے بدلے ۔ برابر برابر دست بدست پس اگر یہ اشیاء آپس میں مختلف ہوں تو جیسا چاہو بیچو ۔ جب نقد نقد سودا ہو ۔ اس حدیث کو سوائے بخاری کے اصحاب صحاح ستہ لائے ہیں ۔ حضرت ابی سعید کی حدیث میں بھی اسی مضمون کو قدرے بسط سے بیان کیا ہے ۔ غرض یہ حدیث سولہ صحابہ سے مروی ہے ۔ ظاہریہ چونکہ قیاس کے منکر ہیں ۔ اس حدیث کے حکم کو ان ہی چھ اشیاء پر محدود مقصور رکھتے ہیں ۔ مگر ائمہ مجتہدین اس میں قیاس کو دخل دیتے ہوئے ان میں علت حکم کو ٹٹولتے ہیں اور علت کے ساتھ حکم حرمت کو دوسری جگہ لے جاتے ہیں ۔ تلاش علت میں ائمہ کے مابین اختلاف ہوتا ہے بہرحال سب ائمہ میں نقطۂ اختلافی یہ ہی حدیث بنتی ہے ۔ جدا جدا علت حکم حرمت دریافت کرنے سے مختلف مذاہب عالم وجود میں آتے ہیں ۔ اور ان پر مختلف مسائل کی بنیاد پڑتی ہے ۔ مثلاً امام ابوحنیفہ رحمۃ نے تمام حدیث کے پیش نظر علت دو چیزیں قرار دی ہیں ایک جنس دوسری قدر قدر سے مراد وزنی اشیاء ہیں وزن ہے اور کیلی اشیاء (ناپی جانے والی چیزوں میں کیل (ناپ) ہے ۔ کیونکہ حدیث میں مثلاً بمثل سے مماثلت کی طرف اشارہ ہے کہ یہ حرمت فضل تب ہے کہ ان میں مماثلت ہو تو گویا بنائے حرمت مماثلت ہے اور جنسیت سے باطنی ۔ لہذا اس علت جنس وقدر کے ساتھ حکم حرمت فضل دور کرے گا ۔ جہاں ہر دو جز علت موجود ہوں گے وہاں دست بدست زیادتی بھی ناجائز ہے اور ادھار بھی ناجائز ۔ مثلاً اشیاء مذکورہ فی الحدیث میں کہ سونا سونے کے وض نقد نقد برابر برابر چاندی کے بدلے برابر برابر دست بدست وغیرہ وغیرہ ۔ اگر علت کے ہر دو جز نہ پائے جائیں کہ نہ جنس ایک ہو نہ قدر ایک تو نقد نقد بھی زیادتی جائز ہے ۔ اور ادھار بھی جائز ۔ گویا فضل بھی جائز ہے اور نسیئہ بھی ۔ مثلاً گیہوں کو چاندی کے عوض بیچیں تو دونوں سودے میں جائز ہیں ۔ کیونکہ یہاں نہ تو جنس ہی ہے ۔ نہ اتحاد قدر کہ گیہوں کیلی ہے اور چاندی وزنی ۔ اور اگر علت کے ایک جز میں اتحاد ہو ۔ دوسرے میں اختلاف تو فضل جائز ہے ۔ یعنی

Maktaba Tul Ishaat.com

درہم زیادتی سے بیچ سکتے ہیں۔ مگر ادھار اس میں جائز نہیں۔ مثلاً گیہوں کو جَو کے عوض میں بیچا تو فضل حلال ہے نسیہ حرام۔ یعنی نقد نقد زیادتی لے دے سکتے ہیں۔ ادھار سودا نہیں کر سکتے۔ کیونکہ یہاں جنس مختلف ہے اور قدر ایک کہ کیلی ہیں۔ یا مثلاً گھوڑے کو گھوڑے کے بدلے بیچنا چاہیں تو بھی فضل جائز ہے کہ ایک گھوڑے کے بدلے دو دیں یا لیں۔ مگر نسیہ حرام کہ اس میں اگرچہ جنس ایک ہے مگر قدر نہیں کیونکہ گھوڑا نہ کیلی ہے نہ وزنی۔ امام احمد ایک روایت میں امام صاحب کے ساتھ متفق الرائے ہیں۔ امام شافعی اشیاء مذکورہ فی الحدیث میں سے چار چیزوں گیہوں جَو کھجور نمک سے علت حرمت سمجھتے ہیں کہ وہ کھانے پینے کے کام میں آئے اور سونے چاندی سے مناسبت ہو وہ ثمنیت بن سکے۔ ایک روایت میں امام احمد انہیں کے ساتھ ہیں۔ امام شافعی مزید حجت کے لئے ایک اور حدیث سے دلیل لاتے ہیں وہ حضرت معمر بن عبداللہ کی حدیث ہے جو مسلم وغیرہ میں بالفاظ ہیں کہ کنت اسمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول الطعام بالطعام مثل مثل کان طعامنا الشعیر کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہوئے سنتا تھا کہ کھانے کے بدلے کھانا برابر برابر اور ان دنوں میں ہمارا کھانا جَو تھا۔ کہ یہاں طعام کا علت ہونا معلوم ہوتا ہے۔ ان کے نزدیک اس سے مراد دیانت میں تفاضل وزیادتی روا ہوگا کیونکہ ان کے نزدیک طعم قوت سے [illegible] وغیرہ نہیں کہ ان میں سے ہر ایک چیز کو اس کے ہم جنس سے زیادتی سے بیچنا [illegible] ان چاروں اشیاء مذکورہ فی حدیث سے علت ربوا قوت اور مدخر ہونا سمجھتے ہیں یعنی جن چیزوں سے [illegible] ان میں ربوا حرام ہے اور جن کا ذخیرہ نہ ہو سکے ان میں نہیں کیونکہ کہتے ہیں کہ کھانے کی [illegible] میں ان چیزوں کو بیان فرمایا ہو قوت ہونے اور ذخیرہ ہونے کی [illegible] پر قرار پاتا ہے وہ کھانے پینے کی چیزیں ہوں رکھی جا سکتی ہیں [illegible] ان میں سے ایک کو دوسری جگہ لے سکتے ہیں اور سونے چاندی میں [illegible]

امام شافعی کے ساتھ یہ اس مسئلہ میں متفق ہو گئے امام صاحب کی [illegible] یا حدیث عبادہ بن صامت کے الفاظ مثلاً بمثل سے [illegible] یہ صرف قیاس ہی نہیں بلکہ ان کا پیش کیا ہوا ایک [illegible] نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ دارقطنی اور بزار حضرات عبادہ [illegible] الوائی کو بھی ترجمان ہے اور امام صاحب کے [illegible] انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال کل ما یوزن مثل [illegible] النوعان فاجابہ کہ آنحضرت نے فرمایا ہر [illegible] ایسی ہی وہ چیز ہو جو ناپی جاتی ہو اور جنس [illegible] عمر کی حدیث کے مقابلہ میں ہمارے [illegible] دلالۃ [illegible]

Maktaba Tul Ishaat.com

معلوم سب کو شامل ہے۔ لہٰذا امام صاحب کا قیاس اقرب الی الصواب ہے۔ اور روایات کے موافق تر۔

بَابُ اشْتِرَاءِ الْعَبْدَيْنِ بِعَبْدٍ!

دو غلاموں کو ایک غلام کے عوض میں خریدنا!

۳۳۱ ابو حنیفۃ عن ابی الزبیر عن جابرؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اشتری عَبْدَيْنِ بِعَبْدٍ ۞

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو غلاموں کو ایک غلام کے بدلے میں خریدا ۞

فائدہ: یعنی یہ خریداری دست بدست ہوئی نہ ادھار اور وعدہ پر اور یہ بنا بر تفصیل سابق جائز ہی ہے۔ کیونکہ یہاں ہر دو عوض ہم جنس ہیں اور ان میں قدر نہیں کہ غلام نہ کیلی ہے نہ وزنی گویا یہ وہ صورت ہے کہ ربوا فضل اس میں جائز ہے اور نسیہ حرام ۞

۳۳۲ ابو حنیفۃ عن عمرو بن دینارؒ عن طاؤس عن ابن عباسؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من اشتری طعاما فلا یبعہ حتی یستوفیہ ۞

حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو غلہ خریدے وہ اس کو نہ بیچے تاوقتیکہ اس کو پورا نہ لے لے۔ (یعنی اس کو اپنے نہ) ۞

فائدہ: بخاری میں یوں ہے کہ وہ چیز جس سے آنحضرت نے منع فرمایا۔ وہ غلہ ہے جو قبضہ سے پہلے بیچا جائے۔ مسلم میں بعینہٖ یہ ہی حدیث امام ہے صرف "اشتری" کی جگہ "ابتاع" ہے۔ یہ حدیث بھی ائمہ اربعہ کے مابین ایک نقطہ اختلافی ہے امام مالک اس حکم کو مدد للس یعنی طعام (غلہ) ہی کے ساتھ مخصوص رکھتے ہیں۔ یعنی ان کے نزدیک غلہ کے علاوہ چیزوں کا قبل استیفاء کے بیچنا جائز ہے۔ امام احمد اس حکم کو ہر وزنی اور کیلی چیز پر جاری و نافذ جانتے ہیں۔ امام ابو حنیفہ رح ہر منقول چیز کو اس حکم کے ماتحت لاتے ہیں اور عقار (زمین) کو اس حکم سے خارج کرتے ہیں گویا ان کے نزدیک ہر منقول چیز کی بیع بغیر قبضہ کر لینے کے جائز نہیں اور زمین کی بیع جائز ہے۔ امام شافعی کے نزدیک یہ حکم ہر چیز کو شامل ہے خواہ کیلی ہو یا کہ وزنی منقول ہو خواہ غیر منقول (عقار) یعنی کسی کا بھی بیچنا بغیر قبضہ کے جائز نہیں مگر امام مالک رح کے نزدیک دائرہ نفاذ حکم حدیث بالکل محدود و مقصور ہے۔ امام احمد کے نزدیک اس سے وسیع تر امام صاحب کے نزدیک اس سے بھی وسیع تر اور امام شافعی رح کے نزدیک اس سے زیادہ وسیع۔ امام صاحب اپنے مسلک جدال پر آنحضرت ﷺ کے قول حتی یکیلہ یا توفیہ سے دلیل لاتے ہیں کہ استیفاء کا تعلق اشیاء منقولہ سے ہے نہ غیر منقولہ سے یا حضرت ابن عمرؓ کی حدیث سے جو بخاری لائے ہیں بایں الفاظ فرماتے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن بیع فی مکانہ حتی ینقلوہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو منع فرمایا ان کے بیچنے سے اسی جگہ پر یہاں تک کہ اس کو منتقل کر لیں یعنی اس کی جگہ بدل لیں لہٰذا یہ ہی مسلک حق معلوم ہوتا ہے ۞

Maktaba Tul Ishaat.com

بَابُ ۱۷۱ النَّهْيِ عَنْ بَيْعِ الْغَرَرِ!

ابوحنيفة عن نافع عن ابن عمرؓ قال نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن بيع الغرر ۞

باب دھوکے کی بیع کی ممانعت ۱۷۱

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ منع فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دھوکے کی بیع سے ۞

۳۳۳ ح ۱

ف: نووی کہتے ہیں کہ کتاب البیوع میں یہ حدیث گویا ایک اصولی یا بنیادی حیثیت رکھتی ہے اسی لئے مسلم اس کو شروع میں لائے ہیں۔ اور اس پر بیش بہا مسائل مدار رکھتے ہیں۔ اور حقیقت بھی یہ ہی ہے کہ یہ حدیث حلت و حرمت کا ایک جامع اصول و قاعدہ فراہم کرتی ہے اور جائز و ناجائز خرید و فروخت کے مابین ایک خط امتیازی کھینچتی ہے کہ جن اقسام بیع میں دھوکہ دھڑی ہو وہ خلاف حرام ہیں اور جن میں ایسا نہ ہو وہ بلاشبہ حلال ہیں یا یوں کہئے کہ یہ حدیث ایک کسوٹی ہے یا ایک معیار ہے جس سے ہر معاملہ بیع کے جواز و عدم جواز کو جانچا اور پرکھا جا سکتا ہے۔ مثلاً بھاگے ہوئے غلام کی بیع۔ معدوم و غیر موجود کی بیع۔ ایسے جانور کی بیع جس کی سپردگی قابل سے باہر ہو۔ یا جس پر بائع کا پورا قبضہ نہ ہو۔ یا بائع کا اس پر سود کرنا یا حاملہ کے حمل کے دودھ کی بیع و فروخت کرنی۔ یا جانور کے پیٹ کے بچہ کو یا یوں کہئے کہ حیوان کان کی بالیوں میں سے کوئی بکری بیچنا ہو۔ یا کپڑوں میں سے کوئی کپڑا بیچنا ہو کہ یہ سب صورتیں اسی حدیث کی رو سے ناجائز قرار پائیں۔

بَابُ ۱۷۲ النَّهْيِ عَنْ بَيْعِ الْمُزَابَنَةِ وَالْمُحَاقَلَةِ!

باب بیع مزابنہ و محاقلہ کی ممانعت میں

ابوحنيفة عن ابی الزبیر عن جابر عبد الله الانصاری عن النبی صلی الله علیه وسلم انه نهی عن المزابنة والمحاقلة ۞

ف: [illegible]

Maktaba Tul Ishaat.com

۱۷۳ باب النهی عن شراء الثمرة حتی یبدو صلاحها!

باب اس امر کی ممانعت میں کہ میوہ کو سرخ یا زرد ہونے سے پہلے خریدا جائے!

۳۳۵ ابوحنیفة عن ابی الزبیر عن جابر ان النبی صلی الله علیه وسلم نهی عن ان یشتری ثمرة حتی یبدو صلاحها ۔

حضرت جابر رضہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا میوہ کو خریدنے سے یہاں تک کہ وہ سرخ یا زرد ہو لے ۔

ف: یعنی جب تک پھل اپنی مراد کو نہ پہنچیں ان کی خریداری ممنوع ہے ۔

۳۳۶ ابوحنیفة عن جبلة عن ابن عمر رض قال نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم عن البیع فی النخل حتی یبدو صلاحه ۔

حضرت ابن عمر رضہ سے روایت ہے کہ منع فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کے پھل بیچنے سے یہاں تک کہ وہ صلاحیت کو پہنچ جائیں ۔

ف: یعنی اگر درخت پر لگی ہوئی کھجور کو فروخت کیا جائے تو جائز نہیں جب تک وہ اپنی مراد کو نہ پہنچ جائے ۔ اگر اس کو درخت سے کاٹ کر بیچیں تو کوئی علاقہ نہیں ۔ ان تمام صورتوں میں دھوکے کا مانع ہونا قاعدہ کا رفرما ہے ۔

۳۳۷ ابوحنیفة عن عطاء عن ابی هریرة رض عن النبی صلی الله علیه وسلم قال اذا طلع النجم رفعت العاهات یعنی الثریا ۔

حضرت ابی ہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ستارہ طلوع کر آئے ۔ تو پھلوں پر سے آفتیں ٹل گئیں ۔ یعنی ثریا ۔

ف: بلاد حجاز میں شروع موسم گرما میں ثریا فجر کے ساتھ ساتھ نکلتا ہے ۔ تو گویا یہ پھلوں پر آفات کے ٹل جانے کا ایک پیغام ہوتا ہے ۔ اور ان کے مراد پہنچ جانے کی سب سے بڑی نشانی ۔

۱۷۴ باب الاشتراط من المشتری!

باب مشتری کی طرف سے شرط کر لینے کے بیان میں!

۳۳۸ ابوحنیفة عن ابی الزبیر عن جابر بن عبد الله الانصاری عن النبی صلی الله علیه وسلم قال من باع نخلا موبرا او عبدا وله مال فالثمرة والمال للبائع الا ان یشترط المشتری ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے بیچا قلم لگایا ہوا کھجور کا درخت یا اس غلام کو جس کا مال ہے ۔ تو پھل اور مال بائع کے ہیں ۔ مگر یہ کہ مشتری شرط کر لے ۔ تو اس صورت میں مشتری کے ہوں گے ۔

Maktaba Tul Ishaat.com

وفی روایۃ من باع عبدا وله مال فالمال للبائع الا ان یشترط المبتاع ومن باع نخلا موبرا فثمرته للبائع الا ان یشترط المبتاع ۔

ایک اور روایت میں اس طرح ہے کہ جس نے بیچا غلام جس کا مال ہے تو مال بائع کا ہے مگر یہ کہ مشتری شرط کرلے۔ اور جس نے بیچا کھجور کا درخت جس پر گابھا ہوا۔ تو اس کے پھل بائع کے ہیں مگر یہ کہ مشتری شرط کرلے ۔

شرح: موبر اس کھجور کے درخت کو کہتے ہیں جس میں نر کا گابھا لگا ہوا ہو اس کی صورت یہ ہوتی تھی کہ [illegible] درخت کھجور میں زیادہ دانے پیدا ہوتے تھے۔ اور ایسا کرتے تھے [illegible] کہ اس میں [illegible] یا [illegible]

[illegible]

یہ حدیث [illegible] ہے۔ اور اس [illegible] کا [illegible] فرمایا ہے کہ اگر درخت کھجور کو [illegible] ہو تو [illegible] مگر [illegible] ہو تو [illegible] ہے [illegible] اگر [illegible] ہو تو [illegible] ہے [illegible] کے [illegible] ہے [illegible] کے [illegible] ہے [illegible] کے

Maktaba Tul Ishaat.com

اذا استاجرت اجیرا فاعلمه اجره ٭ کو مزدور رکھو تو اس کو اس کی مزدوری بتلا دو ٭

ف: یہ حدیث کئی جزئی مسائل پر مشتمل ہے۔ یہ الفرادی حیثیت سے مختلف احادیث میں کتب حدیث میں مذکور ہیں لیکن یک جائی شکل میں یہاں امام صاحب ہی کی روایت میں ان کا بیان ہے ٭

پھر حدیث میں بھاؤ پر بھاؤ لگانے کی ممانعت اس صورت میں ہے کہ دو آدمیوں کے درمیان کسی چیز پر سول تول کرنے کے بعد معاملہ ٹھہر گیا ہو یعنی بائع بیچنے پر راضی ہو اور خریدار خریدنے پر اور قیمت بھی طے پا گئی ہو۔ مگر ابھی لین دین عمل میں نہ آئی ہو۔ تو ایسے وقت کسی کے لئے جائز نہیں کہ بھاؤ تاؤ کر کے اپنے بھائی کے معاملہ کو بگاڑنے کی کوشش کرے۔ ورنہ اگر معاملہ اس طے پائی کی حد تک نہ پہنچا ہو تو ایک چیز پر چند آدمیوں کا بھاؤ لگانا حرام نہیں چنانچہ نیلام کی شکل جائز ہے۔ ہمیں طور پیام منگنی پر پیام بھیجنا اس صورت میں ناجائز ہے جبکہ لڑکی سے رضامندی ہو گئی ہو۔ اور ابھی عقد ہونا باقی ہو۔ کہ ایسی صورت میں بیچ میں دخیل ہونا ممنوع ہے کیونکہ اگر رضامندی کے آثار نہ ہوں تو بدیں صورت مختلف پیام بیک وقت بھیجے جا سکتے ہیں۔ اس میں کوئی شرعی قباحت نہیں چنانچہ فاطمہ بنت قیس کے لئے معاویہ اور ابی جہم کی طرف سے بیک وقت پیام آئے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو برا نہ بتایا۔ پھر آخر حضرت اسامہ سے نکاح فرمایا۔

اور اپنی بہن کی طلاق چاہنے کی صورت یہ ہے کہ مثلاً ایک اجنبی عورت کسی عورت کی مرفہ الحالی پر رشک کر کے اس کے خاوند سے مطالبہ کرے کہ اس کو طلاق دے کر اس کو نکاح میں لاوے۔ تاکہ نان نفقہ وغیرہ دیگر اسباب معیشت جو مطلقہ کو نصیب تھے وہ اس کو میسر آئیں۔ اسی کو آنحضرت نے بطور تشبیہ و مثال دوسرے کے برتن کی چیز اپنے برتن میں انڈیلنا کہا ہے۔ تو ایسا مطالبہ کرنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ رازق اللہ ہی ہے اس کے مقدر کی چیز اس کو ملنی ہے اور اس کے مقدر کی چیز اس کو ٭

۱۲۳۰ ابو حنیفة عن معن بن عبد الرحمن بن عبد الله بن مسعود عن عبد الله بن مسعود عن النبی صلی الله علیه وسلم انه قال اشتروا علی الله تالوا وکیف ذلك یا رسول الله قال تقولون بعنا الی میسرتنا ومغانمنا ٭

حضرت عبد اللہ بن مسعود رض سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خریدو اللہ کے بھروسہ پہ صحابہ نے عرض کیا۔ یہ کیسے یا رسول اللہ آپ نے فرمایا (یہ یوں کہ) تم کہتے ہو خریدا ہم نے ہمارے مذکوں کی تقسیم یا مال غنیمت ملنے تک ٭

ف: ارشاد نبوی کا منشا یہ ہے کہ اللہ کے بھروسہ پر چیزوں کی خریداری کرو۔ شکی غیر یقینی حالات و واقعات پر معلق نہ رکھو مثلاً کہیں کہ بخشش یا عطایا تقسیم ہونے پر یا اموال غنیمت کی وصول یابی پر کیونکہ یہ سب مجہول پر بیع کرنے کی شکل ہوئی۔ جو شریعت میں ناجائز ہے ٭

باب ۱۷۶ الرخصة فی ثمن کلب الصید!

باب شکاری کتے کی قیمت میں رخصت ملنے کے بیان میں!

۳۴۱ ابو حنیفة عن الهیثم عن عکرمة عن

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے

Maktaba Tul Ishaat.com

ابن عباسؓ قال رخص رسول الله صلى الله عليه وسلم في ثمن كلب الصيد ۞

ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رخصت دی شکاری کتے کی قیمت میں ۞

ف: یہ حدیث بیع کلب (کتے کی خرید و فروخت) کے مسئلہ کو سامنے لاتی ہے۔ یہ چونکہ امام شافعیؒ اور امام ابوحنیفہ رح کے درمیان ایک اختلافی مسئلہ ہے۔ اس لئے قدرے مستحق تشریح ہے اور مخلوج سیاق۔ امام شافعیؒ کے نزدیک کتا خواہ شکاری ہو یا غیر شکاری اس کی بیع ناجائز ہے۔ حدیث سے بھی حجت لاتے ہیں اور قیاس سے بھی۔ احادیث کے ذیل میں وہ حدیث سامنے رہتے ہیں جو صحیحین میں ابن مسعود سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کتے کی قیمت سے فاحشہ عورت کی اجرت اور کاہن کی مزدوری سے۔ قیاس کے ماتحت یوں کہتے ہیں کہ کتا نجس العین ہے اور نجاست خفیفہ و غلیظہ کو لگانا بیع عزت و قدر کو ظاہر کرتی ہے۔ تو ہر دو یک جا کیسے جمع ہوں اور کتے نجس کی بیع کس طرح جائز ہو۔ امام مالکؒ کے نزدیک بھی عام انتفاعی حکم سے شکاری کتا اور وہ جس سے جانوروں کی نگہبانی کھیتی کا کام لیا جائے مستثنیٰ ہیں اور مخصوص۔ تابعین میں سے بہت سے علماء کا یہی مسلک ہے مثلاً عطاء وغیرہ اسی خیال کے حامی ہیں۔ امام صاحب کے مذہب پر محکم و کچہ دلیل حدیث ہی ہے جو بھی واضح ہے اور اسناد کی رو سے بھی بے غبش۔ کیونکہ امام ابوحنیفہ کے بارہ میں کس کو تامل ہے کہ ہیثم بن حبیب الصیرفی کے ثقہ ہونے میں کس کو گنجائش کلام عکرمہ اور ابن عباس کے حلقہ درس کی وسعت سے کشائی سلامحالہ اس کو حدیث ممانعت کی مخصص مانیں گے۔ پھر کتب صحاح میں [illegible] استثنیٰ موجود ہے جو اس مذہب کی بنیاد کو اور سنگین کرتی ہے مثلاً ترمذی میں حضرت [illegible] میں الفاظ وارد ہے نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن ثمن الکلب الا کلب [illegible] علیہ وسلم نے منع فرمایا کتے کے دام سے مگر شکاری کتے کے۔ گو ترمذی نے اس کو [illegible] اس کی تائید میں موجود ہیں سب سے پہلے یہی حدیث ذیل تو ان سے [illegible] تحسن تو ضرور ہمرتبی سے اور وہ بھی قابل عبت ہے۔ بیہقی اس میں یہ نکتہ [illegible] صحیح نہیں جو اس حدیث میں ہے کیا خوب یہ ہر دو مسلم کے رجال میں جن میں [illegible] بیہقی خود ایک سلسلہ سے حضرت جابرؓ سے ان الفاظ کی حدیث لاتے ہیں نھی عن ثمن کلب الصید الا کلب صید نے منع فرمایا کتے بیچنے سے مگر شکاری کتے کے دام سے۔ یہ حماد کے جو اس کے سلسلہ میں ہے [illegible] حدیث کے نزدیک یہ کھلی مرفوع حدیث ہے۔ کہتے ہیں کہ سعید ابن جریج نے حماد سے [illegible] کہنے میں شک کیا ہے حالانکہ شک اس کے رفع میں مضر نہیں۔ اگر رفع حقیقی نہیں تو حکمی ہے [illegible] سفیان ثوری دارقطنی روایت کو حضرت جابرؓ سے لاتے ہیں اور ان کے الفاظ یہ ہیں لا اعلمہ الا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ اس کو میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے جانتا ہوں تو اب [illegible] مرفوع ہوئی۔ مزید برآں ہی [illegible] ہیں کہ ہیثم بن جمیل نے حماد سے [illegible] سے بھی [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم

Maktaba Tul Ishaat.com

لیجئے اب رفع میں کیا شک رہا مورثیم فقہ ہیں اور زیادتی ثقہ کی بلاشک مقبول ہے۔ اسی وجہ سے شافعی حضرات جابر سے روایت لائے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بلی کھانے کی قیمت سے منع فرمایا۔ مگر غلط کاری کی۔ اس کے راوی سب فقہ ہیں۔ بہرحال ان استثنا کی احادیث میں سے کسی کی اسناد میں ضعف پایا بھی جائے تو وہ ضعف یہ حدیث سے قوت پکڑ لیتا ہے اور کم از کم حسن کے درجہ تک پہنچ جاتا ہے جو حجت کے لئے کافی ہے۔ اب رہا ان احادیث کا جواب جن سے شافعی حجت لائے ہیں تو ان کا جواب یہ تو وہی ہے جو دیا گیا کہ یہ عام ہیں ہر کتے کی بیع کو جو ان احادیث صحیحہ ان کی تخصیص کرتی ہیں اور شکاری یا کھیتی۔ گھر جانور حل کی رکھوالی کرنے والے کتے کو اس حکم عام سے مستثنیٰ کرتی ہیں۔ یا یہ کہ ممانعت کی احادیث منسوخ ہیں کہ ابتدا میں ہر کتے کی بیع ممنوع تھی۔ آنحضرت نے کتے کی قیمت حرام فرمادی تھی۔ مگر بعد میں اجازت مرحمت فرمائی۔ چنانچہ مروی ہے آنجناب نے شکار کتے کی قیمت لینے پر مارنے والے کو چالیس درہم ادا کرنے کا حکم دیا۔ اور کھیتی کی چوکسی کرنے والے کتے مارنے پر ایک گائے کا جو ابن الملاک نے اس کا ذکر کیا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ممانعت کی احادیث میں کتا سے مراد ہو اور ان میں وہ کتا جو سدھایا ہوا ہو نفع اندوزی کے قابل ہو۔ امام صاحب قبل کے [illegible] جیسا کہ لائے ہیں وہ یہ کہ کتا برے شریف بہرحال ناپاک ہے کیونکہ اس کے چاٹنے اور اس [illegible] کی اجازت ہے چنانچہ بخاری میں ابی ہریرہ رضی سے مرفوع روایت اس مضمون کی ہے جس سے کتا پاک ہے اس میں سے ہر برتن کا [illegible] قیراط کم ہوتا ہے مگر کھیتی اور جانوروں کا رکھوالا کتا۔ پھر ابن [illegible] کے واسطہ سے جو روایت لائے ہیں اس میں شکاری کتے کی بھی استثنا ہے جب کتا ناپاک ہے اور نفع اندوزی کے بھی قابل اور ملک میں اس کا شمار ہوا تو اس پر خرید و فروخت بھی ہو سکتی ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے اس کو ملک بنایا پھر اس کی ذاتی نجاست بیع میں جارح نہیں جس طرح امام شافعی نے سمجھا ہے۔ کیونکہ مثلاً ہاتھی نجس ہے مگر اس میں خرید و فروخت جائز ہے اور ملک بھی قرار پاتا ہے۔ اسی طرح کتا بھی۔

۳۴۲ ح ۲

ابوحنیفۃ عن ابی یعفور عن حدثہ عن عبداللہ بن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعث عتاب بن اسید الی اہل مکۃ فقال انہھم عن شرطین فی بیع وعن بیع وسلف وعن ربح ما لم یضمن وعن بیع ما لیس عندک۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا عتاب بن اسید کو اہل مکہ کی طرف یہ کہہ کر کہ منع کرو ان کو بیع میں دو شرطوں کے کرنے سے۔ بیع اور قرض سے۔ غیر مضمون چیز سے نفع اٹھانے سے۔ اور قبضہ نہ کی ہوئی چیز کو بیچنے سے۔

فائدہ۔ حدیث میں دو شرطوں کی قید اتفاقی ہے کیونکہ بیع میں ایک شرط بھی ناجائز ہے۔ ان جملات کی تشریح حسب ذیل ہے۔

بیع میں دو شرطوں کے کرنے کی صورتیں چند ہیں جو سب ناجائز ہیں۔ ایک یہ کہ ایک شخص مثلاً کسی کو اپنا غلام اس شرط سے بیچتا ہے کہ وہ بھی اپنا گھر اس کے ہاتھ بیچ دے۔ دوسری یہ کہ کہے کہ میں یہ چیز تیرے ہاتھ [illegible] تو اس روپے میں بیچتا ہوں اور ادھار بیس میں۔ تیسری یہ صورت جیسا کہ بعض نے لکھا ہے کہ کہے کہ مثلاً یہ چیز

Maktaba Tul Ishaat.com

میرے ہاتھ بیچتا ہوں بایں شرط کہ اس کو دھلا بھی دوں گا اور سلوا بھی دوں گا تو فرمایا [illegible] بیع اور قرض کی یہ شکل ہے کہ مثلاً کہے کہ یہ چیز میرے ہاتھ بیچتا ہوں اس شرط سے کہ تو مجھ کو اتنے [illegible] دے دے۔

غیر مضمونہ چیز سے نفع اندوزی کی یہ صورت ہے کہ مثلاً ایک شخص نے ایک شخص سے کوئی چیز دکان [illegible] خریدار نے اس پر قبضہ نہیں کیا اور قبل قبضہ اس چیز سے کرایہ لینے کا معاملہ کر لیا تو یہ [illegible] کرایہ کا حق بائع کو ہے کیونکہ ایسی صورت میں اگر چیز بائع کے ہاتھ [illegible] اٹھ جانے کا مستحق بائع ہی ہوگا نہ خریدار۔

بیع غیر مقبوضہ چیز کی صانت نقل [illegible] ہے کہ ہر چیز کا [illegible] بیع حرام ہوتی ہے

ابو حنیفۃ عن عبد الملک عن نقرۃ عن ابی سعید الخدری قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یبتاع احدکم عبدا ولا امۃ نبہ شرط فانہ عقد فی الرق۔

قال حدیث کے الفاظ [illegible] نشان کئے ہیں وہ حدیث کی مشکل باتوں کی [illegible] کا مدبر ہونا اور لونڈی کا ام ولد ہونا ان میں ناقل [illegible] معنی معروف مراد لیتے ہیں ان کے نزدیک یہ لونڈی [illegible]

باب النظر عن المعسر ۱۷۷

حماد عن ابیہ عن ابی مالک الاشجعی قال حدثنی ربعی بن عداش عن حذیفۃ قال یؤتی بعبد الی اللہ تعالی یوم القیامۃ فیقول لہ ربی ما عملت الا خیرا مما اردت بہ الا لقاءک فکنت اوسع علی الموسر وانظر عن المعسر فی قول اللہ تعالی انا احق بذلک منک فتجاوز عن عبدی فقال ابو مسعود الا ہکذا

باب [illegible]

Maktaba Tul Ishaat.com

وَاَشْهَدُ عَلٰى رسول الله صلى الله عليه وسلم انه سمعه منه ؛

انہوں نے (حضرت حذیفہؓ نے) اس حدیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ (یا یہ مطلب کہ میں نے یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے ؛

فائدہ: یہ حدیث صحاح میں اس کے قریب قریب لیکن ہم معنی و مطلب الفاظ سے وارد ہے۔ یہ گویا اس مقصد کے لئے ایک زرین سبق ہے اور ایک نصیحت بخش درس کہ معاملات میں لوگوں کے ساتھ نرمی و رعایت یعنی اور لین دین میں ان کے ساتھ درگذر و سہانی سے کام لینا اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ محبوب و پسندیدہ ہے کیونکہ وہ بھی اپنے بندوں کے ساتھ اغماض و چشم پوشی سے پیش آتا ہے۔ کبھی اپنی صفت رحیمی سے بہت سے گناہوں ہی معاف فرما دیتا ہے۔ اور کبھی جوش رحمت میں تمام گناہوں پر یکسر قلم عفو کھینچ دیتا ہے ؛

۳۴۵ حم ۲

ابو حنیفة عن اسماعيل عن ابي صالح عن ام هانئ قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من اشتد على امتي بالتقاضي اذا كان معسرا شدد الله تعالى في قبره ؛

حضرت ام ہانی کہتی ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص نے میری امت کے تنگدست پر تقاضے میں تشدد برتا تو اللہ تعالیٰ قبر میں اس کے ساتھ سختی کرے گا ؛

فائدہ: یہ حدیث بھی پیشتر حدیث کے مضمون کی مزید تشریح کرتی ہے کہ جو قرضدار تنگدست نادار مفلس ہو اور فی الوقت ادائیگی قرض پر دراصل قدرت نہ رکھتا ہو تو اس پر بے جا غیر واجبی سختی و درشتی برتنی اور طرح طرح کے دباؤ ڈال کر اس کے دائرہ حیات کو تنگ کرنا اور اس کی زندگی کو تلخ کرنا اللہ رب العزت کو سخت ناپسند ہے چنانچہ اس کی پاداش میں قرض خواہ پر اس کی قبر میں سختی برتی جائے گی ؛

باب ۱۷۸ النهي عن الغش في البيع والشراء

باب اس بیان میں کہ خرید و فروخت میں دھوکے بازی ممنوع ہے!

۳۴۶ حم ۲

ابو حنیفة عن عبد الله عن ابن عمر عن النبي صلى الله عليه وسلم انه قال ليس منا من غش في البيع والشراء ؛

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے خرید و فروخت میں دھوکے بازی کی وہ ہم میں سے نہیں ہے ؛

فائدہ: ہم میں سے نہ ہونے کے معنی یہ کہ اس میں ہم مسلمانوں جیسے اخلاق و عادات نہیں اور نہ وہ سنت اسلامی پر ہے۔ ترمذی میں حضرت ابی ہریرہؓ سے اس مضمون کی روایت وارد ہے کہ آنحضرتؐ ایک مرتبہ غلہ کے ایک ڈھیر پر سے گذرے آپ نے اس کے اندر اپنا ہاتھ ڈالا۔ تو آپ کی انگلیاں تر و نمناک ہو گئیں آپ نے غلہ کے مالک سے فرمایا۔ یہ تری کیسی اس نے کہا کہ یا رسول اللہ اس پر بارش پڑی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ پھر تو نے اس کو اوپر کیوں نہیں کر دیا۔ کہ لوگ اس کو دیکھ لیتے۔ پھر آپ نے فرمایا جس نے دھوکہ دیا وہ ہم میں سے نہیں ہے ؛

Maktaba Tul Ishaat.com

حماد عن ابیه عن حماد بن ابی سلیمانؒ قال اوّل من ضرب الدینار تُبَّعٌ وهو اسعد ابوکرب واوّل من ضرب الدراهم تُبَّعٌ الاصغر واول من ضرب الفلوس واذارها فی ایدی الناس نمرود بن کنعان ؛

حماد بن ابی سلیمان نے کہا کہ سب سے پہلا وہ شخص جس نے سونے پر سکہ لگایا تبع یعنی اسعد ابوکرب ہے اور اول وہ آدمی جس نے چاندی پر سکہ لگایا وہ تبع اصغر ہے اور پہلا وہ آدمی جس نے پیسہ کا سکہ نکالا اور اس کو لوگوں میں چلن دیا وہ نمرود بن کنعان ہے۔

فائدہ: یہ کنعان حضرت نوح علیہ السلام کا پوتا ہے ؛

کتاب الرّھن! ۱۷۹ کتاب رہن کے بیان میں

ابوحنیفة عن حماد عن ابراهیم عزاه عن عائشة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم اشتری من یهودی طعامًا ورهنه درعًا ؛

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے غلہ خریدا۔ اور اس کے پاس زرہ رہن رکھ دی۔

فائدہ: یہ آنحضرت کی زرہ لوہے کی تھی۔ اور آپ نے تیس صاع کی مقدار میں جو خریدے تھے اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ آنجناب کی زرہ تاوقات پدرانہ تصرف کردی تھی۔ ابن الطلاع نے کہا ہے کہ آنحضرت کے وصال کے بعد اس کو چھڑایا۔ اس حدیث سے رہن کے سلسلہ میں کئی مفید و کارآمد مسائل کا استنباط ہوتا ہے اول یہ کہ اس سے معلوم ہوا کہ یہود یا دیگر ذمیوں سے مسلمان کا دین و خرید و فروخت کے معاملات کرنا جائز ہیں۔ اگرچہ یہود سود خوار ہے جس پر قرآن کریم شاہد ہے۔ گویا شریعت نے مسلمانوں کا ان سے لین دین رکھنا روا رکھا ہے۔ دوسرے یہ کہ جس کسی کا اکثر مال حرام ہو تو اس سے کوئی چیز لینا جائز ہے وقتیکہ یہ معلوم نہ ہو کہ یہ خاص چیز اس نے ناجائز طریق حرام سے حاصل کی ہے۔ تیسرے یہ کہ شہر میں بھی رہن جائز ہے گو قرآن کریم میں سفر میں رہن کا ذکر ہے مگر یہ ذکر اس مسئلہ کی خصوصیت کے لئے نہیں ہے۔ پھر یہاں اس مسئلہ کی وضاحت بھی بے موقع نہیں ہوگی کہ گروی رکھی ہوئی چیز سے نفع اندوزی کا حق نہیں رکھتا کیونکہ یہ چیز بمنزلہ امانت کے ہے اگر وہ شے مرہون سے کچھ فائدہ اٹھائے تو وہ سود ہے۔ لہٰذا

Maktaba Tul Ishaat.com

لفظوں میں اللہ دیرکب اذا کان مرھونا ولمن الدرھم بہ اذا کان مرھونا وعلی الذی یرکب ویشرب نفقتہ کہ سواری کے جانور کی سواری لی جائے جب کہ وہ گروی ہو اور دودھ دینے والے جانور کا دودھ پیا جائے جبکہ وہ گروی ہو۔ اور جو سواری لیتا ہے یا دودھ پیتا ہے اسی کے ذمہ اس کا خرچ یعنی دانہ چارہ ہے ۔

کتاب الشفعۃ!

کتاب شفعہ کے بیان میں!

ابو حنیفۃ اخبرنا قال اخبرنا ابو یحیی اکتب الی ابن سعید ابن جعفر عن سلیمان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الجار احق بشفعتہ ۔

حضرت سلیمان رضی سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑوسی زیادہ حقدار ہے اپنے شفعہ کی وجہ سے ۔

ف: مسئلہ شفعہ کی بہ سب تشریح و وضاحت متصل حدیث میں آرہی ہے ۔

ابو حنیفۃ عن عبد الکریم عن المسور بن مخرمۃ قال اراد سعد بیع داریہ فقال لجارہ خذھا بسبعمائۃ فانی قد اعطیت بھا ثمانمائۃ درھم ولکن اعطیتکھا لانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول الجار احق بشفعتہ ۔

حضرت مسور بن مخرمہ سے روایت ہے کہ حضرت سعد بن مالک نے اپنے گھر کو بیچنے کا ارادہ کیا۔ تو آپ نے پڑوسی (حضرت ابو رافع) سے کہا کہ تم اس کو سات سو میں لے لو۔ درانحالیکہ مجھ کو اس کے آٹھ سو درہم مل رہے ہیں۔ لیکن میں تم کو رکم قیمت صرف سات سو میں اس لئے دینا چاہتا ہوں کہ میں نے سنا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے۔ کہ پڑوسی زیادہ حق دار ہے اپنے شفعہ کی وجہ سے ۔

وفی روایۃ عن المسور عن رافع بن خدیج قال عرض علی سعد بیتا فقال لہ خذہ اما انی قد اعطیت بہ اکثر مما تعطینی ولکنک احق بہ فانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول الجار احق بشفعتہ ۔

اور ایک روایت میں یوں ہے کہ مسور رافع بن خدیج سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ حضرت سعد نے اپنے گھر کا معاملہ میرے سامنے پیش کیا اور مجھ سے کہا کہ اس (گھر) کو تم لے لو اور البتہ مجھ کو اس سے زیادہ قیمت مل رہی ہے جو تم مجھ کو اس کی دیتے ہو۔ لیکن تم اس کے زیادہ حقدار ہو۔ کیونکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سن چکا ہوں کہ ہمسایہ زیادہ حقدار ہے اپنے شفعہ کے سبب ۔

وفی روایۃ عن المسور عن رافع مولی سعد انہ قال لرجل یعنی سعدا خذ ھذا البیت باربعمائۃ

ایک اور روایت میں اس طرح ہے کہ مسور رافع سعد کے آزاد کردہ غلام سے روایت کرتے ہیں انہوں نے (یعنی سعد نے ایک شخص سے کہا کہ اس گھر

Maktaba Tul Ishaat.com

فيقول اما انى اعطيتك ثمانمائة درهم ولكنى اعطيتك لحديث سمعته من رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول الجار احق بشفعته ۔

کوئی چار سو میں سے لے اور یہ کہنے کے لیے کہ البتہ تجھ کو میں نے آٹھ سو درہم دیے ہیں لیکن میں نے تجھ کو اس حدیث کی وجہ سے دیا ہوں جو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن چکا ہوں کہ آپ فرماتے تھے کہ پڑوسی زیادہ حق دار ہے اپنے شفعہ کی وجہ سے ۔

وفى رواية عن سعيد بن مالك الله عز وجل بيشاله صلى الله عليه وسلم يقول الجار احق بشفعته ۔

ایک اور روایت میں حضرت سعید بن مالک سے [illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ پڑوسی [illegible] کے شفعہ کی وجہ سے ۔

[illegible]

Maktaba Tul Ishaat.com

تقضی بالشفعۃ بالجوار کہ آنحضرت نے پڑوس کے باعث شفعہ کا حکم صادر فرمایا۔ مذہب حنفیت کے
بطلان کے سلسلہ میں مخالفین نے دو پہلو اختیار کئے ہیں اول تو یہ کہتے ہیں کہ احناف کے مذہب کی اعادیث
لفظ جار سے مراد پڑوسی نہیں جو اس کے معنی مشہور ہیں بلکہ شریک اور کسی مکان یا زمین میں حصہ دار۔
کیونکہ یہ اس [illegible] کی رکاکت کو مار جاتا ہے کیونکہ اول تو یہ حقیقت
خلاف [illegible] کیونکہ اس کے حقیقی معنی وہ ہی معنی مشہور پڑوسی و ہمسایہ کے ہیں علی محالہ یہ معنی مجازی ہوں
اور مجاز کے لئے کوئی قرینہ اور دلیل چاہیے۔ اور یہاں کوئی دلیل نہیں۔ دلیل اگر ہے تو یہ ہی کہ کسی صورت
[illegible] کا مذہب ثابت نہ ہو سکے۔ یہ حدیث کی تاویل کی
[illegible] دلیل [illegible] ہیں۔ بلکہ غور تو فرمایئے کہ اپنی ایک حدیث کو بنانے کی خاطر جس کی
[illegible] سے اتنی کثیر تعداد روایات صحیحہ صریحہ صحیح الالفاظ کو توڑا مروڑا جائے اور ایسی رکیک
[illegible] کو کس قدر کا تقاضا ہے اور کس انصاف کے پیش نظر دوسرے دیگر روایات صحیحہ ہیں
[illegible] کی سخت تردید کرتی ہیں۔ منہا نصائی۔ ابن ماجہ۔ ابن ابی شیبہ عمرو بن شرید سے روایت نقل کرتے ہیں
[illegible] اپنے والد سے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میری زمین ہیں نہ کسی کا کوئی حصہ ہے نہ شرکت
[illegible] پڑوس سے [illegible] فرمایا کہ پڑوسی زیادہ حقدار ہے اپنی نزدیکی کی وجہ سے۔ تو یہ حدیث بآواز بلند کہہ رہی
ہے کہ حق شفعہ شرکت حصہ داری کے علاوہ پڑوس کے سبب بھی ہے اور یہ کہ جار بہ معنی شریک نہیں۔ اس سے
[illegible] ان کو کوئی حدیث چاہیئے۔ چنانچہ امام طحاوی نہایت تعجب و افسوس کے پہلو سے کہتے ہیں۔
[illegible] الشافعیۃ العمل بمثل ھذا الحدیث مع شھرتہ وصحتہ وھم سموا انفسھم باصحاب
الحدیث وکیف یراد بالجار الشریک وقد اخرج ابن ابی شیبۃ الخ کہ شافعیہ نے اس جیسی حدیث
پر عمل ترک کیا باوجود اس کے وہ مشہور ہے اور صحیح۔ حالانکہ انہوں نے اپنا نام اصحاب حدیث یا اہلحدیث
رکھا ہے۔ اور جار سے شریک مراد کیسے لیں۔ جبکہ ابن ابی شیبہ یہ حدیث لائے ہیں پھر یہ ہی مذکور حدیث
نقل کی ہے۔ واقعی تعجب کی بات ہی ہے کہ یہ دعوی حدیث دانی اور پھر صحیح احادیث سے ایسی روگردانی
اور ان کی ایسی غلط ترجمانی کیسی عقلمند کو اس پر کیوں تعجب نہ ہو۔ پھر مزید برآں نسائی۔ ابن ماجہ طحاوی انہیں
شریک سے بدیں الفاظ روایت نقل کرتے ہیں ان صلی اللہ علیہ وسلم قال الجارہ الشریک احق
بالشفعۃ ماکان یاخذ ھا یعنی کہ آپ نے فرمایا پڑوسی اور شریک زیادہ حقدار ہے شفعہ کے بابت
جب بھی ہو یا تو لے اس کو یا چھوڑ دے۔ تو اس میں شریک کا عطف جار پر کیا ہے جو مغائرت کو بتاتا ہے
غرض اس قسم کی تمام روایات ناطق ہیں کہ جار کی تفسیر شریک سے کرنی کوئی معنی نہیں رکھتی دوسرا پہلو
انہوں نے تردید مذہب حنفیہ میں یہ اختیار کیا کہ حضرت جابر کی صحیح احادیث جو عبدالملک بن ابی سلیمان
کے واسطہ سے ہے اس کو ضعیف ثابت کرنے کے لئے ایڑی سے چوٹی تک کا زور لگایا۔ مگر یہ کوشش
پہلی کوشش سے زیادہ مضحکہ خیز ہے۔ ان کی یہ عادت ہے کہ جب کسی مذہب کے راوی کو کمزور دیکھتے
چاہیں تو پھر کسی نہ کسی جرح کرنے والے کو ٹٹول ہی لاتے ہیں۔ اس سے بحث نہیں کہ وہ کون ہے۔ ایک

Maktaba Tul Ishaat.com

باکئی - پھر اس کے قول کو اس قدر اچھالتے ہیں - اور اس کی بات کو اس قدر مضبوط کرنے کی کوشش کرتے
ہیں کہ راوی بے حقیقت ہو کر رہ جاتا ہے - چنانچہ یہاں ان کو صرف شعبہ مل سکے جنہوں نے عبدالملک بن
کلام کیا ہے - تو ہم شریروں کا پورا جتھہ کا جتھہ اس غریب پر لپیٹ پڑا - اور ہر طرف سے یہ آواز آنے لگی کہ یہ ضعیف
ہے - صاحب تنقیح نے صاف کہا ہے کہ اس حدیث کے ذیل میں شعبہ کا طعن عبدالملک میں کوئی قباحت
نہیں پیدا کرتا - کیونکہ وہ ثقہ ہے اور شعبہ ماہرین نقد میں نہیں - اور شعبہ کے علاوہ انہوں نے اس میں کلام کیا ہے
وہ محض شعبہ کی اتباع میں - واقعی ان کی یہ عادت بن گئی ہے کہ جب کسی ایک کے ساتھ [illegible] ملا لیتے ہیں تو پھر وہ بار بار شعبہ
ایک نہیں بنتا بلکہ ناس سے بدل جاتا ہے - اور کہنے لگتے ہیں کہ تکلم فیہ الناس کہ لوگوں نے اس میں کلام کیا ہے
گویا ناس سے خود اپنے کو ہٹا لیتے ہیں [illegible] اس لئے صاحب تنقیح نے اس کو کہا ہے
پھر صاحب تنقیح کہتے ہیں کہ اسلم بن عبدالملک [illegible] اور بخاری اس سے استدلال کرتے ہیں [illegible]
نے بھی مختصر النسائی میں اس [illegible] ظن بھی ڈالا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ شعبہ
سے کسی نے کہا - کہ حضرت آپ عبدالملک [illegible] بڑے بڑے ہیں جو حسن بن حی سے روایتیں لیتے ہیں
جی ہاں میں اس کے حسن ہی سے بھاگتا ہوں [illegible] عبدالملک سے بھاگتا ہوں
میں کس قدر دایات لائے ہیں جن سے وہ بچ نکلے ہیں - صاحب کمال نے [illegible]
کیا ہے کہ عبدالملک میں کلام کیا جاتا ہے - مگر عبدالملک ثقہ ہے صدوق ہے [illegible]
خرابی نہیں نکالی جا سکتی - ترمذی نے بھی اس کے حق میں [illegible] کہا ہے - مگر ان کا یہ قول [illegible]
پہلے لکھ آئے ہیں - کہ راوی کی سب سے بڑی [illegible]
یہ پہلو بھی کارگر نہ ہوا - اور اب اس [illegible]
اپنے ظاہری معانی پر دال ہیں - اور کسی طرح قابل [illegible] نہیں [illegible]
ہے اس کے کئی جوابات دیے جا سکتے ہیں جو فریق ثانی [illegible] اور موافق [illegible]
کرنے سے دوسری چیز کا انکار کرنا نکلتا ہے - مثلاً [illegible]
لئے شفعہ کا انکار کرنا نکلتا ہے - دوسرے حدیث میں [illegible]
لئے ہے - لیس لی فلا شفعۃ کا لفظ جو اصل مدعا [illegible]
اور دوزانو بیٹھنا ہے کہ جب حدود قائم کر دی جائیں [illegible]
نہیں - یہ معنی کیوں مراد نہ ہوں [illegible]
میں پھر شرکت کا شفعہ نہیں جس کا بیان چل رہا ہے [illegible]
ایک مستقل حیثیت رکھتا ہے جس کے [illegible]
کا انکار کیوں ہو۔

۳۵۱/۲۲ **ابوحنیفۃ** عن سلمۃ بن کہیل عن
معروق عن عائشۃ قالت قال النبی [illegible]

Maktaba Tul Ishaat.com

صلی اللہ علیہ وسلم اذا اراد احدکم ان یضع خشبۃ فی حائطہ فلا یمنعہ ۔

کوئی اپنی لکڑی اپنی یا اپنے پڑوسی کی دیوار پر رکھنی چاہے تو پڑوسی کو نہ چاہیئے کہ اس کو اس سے روکے ۔

فتنہ ۔ اس میں اختلاف ہے کہ آنحضرت کا یہ حکم وجوبی ہے یا ندب کے طور پر۔ امام ابوحنیفہ و شافعی رح دوسری شق کے قائل ہیں اور امام مالک سے دو روایات ہیں ایک پہلی شق کے موافق دوسری دوسری کے مطابق ۔

کتاب المزارعۃ! — کتاب کھیتی کے بیان میں!

۱۸۱

ابوحنیفۃ عن ابی الزبیر عن جابر قال نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن المخابرۃ ۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا مخابرہ سے ۔

۳۴۲ ۳۴۳ ۱ حم

فتنہ ۔ مزارعہ و مخابرہ ہر دو قریب المعنی الفاظ ہیں ۔ اور زمین کو کرایہ پر دینے کی دو شکلیں ہیں ۔ مزارعہ یہ کہ پیداوار کے کسی حصہ کے عوض میں مثلاً ایک تہائی یا ایک چوتھائی کے بدلے زمین کو کرایہ پر دیا جائے اور بیج مالک زمین کا ہو ۔ مخابرہ میں بھی یہی صورت ہوتی ہے مگر اس میں بیج عامل کا ہوتا ہے ۔ یہ ہر دو صورتیں کرایہ دینے کی امام ابوحنیفہ ، مالک و شافعی رح کے نزدیک اسی جیسی احادیث کے ماتحت ناجائز ہیں ۔

ابوحنیفۃ عن ابی حصین عن رافع بن خدیج عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ مر بحائط فاعجبہ فقال لمن ھذا فقلت لی فقال ممن اخذتہ فقلت استاجرتہ فقال قد لا تستاجرہ بشیء ۔

حضرت رافع بن خدیج سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ایک باغ پر ہوا ۔ جو آنجناب کو بہت پسند آیا ۔ آپ نے فرمایا یہ کس کا ہے ۔ (کہتے ہیں کہ) میں نے کہا یہ میرا ہے ۔ پھر آپ نے فرمایا کہ یہ تم نے کہاں سے لیا ۔ میں نے کہا کہ میں نے اس کو اجارہ لیا ہے ۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو پیداوار کے کسی حصہ کے عوض اجارہ نہ لینا ۔

وفی روایۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم مر ببستان فقال لمن ھذا فقلت لی وقد استاجرتہ فقال قد لا تستاجرہ ۔

اور ایک روایت میں یوں ہے ۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک باغ پر گذرے ۔ تو آپ نے فرمایا کہ یہ کس کا ہے ۔ حضرت رافع کہتے ہیں میں نے کہا یہ میرا ہے ۔ اور میں نے اس کو اجارہ پر لیا ہے ۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو اجارہ نہ لے ۔

فتنہ ۔ بھی گزارہ میں کو کرایہ پر لینے کی مذکورہ صورت ہے جو ناجائز ہے ۔

Maktaba Tul Ishaat.com

كتاب الفضائل!

باب ۱۸۲ فضائل النبي صلى الله عليه وسلم

ابوحنيفة عن الهيثم وربيعة عن انس ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قبض وهو ابن ثلث وستين وقبض ابوبكر وهو ابن ثلث وستين وقبض عمر وهو ابن ثلث وستين ۔

فائدہ: حضرت علی کی وفات ہی بروے اس روایت کے اور روایتوں کی سال کی تیرہ دن والی اور دوسرے تاریخ نے ایک سن عمر میں وفات پائی۔ البتہ حضرت عثمان کی وفات کچھ اختلاف ہوئی ۔

ابوحنيفة عن يحيى بن سعيد عن انس قال بعث رسول الله صلى الله عليه وسلم على رأس اربعين سنة فاقام بمكة عشرا وبالمدينة عشرا وتوفي رسول الله صلى الله عليه وسلم وباقي لحيته ورأسه عشرون شعرة بيضاء ۔

فائدہ: اس حدیث کی رو سے آنحضرت کی عمر پاک ساٹھ برس کی ہوئی مسلم و ترمذی میں اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ آنجناب کی وفات ہوئی تریسٹھ برس کی عمر میں اور روایت یہ بھی ہے کہ آنجناب کی وفات پینسٹھ برس کی عمر میں ہوئی۔

ابوحنيفة عن ابي الزبير عن جابر قال كان النبي صلى الله عليه وسلم يصرف بوجهه الطيب اذا انصرف من الليل ۔

فائدہ:

Maktaba Tul Ishaat.com

راستہ ہوتا ہے۔ حضرت ثابت بن انس سے یوں بھی روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے عنبر یا مشک یا اور کسی خوشبو کی چیز کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زائد مہک میں پاکیزہ نہیں پایا۔ اور چھونے میں دیباج یا ریشم کو آپ سے زائد نرم تر نہیں پایا۔

۳۵۷ ابو حنیفۃ عن حماد عن ابراھیم عن علقمۃ عن عبد اللہ بن مسعودؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یعرف باللیل اذا اقبل الی المسجد بریح الطیب۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بوقت شب جب مسجد تشریف لاتے تو اپنی پاکیزہ خوشبو سے پہچان لئے جاتے۔

ف:۔ آنجناب کو خوشبو بہت محبوب تھی۔ اور اس کو آپ بہت استعمال فرماتے۔ یہاں تک کہ جب راستہ چلتے تو ہوا معطر ہو جاتی۔ اور قرب و جوار میں مہک و خوشبو پھیل جاتی۔

۳۵۸ ح ابو حنیفۃ عن محارب عن ابن عمر قال کان لی علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم دین فقضانی وزادنی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر میرا کچھ قرض تھا۔ آپ نے وہ ادا فرمایا اور مجھ کو اور زائد دیا۔

ف:۔ گویا یہ مزید عنایت و بخشش تھی اور آنجناب کی طرف سے ایک حسن سلوک۔

۳۵۹ ح ابو حنیفۃ عن ابراھیم عن انس بن مالک قال ما مسست بیدی خزا ولا حریرا الین من کف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔

حضرت انس بن مالک کہتے ہیں کہ میں نے نہیں چھوا کسی خز (ایک اون اور ریشم ملا ہوا کپڑا) یا ریشم کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی سے زیادہ نرم ہو۔

وفی روایۃ ما رئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماداً رکبتیہ بین جلیس لہ قط۔

اور ایک روایت میں یوں ہے کہ آپ کو کسی نے کبھی نہیں دیکھا کہ آپ نے ہم جلیس سے زانوئے مبارک آگے بڑھائے ہوں۔

ف:۔ ترمذی میں حضرت انس رضؓ سے یوں روایت ہے کہ جب آپ کسی شخص سے مصافحہ کرتے تو جب تک وہ خود اپنا ہاتھ نہ کھینچتا۔ آپ ہاتھ اس کے ہاتھ میں سے نہ نکالتے۔ اسی طرح اس سے روگردانی نہ فرماتے جب تک وہ خود منہ پھیر کر نہ چلا جاتا۔ اور زانوئے مبارک ہم جلیس کے سامنے نہ پھیلاتے۔

۳۶۰ ح ابو حنیفۃ عن ابراھیم عن ابیہ عن مسروق انہ سأل عائشۃ عن خلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالت اما تقرأ القرآن۔

حضرت مسروق سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضؓ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے بارہ میں معلومات کرنی چاہی۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ کیا تم قرآن نہیں پڑھتے۔

ف:۔ گویا اس سوال سے یہ بتانا چاہتی ہیں کہ قرآن پورا کا پورا آنحضرت کی عادات طیبہ خصائل حمیدہ کی صحیح ترجمانی کرتا ہے۔ اور آپ کی اخلاقی زندگی اور سیرت پاک کا نہایت واضح و روشن نقشہ سامنے

Maktaba Tul Ishaat.com

رکھتا ہے۔ یا یوں کہیے کہ خود آنحضرت اپنے اخلاق پاک عادات پسندیدہ و اعمال ہر گزیدہ سے قرآن کریم کی صحیح تفسیر و تشریح فرماتے تھے۔ لہٰذا جو آپ کے اخلاق سے ناواقف ہے تو وہ گویا قرآن مجید سے ناآشنا ہے اور اس کے مطالب سے نابلد ہے۔

۳۶۱ (۱۰)

ابوحنیفۃ عن مسلم عن انس قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یجیب دعوۃ المملوک ویعود المریض ویرکب الحمار۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غلام کی دعوت قبول فرماتے بیمار کی مزاج پرسی کرتے اور حمار پر سوار ہوتے۔

ف: مملوک سے یا تو وہ غلام مراد ہے جو آزاد کر دیا گیا ہے اور اس کو مجازاً غلام کہہ دیا ہے کہ اگر غلام اپنے آقا کی طرف سے آکر دعوت پیش کرتا تو آپ قبول فرماتے یا آنحضرت کو دین و دنیا کی بادشاہت و سروری غیب سے فرمائی تھی۔ لیکن کبر و نخوت و شان آنجناب کے پاس نہ پھٹکی تھی۔ بلکہ اعمال و افعال بزرگوں کی طرح ظاہر فرماتے۔ مثلاً غریب سے غریب آدمی دعوت پیش کرتا تو قبول فرماتے۔ اس کی دل شکنی نہ ہو۔ معمولی آدمی مسلمان بیمار ہوتا تو اس کی مزاج پرسی و عیادت کو تشریف لے جاتے اور اس کو اس کے غمزدہ دل کو ڈھارس ہو۔ سواری کے لیے کبھی حمار کو استعمال فرماتے۔ بعض اوقات گھوڑے پر سوار ہوتے اور بغیر حمار پر مگر آپ تواضع کے طور پر حمار پر بھی سوار ہو لیتے۔

ابوحنیفۃ عن حماد عن ابراھیم عن الاسود عن عائشۃ قالت کانی انظر الی بیاض قدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حیث اتی الصلوٰۃ فی مرضہ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں گویا میں مسجد ہی کو دیکھ رہی ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفید ہی کو جب کہ آپ اپنی بیماری میں نماز کی تشریف لاتے۔

ف: یعنی مجھ کو وہ منظر اور وہ کیفیت ابھی تک ایسی یاد ہے کہ گویا وہ سب میرے سامنے ہو رہا ہے۔ سارا نقشہ میری نظروں کے سامنے ابھی بھی پھر رہا ہے۔

ابوحنیفۃ عن حماد عن ابراھیم عن الاسود عن عائشۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لما مرض المرض الذی قبض فیہ استقل ان یکون فی بیتی فاحللن لہ قالت فلما سمعت ذلک تمسرعت فکنست بیتی ولیس لی خلام وفرشت لہ فراشا حشو مرفقتہ الاذخر فاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بینہما ذی بین رجلین حتی یضع

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مرض الموت کا حملہ ہوا تو آپ نے ازواج مطہرات سے دریافت فرمایا کہ میں اگلی باری کب لوں گا۔ تو ازواج نے آپ کی اجازت طلب فرمائی۔ جب آپ نے یہ سنا تو اپنی باری عائشہ کو ہبہ فرما دی۔ میرے پاس خادم نہ تھا۔ اور آپ کے لیے بستر بچھایا۔ تکیہ جس میں اذخر گھاس بھری ہوئی تھی۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو آدمیوں کے سہارے

Maktaba Tul Ishaat.com

عبد الله قرشی ۔

لیے ہوئے تشریف لائے۔ اور آپ کو میرے فرش پر بٹھا دیا گیا ۔

فائدہ: کتب صحاح میں آپ کی اجازت طلب کرنے کا واقعہ مجمل و مفصل مذکور ہے ۔

۳۶۴ آخر ۱۱

ابو حنیفة عن یزید عن انس ان ابا بکر رأی عین رسول الله صلی الله علیه وسلم خفة فاستاذن له الی امرأته بنت خارجة وکانت فی حوائط الانصار وکان ذلک راحة الوقت ولا یشعر فاذن ثم مرض رسول الله صلی الله علیه وسلم تلک اللیلة فاصبح فجعل الناس یترامون فامر ابوبکر غلاما له یسمع ثم یخبره فقال اسمعهم یقولون مات محمد صلی الله علیه وسلم فاتاه ابوبکر وهو یقول واقطع ظهراه فما بلغ ابوبکر المسجد حتی ظنوا انه لم یبلغ وارجف المنافقون فقالوا لو کان محمد نبیا لم یمت ۔

فقال عمر لا اسمع رجلا یقول مات محمد صلی الله علیه وسلم الا ضربته بالسیف فخفوا ذلک ۔

فلما جاء ابوبکر والنبی صلی الله علیه وسلم مسجی کشف الثوب عن وجهه ثم جعل یلثمه فقال ما کان الله لیذیقک الموت مرتین انت اکرم علی الله من ذلک

ثم خرج ابوبکر فقال

حضرت انس رض سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری میں افاقہ دیکھا تو اپنی بیوی بنت خارجہ کے پاس چلے کی اجازت چاہی جو انصار کے باغوں میں اقامت پذیر تھیں ۔ حالانکہ یہ افاقہ سبب الاتفاق تھا جس کو نہ سمجھ سکے ۔ آپ نے ان کو اجازت دی ۔ اور پھر اسی رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی ۔ جب صبح ہوئی تو لوگ آنجناب کی طرف سمٹنے لگے ۔ حضرت ابوبکر نے غلام کو حکم دیا کہ حقیقت سن کر ان کو خبر پہنچائے ۔ اس نے کہا کہ میں لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی ۔ پس شتابی کی حضرت ابوبکر نے اور وہ کہتے جاتے ہائے افسوس کمر ٹوٹ گئی ۔ تو حضرت ابوبکر مسجد نہ پہنچے ۔ یہاں تک کہ لوگوں نے گمان کیا کہ آپ کو واقعہ کی خبر نہ ہوئی ۔ اور منافق یہ باتیں بنانے لگے کہ محمد اگر نبی ہوتے تو نہ مرتے اس پر حضرت عمر رض نکل کھڑے ہوئے کہ میں کسی شخص کو یہ کہتا ہوا نہ سنوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم مر گئے ۔ ورنہ تلوار سے اس کی گردن اڑا دوں گا ۔ چنانچہ آپ کے اس قول سے منافق رک گئے ۔

پھر جب حضرت ابوبکر رض آئے ۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کپڑا پڑا ہوا تھا ۔ آپ نے آنحضرت کے چہرہ مبارک سے کپڑا اٹھایا اور پیشانی پر بوسہ دیا اور کہا کہ البتہ اللہ تعالیٰ آپ کو دو موتوں کی تلخی نہیں چکھائے گا ۔ آپ اللہ کے نزدیک اس سے زیادہ بزرگ ہیں ۔ (اس کلام سے حضرت عمر کے قول کی تردید مقصود ہے) پھر حضرت

Marfat.com

Maktaba Tul Ishaat.com

يا ايها الناس من كان يعبد محمدا فان محمدا قد مات ومن كان يعبد رب محمد فان رب محمد لا يموت ثم قرأ وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افان مات او قتل انقلبتم على اعقابكم ومن ينقلب على عقبيه فلن يضر الله شيئا وسيجزي الله الشاكرين قال فقال عمر رض لكانا لم نقرأها قبلها قط فقال الناس مثل مقالة ابي بكر من كلامه وقراءته وبات ليلة الاثنين فمكث ليلتين و يومين ودفن يوم الثلث وكان اسامة بن زيد واوس بن خولى يصبان وعلى والفضل يغسلانه صلى الله عليه وسلم ٭

ابوبکر باہر آئے۔ اور کہا کہ اے لوگو جو محمد کی عبادت کرتا تھا تو محمد تو مر گئے۔ اور جو محمد کے رب کی عبادت کرتا تھا البتہ محمد کا رب نہیں مرے گا۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی وما محمد الا رسول کہ محمد نہیں ہیں مگر ایک رسول البتہ ان سے پہلے بہت رسول گذر چکے ہیں۔ کیا وہ مر جائے یا قتل کئے گئے تو کیا تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے اور جو الٹے پاؤں پھرے گا تو وہ اللہ کو کچھ ضرر نہیں پہنچائے گا اللہ بہت جلد شکر گذاروں کو ثواب دے گا۔ عمر رض نے کہا گویا کہ لوگوں نے اس آیت کو ابوبکر سے پہلے کبھی نہیں پڑھا تھا۔ پھر لوگ بھی حضرت ابوبکر کی طرح کہنے لگے اور وہ رات آپ نے گذاری۔ اور دو رات اور ایک دن آنحضرت کی وفات سے ہوئے اور تدفین کے بعد منگل کے روز آپ کے کئے گئے اور اس وقت غسل دینے حضرت اسامہ بن زید اور اوس بن خولی بن عباس اور علی اور فضل آنحضرت کو غسل دیئے جاتے تھے۔

ف: یہ آنحضرت کی وفات پر حضرت ابوبکر کا استدلال ہے اس کا واقعہ جانکاہ اور سانحہ موت ہر شخص کی عقل گم تھی۔ اور سمجھ چرخ گئی کہ یک بیک چراغ نبوت کیوں گل ہوا اور شعاع ہدایت کیوں بجھ گئی حتیٰ کہ حضرت عمر رض کی ذات پر صفات بھی اس صبر آزما حادثہ کی تاب نہ لا سکی بھی بہک بھی گئے مگر اللہ تعالیٰ نے اس وقت حضرت ابوبکر کو صبر و تحمل کی دولت سے نوازا وہ نہایت دلنشین سبق آموز خطبہ دیا کہ لوگوں کے خیالات صحیح نقطہ پر آگئے عالم بیخودی زائل ہوا۔ عقلیں اپنے ٹھکانے آئیں۔ طبیعتوں کو اپنے کو سنبھالنے کا موقع ملا۔ فرمانے لگے کہ جس نے خدا کے عالم میں جب ابوبکر رض نے وفات کی آیت پہلی ہی بار میں سنی ہے۔

باب ۱۸۳ فضائل شیخین رضی اللہ عنہما!

باب حضرات ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے بیان میں!

ابوحنیفة عن سلمة عن ابی الزعراء عن ابن مسعود رض قال قال رسول الله

Maktaba Tul Ishaat.com

صلی اللہ علیہ وسلم اقتدوا باللذین من بعدی ابوبکرؓ وعمرؓ ہونے والے ابوبکرؓ وعمرؓ کی ۔

ف: دوسری حدیث میں آنجنابؐ نے ہر چہار خلفاء کی پیروی پر زور دیا ہے اور فرمایا کہ خلفائے راشدین مہدیین کی پیروی واتباع کرو۔ ایک جگہ یوں فرمایا ہے کہ میرے اصحاب مثل ستاروں کے ہیں ان میں سے جس کسی کی تم پیروی کرو گے ہدایت پاجاؤ گے۔ لیکن یہاں ان دو بزرگوں کو اس خصوصی فخر سے نوازا کہ انہیں کی پیروی پر زور دیا کیونکہ ان ہر دو حضرات کی شخصیتیں پھر آخر سب سے بالا و برتر ہیں۔ ان کو جو خصوصیت آنحضرت سے نصیب تھی اس میں یہ ہی دو بزرگ ممتاز تھے ۔

۱۸۴ باب فضائل عمارؓ وعبداللہؓ

باب حضرات عمارؓ اور عبداللہؓ بن مسعود کی فضیلتوں کے بیان میں!

ابوحنیفة عن عبدالملك عن ربعي عن حذيفة بن اليمان قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اقتدوا باللذين من بعدي ابي بكر وعمر رضي الله عنهما واهتدوا بهدي عمارؓ وتمسكوا بعهد ابن ام عبد ۔

۳۶۲ ح ۱

حضرت حذیفہؓ بن یمان کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پیروی کرو میرے بعد خلیفہ ہونے والے ابوبکرؓ اور عمرؓ کی اور اختیار کرو سیرت حضرت عمارؓ کی اور مضبوط تھامو وصیت حضرت عبداللہؓ بن مسعود کی ۔

ف: حضرات شیخین کی مدح وتعریف سے کتب صحاح پر ہیں اور مختلف عبارات والفاظ سے آنحضرت نے ہر دو بزرگوں کی توصیف فرمائی ہے۔ کہیں یوں وارد ہے کہ نبیین ومرسلین کو چھوڑ کر تمام اگلے پچھلے ادھیڑ عمر اہل جنت کے یہ ہر دو بزرگ سردار ہیں۔ ایک جگہ یوں ارشاد ہے کہ ابوبکر وعمر میرے کان وآنکھ کی جگہ ہیں۔ ایک مقام میں اس طرح ارشاد ہوا کہ ابوبکر مجھ سے ہیں اور میں ان سے اور وہ دنیا وآخرت میں میرے بھائی ہیں۔ کہیں اس طرح وارد ہے کہ عمر میرے ساتھ ہیں اور میں ان کے ساتھ اور میرے بعد حق ان کے ساتھ ہے کہیں بھی ہو۔ یہ حدیث ابن مسعود کی فضیلت وبرتری پر بھی قطعی حجت ہے اور کھلی دلیل۔ جیسا کہ ملا علی قاریؒ نے کہا ہے۔ اسی لئے حضرت امام اعظمؒ نے بعد خلفائے اربعہ کے آپ کی رائے وبات کو تمام صحابہ میں معیار جانا اور اپنے مذہب کی زیادہ تر بنیاد آپ ہی کے کلام پر رکھی۔ کیونکہ فقاہت وعلم کے میدان میں آپ کا قدم مضبوط ہے۔ عالمانہ درک میں آپ سب سے زائد سربلند ہیں۔ اور آنحضرت کا یہ کلام کہ ان کی وصیت سے تمسک کرو ان کی پیروی لازم ہونے کا پختہ ثبوت ہے۔ علامہ تورپشتی کے خیال میں حدیث ذیل میں عہد سے مراد امر خلافت ہے۔ یعنی آنحضرت یہ فرماتے ہیں کہ درباره خلافت ابن مسعود کی رائے کو قابل قبول جانو۔ چنانچہ ان کے نزدیک حضرت ابوبکر صدیق کے انتخاب کے بارہ میں یہ حضرت ابن مسعود ہی کا کلام ہے کہ کیا ہم اس شخص کو دنیا کی بہبود نمائی کے لئے نہ چنیں جس کو آنحضرت نے ہمارے دین کے لئے چنا۔ بعض کے نزدیک یہ حضرت علی کا مقولہ ہے جیسا کہ ہم لکھ کر آئے ہیں۔ مگر اس لحاظ سے حدیث کے معانی میں دلپسند لطف پیدا ہو جاتا ہے۔ کہ گویا آپ فرماتے ہیں کہ میرے بعد ابوبکر وعمر کی اقتدار کرو۔ جو میرے بعد خلیفہ ہوں گے اور اس بارہ میں حضرت ابن مسعو

Maktaba Tul Ishaat.com

کی رائے کو اہمیت دو اور اسی سے تمسک کرو۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کی تین کنیتیں ہیں۔ اپنے والد کے لحاظ سے یہ ابن مسعود ہیں۔ اپنی والدہ کے اعتبار کے لحاظ سے ابن ام عبد کیونکہ ام عبد ان کی والدہ کی کنیت تھی اور اپنے صاحبزادہ کی نسبت سے ابوعبدالرحمن ہیں +

بَابُ فَضِيلَةِ عُثْمَانَ رض

باب ۱۸۹ حضرت عثمان رضؓ کی فضیلت کے بیان میں!

ابوحنيفة عن الهيثم عن موسى بن ابى كثير ان عمر مر بعثمان وهو حزين قال مايحزنك قال الا احزن وقد انقطع الصهر بينى وبين رسول الله صلى الله عليه وسلم وذلك حدثان ما تت بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم وكانت تحته فقال له عمر ازوجك حفصة ابنتى فقال حتى استامر رسول الله صلى الله عليه وسلم فاتاه فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم هل لك ان ادلك على صهر هو خير لك من عثمان وادل عثمان على صهر هو خير له منك فقال نعم فقال زوجنى حفصة وازوج عثمان ابنتى فقال نعم ففعل رسول الله صلى الله عليه وسلم ۞

موسیٰ بن ابی کثیر کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضؓ حضرت عثمان کے پاس آئے جبکہ آپ (حضرت عثمان رضؓ) غمگین تھے۔ حضرت عمر رضؓ نے پوچھا کہ تم کو کس چیز نے غمگین کیا؟ انہوں نے کہا کہ کیا میں غم نہ کروں جبکہ میرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان رشتہ (داماد کی) کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے اور یہ وہ وقت تھا کہ آنحضرت کی صاحبزادی حضرت رقیہ رضؓ زوجہ حضرت عثمان رضؓ کا انتقال کو کچھ دن ہوئے تھے۔ اس پر حضرت عمر رضؓ نے کہا کہ میں اپنی لڑکی حفصہ رضؓ کا نکاح تم سے کئے دیتا ہوں۔ حضرت عثمان رضؓ نے کہا کہ میں جب تک نہیں ہو سکتا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پوچھ لوں۔ تو آپ حضرت عثمان رضؓ آنحضرت کے پاس آئے اور آپ سے ان سے فرمایا کہ کیا تم کو میں ایسے شخص سے بہتر داماد عثمان کو ایسے شخص سے بہتر زوجہ دوں (حضرت عثمان رضؓ نے کہا ہاں) آپ نے فرمایا کہ میں اپنی صاحبزادی کا نکاح عثمان سے کر دیتا ہوں اور عثمان کی صاحبزادی کا نکاح اپنے سے کر دیتا ہوں۔ حضرت عثمان رضؓ نے کہا بہت بہتر۔ چاہیئے آنحضرت نے ایسا ہی کیا +

فائدہ: اس حدیث سے حضرت عثمان کی فضیلت آشکارا ہے۔ کیا یہ حدیث [illegible] فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی بھیجی ہے کہ اپنے جلد پاؤں رقیہ [illegible] بعض روایات میں یوں ہے کہ حضرت عثمان کہنے لگے کہ آنحضرت کی [illegible] قطار رویا۔ آپ نے مجھ سے پوچھا کیوں روتے ہو؟ میں نے کہا کہ میرے اور آپ کے درمیان رشتہ [illegible] ٹوٹ گیا۔ آپ نے فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام [illegible] کی [illegible] روایت میں ایسا بھی وارد ہے کہ آپ نے فرمایا کہ [illegible]

Maktaba Tul Ishaat.com

مرنی رہیں تو میں ان کا تکفین تدفین کرتا رہوں۔ یہاں تک کہ وہ ختم ہو جائیں ۔

بَابُ فَضَائِلِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

باب حضرت علی رضؓ کی فضیلتوں کے بیان میں!

۳۶۸ ح ۱

ابو حنيفة عن سلمة عن حية العرني وهو الهمداني من أصحاب علي كرم الله وجهه قال سمعت عليا يقول أنا أول من أسلم ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایک شاگرد کہتے ہیں کہ میں نے علی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں پہلا وہ شخص ہوں جو اسلام لایا ۔

ف: اہل سنت والجماعت کا اس میں اختلاف ہے کہ سب سے پہلے شرف اسلام سے کون ممتاز ہوا بعض کہتے ہیں کہ وہ حضرت ابوبکر ہیں۔ بعض کہتے ہیں وہ حضرت علی ہیں۔ بعض اس کے قائل ہیں کہ وہ حضرت خدیجہ ہیں جو کہتے ہیں کہ وہ حضرت بلال ہیں۔ کچھ کہتے ہیں وہ زید بن حارثہ ہیں۔ بعض ان مختلف اقوال کو بدیں صورت ضبط میں لاتے ہیں کہ بالغ مردوں میں سب سے پہلے اسلام لانے والے حضرت ابوبکر ہی ہیں اور عورتوں میں حضرت خدیجہ (جو) ہیں حضرت علی رضؓ آزاد کردہ غلاموں میں حضرت زید اور غلاموں میں حضرت بلال رضؓ پھر یہ بھی واضح رہے کہ اسلام لانے میں سبقت خواہ کسی کو بھی نصیب ہوئی ہو۔ مگر درجہ و مرتبہ میں بالاتفاق سب کے سرتاج حضرت ابوبکر ہی ہیں۔ کیونکہ فضیلت و برتری تمام تر محض سبقت اسلام پر نہیں بلکہ چند اور پیش از پیش اسباب پر مشتمل راہ اسلام میں قربانی دکھلانے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معاونت دنیا میں تنگی و سختی میں۔ تبلیغ اسلام میں سب سے زائد پیش قدمی میں۔ مسلمانوں کی راہنمائی اور کافروں کی گوشمالی میں۔ اسلام کا جھنڈا بلند کرنے اور کفر کا جھنڈا سرنگوں کرنے میں آپ ہی کا نام نامی اور اسم گرامی سب سے پہلے آتا ہے۔ اوروں کو یہ فخر بدرجہ کمال نصیب نہیں کیونکہ نہ عورتیں، نہ بچے، نہ غلام آپ کی ان تمام امور میں ہمسری کر سکتے ہیں۔ یہیں سے حضرت خدیجہ کی فضیلت بھی ظاہر ہوتی کہ عورتوں میں آپ کا درجہ تمام ازواج مطہرات سے زائد ہے کیونکہ آپ نے بھی اسلام کی سربلندی اور آنحضرت کی تقویت پناہی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں فرمایا۔ اور کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی، مالی قربانی سے بھی منہ نہیں موڑا۔ اور جانی قربانی سے بھی درگذر نہیں کی۔ چنانچہ ایک روایت میں آنحضرت نے ان کی برتری اس مضمون سے ظاہر فرمائے ہیں کہ انہوں نے میری اس وقت تصدیق کی جب سب نے میری تکذیب کی اور انہوں نے اس وقت پیسہ سے میری مدد کی جب کہ سب نے مجھ کو محروم کیا ۔

۳۶۹ ح ۲

ابو حنيفة عن اسماعيل عن ابي صالح عن ام هانئ ان رسول الله صلى الله عليه وسلم نظر الى علي كرم الله وجهه ذات يوم فرآه جائعا فقال يا علي ما اجاعك قال يا رسول الله اني لم اشبع منذ كذا وكذا

حضرت ام ہانی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز حضرت علی رضؓ کو بھوکا دیکھا تو فرمایا اے علی تم کو کس نے بھوکا کیا انہوں نے کہا یا رسول اللہ مجھ کو فلاں فلاں وقت سے کھانا میسر نہیں ہوئی۔ اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم

Maktaba Tul Ishaat.com

فقال النبي صلى الله عليه وسلم ابشر يا بحينة

ف اس حدیث سے بھی حضرت علی کی افضلیت نکلی کیونکہ آنحضرت نے ان کی شہادت کی خوشخبری دینے میں سفارش سے بڑھ کر خود ہی اس کی خوشخبری دی

باب ۱۸ فضیلۃ حضرت حمزہ رض

ابوحنیفۃ عن عکرمۃ عن ابن عباس رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سید الشہداء یوم القیامۃ حمزۃ بن عبد المطلب ورجل قام الی امام جائر فامرہ ونھاہ ؛

وفی روایۃ سید الشہداء یوم القیامۃ حمزۃ بن عبد المطلب ورجل قام الی امام جائر فامرہ ونھاہ ؛

ف بعض روایات میں رجل کے بجائے امرأۃ ہے اس لئے تعدد کی کوئی بات نہیں ہوسکتی ہے جس کو ہم نے ترجیح دی ہے اس حدیث سے حضرت حمزہ کی فضیلت اس لئے کہ آپ تمام شہداء میں سے شہادت کے سبب ہوئے ہیں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی سردار شہداء ہونے کی حدیث مسلم ہے ؛

باب ۱۹ فضیلۃ الزبیر رض

ابوحنیفۃ عن محمد بن المنکدر عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من یأتینا بالخبر لیلۃ الاحزاب فینظر لنا الزبیر فیأتیہ بالخبر کان ثلث مرات فقال النبی صلی اللہ

باب حضرت زبیر رض کی فضیلت کے بیان میں

حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کون ہے جو ہمارے لئے خبر لائے احزاب کی رات میں تو حضرت زبیر نے فرمایا میں ہوں آپ نے تین مرتبہ یہی فرمایا تو حضرت زبیر ہی ہر مرتبہ خبر لائے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

Maktaba Tul Ishaat.com

علیہ وسلم لکل نبی حواری وحواری الزبیر ۔

ہیں کہ ہر نبی کا ایک مصاحب خاص ہوتا ہے، اور میرے مصاحب خاص زبیر ہیں ۔

فائدہ:۔ یہ بھی بڑے فخر کی بات ہے اور نہایت اعزاز کی شکل کہ آنحضرت کی مصاحبت خاص کسی شخص کو نصیب ہو۔ چنانچہ حضرت زبیر کو آنحضرت نے اس شرف سے نوازا اور ان کو خوش خبری دی ۔

باب ۱۹ فضائل عبد اللہ بن مسعود رض

باب حضرت عبد اللہ بن مسعود رض کی فضیلتوں کے بیان میں!

۳۷۲ ابو حنیفۃ عن الہیثم عن رجل عن عبد اللہ بن مسعود ان ابا بکر وعمر اسمرا عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذات لیلۃ قال فخرجا وخرج معہما فمرّوا بابن مسعود وھو یقرأ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من سرہ ان یقرأ القرآن کما انزل فلیقرأہ علی قراءۃ ابن ام عبد۔

وجعل یقول لہ سل تعطہ وأتاہ ابو بکرؓ وعمرؓ یبشرانہ فسبق ابو بکر عمر الیہ فبشرہ واخبرہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قد امرہ بالدعاء۔

فقال اللھم انی اسألک ایمانا دائما لا یزول ونعیما لا ینفد ومرافقۃ نبیک فی جنۃ الخلد ۔

وفی روایۃ عن الہیثم عن عبد اللہ ان ابا بکرؓ وعمرؓ سمرا عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم

۳۷۲ حضرت عبد اللہ بن مسعود کے بارہ میں روایت ہے کہ ایک شب حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس باتیں کر رہے تھے۔ کہتے ہیں کہ یہ ہر دو اصحاب اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے اور ہر سہ بزرگوں کا گذر عبد اللہ بن مسعود پر ہوا۔ جب کہ وہ تلاوت قرآن میں مصروف تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کو یہ پسند ہو کہ قرآن کو اسی نہج سے پڑھے جس سے کہ وہ اترا ہے تو اس کو چاہیئے کہ ابن ام عبد کی قرارت کے طرز پر پڑھے اور آنجناب فرمانے لگے (اے ابن مسعودؓ) سوال کرو۔ دیئے جاؤ گے۔ پھر حضرات ابو بکرؓ و عمرؓ نے ان کے پاس ان کو خوشخبری سنانے کے لئے چلے پس حضرت ابو بکرؓ نے اس میں پیش قدمی فرمائی اور ان کو اس امر کی بشارت دی۔ اور یہ خبر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دعا کرنے کا حکم دیا ہے کیونکہ وہ درجہ قبولیت کو پہنچے گی، اس پر انہوں نے کہا اے اللہ میں تجھ سے ایسا دیرپا ایمان مانگتا ہوں جو کبھی زائل نہ ہو اور ایسی نعمتیں جو کبھی پوری نہ ہوں اور تیرے نبی کا سنگ ساتھ جنت الخلد میں ۔

اور ایک روایت میں حضرت عبد اللہ رض کے بارہ میں یوں ہے کہ حضرات ابو بکرؓ و عمرؓ ایک بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس معروف گفتگو

Maktaba Tul Ishaat.com

فخرجا وخرج معهما فمر وا بابن مسعود وهو يقرأ في الصلوة فقال النبي صلى الله عليه وسلم من احب ان يقرأ القرآن غضا كما انزل فليقرأه على قراءة ابن ام عبد وجعل يقول سل تعطه وذكر تمام الاول ۔

پھر یہ دو حضرات نبی صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے۔ اور ابن مسعود کے پاس سے گزرے جبکہ وہ نماز (تہجد) میں قرآن پڑھ رہے تھے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو یہ بات پسند ہو کہ وہ قرآن کو تر و تازہ پڑھے جیسا کہ وہ اترا ہے تو اس کو چاہیے کہ عبداللہ بن مسعود کی قرأت پر پڑھے۔ پھر آپ فرمانے لگے (حضرت عبداللہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) مانگو دے جاؤ گے۔ آگے تمام سابق حدیث ہے۔

فائدہ: یہ حدیث بھی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی جلالت مرتبہ و عظمت درجہ پر دال ہے کہ اول تو آپ کی قرأت کی تعریف فرمائی اور آپ کی قرأت پر قرآن پاک پڑھنے کا حکم ارشاد فرمایا پھر آپ کو مستجاب الدعوات بھی ظاہر فرمایا۔ گویا یہ حدیث بھی حضرت عبداللہ کی بزرگی شان [illegible] علم پر چار چاند لگاتی ہے۔

ابوحنيفة عن عون عن

ابيه عن عبد الله انه كان اذا دخل رسول الله صلى الله عليه وسلم بيته ارسل والدته ام عبد تنظر الى هدى النبي صلى الله عليه وسلم ودله وسمته فتخبره بذلك فيتشبه به ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کے بارے میں [illegible] ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] میں تشریف لاتے تو اپنی والدہ ام عبد کو [illegible] دیکھیں وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے [illegible] اس کی خبر کریں اور حضرت عبداللہ [illegible] خصائل حمیدہ کی اتباع کریں۔

فائدہ: [illegible]

Maktaba Tul Ishaat.com

کرونگا اس سے یہ معلوم ہوگا کہ آنحضرت کے حضور میں ان کو اور ان کی والدہ کو کس قدر رسائی حاصل تھی۔ کہ زیادہ
آسان بیان سے یہ کہ جملہ [illegible] کہ [illegible] اہل بیت میں سے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت حذیفہ انصاری
[illegible] حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب تر کوئی
[illegible] ہے اور اس حدیث سے اس کا بھی علم ہوا کہ آنحضرت نے
[illegible] کی [illegible] حضرت عبداللہ و حضرت حذیفہ [illegible] شخصیتیں مسائل دین پر
[illegible] کی [illegible] اور [illegible] آپ کی سواری کے گھبان یہ آپ کی مسواک برداری کا فخر ان
[illegible] آپ کی [illegible] کی [illegible] آپ کے [illegible] کی [illegible] کی [illegible] کی
[illegible] کی [illegible] کی [illegible] کی

Maktaba Tul Ishaat.com

فائدہ سابق میں ذکر ہوا کہ ان حدیث کا حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے سپرد ہونا ان کی فضیلت پر دلالت کرتا ہے اور اس کے ذیل والی حدیث اس کی مزید توضیح کرتی ہے۔

ابوحنیفۃ عن معن عن عمر بن ابن مسعود قال ما کذبت منذ اسلمت ان حدثنی رجل الا علمت ان قد صدق ولا حدثنی رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا علمت ان قد صدق ولا حدثنی رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا علمت ان قد صدق غیر رجل حدثنی رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان رجلا من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لرجل من اصحابہ ای الرواحلۃ احب الیک ان ارکب صلی اللہ علیہ وسلم وسألوہ عن الطائفیۃ الحمیریۃ وکان یعجبہم ان یسألوہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

فما شعرنا انہ یعنی احدا من اصحابہ

فما ادری ما حاجتہ

فسألہ صلی اللہ علیہ وسلم

فلما رجع الینا ما عمدت الی الراحلۃ ؛

وفی روایۃ قال عبداللہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لقی برجل من اھل الطائف قال فحلق الطائفی فقال ای الراحلۃ احب الیہ قلت الطائفیۃ الحمیریۃ فخرج فقال ممن صاحب ھذہ الراحلۃ قیل الطائفی قال لا حاجۃ لنا بھا۔

ہے ؛

ف حدیث دلیل ہے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت پر کہ ان کا اسلام لانا اور ان سے حدیث سننا برابر ہے اور ان کا یہ قول کہ جب سے اسلام لایا ہوں کبھی جھوٹ نہیں بولا اس پر دلالت کرتا ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان کبار صحابہ میں سے ہیں جو کذب سے معصوم ہیں۔

ابوحنیفۃ عن الھیثم عن الشعبی

Maktaba Tul Ishaat.com

عن مسروق عن عبد الله قال ما كذبت منذ اسلمت الا واحدة كنت ارتحل رسول الله صلى الله عليه وسلم فاتى رجال من الطائف فقال ايّ الرواحلة احبّ الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال ايّ الطائفية المكية قال وكان رحلها وانما رحل لرسول الله صلى الله عليه وسلم اتى بها قال من رحّل لك هذه الراحلة قال رحالك التي اتيت به من الطائف ۔ فقال رد الراحلة لابن مسعود ؛

مسعود کہتے ہیں کہ جب سے میں مسلمان ہوا یا ہی جھوٹ نہ بولا مگر ایک مرتبہ (وہ اس طرح کہ) میں کجاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کسا کرتا تھا۔ طائف سے ایک کجاوہ کسنے والا آیا اور مجھ سے کہنے لگا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کونسا کجاوہ پسند ترہے میں نے کہا طائف والا۔ حالانکہ آپ ان کو ناپسند فرماتے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس نے کجاوہ کس لیا۔ اور وہ آپ کے روبرو آیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ اونٹنی پر یہ کجاوہ کس نے کسا ہے۔ کسی نے کہا۔ آپ کا وہ کجاوہ کسنے والا جو آپ کے پاس طائف سے آیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اونٹنی کو ابن مسعود کے پاس لے جاؤ کہ وہ اپنی عادت کے موافق اس پر کجاوہ کسیں) ؛

ف: اس میں پہلی حدیث کے مضمون کا اعادہ ہے +

باب ۱۹ فضيلة خزيمة رضي الله عنه

باب حضرت خزیمہؓ کی فضیلت کے بیان میں!

ابو حنيفة عن حماد عن ابراهيم عن ابي عبد الله الجدلي عن خزيمة انه مرّ على رسول الله صلى الله عليه وسلم ومع رسول الله اعرابي يجعل يبيعه فقال خزيمة اشهد لاصلابعته فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم من اين علمته قال تجيئنا بالوحي من السماء فنصدقك قال فجعل رسول الله صلى الله عليه وسلم شهادته بشهادة رجلين +

وفي رواية انه مرّ باعرابيّ وهو مع رسول الله صلى الله عليه وسلم

حضرت خزیمہؓ سے روایت ہے۔ کہ وہ پہنچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور ایک اعرابی بیع کا انکار کر رہا تھا۔ تو حضرت خزیمہ نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اے اعرابی تو نے بیع کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت خزیمہ سے) کہ تم نے یہ کیسے جانا حضرت خزیمہ نے کہا کہ آپ وحی آسمانی بیان کرتے ہیں اور ہم آپ کی تصدیق کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی شہادت کو دو شخصوں کی شہادت کے برابر ٹھیرا

اور ایک روایت میں یوں ہے کہ حضرت خزیمہ کا گذر ایک اعرابی کے پاس ہوا جو رسول اللہ

Maktaba Tul Ishaat.com

وهو يجعل يبيعا قد عقده مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال خزيمة اشهد انك قد بعته فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم من اين علمت ذلك۔

فقال بتصديقنا بالوحي من السماء فنصدقك۔

قال فجعل رسول الله صلى الله عليه وسلم شهادته بشهادة رجلين ؛

وفي رواية اجاز شهادته بشهادة رجلين حتى مات ؛

اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ اور ایک بیع سے انکار کرتا تھا۔ جو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خرید تھا۔ اس پر حضرت خزیمہ نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں اسے اعرابی کہ تو نے بیع کی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم نے یہ کیسے جان لیا (حالانکہ تم بیع کے وقت موجود نہ تھے) حضرت خزیمہ نے جواب دیا کہ آپ ہمارے پاس وحی آسمانی لاتے ہیں۔ اور ہم آپ کی تصدیق کرتے ہیں (تو زمین کی بات کی تصدیق کیوں نہ کریں جو آسمان سے قریب تر ہے) یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی شہادت کو دو شخصوں کی شہادت کے برابر ٹھہرایا ؛

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے خزیمہ کی شہادت کو دو شخصوں کی شہادت سے

ترجمہ ؛

فائدہ ؛ اس حدیث سے حضرت خزیمہ کی شہادت کو دو کی شہادت کے برابر قرار دینا ان کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے کیونکہ عام طور پر ایک شخص کی شہادت کو دو شخصوں کی شہادت کے برابر ٹھہرایا ہے

باب ۱۹۱ فضيلة خديجة رضي الله عنها

باب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت

ابو حنيفة عن يحيى بن سعيد عن انس بن مالك بشرت خديجة ببيت في الجنة لا صخب فيها ولا نصب ؛

ابو حنیفہ یحییٰ بن سعید سے وہ انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو جنت میں ایک گھر کی بشارت دی گئی جس میں نہ شور ہوگا نہ رنج و ملال ؛

فائدہ ؛ حضرت خدیجہ عورتوں میں سے بہت سے خصائص و کمالات کی مالک ہیں کسی کے مناقب سے پڑھیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بھی ہیں (جن کی زندگی میں کسی بیوی کا آنا بہت ناگوار تھا) حضرت خدیجہ کی وفات پر آپ نے فرمایا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی وفات کے بعد بھی ان کی یاد ستاتی رہتی تھی آپ نے ان کی بہنوں سے بھی آپ کے تعلقات کو برقرار رکھا جو کچھ ہدیہ آپ کے پاس آتا

Maktaba Tul Ishaat.com

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے شکم سے پیدا ہوئیں۔ واللہ اعلم *

حضرت خدیجہ پہلے ابو ہالہ بن زرارہ کے نکاح میں تھیں پھر صدیق رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں۔ ان کے بعد آپ کو بی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیہ مطہرہ بننے کا فخر حاصل ہوا جبکہ آپ کی عمر چالیس سال کی تھی اور آنحضرت کی عمر پچیس سال کی تھی۔ اور آنحضرت سے پہلے آنحضرت کے کسی نکاح نہیں کیا تھا۔ اور حضرت خدیجہ کی زندگی میں آنحضرت نے کوئی دوسرا نکاح نہیں کیا۔ آنحضرت کی تمام اولاد سوائے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے انہیں کے بطن سے ہوئی ہے۔ ان کی وفات حضرت سے پانچ سال یا چار سال یا تین سال قبل ہوئی مختلف روایات کی بنا پر گویا نبوت کو دس سال کا عرصہ گذر چکا تھا۔ حضرت خدیجہ کی عمر وفات پینسٹھ سال کی تھی اور پچیس سال تک گویا آپ آنحضرت کی رفاقت و معیت میں زندہ رہیں۔ روایات سے پتہ چلتا ہے کہ سب سے پہلے آپ ہی مشرف باسلام ہوئیں *

باب فضیلۃ عائشۃ رضی اللہ عنہا

باب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت کے بیان میں

۱۹۲ حدثنا ابو حنیفۃ عن حماد عن ابراھیم النخعی عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ ہو ان علی لک الملک ہذہ زوجتک فی الجنۃ *

وفی روایۃ انی رایتک مرۃ وحدک فی البیت ثم التفت وقال ہون علی الموت لانی رایت عائشۃ فی الجنۃ *

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ البتہ آسان ہو گئی موت مجھ پر کیونکہ میں نے دیکھا تجھکو اپنی زوجہ جنت میں *

اور ایک روایت میں یوں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں نے دیکھا تم کو اپنی زوجہ جنت میں۔ پھر التفات فرمایا۔ اور فرمایا کہ مجھ پر موت آسان و سہل ہو گئی۔ کیونکہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو جنت میں دیکھ لیا *

فقہ: آنحضرت کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بے اندازہ محبت تھی اور الفت۔ اور بے انتہا انس وہ بھی کیوں نہ ہو ان کے سوا کنواری بیوی آنحضرت کو نہیں ملی۔ چنانچہ اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے آنحضرت کو حضرت عائشہ کی [illegible] میں خصوصی [illegible] کی زندگی آنجناب کے قلب مبارک کو مرغوب و محبوب تر ہو جائے کیونکہ زندگی کی خوشگواری اور گذاری اجنبی واصدقاء کے وجود و عدم پر مدار رکھتی ہے۔ آنحضرت کو بیک وقت گوارا ہو سکتا تھا کہ آپ کی سونس عمر رفیق زندگی۔ قرین حیات۔ ہمدم و ہمراز سرمایہ مسرت و خوشی مرکز طبعی و دلبستگی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ صدیقہ جنت میں اپنی صحبت سے آنجناب کی قلبی و راحت دلی کا سبب نہ بنیں۔ لہٰذا بشارت میں آپ کو بشارت دے دی گئی کہ حضرت عائشہ جنت میں آپ کے ساتھ رہیں گی۔ پھر خود آنحضرت نے کس پر اثر و پر زور الفاظ میں اس الفت

Maktaba Tul Ishaat.com

قلبی کی ترجمانی فرمائی ہے کہ حضرت عائشہ کو جنت میں دیکھ لینے سے مجھ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اب یہ کھٹکا مٹ گیا کہ ممکن ہے موت اس مونس دل کی جدائی و فراق کا صدمہ جانکاہ ہمیشہ ہمیش کے لئے جدا کر دے۔

ابو حنیفۃ عن الشعبی عن عائشۃ قالت لقد کُنّ لی خصال ما کانت لاحد من ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم

کنت احب من اللیل ایّاہ حتی اعطیہن اللیل نفسہ۔

ونزل وحی بکرا۔

ولم یتزوجنی حتی امرہ جبریل بصورتی۔

ولقد رأیت جبریل ولم ترہ امرأۃ قبلی۔

وکان یأتیہ جبریل وانا معہ فی شعارہ۔

ولقد نزل فی عذرک الآیات بمکۃ فکان ابی یضربنی۔

ولقد قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی بیتی ولیلتی وبین سحری ونحری۔

ف: حدیث کی تشریح مقتل مذہب کے ضمن میں آ چکی ہے۔

ابو حنیفۃ عن عون عن عامر الشعبی عن عائشۃ قالت فی سبع خصال لیست فی واحدۃ من ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ جبریل کان یأتیہ بصورتہ ولم یتزوج احدا من نسائہ بکرا غیرہا وانہ جبریل اتاہ بصورتہ فتزوجہا وانہ یأتیہ جبریل بصورۃ واحدۃ من

Maktaba Tul Ishaat.com

وآتاني جبرئيل ولم يره احدا من ازواجه غيري۔

وكنت من احبهن اليه نفسا و ابا۔

ونزلت في آيات من القرآن كاد ان يهلك فئام من الناس۔

ومات في ليلتي ويومي۔

وتوفي بين سحري ونحري۔

وفي روايةٍ انها قالت ان في سبع خصال ما هن في واحدة من ازواجه۔

تزوجني بكرا ولم يتزوج بكرا غيري۔

وآتاه جبرئيل بصورتي قبل ان يتزوجني ولم يأته جبرئيل بصورة احد من ازواجه غيري۔

وكنت احبهن اليه نفسا و ابا۔

وانزل في عذر كاد ان يهلك فئام من الناس۔

ومات في يومي وليلتي وبين سحري ونحري وآتاني جبرئيل ولم يره

کی کسی بیوی کی شبیہ میں نہیں آئے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو جبرئیل علیہ السلام کو دکھایا حالانکہ اپنی کسی بیوی کو نہیں دکھایا۔ اور میں آپ کو اپنی ذات سے بھی بہت پیاری تھی۔ اور میرے والد بھی آپ کو بہت محبوب تھے۔ اور میرے بارہ میں آیات قرآن کی چند آیات اتریں قریب تھا کہ لوگوں کی جماعتیں ہلاک ہو جائیں۔ اور میری باری کی رات دن میں آپ نے وفات پائی۔ اور میرے گلے اور سینہ کے درمیان آنجناب کی روح پاک قبض ہوئی۔

اور ایک روایت میں یوں ہے کہ آپ کہتی ہیں کہ مجھ میں سات خصلتیں ایسی ہیں جو آپ کی کسی زوجہ میں نہیں ہیں۔ مجھ سے نکاح کیا کنواری ہونے کی حالت میں اور میرے علاوہ کسی بیوی سے کنوارے پن میں نکاح نہیں کیا۔ اور جبرئیل علیہ السلام میری صورت میں نمودار ہوئے۔ مجھ سے نکاح کرنے سے قبل حالانکہ میرے علاوہ آپ کی کسی بیوی کی شکل میں آپ کے پاس نہیں آئے۔ اور اپنی ذات سے میں آپ کو بہت پیاری تھی۔ اور میرے والد بھی آپ کو بہت محبوب تھے۔ اور میرے بارہ میں براءت نازل ہوئی۔ قریب تھا کہ لوگوں کی جماعتیں ہلاک ہو جائیں۔ اور میری باری میں آپ کی وفات ہوئی۔ اور میرے گلے اور سینہ کے درمیان (آپ کی روح نے پرواز کیا) اور مجھ کو جبرئیل کو دکھایا۔ حالانکہ میرے علاوہ اپنی ازواج میں سے کسی کو نہیں دکھایا۔

ف: اب خصائل کے ساتھ کچھ مناسب توضیح و تشریح سپرد قلم ہے۔

ترمذی حضرت عمرو بن عاص سے روایت لائے ہیں اور جس کو صحیح بتایا ہے۔ بدیں مضمون کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے انہوں نے پوچھا کہ سب لوگوں میں آپ کو زیادہ محبوب کون ہے آپ نے فرمایا عائشہ کہتے ہیں کہ پھر میں نے کہا کہ مردوں میں سے۔ آپ نے فرمایا ان کے باپ (یعنی حضرت ابوبکرؓ) حضرت انسؓ سے بھی اسی قسم کی روایت ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com

حضرت سے ان کا نکاح ہوا۔ جب کہ ان کا سن چھ برس کا تھا۔ اور زفاف ہوا جب یہ نو سال کی تھیں۔ آٹھ سال قبل ہجرت یہ پیدا ہوئیں اور اٹھارہ سال کی عمر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی و فراق کا داغ سہا۔

ترمذی میں ابن ابی ملیکہ کے واسطہ سے حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ جبرئیل علیہ السلام سبز ریشمہ کے کپڑا میں ملبوس ان کی صورت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آنحضرت سے کہا کہ یہ آپ کی دنیا و آخرت میں زوجہ ہیں۔

ترمذی ابی سلمہ کے واسطہ سے حضرت عائشہ سے روایت لائے ہیں کہ آنحضرت نے حضرت عائشہ سے فرمایا۔ اے عائشہ یہ جبرئیل ہیں اور یہ تم کو سلام کہتے ہیں۔ کہتی ہیں کہ میں نے کہا وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

ترمذی کی ایک روایت میں حضرت ام سلمہ سے خطاب کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ نقل ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ مجھ کو عائشہ کے بارہ میں اذیت نہ پہنچاؤ۔ کیونکہ ان کو چھوڑ کر تم میں سے صرف انہیں کے لحاف میں مجھ پر وحی نازل ہوئی ہے۔

چوتھی حدیث سے واقعہ افک کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت عائشہ کی برأت میں آیات قرآنیہ نازل ہوئیں۔ الغرض یہ وہ قابل فخر و مباہات خصوصیات ہیں کہ ان پر حضرت عائشہ جس قدر ناز کریں بجا ہے۔ نائب صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص الخاص منظور نظر ہونا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام کا ان کی زوجیت کی خوشخبری سنانا۔ یا ان کو سلام کرنا یا ان کی صحبت میں وحی کا نازل ہونا۔ یہ تمام حضرت کے مقابلہ میں ان کا آنا یا ان کی باری میں اور وہ بھی بعض روایات کے مطابق آنا یہ سب وہ امتیازات ہیں جو حضرت عائشہ کو حاصل ہیں۔

انہیں احادیث کے ذیل میں ایک ترجیح مرقاۃ میں بیان ہے وہ یہ کہ ان میں کون زیادہ افضل ہیں اور بلند مرتبہ۔ بعض روایات سے ایک کی فضیلت اور بعض سے دوسری کی فضیلت کا متضاد ہونا پایا جاتا ہے۔ اسی لئے حضرت انس سے یہ مضمون مرفوع حدیث لائے ہیں کہ ان میں مریم بنت عمران حضرت خدیجہ بنت خویلد حضرت فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آسیہ زوجہ فرعون کو چھوڑ کر یعنی مستدرک میں حضرت عائشہ سے یوں روایت لائے ہیں کہ مریم حضرت خدیجہ حضرت فاطمہ حضرت آسیہ ہر زمانہ کی عورتوں پر فضیلت حاصل ہے۔ اور ابن عباس سے روایت ہے کہ ان چار عورتوں میں افضل ہیں۔ لہٰذا ان روایات کے پیش نظر حضرت خدیجہ فاطمہ حضرت عائشہ عالم کی عورتوں پر فضیلت حاصل ہے۔

Marfat.com

Maktaba Tul Ishaat.com

عورتوں پر فضیلت ہوتی ہے۔ جن میں حضرت عائشہ و دیگر ازواج بھی آگئیں۔ اب ان میں آپس میں فضیلت
تو خیر ہی کی روایت ہے فاطمۃ سیدۃ نساء اھل الجنۃ کہ فاطمہ اہل جنت کی عورتوں کی سردار ہیں
اس سے پتہ چلتا ہے کہ ان کو حضرت خدیجہ پر بھی فضیلت حاصل ہے۔ چنانچہ علامہ تقی الدین سبکی
افضلیت کی ترتیب یوں فاطمہ کہتے ہیں کہ پہلے فاطمہ پھر خدیجہ پھر عائشہ۔ اب آیئے حضرت عائشہ
کی شان میں تو احادیث تو حد بیت ذیل کی خود حضرت عائشہ کی گنائی ہوئی خصوصیات ان کی افضلیت ثابت
کرنے کے لئے کافی ہیں۔ پہلی حدیث مشہور حدیث موجود ہے کہ آنحضرت نے فرمایا فضل عائشۃ علی النساء
کفضل الثرید علی سائر الطعام کہ عائشہ کی فضیلت تمام عورتوں پر ایسی ہے جس طرح ثرید کی فضیلت
اور کھانوں پر ہے۔ تک خوشخبری کی فضیلت کو تو ہم امتیازیں یوں نہیں شمار کرتے کہ یہ فضیلت آپ کی
ذاتی کمال کی وجہ سے نہیں چنانچہ ہمیں آثار کی بنا پر علماء کی رائے کسی ایک نقطہ خیال پر نہ جم سکی کسی نے کسی
کو افضل مانا اور کسی نے کسی کو۔ مگر جمہور علماء کا یہی مسلک ہے کہ حقیقت میں افضلیت کا سہرا حضرت
خدیجہ ہی کے سر ہے کیونکہ یہ روایات بھی اس پر دال ہیں اور یہ امور بھی اس پر شاہد کہ خود حضرت عائشہ آنحضرت
کی زبان سے ان کے حق میں ترسوتے پر رشک کیا کرتی تھیں جس طرح اوپر حدیث کے حوالہ سے بیان
ہوا ہے افضلیت تو ثابت نظر آتی ہے اور حضرت فاطمہ کی یہ آخر والدہ محترمہ ٹھہریں۔ پھر امام احمد
نے ابن زبیر کی نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عائشہ نے آنحضرت کے روبرو کہا کہ آپ کو تو اللہ تعالیٰ
نے ایسے ایسے طیبہ کی جگہ ایک۔ کہ سن عطا فرمائی۔ گویا اب ان کی یاد کے کیا معنی۔ یہ سن کر آنجناب بہت برہم
افروختہ ہوئے۔ حضرت عائشہ اس سے لرزیں اور کہنے لگیں کہ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر
بھیجا آئندہ میں ان کا ذکر نہیں کروں گی مگر بھلائی کے ساتھ۔ آنحضرت کی یہ برہمی صاف بتاتی ہے کہ حضرت
خدیجہ کا مرتبہ ان سے بلند تر تھا۔ دوسرے خود حضرت عائشہ کی وہ شخصیت ہے کہ ان کے خلاف آنحضرت کسی
سے ایک لفظ سننے کی تاب نہیں لاسکتے تھے۔ پھر حضرت خدیجہ کی دوسری خصوصیات کو دیکھیں تو انہیں
کی فضیلت کا پلہ بھاری نظر آتا ہے۔ کہ مثلاً اسلام میں سبقت نصیب ہونا کسی سوت کا ان پر نہ آنا۔
آنحضرت کی تمام تر اولاد کا انہیں کے بطن سے پیدا ہونا۔ خود حضرت فاطمہ کی والدہ محترمہ ہونا۔ ان کی ازدواجی
زندگی کا آنحضرت کے ساتھ سب سے زائد دراز مدت ہوا۔ وغیرہ وغیرہ لیکن آخر میں عقل اس فیصلہ پر مجبور
ہوتی ہے کہ "ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است" ہر ایک میں اللہ نے خاص خاص خوبیاں رکھی ہیں جو دوسرے
کو نصیب نہیں اور وہی امتیازی خط کھینچتی ہیں۔ مثلاً حضرت عائشہ کی علمی قابلیت و اجتہادی لیاقت جس
کی وجہ سے وہ سب سے سربلند نظر آتی ہیں اور اس صفت میں کوئی ان کے ساتھ ہمسری کا دم نہیں بھر سکتا۔
یہاں تک کہا گیا ہے کہ جو لوگ احکام شرعیہ الٰہی سے مروی ہیں چنانچہ عطاء بن ابی رباح نے ان کے بارہ میں
کہا ہے کہ یہ لوگوں میں سب سے زیادہ فقیہ سب سے زائد عالم اور رائے میں سب سے زائد عمدہ تھیں
عروہ کہتے ہیں کہ میں نے فقہ۔ طب و شعر میں آپ سے زیادہ کسی کو عالم نہیں دیکھا۔ اور غالباً حدیث ثریدہ
کی اسی صفت محمودہ کی طرف مشیر ہے۔ اور اسی کی ترجمان۔ ادھر حضرت خدیجہ رض کے حالات پر نظر ڈالیں تو

Maktaba Tul Ishaat.com

ان کی کمسنی - تجربہ کاری - آنحضرت پر جانثاری وفرمانبرداری - قبول اسلام میں پیشقدمی - آنحضرت کی محبت پر انتہا سے زیادہ احساس دلتنگی - اور آپ کی مسند نبوت پر جلوہ افروزی کے اظہار خوشنودی ان کے اس قلبی تعلق کو سب سے بلند دکھاتی ہے پھر حضرت فاطمہ تو فاطمہ ہی ہیں کہ وہ دو عالم کی [illegible] خود رشک فرماتے ہیں فانما بضعة منی کہ فاطمہ میرے بدن کا ایک حصہ ہے ان کے [illegible] نظر الفت و محبت تھی وہ ان کے درجہ و مرتبہ کو بہت بلند کرنے سے [illegible] کیا ما شاء اللہ کمال تو [illegible] کر سکے +

ابوحنیفة عن ابراهیم عن [illegible]
عن مسروق انه کان اذا حدث عن عائشة
قال حدثتنی الصدیقة بنت الصدیق
المبرأة من فوق سبع سماوات بنت حبیبة رسول الله تبارك وتعالى
صلی الله علیه وسلم +

[illegible] بیان کرتے تو [illegible] صدیقہ [illegible] جو [illegible] کی بیٹی [illegible] اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی +

شرح یہ [illegible] گویا مسروق جامع منتشر الفاظ میں [illegible] حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا [illegible] ہیں حبیبت کو یا دفعت اور قابل وثوق و معتمد رہنے کے [illegible] حضرت [illegible] گویا [illegible] کی بارگاہ نبوت کو [illegible] اس لئے صدیقہ کا لقب آپ کے [illegible] آپ کو مبرات کے لقب سے ملقب کیا گیا اور چونکہ آپ کی محبت و الفت [illegible] کے قلب مبارک میں سب سے زیادہ [illegible] اس لئے آپ کو حبیبہ [illegible] خطاب سے یاد کیا گیا +

ابوحنیفة عن الهیثم عن عکرمة
عن ابن عباس ان استاذن علی
عائشة ليعودها في مرضها
فارسلت اليه انی اجد غما وکربا
فانصرف.

فقال للرسول ما انا بالذی
ینصرف حتی ادخل فرجع الرسول
فاخبرها بذلك فاذنت له
فقالت انی اجد غما وکربا
وانا مشفقة مما اخاف ان یهجم
علیه فقال لها ابن عباس [illegible]

[illegible] حضرت ابن عباس [illegible]
[illegible] حضرت عائشہ [illegible]
[illegible] کہ [illegible]
[illegible] اور [illegible]
[illegible] ہیں [illegible]
[illegible] ہیں [illegible]
[illegible] ہیں [illegible]
[illegible] ہیں [illegible]
[illegible] ہیں [illegible]
[illegible] ہیں [illegible]

Maktaba Tul Ishaat.com

ابشری فوالله سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول عائشة فی الجنة وکان رسول الله صلی الله علیه وسلم اکرم علی الله ان یزوجه جمرة من جمرة جهنم فقالت فرجت فرج الله تعالٰی عنك ۞

کہا خوشخبری حاصل کیجئے۔ قسم اللہ کی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ عائشہ جنت میں ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے نزدیک اس سے شریف تر و باعزت نہ تھے کہ ان کا نکاح دوزخ کی ایک چنگاری سے کرتا۔ اس پر حضرت عائشہ رض نے فرمایا کہ تم نے میرے کرب کو دور کیا۔ اللہ تعالیٰ تمہارے غموں کو دور فرمائے ۞

باب ۱۹۳ فضیلة الشعبی رضی الله عنه

باب حضرت شعبی رض کی فضیلت کے بیان میں!

۳۸۴ ح ۱

ابوحنیفة عن الهیثم عن عامر الشعبی قال کان یحدث عن المغازی وابن عمر یسمع قال حین یسمع حدیثه انه یحدث کانه شهد القوم ۞

حضرت عامر سے شعبی کے بارہ میں نقل ہے۔ کہ جب وہ مغازی کا بیان آغاز کرتے اور ابن عمر اس کو سنتے۔ تو سننے وقت کہتے کہ یہ ایسا بیان کرتے ہیں کہ گویا قوم کے ساتھ تھے ۞

ف: اس میں محض حضرت شعبی کی فضیلت کا بیان ہے ۞

۳۸۵ ح ۲

ابوحنیفة عن داؤد بن ابی هند عن عامر انه کان یحدث عن مغازی رسول الله صلی الله علیه وسلم فی حلقة فیها ابن عمر فقال انه لیحدث حدیثا کان یشهدا ۞

حضرت شعبی کے بارہ میں نقل ہے کہ جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مغازی کے حالات بیان کرتے ایسے مجمع میں جس میں حضرت ابن عمر رض بھی موجود ہوتے تو وہ کہتے کہ عامر ایسی بات بیان کرتے ہیں کہ گویا یہ معرکہ میں از خود موجود تھے ۞

باب ۱۹۴ فضائل ابراهیم و علقمة وعبد الله

باب حضرت ابراہیم۔ علقمہ اور عبداللہ کی فضیلتوں کے بیان میں!

۳۸۶ ح ۱

زفر قال سمعت ابا حنیفة یقول سمعت حمادا یقول کنت اذا نظرت الی ابراهیم فکل من رأی هدیه یقول کان هدیه هدی علقمة ویقول من رأی علقمة یقول کان هدیه هدی عبد الله ویقول

حضرت ابوحنیفہ رح فرماتے ہیں کہ میں نے حماد کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جب میں دیکھتا ابراہیم (نخعی) کو تو ہر ان کی خصلت و سیرت کو دیکھنے والا (بلاشبہ) کہتا کہ ان کی خصلت عین حضرت علقمہ کی خصلت و سیرت ہے اور جو علقمہ کو دیکھتا۔ تو وہ کہتا کہ ان کی سیرت و خصلت عین عبداللہ بن مسعود

Maktaba Tul Ishaat.com

سن سرّ ای هدی عبد الله کان هدیه هدی رسول الله صلی الله علیه وسلم ؛

کی سیرت وخصلت ہے۔ اور جو حضرت عبد اللہ بن مسعود کی خصلت وسیرت کو دیکھتا تو وہ یہ کہتا کہ یہ تو بعینہٖ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصلت وسیرت ہے ؛

ف: حدیث ذیل سے ہر سہ بزرگوں کی فضیلت وبرتری وسنت وطریقت میں آنحضرت سے صحیح مشابہت ومشاکلت صاف ظاہر ہے ؛

باب ۱۹۵ فضیلۃ امام ابوحنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ

باب حضرت امام ابوحنیفہ رح کی فضیلت کے بیان میں!

۳۸۷

ابوحمزۃ الانصاری قال سمعت عبد اللہ بن داؤد یقول لابی حنیفۃ من ادرکت من الکبراء قال القاسم وسالما وطاؤسا وعکرمۃ ومکحولا وعبد اللہ بن دینار والحسن البصری وعمرو بن دینار وابا الزبیر وعطاء وقتادۃ وابراھیم والشعبی ونافعا وامثالھم ؛

حضرت عبد اللہ بن داؤد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام ابوحنیفہ رح سے پوچھا۔ کہ آپ نے بڑے تابعین میں سے کن کن کی صحبت اٹھائی ہے۔ آپ نے کہا۔ قاسم۔ سالم۔ طاؤس۔ عکرمہ۔ مکحول۔ عبد اللہ بن دینار۔ حسن البصری۔ عمرو بن دینار۔ ابوالزبیر۔ عطاء۔ قتادہ۔ ابراہیم نخعی۔ نافع۔ اور ان جیسوں کی ؛

ف: بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت امام کے ساتھ کی تعداد چار ہزار تک پہنچتی ہے اور شاگردوں کی تو کوئی حد وغایت نہیں ؛

کتاب ۱۹۶ فضل امتہ صلی اللہ علیہ وسلم

کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی فضیلت میں!

۳۸۸

ابوحنیفۃ عن ابی بردۃ عن ابیہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان یوم القیامۃ یدعون الی السجود فلا یستطیعون ان یسجدوا فتسجد امتی مزبدین قیل لا تھم طویلا وقال

حضرت ابی بردہ سے روایت ہے اور وہ

Maktaba Tul Ishaat.com

فيقال ادفعوا هذا فداءكم جعلت
عداؤكم اليهود والنصارى فداء كم
من النار ۔

نے فرمایا کہ پھر کہا جائے گا (میری امت سے) اپنے
سر اٹھاؤ۔ لیجئے میں نے تمہارے دشمن یہود و نصاریٰ
کو آگ کے لئے تمہارا بدل و عوض بنا دیا ۔

شرح یہ سرور کائنات فخر موجودات عالم ناجدار مدینہ جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طفیل ہے۔ اور آپ کا صدقہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت مرحومہ پر اس طرف سے نوازا اور اس فخر سے ممتاز فرمایا کہ ان کے دشمن اہل کتاب یہود و نصاریٰ کو آگ دوزخ کے لئے ان کا بدل و عوض ٹھیرایا۔ اور اس کو ان کا فدیہ قرار دیا ۔

۲۹۳ ابو حنيفة عن ابي بردة عن ابيه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا كان يوم القيمة يعطى كل رجل من المسلمين رجلا من اليهود والنصارى فيقال هذا فداؤك من النار ۔

وفي رواية اذا كان يوم القيمة اعطى الله تعالى كل رجل من هذه الامة رجلا من الكفار فيقال هذا فداؤك من النار ۔

وفي رواية اذا كان يوم القيمة دفع الى كل رجل من هذه الامة رجل من اهل الكتاب فقيل له هذا فداؤك من النار ۔

وفي رواية ان هذه الامة امة مرحومة عذابها بايديها ۔

حضرت ابی بردہ کے والد سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو مسلمانوں میں سے ہر ایک کو یہود و نصاریٰ میں سے ایک شخص دیا جائے گا۔ اور کہا جائے گا کہ یہ آگ کے لئے تمہاری طرف سے فدیہ ہے

اور ایک روایت میں یوں ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا۔ تو اللہ تعالیٰ اس امت سے ہر آدمی کو اہل کتاب میں سے ایک کافر دیں گے اور اس سے کہا جائے گا کہ یہ تمہارا فدیہ ہے آگ سے ۔

اور ایک روایت میں اس طرح ہے۔ کہ جب قیامت کا دن ہوگا۔ تو اس امت کے ہر آدمی کو اہل کتاب میں سے ایک آدمی سپرد کیا جائے گا۔ اور اس سے کہا جائے گا کہ یہ تمہارا فدیہ ہے آگ سے ۔

اور ایک روایت میں اس طرح ہے کہ یہ امت امت مرحومہ ہے۔ اس کا عذاب اس کو پہلے ہی مل جائے گا (یعنی دنیا میں) ۔

فائدہ اس میں پیشتر حدیث کا اعادہ ہے ۔

۲۹۴ ابو حنيفة عن علقمة عن ابن بريدة عن ابيه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يوما لاصحابه اترضون ان تكونوا ربع اهل الجنة ۔

قالوا نعم ۔

قال اترضون ان تكونوا ثلث اهل الجنة

حضرت بریدہ سے روایت ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ کیا تم اس سے راضی ہو کہ تم (اور تمہارے بعد آنے والے یعنی پوری امت) اہل جنت کے چوتھائی ہو۔ انہوں نے کہا بیشک۔ پھر آپ نے فرمایا۔ کہ کیا تم اس سے راضی ہو کہ تم ایک تہائی اہل جنت ہو سب

Maktaba Tul Ishaat.com

قالوا نعم قال اترضون ان تكونوا نصف اهل الجنة قالوا نعم قال ابشروا فان اهل الجنة عشرون ومائة صف امتي من ذلك ثمانون صفا ۔

لوگوں نے کہا جی ہاں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ کیا تم اس سے راضی ہو کہ تم اہل جنت کے آدھے ہو سب نے کہا بیشک۔ تو آپ نے فرمایا خوش ہو جاؤ اہل جنت کی ایک سو بیس صفیں ہوں گی۔ ان میں سے اسی صفیں میری امت کی ہونگی ۔

فسناہ۔ یعنی آنحضرت نے خوشخبری سنائی۔ کہ آپ کی امت اہل جنت کی دو تہائی ہوگی۔ ترمذی میں اس کے ساتھ ہے یعبدون من سائر الامم کالشعرۃ البیضاء فی جلد الثور الاسود یعنی اور امتیں ایک نشان یعنی چھالیس کی نسبت سے ہوں گی ۔

ابوحنیفة عن ابی بردة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان امتی امة مرحومة عذابها فی الدنیا الفتن والزلازل والقتل ۔

حضرت ابی بردہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت ایک رحمت کی گئی ہے عذاب اس کا دنیا میں فتنے اور زلزلے اور قتل ہیں ۔

فسناہ۔ ابوداؤد بیہقی حاکم طبرانی کی اس حدیث روایت کیا ہے اور حاکم نے صحیح کہا ہے اور بیہقی نے فی الاخرۃ کے بعد ایاتی لہا الفتن والزلازل والقتل والبلاء کہ اس پر آخرت کا عذاب نہیں البتہ اس کا عذاب دنیا میں فتنے ہیں زلزلے اور طرح طرح کی مصیبتیں ہیں ۔

ابوحنیفة عن زیاد عن یزید بن الحارث عن ابی موسیٰ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم فناء امتی بالطعن والطاعون قیل یا رسول الله الطعن عرفناه فما الطاعون قال وخز اعدائکم من الجن وفی کل شهادة ۔

حضرت ابی موسیٰ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کی ہلاکت نیزہ بازی سے اور طاعون سے ہوگی عرض کیا گیا یا رسول اللہ نیزہ بازی تو ہم جانتے ہیں طاعون کیا ہے فرمایا تمہارے دشمنوں کا جن کا نیزہ لگنا ہر ایک شہادت ہے ۔

وفی روایة وفی کل شهادة ۔

اور ایک روایت میں ہر ایک شہادت ہے ۔

فسناہ۔ یعنی طاعون کی بیماری سے ہلاک ہونے والے کو اللہ تعالیٰ نے شہید کا درجہ عطا فرمایا ہے۔ یہ اس کی لمبی عمر اور بڑھاپے کی وجہ سے ہے ورنہ اس کو غسل دینا ہے ۔ فرمایا ۔

Marfat.com

Maktaba Tul Ishaat.com

۲۹۲ ابو حنیفة عن خالد بن علقمة عن عبد الله ابن الحارث عن ابی موسٰی ان النبی صلی الله علیه وسلم قال فناء امتی بالطعن والطاعون فقیل یا رسول الله هذا الطعن قد علمناه فما الطاعون قال وخز اعدائکم من الجن وفی کل شهادة ۔

حضرت ابی موسیٰ سے روایت ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کی ہلاکی طعن اور طاعون سے ہے۔ آپ سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ یہ طعن تو ہم نے جان لیا۔ لیکن طاعون کیا ہے۔ آپ نے فرمایا وہ تمہارے دشمن جنوں کا نیزہ گھونپنا ہے۔ اور ان سب میں درجہ شہادت ہے ۔

شرح:۔ گویا اس میں آنحضرت نے طاعون کی حقیقت کو بھی واضح فرمایا کہ یہ ہلاک وہیبت ناک ہی ہے جو اجنہ کے اثر سے رونما ہوتی ہے ۔

کتاب الاطعمة والاشربة والضحایا والصید والذبائح!

کتاب کھانے پینے کی چیزوں۔ قربانیوں۔ شکار اور ذبیحوں کے بیان میں!

۲۹۳ ابو حنیفة عن محارب عن ابن عمر ان رسول الله صلی الله علیه وسلم نهی عن کل ذی ناب من السباع ۔

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہر کیلے والے درندہ سے ۔

شرح:۔ یعنی ہر وہ درندہ جو کیلے رکھتا ہے اس کا کھانا حرام ہے۔ مثلاً شیر۔ چیتا۔ بھیڑیا۔ ریچھ۔ ہاتھی۔ کتا وغیرہ۔ یہ حدیث بجنسہ حضرات ابن عباسؓ۔ خالد بن ولید۔ علی بن ابی طالب۔ جابر بن عبداللہ۔ ابو ثعلبہ الخشنی۔ ابو ہریرہ چھ اصحاب برگزیدہ سے کتب صحاح میں مروی ہے۔ اور جو اپنے معنی عمومی کے لحاظ سے قطعی الدلالت ہے اور روایت کی رو سے بھی تقریباً قطعی۔ پس بجو اور لومڑی کو بھی اس کا حکم شامل بلاشبہ شامل ہے۔ کیونکہ وہ بھی کیلے رکھتے ہیں اور درندوں میں ان کا شمار ہے۔ اور یہی مذہب امام ابو حنیفہ کا ہے۔ امام شافعیؒ و مالکؒ ان ہر دو کو حلال جانتے ہیں۔ ان کے پیش نظر عبدالرحمن بن ابی عمارہ کی وہ حدیث ہے۔ جو ترمذی۔ ابن ماجہ و نسائی لائے ہیں۔ جس مضمون کہ عبدالرحمن حضرت جابر سے پوچھتے ہیں کہ کیا بجو شکار ہے انہوں نے کہا ہاں۔ پھر کہا کیا میں اس کو کھاؤں۔ انہوں نے کہا ہاں۔ پھر کہا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارہ میں کہا ہے۔ انہوں نے کہا ہاں۔ اب دیکھئے کہ کہاں یہ قطعی الدلالت حدیث کا عمومی حکم اور کہاں اس حدیث ظنی کی خصوصی اجازت کیونکہ ہم

Maktaba Tul Ishaat.com

باعتبار سند روایت بیشتر حدیث سے بہت گھٹیا ہے اور کمتر تو پھر یہ اس کے معارض کیونکر ہو سکتی ہے۔ اور اگر تھوڑی دیر کے لئے اس کو صحیح بھی مان لیں تو شک کے وقت حرمت کو حلت پر ترجیح ہوتی ہے۔ پھر یہ بھی ہے کہ یہ حکم ابتدائے اسلام کا تھا اور اس قطعی الدلالت حدیث سے منسوخ ہو چکا۔ غرض یہ حدیث اپنی جگہ کل سے اور ناقابل تردید۔ لومڑی کو شافعی رح بجو پر قیاس کر کے اسی کے حکم میں شامل کرتے ہیں۔

باب ۱۹۶ النہی عن اکل کل ذی مخلب!

ابو حنیفہ عن عمار ب عن ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی یوم خیبر عن اکل کل ذی مخلب من الطیر۔

ف: باز، شاہین، شکرہ، گدھ وغیرہ شکاری پنجہ دار پرندے اس حکم کے تحت میں آ جاتے ہیں اور اسی حدیث کا حکم ان سب کو شامل ہے۔

باب ہر پنجہ دار جانور کے کھانے کی ممانعت کے بیان میں!

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن ہر پنجہ والے پرندہ کے کھانے سے

باب ۱۹۷ النہی عن اکل لحوم الحمر الاھلیۃ

ابو حنیفہ عن ابی اسحٰق عن البراء قال نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن اکل لحوم الحمر الاھلیۃ۔

ف: یہ حدیث بھی نقل بیان دلالت حکم سے معارض ہے مگر یہ حدیث ان احادیث سے اس بارہ میں اتفاق سے ان عب السر تمیہ میں ہے کہ گھریلو گدھوں کو کھانا حرام ہے۔ البتہ ابن عباس اور ابن ابی اوفی سے مروی ہے کہ مضائقہ نہیں جانا کر لے گئے ہیں ان کی طرف سے

باب گھریلو گدھوں کے کھانے کی ممانعت کے بیان میں!

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن پالتو گدھوں کے گوشت کے

سے منع فرمایا۔

باب ۱۹۸ النہی عن ختان الارض!

ابو حنیفہ عن ناقع عن ابن عمر قال نہینا عن ختان الارض۔

باب حشرات الارض کے کھانے کی ممانعت کے بیان میں!

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم کو زمین کے کیڑے مکوڑے کھانے سے منع کیا گیا ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com

فقہ:- ان میں وجہ حرمت ان کی ناپاکی ہے۔ چنانچہ ابوداؤد کی اس حدیث سے پتہ چلتا ہے۔ جو وہ حضرت ابوالارض کے ذیل میں حضرت ابوہریرہ سے لائے ہیں۔ جس میں مضمون کہ آنجناب کے حضور میں جھاڑو چوہے کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا۔ کہ وہ ناپاک چیزوں میں سے ایک ناپاک چیز ہے۔ اس سے صاف پتہ چلا کہ جھاڑو چوہا اس لیے حشرات الارض کی حرمت ان کی ناپاکی و گندگی پر مدار رکھتی ہے اور اسی علت و وجہ کے باعث زمین کے کیڑے مکوڑے سب حرمت کے دائرہ میں آئے۔ چنانچہ آیت کریمہ ویحرم علیہم الخبائث میں بھی اسی وجہ حرمت کی طرف اشارہ فرمایا ہے ۔

۳۵۸ ح ۲

ابوحنیفۃ عن ابی الزبیر المکی عن جابر بن عبداللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قتل ضفدعًا فعلیہ شاۃ مخرمًا کان او صلالًا ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو قتل کرے مینڈک کو۔ تو اس پر ایک بکری ہے۔ خواہ وہ حرام ہو یا حلال ۔

تخریج:- ابوداؤد نسائی اپنی سنن میں اور ابوداؤد طیالسی اپنی مسند میں۔ اسی طرح نسائی اور حاکم عبدالرحمن بن عثمان سے مرفوع حدیث لائے ہیں کہ ایک طبیب نے آنحضرت سے دوا میں مینڈک کے استعمال کے بارہ میں پوچھا۔ آپ نے اس کو اس کے قتل کرنے سے روکا۔ بیہقی نے کہا ہے کہ مینڈک کے بارہ میں قوی تر حدیث یہی ہے۔ ان احادیث سے جہاں مینڈک کے قتل کی ممانعت ثابت ہوتی ہے۔ اس کے کھانے کی حرمت بھی اسی کے ساتھ ساتھ پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے۔ چنانچہ حافظ منذری نے ایک استدلالی پہلو سے اس پر روشنی ڈالی ہے جو بہت خوب۔ کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قتل سے تو بہرحال روکا ہے۔ اور جو جانور کے قتل سے روکنا یا تو حرمت کے باعث ہوتا ہے جس طرح آدمی ہیں۔ یا اس لئے کہ اس کا گوشت حرام ہے۔ لہٰذا پہلی وجہ تو یہاں موجود نہیں یعنی حرمت۔ تو دوسری وجہ ہی قرار پائی کہ اس کا چونکہ کھانا حرام ہے اس لئے اس کا مارنا بھی ممنوع ٹھہرا۔ اور اسی بنا پر اس کے مارنے والے پر بکری واجب ہوئی۔ کہ لوگ اس کے مارنے سے دست کش رہیں ۔

باب حکم اکل الضب

باب گوہ کے کھانے کے حکم میں

۱۹۹ ح ۲

ابوحنیفۃ عن حماد عن ابراھیم عن الاسود عن عائشۃ انہا اھدی لہا ضب فلما جاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخبرتہ عن احدیہ فنہاہا عن اکلہ فجاء سائل فاراد ان یسألہ فاخبرت لہ بہ ۔ فقال لہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ کسی نے ان کی خدمت میں گوہ بطور ہدیہ بھیجی۔ دیکھتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے دیکھنے کے بارہ میں پوچھا۔ آپ نے ان کو اس کے کھانے سے روکا۔ اس پر ایک سائل آیا۔ اس نے چاہا کہ آپ سے پوچھے۔ تو اس نے اس (گوہ) کو بھگا دینے کا حکم دیا۔ تو اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

Marfat.com

Maktaba Tul Ishaat.com

وَسَلَّمَ انطعمين ما لا تاكلين ۔

فرمایا کہ جس کو تم خود نہیں کھاتیں کیا اس کو (دوسروں کو) کھلاتی ہو ۔

ف: یہ حدیث مسئلہ گودہ کو سامنے لاتی ہے۔ اس بارہ میں امام ابو حنیفہ اور شافعی و مالک کے درمیان اختلاف ہے۔ امام صاحب اس کو مکروہ کہتے ہیں اور ہر دو امام اس کو حلال جانتے ہیں۔ امام شافعی و مالک نے اپنی دلیل حدیث جو حضرت خالد بن ولید سے صحیحین میں بدیں الفاظ مروی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ اپنی خالہ حضرت میمونہ کے پاس گیا۔ اور ان کے پاس آپ نے بھنا ہوا گوہ کا گوشت لوٹا یا اس کی طرف ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ ایک عورت نے کہا کہ آپ کو جو چیز آپ نے پیش کی ہے اس کی خبر دو۔ چنانچہ عورتوں نے کہا یا رسول اللہ یہ گوہ ہے۔ آپ نے ہاتھ کھینچ لیا۔ حضرت خالد نے پوچھا یا رسول اللہ یہ حرام ہے آپ نے فرمایا نہیں۔ لیکن چونکہ یہ ہمارے ملک میں نہیں ہوتی اس لئے میں اس سے کراہت کرتا ہوں۔ خالد کہتے ہیں کہ پھر میں نے گوہ کھائی۔ اور آپ مجھ کو دیکھ رہے تھے۔

امام ابو حنیفہ نے مذہب پر بھی صریح الافاظ صحیح الاسناد احادیث دلالت کرتی ہیں۔ [illegible] حضرت عائشہ کو اس کے کھانے سے باز رکھا اس سے بھی حرمت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ ممانعت ہوتی ہے دوسرے سبب جواز کی وجہ سے جیسا کہ [illegible] نہی عن اکل لحوم الخیل آنحضرت نے گوشت کھانے سے نہیں فرمایا اس حدیث سے ان لوگوں نے استدلال کیا ہے جو گھوڑے کا گوشت حلال نہیں جانتے۔ اور اسی طرح اسمٰعیل بن عیاش جو ضعیف ہے اس نے بھی اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ اسمٰعیل بن عیاش کو ہر بار ہونے تقریب التہذیب اسمٰعیل بن عیاش [illegible] قابل حجت نہیں کیا خوب کیا کسی نے اس کو یاد نہیں دلایا کہ حضرت آپ خود اپنے [illegible] الوضوء من لحوم الابل کہہ کر آپ نے اسمٰعیل کی روایت شامیوں سے [illegible] چارے اسمٰعیل میں کیوں کیڑے نکالے کیا وجہ اس نے زیادہ غیب [illegible] ذہب کر بیٹھا ہے ان لوگوں نے کلام کی دو قسم کی دو قسمیں کر لی ہیں [illegible] ہیں۔ جو دیگر ناقدین مثلاً بخاری اور ابن معین نے بھی تضعیف کی ہے۔ اسمٰعیل کی روایت شامیوں سے صحیح ہے چنانچہ ابوداؤد نے اس حدیث پر سکوت کیا ہے جس سے صحیح [illegible] ہونا معلوم ہوتا ہے کیونکہ جس حدیث پر وہ سکوت کریں وہ حدیث ان کے نزدیک صحیح [illegible] ہوتا ہے اور بے جا مخالفت [illegible] حدیث کو امام [illegible] سے بدیں مضمون نقل کرتے ہیں [illegible] آنحضرت نے ساقط [illegible] جہاں وہیں تک ہے نہیں [illegible] اور آپ نے اس کو [illegible] اور مجھ کو خوف ہے [illegible] آپ کا فضل [illegible]

Maktaba Tul Ishaat.com

یہ حدیث کم از کم گوہ کی کراہیت کی بین دلیل ہے۔ چوتھے وہ حدیث جو مسلم حضرت جابر سے بایں مضمون لائے ہیں کہ آپ کے پاس گوہ لائی گئی تو آپ نے اس کے کھانے سے انکار کیا اور فرمایا میں نہیں جانتا شاید یہ مسخ کی ہوئی امت ہو وغیرہ وغیرہ۔ یہ تو وہ احادیث ہیں جو خصوصی طور سے گوہ کے مکروہ ہونے پر دال ہیں۔ لیکن قطع نظر ان کے امام صاحب کی مذکورہ حدیث بھی جو زمین کے حشرات کی حرمت ثابت کرتی ہے اور بطریق نافع وابن عمر منقول ہے گوہ کے ممنوع الاکل ہونے کی طرف مشیر ہے۔ کیونکہ گوہ بھی حشرات الارض میں سے ہے۔ لہٰذا نہی کے حکم میں شامل ہے اور نہی اس کی طرف بھی عائد ہوتی ہے۔ اب جب یہ حقیقت پوری تفصیل کے ساتھ آپ کے سامنے آئی۔ تو بعض مخالفین کی ناانصافی اور ہٹ دھرمی ملاحظہ ہو کہ نووی کس قدر وثوق کے ساتھ کہتے ہیں واجمع المسلمون علی ان الضب حلال لیس بمکروہ الا ما حکی عن اصحاب ابی حنیفۃ من کراھتہ والا ما حکاہ القاضی عیاض عن قوم انھم قالوا ھو حرام وما اظنہ یصح عن احد ان صح عن احد فمحجوج بالنصوص والاجماع من قبلہ کہ مسلمانوں نے اس پر اتفاق کیا کہ گوہ حلال ہے مکروہ نہیں مگر ابوحنیفہ کے شاگردوں سے اس کے خلاف نقل ہے کہ وہ مکروہ ہے یا قاضی عیاض نے بعض قوم سے اس کی حرمت نقل کی ہے اور میرے گمان میں کسی سے بھی بطریق صحیح ثابت نہیں اور اگر ثابت بھی ہو تو روایات صحیحہ اس کے خلاف حجت ہیں اور اس سے پہلے کا اجماع بھی اس کے خلاف ہے۔ ملا علی قاری نے کہا ہے کہ دمیری نے بھی یہی قول کیا ہے کہ اس کی حلت پر اجماع ہے خدا کی پناہ ایسی غلط بیانی۔ ایسی ناانصافی اور دیدہ دلیری پر کہ ترمذی صاف کہہ رہے ہیں وقد اختلف اھل العلم فی اکل الضب فرخص فیہ بعض اھل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم وغیرھم وکرھہ بعضھم کہ اہل علم حضرات نے گوہ کے کھانے کے بارہ میں اختلاف کیا ہے۔ بعض اہل علم اصحاب نبی نے اس میں رخصت دی ہے اور ان کے علاوہ نے اور بعض نے اس کو مکروہ جانا ہے۔ کیا نووی اور دمیری نے اجماع کا دعوی کرتے وقت ترمذی کے کلام کو نہیں دیکھا تھا اور کیا مذہب حنفیہ کے ثبوت میں مذکورہ روایات ان کے علم سے خارج تھیں۔ یہ روایت کے پہلو پر گفتگو تھی۔ قیاس کی رو سے بھی بچند وجوہ کراہیت کا پلہ بھاری ہے اول یہ کہ یہاں ادلہ میں تعارض واقع ہوا اور تعارض ادلہ میں کراہیت کا ثبوت زیادہ قرین قیاس ہے۔ دوسرے یہ کہ اصول کا مسلمہ مسئلہ ہے کہ حرمت وحلت کی روایات جب یکجا جمع ہوں تو حرمت قابل ترجیح ٹھہرتی ہے۔ تیسرے احتیاط اسی کی متقاضی ہے کہ جانب حرمت مرعی ہو۔

باب ۲۰۰ صَیْدِ الْکِلَابِ الْمُعَلَّمَۃِ!

باب سدھائے ہوئے کتوں کے شکار کے بیان میں!

۲۰۰۔ ابوحنیفۃ عن حماد عن ابراھیم عن ھمام عن عدی بن حاتم قال سألت

حضرت عدی بن حاتم کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ اور کہا یا رسول اللہ

Maktaba Tul Ishaat.com

رسول الله صلى الله عليه وسلم فقلت يا رسول الله انا نبعث الكلاب المعلمة فنأكل مما امسكن علينا فقال اذا ذكرت اسم الله عليها مالم يشركها كلب غيرها قلت وان قتل قال وان قتل قلت يا رسول الله احدنا يرمي بالمعراض.

قال اذا رميت فسميت فخزق فكل وان اصاب بعرضه فلا تاكل؛

ہم سدھائے ہوئے کتوں کو بھیجتے ہیں تو وہ جو شکار ہمارے لئے پکڑ لیں (کیا) ہم اس کو کھا لیں۔ آپ نے فرمایا جب (کھانا) کہ ان کو بھیجتے وقت تم نے بسم اللہ کہی ہو اور کوئی سدھایا ہوا کتا اس کے ساتھ شریک نہ ہوا ہو (کہتے ہیں) میں نے کہا اگر وہ شکار مر جائے۔ آپ نے فرمایا ہاں اگرچہ مر جائے۔ پھر میں نے کہا یا رسول اللہ ہم میں سے ایک شخص نشانہ پر والا تیر شکار کے مارتا ہے (تو اس کا کیا حکم ہے) آپ نے فرمایا کہ جب تم نے بسم اللہ کہہ کر تیر مارا اور اس نے اس میں سے پھاڑ ڈالا تو اس کو کھا لو اگر شکار اس تیر کی چوڑائی سے ہو تو اس کو نہ کھاؤ۔

ف: سدھایا ہوا یا تعلیم دیا ہوا کتا وہ ہے کہ اس کا مالک اگر اس کو شکار پر چھوڑے تو وہ دوڑنے اور اس کو ڈانٹ کر روکنا چاہے تو فوراً رک جائے۔ اور جب شکار اس کو پکڑے تو اس کو مالک کے لئے روکے رکھے اور خود نہ کھائے۔ اس کے گوشت کھا لیا کسی اور عضو بدن کو چھوئے اور نہ کھائے۔ اگر ان باتوں میں سے کسی میں ہوا تو وہ سدھایا ہوا کتا نہ گنا جائے گا۔ اور اس کا وہی حکم ہے جو حدیث میں مذکور ہے۔ اس آیت میں اسی کی طرف اشارہ ہے یہ فرمان خداوندی ہے وما علمتم من الجوارح مکلبین تعلمونهن مما علمکم الله فکلوا مما امسکن علیکم واذکروا اسم الله علیه یعنی اور جو سکھا دو تم زخم دینے والے کو شکار کرنے والوں کو سکھاتے ہو تم ان کو وہ جو تم کو سکھایا ہے اللہ نے تم کو پس کھاؤ جو کچھ پکڑ رکھیں تمہارے لئے اور یاد کرو اللہ کا نام اس پر۔

ابوحنيفة عن عطية عن ابي سعيد قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ماجزر عنه الماء فكل؛

ف یعنی سوائے اس مچھلی کے جو کہ پانی نے پیچھے چھوڑ دیا ہو اور مرفوع حدیث یوں نقل کرتے ہیں ما اصطاد تموه حيا فكلوه وما وجدتموه ميتا فكلوه کہ جس مچھلی کو تم نے زندہ شکار کیا تو اس کو کھاؤ اور جس کو تم نے پانی پر مرا ہوا پایا تو اس کو

باب التخيير في اكل الجراد!

باب ٹڈی کے کھانے میں اختیار دینے کے بیان میں!

ابوحنيفة قال سمعت عائشة بنت عجرد تقول قال رسول الله صلى الله

Marfat.com

Maktaba Tul Ishaat.com

اکثر جند اللہ فی الارض الجراد لا اکلہ ولا احرمہ ۔

لشکر ٹڈی کا ہے۔ میں اس کو نہ کھاتا ہوں اور نہ حرام کرتا ہوں ۔

نوٹ ۔ نووی نے کہا ہے کہ ٹڈی کے حلال ہونے پر اجماع ہے۔ ابن العربی نے اندلس کی ٹڈی کو اس حکم سے مستثنیٰ کیا ہے۔ کیونکہ وہ محض ضرر و نقصان ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک اگر ٹڈی کا سر جدا کر دیا جائے تو حلال ہے ورنہ نہیں ۔

ابو حنیفہ عن سعید عن عبایۃ بن رفاعۃ عن رافع بن خدیج ان بعیرا من ابل الصدقۃ ند فطلبوہ فسلمہا اعیاھم ان یاخذوہ رماہ رجل بسہم فاصاب فقتلہ فسئلوا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فامر باکلہ ۔

حضرت رافع بن خدیج نے روایت کیا ہے کہ صدقہ کے اونٹوں میں سے ایک اونٹ بدک گیا۔ اس کے پکڑنے کی فکر کی۔ جب اس نے بھگا مارا اور ہاتھ نہ آیا۔ تو ایک شخص نے ایک اس کے تیر مارا جو اس کے جا لگا۔ اور اس کو مار ڈالا۔ لوگوں نے آنحضرتؐ سے اس کے بارہ میں پوچھا (کہ اس کو کھائیں یا نہیں) آپ نے اس کے کھانے کا حکم دیا ۔

وقال ان لہا اوابد کاوابد الوحوش فاذا خشیتم منہا فاصنعوا مثل ما صنعتم بہذا البعیر ثم کلوہ ۔

فرمایا کہ یہ (اونٹ) بھی وحشی جانوروں کی طرح بعض بدکے ہوئے ہوتے ہیں۔ لہذا جب تم کو ان کے پکڑنے کے بارہ میں خوف دامنگیر ہو تو ایسا ہی کرو۔ جیسا کہ تم نے اس اونٹ کے ساتھ کیا۔ پھر اس کو کھاؤ ۔

وفی روایۃ ان بعیرا من ابل الصدقۃ ند فرماہ رجل بسہم فقتلہ فسئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن اکلہ فقال کلوہ فان لہا اوابد کاوابد الوحش ۔

اور ایک روایت میں اس طرح ہے کہ صدقہ کے اونٹوں میں سے ایک اونٹ بدک گیا۔ تو ایک شخص نے اس کے تیر مارا اور اس کو مار ڈالا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے کھانے کے بارہ میں دریافت کیا گیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ اس کو کھاؤ۔ کیونکہ وحشی جانوروں کی طرح یہ اونٹ بھی بدکنے والے ہوتے ہیں ۔

ف :۔ یعنی بدکے ہوئے اونٹ کو وحشی جانور کے مانند خیال کیا گیا۔ اور ایسی صورت میں اس کے کھانے کو جائز رکھا گیا ۔

Maktaba Tul Ishaat.com

۲۰۱ بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْمُجَثَّمَةِ!

باب مجثمہ سے ممانعت کے بیان میں!

ابوحنیفة عن نافع عن ابن عمرؓ انّ رسول الله صلی الله علیه وسلم نهی عن المجثمة ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا مجثمہ سے ۔

ف: مجثمہ وہ جانور ہے جس کو نشانے باندھ کر تیر بازی کے لئے نشانہ بنایا جائے۔ پیاسا ہو تو ہمہ جائے تو اس کا کھانا حرام ہے۔ بخاری میں شام سے روایت ہے کہ ابن عباس نے ہمیں حدیث بیان کی ہمراہ حکم بن یوسف کے پاس کیا۔ حضرت انس نے چند نوجوان لڑکوں کو دیکھا کہ ایک مرغی کو نشانے پر نشانہ بازی کر رہے ہیں۔ آپ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ ذی روح کو نشانہ بنایا جائے۔ مسلم اس کو ذبح کریں اور کھاؤ دوستوں میں بانٹ دیں۔ مضمون کی احادیث کتب صحاح میں مروی ہیں ۔

۲۰۲ بَابُ جَوَازِ الذَّبْحِ بِالْمَرْوَةِ!

باب پتھر سے ذبح کرنے کے بیان میں!

ابوحنیفة عن نافع عن ابن عمر انّ کعب بن مالك اتى النبي صلى الله عليه وسلم فقال يا رسول الله ان غنيمة كانت لها راعية فخافت على شاة منها الموت فذبحتها بمروة فامرها النبي صلى الله عليه وسلم باكلها ۔

حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ کعب بن مالک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا یا رسول اللہ ایک عورت کی بکریوں کو چرانے والی تھی میں کو کسی بکری کے بارے میں خوف ہوا کہ مر جائے گی تو اس نے پتھر سے اس کو ذبح کر دیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو کھا لو ۔

ف: امام مالک نے اس حدیث کو اپنی موطا میں لائے ہیں اور دیگر کتب صحاح میں بھی الفاظ کے قریب قریب الفاظ سے مروی ہے۔ یہ حدیث بیک وقت دو اصول پر روشنی ڈالتی ہے ایک یہ کہ عورت کا ذبیحہ درست ہے دوسرا یہ کہ ہر دھار دار چیز سے ذبح کرنا جائز ہے اور درست مثلاً چھری وغیرہ ہو یا کہ لوہا وغیرہ سے لوہے کی شرط ہے۔ حدیث ان صاحبوں کے خلاف ہے جن کا مسلک یہ ہے کہ دھار دار چیز سے ذبح کرنا جائز نہیں۔ اگر ہمیشہ لوہے کا ہونا ضروری ہے تو پھر لوہا کہاں سے آئے گا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ لوہا ہمیشہ نہیں ہوتا اور لوہا ہمیشہ ذبح نہیں کر سکتا ہے آپ نے فرمایا خون بہا دو جس سے چاہو ذبح کرو۔

Maktaba Tul Ishaat.com

۲۰۶ ابو حنيفة عن الهيثم عن الشعبي عن جابر بن عبد الله قال خرج غلام من الانصار قبل أحد فمر في طريقه فاصطاد ارنبا فلم يجد ما يذبحها فذبحها بحجر فجاء بها الى رسول الله صلى الله عليه وسلم قد عقفها بيده۔ فامره باكلها ۔

وفي روايةٍ ان رجلا اصاب ارنبين فذبحهما بمروة يعني الحجر فامرهُ النبي صلى الله عليه وسلم باكلها ۔

وفي روايةٍ اصاب رجل من بني سلمة ارنبا باحد فلم يجد سكينا فذبحها بحجر فامره النبي صلى الله عليه وسلم باكلها ۔

حضرت جابر سے روایت ہے کہ انصار میں سے کوئی لڑکا احد کی طرف نکلا۔ راستہ میں جاتے جاتے اس نے ایک خرگوش شکار کیا مگر ذبح کرنے کے لئے اس نے کوئی چیز نہ پائی۔ تو آخر پتھر سے اس کو ذبح کر دیا۔ پھر اس کو ہاتھ میں لٹکائے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا (اس کے بارہ میں مسئلہ دریافت کرنے کے لئے) آپ نے اس کو اس (خرگوش) کے کھا لینے کا حکم دیا۔

اور ایک روایت میں یوں ہے کہ ایک شخص نے دو خرگوش مارے اور ان کو پتھر سے ذبح کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ان کے کھا لینے کا حکم دیا۔

اور ایک روایت میں اس طرح ہے کہ بنی سلمہ کے ایک شخص نے احد پہاڑ میں ایک خرگوش شکار کیا۔ جب اس کو کوئی چھری نہ مل سکی تو اس نے خرگوش کو پتھر سے ذبح کر دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو خرگوش کے کھا لینے کا حکم دیا۔

ف:۔ یہ حدیث بھی ہر سہ روایات سے حدیث بالا کے مضمون کی ترجمانی کرتی ہے۔

۲۰۷ ابو حنيفة عن حماد عن ابراهيم عن علقمة عن ابن مسعود قال ان رسول الله صلى الله عليه وسلم اكل من ذبيحة امراة ونهى عن قتل المراة

حضرت ابن مسعود رض کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کا ذبیحہ تناول فرمایا اور لڑائی میں عورت کے قتل کرنے سے منع فرمایا۔

ف:۔ حضرت ابن عمر رض کی پشتر حدیث سے ضمناً عورت کے ذبیحہ کی حلت آشکارا تھی اور حدیث ذیل سے صراحتہً اس کی وضاحت ہوئی۔

باب ۲۰۴ فی فضيلة ايام عشر الاضحى !

باب ذی الحجہ کے عشرہ کی فضیلت کے بیان میں!

۲۰۸ ابو حنيفة عن مخول بن راشد عن مسلم البطين عن سعيد بن جبير عن ابن عباس قال قال رسول الله صلعم ما من ايام افضل عند الله من ايام

حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالے کے نزدیک عشرہ ذی الحجہ سے بڑھ کر کوئی دن افضل نہیں۔ لہذا

Maktaba Tul Ishaat.com

عشر الاضحیٰ فاکثروا فیهن من ذکر الله تعالیٰ ۔ ان دنوں میں اللہ کا ذکر بہت کیا کرو ۔

ف: یہ حدیث عشرہ ذی الحجہ کی عجیب برکت فضیلت و عظمت کی بین دلیل ہے اور چونکہ یہ دن برکت والے ہیں اس لئے ان میں ذکر الٰہی عبادت و انابت الی اللہ بہت بڑے اجر و ثواب اور خوشنودی خدا کا باعث ہے ۔

ترمذی و ابن ماجہ میں حضرت ابی ہریرہ سے اس مضمون کی حدیث وارد ہے کہ اللہ کے نزدیک عشرہ ذی الحجہ سے بڑھ کر کسی دنوں کی عبادت محبوب تر نہیں کہ اس کے ہر دن کا روزہ سال بھر کے روزہ کے برابر درجہ و مرتبہ رکھتا ہے اور اس کے ایک رات کی تہجد لیلۃ القدر کی شب بیداری کے برابر عظمت رکھتی ہے ۔

ابوحنیفة عن الهیثم عن عبد الرحمٰن بن سابط عن جابر ابن عبد الله ان النبیّ صلی الله علیه وسلم ضحّی بکبشین اقرنین املحین احدهما عن نفسه والآخر عمّن شهد أن لا اله الا الله من امته وفی روایة نحوه ولم یذکر جابر بن عبد الله ۔

حضرت جابر عبد اللہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کی دو بالوں والے چت کبرے دنبا سفید رنگ کے مینڈھوں کی ایک اپنی ذات شریف کی طرف سے اور دوسرا اپنی امت کے ہر کلمہ گو کی جانب سے اور اسی حدیث کی ایک سلسلہ سے روایت ہے جس میں حضرت جابر کا ذکر نہیں گویا مرسل ہے ۔

ف: یہ حدیث کتب صحاح میں تقریباً سات صحابہ سے مروی ہے کہیں کہیں کسی ایک آدھ لفظ کا تبدیل ہے ۔

ابوحنیفة عن حماد عن ابراهیم والشعبی عن ابی بردة بن نیار انه ذبح شاة قبل الصلوٰة فذکر ذلك للنبی صلی الله علیه وسلم فقال تجزیٰ عنك ولا تجزیٰ عن احد بعدك ۔

حضرت ابی بردہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نماز سے پہلے ایک بکری ذبح کر لی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا حضرت ابی بردہ سے فرمایا کہ یہ قربانی صرف تمہارے لئے کافی ہے تمہارے بعد کسی کی طرف سے کافی نہ ہوگی ۔

ف: سوائے ابن ماجہ کے اصحاب صحاح ستہ یہ حدیث حضرت براء بن عازب سے روایت کرتے ہیں جو اس خصوصیت کو حضرت ابی بردہ کی ذات منسوب کرتی ہے ابن ماجہ کی روایت کو شاذ قرار دیتے ہیں بیہقی کی روایت کے مطابق یہ قربانی عام لوگوں کے لئے جائز ہے یا اس خصوصیت کے ساتھ مختص ہونے کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے بعض نے قول کیا ہے ۔

ابوحنیفة عن سلمة بن کهیل وحماد انهما حدثاه عن عبد الله بن

Marfat.com

Maktaba Tul Ishaat.com

بریدۃ عن ابیہ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم انہ قال انما نھیتکم عن لحوم الاضاحی فوق ثلثۃ ایام لیوسع موسعکم علی فقیرکم ؛

دن سے زائد قربانی کے گوشت کو رکھ چھوڑنے سے تاکہ تمہارا صاحب حیثیت شخص تمہارے فقیر کو رزق میں فراخی دے ؛

ف :۔ ترمذی میں اس حدیث کے ساتھ اس مضمون کے الفاظ بھی زائد ہیں۔ پس اب کھاؤ جب تک چاہو۔ کھلاؤ اور رکھ چھوڑو۔ پھر حضرت عائشہ سے اس امر کی وضاحت بدیں مضمون لاتے ہیں کہ ان سے کسی نے قربانی کے گوشت کے رکھ چھوڑنے کی ممانعت کے بارہ میں پوچھا تو انہوں نے کہا منع نہیں لیکن صورت یہ تھی کہ قربانی کرنے والے لوگ کم ہوا کرتے تھے۔ تو آپ نے اس کو پسند فرمایا کہ قربانی کرنے والا قربانی نہ کرنے والے کو بھی کھلائے۔ ورنہ ہم ہاتھ دست رکھا کرتے اور دس روز بعد اس کو کھاتے۔ اور حقیقت میں اگر آنحضرت تین روز سے زائد گوشت رکھ لینے کی اجازت دیتے تو بہت سے مسکین کھا سکتے اور قربانی کرنے والے گوشت رکھ رکھ کر کھایا کرتے۔ اب جب صاحب حیثیت اشخاص کی تعداد بڑھی اور مساکین کی تعداد گھٹی تو تین دن کی پابندی اٹھا دی گئی ؛

باب ۲۰۵ فضیلۃ الخل ! — باب سرکہ کی فضیلت میں !

۴۱۲ ح ۱

ابوحنیفۃ ومسعر عن محارب بن دثار عن جابر انہ دخل علیہ وقرب الیہ خبزا وخلا ثم قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نعما ما عن التکلف ولولا ذلک لتکلفت لکم وانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لہ نعم الادام الخل ؛

حضرت محارب کے بارہ میں روایت ہے کہ وہ حضرت جابرؓ کے پاس گئے اور انہوں نے روٹی اور سرکہ محارب کے سامنے پیش کیا۔ اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو تکلف سے منع کیا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو میں تمہارے لئے تکلف برتتا۔ اور البتہ میں نے سنا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہوئے کہ سرکہ کیا خوب ترکاری ہے ؛

ف :۔ تکلف سے ممانعت میں بہت سی احادیث وارد ہیں۔ ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں حضرت سلمانؓ سے مرفوع روایت لی ہے لا تکلفوا للضیف کہ مہمان کے لئے تکلف نہ برتو۔ بیہقی شعب الایمان میں یہ حدیث لائے ہیں لا یتکلف احد لضیفہ ما لا یقدر علیہ ؛ کہ کوئی اپنی قدرت و حیثیت سے اونچا تکلف اپنے مہمان کیلئے نہ کرے۔ بخاری میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ہم کو تکلف سے روکا گیا۔ دیلمی کی مسند الفردوس میں حضرت زبیرؓ سے روایت ہے کہ میں اور میری امت کے نیک بخت تکلف سے بری ہیں ؛

۴۱۳ ح ۲

ابوحنیفۃ عن ابی الزبیر عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نعم الادام الخل ؛

حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سرکہ کیا خوب ترکاری ہے ؛

ف :۔ سرکہ کی تعریف و توصیف میں بعینہ یہی الفاظ کتب صحاح میں متعدد طرق سے مروی ہیں

Maktaba Tul Ishaat.com

ترمذی میں حضرت ام ہانی رضؓ سے یوں روایت ہے کہ وہ کہتی ہیں کہ میرے پاس آنحضرتؐ تشریف لائے اور مجھ سے فرمایا کہ کیا تمہارے پاس کچھ ہے۔ میں نے عرض کیا حضور سوکھی روٹی ہے اور سرکہ ہے۔ آپ نے فرمایا لاؤ وہ ہی لاؤ۔ البتہ جس گھر میں سرکہ ہو وہ گھر تنگدستی سے خالی نہیں۔ بہرحال سرکہ کو پسند فرماتے اور یہ طبیعت پاک کو بہت مرغوب تھا۔

ابو حنیفہ عن نافع عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الکافر یاکل فی سبعة امعاء والمؤمن یاکل فی معیً واحد ۔

حضرت ابن عمر رضؓ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کافر کھاتا ہے سات آنتوں میں اور مومن کھاتا ہے ایک آنت میں۔

باب ۲۰۶ النہی عن الاکل متکئا

باب ممانعت ٹیک لگا کر کھانا

ابو حنیفہ عن [illegible] جحیفہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اما انا فلا آکل متکئا آکل کما یاکل العبد واشرب کما یشرب العبد واعلم لا ترفی

[illegible] ٹیک لگا کر کھانے میں تکبر کی علامت ہے اور تکبر کا ٹھور ہے جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے اس لئے آپ نے اختیار فرمایا تکبر سے اور خاکساری اور عجز کی راہ کو اختیار فرمایا اور اسی کی ہدایت فرمائی تناول فرماتے اور خدا کا شکر ادا فرماتے۔

باب ۲۰۷ النہی عن الشرب فی انیة الذہب والفضة

باب اس بیان میں کہ [illegible] کے برتن میں پینا منع ہے

ابو حنیفہ عن حماد عن حذیفة قال نهانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان نشرب فی انیة الذهب والفضة وان ناکل فیها وان نلبس الحریر والدیباج ونحن مشرکون فی الدنیا ولکم فی

[illegible]

Marfat.com

Maktaba Tul Ishaat.com

دنیا میں ان سے خوب فائدہ اٹھاتا ہے۔ اور آخرت میں اس کے لئے اس میں کوئی حصہ نہیں۔

۴۱۷/۳ **ابو حنیفة** عن مسلم عن عبد الرحمٰن بن ابی لیلی قال نزلنا مع حذیفة علی دهقان بالمدائن فاتی بطعام فطعمنا ثم دعا حذیفة بشراب فاتی بشراب فی اناء فضة فضرب به وجهه فساءنا ما صنع فقال اتدرون لما صنعت به هذا فقلنا لا فقال انی نزلت علیه فی العام الماضی فدعوت بشراب فاتانی بشراب فیه فاخبرته ان رسول الله صلی الله علیه وسلم نهانا ان ناکل فی انیة الذهب والفضة وان نشرب فیها وان نلبس الحریر والدیباج فانها للمشرکین فی الدنیا وهی لنا فی الاخرة ۞

حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلی کہتے ہیں کہ ہم حضرت حذیفہ کے ساتھ مدائن میں کسی دہقان کے ہاں اترے وہ کھانا لایا ہم نے کھایا پھر حضرت حذیفہ نے پانی مانگا۔ تو پانی چاندی کے برتن میں لے آیا۔ حضرت حذیفہ نے پانی کا برتن اس کے منہ پر مار دیا۔ ہم کو ان کا یہ فعل بہت ناگوار ہوا۔ تو اس پر انہوں نے کہا کہ کیا تم جانتے ہو کہ میں نے اس دہقان کے ساتھ ایسا کیوں کیا۔ ہم نے کہا نہیں۔ کہنے لگے گذشتہ سال میں اس کے پاس اترا۔ اور میں نے پانی مانگا۔ تو اس نے مجھے چاندی کے برتن میں پانی لاکر دیا۔ میں نے اس سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو چاندی سونے کے برتن میں کھانے پینے سے منع فرمایا ہے۔ اور اس سے کہ ہم ریشم اور دیباج پہنیں کیونکہ یہ (چیزیں) مشرکین کے لئے دنیا میں ہیں۔ اور ہمارے لئے آخرت میں ۞

فائدہ: یعنی حضرت حذیفہ کی سخت برہمی و ناراضگی کا سبب ٹھہرا کہ اس دہقان آپ نے ایک مرتبہ اس ناجائز فعل کے ارتکاب سے روکا۔ اور آنحضرت کی حدیث بھی سنائی۔ مگر وہ پھر بھی اس عمل سے باز نہ آیا۔ اور سونے چاندی کے برتن استعمال میں لاتا رہا۔ لہٰذا دوسری بار آپ غصہ کے مارے بے اختیار ہو گئے اور پانی کے برتن کو اس کے منہ پر دے مارا۔ گویا یہ مہمان نواز کے ساتھ بدسلوکی نہیں۔ بلکہ خلاف شریعت عمل پر اس کو سخت سرزنش ہے کہ آئندہ وہ اس سے باز رہے۔ حضرت حذیفہ کی طرف سے یہ اتباع سنت رسول کا بھی بین اور کھلا ثبوت ہے۔ کہ وہ اس کو دیکھ بھی نہ سکے کہ کسی شخص کو سنت رسول معلوم ہونے پر پھر وہ اس کے خلاف چلے ۞

۴۱۸/۳ **حماد** عن ابیه عن ابی فروة عن عبد الرحمٰن بن ابی لیلی قال استسقی حذیفة بن الیمان من دهقان فاتی بشراب فی اناء فضة فاخذ الاناء فضرب به وجهه وقال ان رسول الله صلی

حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ سے روایت ہے کہ حضرت حذیفہ بن یمان نے ایک دہقان سے پانی مانگا۔ تو وہ پانی چاندی کے برتن میں لے آیا۔ آپ نے وہ برتن لے کر اس کے منہ پر دے مارا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا

Maktaba Tul Ishaat.com

الله علیه وسلم نهی ان نشرب فی انیة الفضة ۔

ف: یہ حدیث پچھلے قصہ کی طرف مشیر ہے ۔

ہے کہ ہم چاندی کے برتن میں پئیں ۔

ابو حنیفة عن الحکم عن ابن ابی لیلی قال کنا مع حذیفة بالمدائن فاستسقی دهقانا فاتاه به فی جام فضة فرمی به ثم قال ان رسول الله صلی الله علیه وسلم نهانی عن انیة الذهب والفضة وقال هی لهم فی الدنیا ولکم فی الاخرة ۔

حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلی کہتے ہیں کہ ہم حضرت حذیفہ کے ساتھ مدائن میں رفیق سفر تھے کہ انہوں نے ایک دہقان سے پانی مانگا وہ چاندی کے جام میں پانی لے آیا۔ انہوں نے اس کو پھینک دیا۔ اور کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے چاندی کے برتن [illegible] اور فرمایا ہے کہ وہ ان کافروں کے لئے دنیا میں ہے۔ اور تمہارے لئے آخرت میں ہے ۔

ف: اس میں بھی پیشتر حدیث کے مضمون کا اعادہ ہے ۔

ابو حنیفة عن نافع عن ابن عمر ان النبی صلی الله علیه وسلم نهی عن الدباء والحنتم ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ [illegible] کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے [illegible] ممانعت فرمائی ہے ۔

ف: یعنے ان میں نبیذ بنانے سے چونکہ برتن شراب کے تھے اور اس لئے ان میں نبیذ بنانے کی یہی ممانعت احتیاطاً آپ نے کردی اس کے بعد یہ ممانعت منسوخ ہوگئی اب ان میں نبیذ بنانا درست ہے ۔ دباء کدو کو کہتے ہیں مراد تونبا ۔ حنتم سبز ٹھلیا ۔

ابو حنیفة عن علقمة عن سلیمان بن بریدة عن ابیه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال نهیناکم عن زیارة القبور فقد اذن لمحمد صلی الله علیه وسلم فی زیارة قبر امه فزوروها ولا تقولوا هجرا وعن لحوم الاضاحی ان تمسکوا فوق ثلثة ایام وانما نهیناکم لیوسع موسرکم علی فقیرکم ۔ فالان قد وسع الله علیکم فکلوا وتزودوا ۔ وعن الشرب فی الحنتم والمزفت وفی روایة عن النقیر

حضرت [illegible] علیہ وسلم نے [illegible] روکا تھا لیکن اب [illegible] اللہ نے [illegible] کو [illegible] کی اجازت دی ہے [illegible] کھاؤ اور [illegible] کرو [illegible] ممانعت فرمائی تھی [illegible] کھاؤ [illegible] کرو [illegible] کھاؤ

Maktaba Tul Ishaat.com

والدباء فاشربوا فی کل ظرف شئتم فان الظرف لا یحل شیئا ولا یحرمه ولا تشربوا مسکرا ۔

یوں ہے کہ نقیر اور دباء میں پیئے سے۔ تو اب پیو۔ جس برتن میں چاہو۔ کیونکہ برتن کسی چیز کو حلال۔ حرام نہیں کرتا۔ ہاں نشہ آور چیز نہ پیو ۔

وفی روایۃ قال انا نهیناکم عن ثلاث عن زیارۃ القبور فزوروها ونهیناکم ان تمسکوا لحوم الاضاحی فوق ثلثة ایام فامسکوها و تزودوها فانما نهیناکم لیسعکم علی فقیرکم ونهیناکم ان تنتبذوا فی الدباء والمزفت فاشربوا فیما شئتم ولا تشربوا مسکرا ۔

ایک روایت میں اس طرح ہے کہ ہم نے تم کو تین باتوں سے منع کیا تھا۔ زیارت قبور سے تو اب ان کی زیارت کرو۔ اور ہم نے منع کیا تھا تم کو قربانی کے گوشت کو رکھ چھوڑنے سے تین دن سے زائد۔ لہٰذا اب اس کو رکھو اور اکٹھا کرو اور البتہ اس لئے منع کیا تھا تم کو کہ تمہارے مالدار تمہارے فقیروں کو وہ گی سے کھانے کا موقع دیں۔ اور منع کیا تھا ہم نے تم کو کہ دباء اور مزفت میں پیو تو اب پیو جس میں چاہو کیونکہ برتن کسی چیز کو نہ حلال کرتا ہے نہ حرام۔ البتہ نشہ آور چیز نہ پیو ۔

وفی روایۃ نحوہ وفیه عن النبیذ فی الدباء والحنتم والمزفت فاشربوا فی کل ظرف ولا تشربوا مسکرا ۔

اور ایک اور روایت میں اسی طرح ہے۔ اور اس میں یوں ہے کہ منع کیا تھا ہم نے تم کو نبیذ بنانے سے دباء۔ حنتم اور مزفت میں پس اب ہر برتن میں پیو۔ لیکن نشہ آور چیز نہ پیو ۔

ف: مزفت روغن پھرا ہوا برتن۔ نقیر۔ لکڑی کو تراش کر بنایا ہوا برتن ۔

ابو حنیفة عن علقمة وحماد حدثاه عن عبد الله بن بریدة عن ابیه عن النبی صلعم انه قال اشربوا فی کل ظرف فان الظرف لا یحل شیئا ولا یحرمه ۔

حضرت بریدہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پیو ہر برتن میں۔ کیونکہ برتن نہ حلال کرتا ہے کسی چیز کو نہ حرام کرتا ہے ۔

ف: یہ حدیث بھی پہلی حدیث کے مضمون کا اعادہ کرتی ہے ۔

باب شرب النبیذ

باب نبیذ کے پینے کے بیان میں

ابو حنیفة عن حماد عن ابراهیم عن علقمة قال رایت عبد الله ابن مسعود وهو یاکل طعاما ثم دعا بنبیذ فشرب فقلت رحمك الله تشرب النبیذ والامة تفتی بك فقال ابن مسعود رایت رسول

حضرت علقمہ کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن مسعود کو دیکھا کہ آپ نے کھانا کھایا اور پھر نبیذ منگا کر پی۔ میں نے کہا اللہ آپ پر رحم فرمائے۔ آپ نبیذ پیتے ہیں اور امت آپ کی اقتدا کرتی ہے۔ اس پر ابن مسعود نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

Maktaba Tul Ishaat.com

الله صلی الله علیه وسلم یشرب النبیذ ولوکا انی رأیته یشرب ماشربته ؛

کو نبیذ پیتے ہوئے دیکھا ہے۔ اگر میں آنحضرت کو پیتے ہوئے نہ دیکھتا تو میں نہ پیتا ؛

ف:- یہ حدیث مسئلہ نبیذ کی طرف مشیر ہے جو مختصر سی وضاحت چاہتا ہے۔ نبیذ کی حقیقت یہ ہے کہ خشک انگوروں یا کھجوروں کو پانی میں ڈال دیں اور دیر تک اس میں چھوڑے رکھیں کہ ان کی مٹھاس و شیرینی اس پانی میں خوب اتر کر جائے۔ اور اس سے ایک لذیذ خوش ذائقہ شربت تیار ہو جائے۔ یہ جس قدر خوش ذائقہ ہوتا ہے اسی قدر صحت کو بھی مفید ہوتا ہے۔ نقیع بھی اسی قسم کے ایک شربت کا نام ہے۔ مگر اس میں انگور یا کھجوریں پانی میں کم دیر کے لئے چھوڑی جاتی ہیں۔ یہ نبیذ آنحضرت نے استعمال فرمائی ہے۔ احادیث صحیحہ اس پر دال ہیں مثلاً حدیث ذیل ہی۔ یا شمائل ترمذی میں حضرت انس سے بدیں مضمون روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے اس پیالہ سے آنحضرت کو تمام پینے کی اشیاء پلائی ہیں۔ مثلاً پانی۔ نبیذ۔ شہد۔ دودھ۔ مسلم میں حضرت عائشہ سے بدیں مضمون روایت ہے کہ آپ کہتی ہیں کہ ہم آنحضرت کے لئے نبیذ تیار کرتے ایک مشک میں جو اوپر کی جانب سے بند کی جاتی اور اس کے نیچے بھی ایک دہانہ ہوتا تھا۔ صبح کو اس میں کھجور وغیرہ ڈال کر نبیذ تیار کرتے جس کو آپ نوش جان فرماتے رات کو یا رات کو تو اس کو نوش جان فرماتے صبح کے وقت چنانچہ تمام علماء کے نزدیک یہ نبیذ جائز ہے اور حلال۔ البتہ اس کو اگر خفیف سا جوش دے لیں کہ یہ نشہ کی حد تک نہ پہنچے تو اس کے استعمال میں ائمہ مختلف القول ہیں۔ امام ابوحنیفہ و امام ابو یوسف رح اس کو جائز قرار دیتے ہیں اس شرط سے کہ وہ ہاضمہ کی درستی کے لئے استعمال کی جائے نہ لہو و لعب کے لئے۔ امام محمد احناف میں سے اور امام شافعی و مالک اس کو ناجائز مانتے ہیں۔ مگر احناف کے نزدیک بھی فتویٰ امام محمد کے قول پر ہے اور فقیہ ابواللیث نے کہا ہے کہ ہمارا عمل اسی پر ہے۔ نبیذ جس طرح انگور و کھجور سے تیار ہوتی ہے۔ اسی طرح اور اشیاء خوردنی سے بھی بنتی ہے۔ مثلاً گیہوں۔ جو۔ انجیر۔ شہد وغیرہ ؛

ابوحنیفة ومِسعَرٌ عَنْ عَطَاء عن جابر قال نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم عن نبیذ الزبیب والتمر والبُسر والشمر ؛

حضرت جابر سے روایت ہے کہ منع فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگور اور کھجور کی ایک ساتھ تیار کی ہوئی نبیذ سے اور گدرا اور پکی کھجور کی (یک جا بنائی ہوئی) نبیذ سے ؛

ف:- صحاح ستہ میں یہ حدیث اسی مضمون سے متعدد طرق سے وارد ہے صحیحین میں ابی قتادہ بن ربعی سے یوں روایت ہے کہ گدرا اور پختہ کھجور سے ساتھ ساتھ اور پختہ کھجور اور انگور سے ساتھ ساتھ نبیذ تیار نہ کرو البتہ تیار کردان سے علیحدہ علیحدہ۔ گو ان سے علیحدہ علیحدہ نبیذ بنانا تو جائز ہے۔ مگر یک جائی شکل میں نہیں ہے۔ حکم امتناعی اس نقطہ خیال کے ماتحت ہے کہ یکجائی صورت میں بہت ممکن ہے کہ ایک چیز فلہ قہر حاصل کر کے سکر کی کیفیت اپنے اندر پیدا کر لے اور دوسری چیز میں سرایت کر جائے۔ مگر معلوم ہو یوں لاعلمی میں حرام چیز کا استعمال عمل میں آجائے۔ اس لئے یہ صورت ناجائز قرار دی گئی۔ مگر واضح رہے مسئلہ میں اختلافی ہے۔ امام ابوحنیفہ و امام ابو یوسف کے نزدیک اس مخلوط نبیذ میں اگر نشہ پیدا نہ ہو اور

Maktaba Tul Ishaat.com

ہو تو اس کا استعمال جائز ہے۔ اور امام شافعی مالک و احمد کے نزدیک خواہ نشہ پیدا ہو یا نہ ہو ظاہری الفاظ حدیث کے ملحت حرام ہے۔ امام محمد احناف میں سے ہر سہ ائمہ کے ساتھ ہیں۔ یعنی اس کی حرمت کے قائل ہیں۔ حرمت کے قائلین کی دلیل حدیث ذیل ہے یا اسی مضمون کی دیگر احادیث۔ احناف کے نزدیک یہاں بھی فتوے امام محمد کے قول پر ہے۔ امام ابو حنیفہ رح مبالغت کی احادیث کو ابتدائے اسلام پر محمول کرتے ہیں جبکہ مسلمانوں پر تنگ دستی اور محتاجگی کا دور دورہ تھا کہ اس وقت امیروں پر دو چیزوں کا بیک وقت استعمال بند ہوا۔ کہ ان کے غریب ساتھی دوسری چیز کا استعمال کر سکیں یہ نہیں کہ وہ تو دو دو چیزیں اڑائیں اور دوسرے ایک سے بھی محروم ہوں۔ ایسا عمل ابتدائے اسلام میں کئی چیزوں کے بارہ میں ہے اور علت کے لئے وہ اس حدیث سے دلیل لاتے ہیں جو امام محمد کتاب الآثار میں لائے ہیں بدیں مضمون کہ ابن زیاد کہتے ہیں کہ میں ابن عمر کے پاس گیا۔ تو آپ نے مجھ کو شربت پلایا جس کے اثر سے میں اپنے گھر والوں تک نہ پہنچ سکا۔ کہتے ہیں کہ دوسرے اور تیسرے میں صبح ان سے ملا تو میں نے اس کا ذکر کیا۔ ابن عمر رض نے فرمایا کہ ہم نے تو تم کو صرف کھجور اور انگور کی نبیذ پلائی تھی۔ لہٰذا اگر یہ مخلوط حرام ہوتی تو ابن عمر جو اتباع سنت رسول میں نظیر آفاق تھے کس طرح حرام چیز پیتے یا دوسرے کو پلاتے۔ شیخ الاسلام کی مبسوط میں ابراہیم نخعی سے بھی اسی قسم کی روایت ہے ۔

۴۲۵ ابو حنیفۃ عن علقمۃ بن مرثد وحماد بن ابی سلیمان عن عبد اللہ بن بریدۃ عن ابیہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تشربوا مسکرا

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مت پیو نشہ آور چیز ۔

فائدہ۔ کتب صحاح و سنن ایسی احادیث سے پر ہیں جو نشہ آور چیز کی حرمت کو ثابت کرتی ہیں ۔

۴۲۶ ابو حنیفۃ عن ابی عون محمد الثقفی عن عبد اللہ ابن شداد عن ابن عباس انہ قال حرمت الخمر قلیلھا وکثیرھا والمسکر من کل شراب ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا شراب حرام کی گئی تھوڑی ہو یا بہت۔ اور نشہ ہر شراب میں سے ۔

فائدہ۔ یہ حدیث امام مالک۔ شافعی۔ احمد اور امام ابو حنیفہ رح کے مابین ایک زبردست اختلافی مسئلہ کی طرف شیر ہے۔ صورت اختلاف کی یہ ہے کہ ہر سہ ائمہ کے نزدیک ہر نشہ آور چیز کو خمر (شراب) کہتے ہیں اور وہ تھوڑی اور بہت حرام ہے اور اس کا پینے والا خواہ کسی مقدار میں پیئے سزاوار حد ہے وہ کہتے ہیں۔ خمر دراصل مخامرت سے مشتق ہے گویا عقل کو چھپانے والی۔ اب جو شراب بھی بسبب نشہ کے عقل کو چھپا دے وہ خمر کے حکم میں ہے اور تھوڑی ہو یا بہت حرام ہے۔ روایت کی رو سے یہ سلم کی اس حدیث سے بھی دلیل لاتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کل مسکر خمر کہ ہر نشہ آور چیز خمر ہے۔ یا اس حدیث سے کہ آپ نے فرمایا الخمر من ھاتین الشجرتین العنبۃ والنخلۃ کہ خمر ان دو درختوں سے ہے انگور کی بیل اور کھجور۔ انگور کے ساتھ کھجور کو بھی شامل کیا۔ امام ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ خمر تخمیر سے ہے بمعنی تشدد اور قوت جو

Maktaba Tul Ishaat.com

کسی چیز کو حاصل نہیں اسی لئے اس کو ام الخبائث کہتے ہیں اور باعتبار لغت اور بروئے عام استعمال اہل عرب خمر انگور کے کچے پانی کو کہتے ہیں۔ جبکہ وہ نشہ آور ہو جائے۔ اس معنی میں اس کی حرمت قطعی ہے۔ قرآن پاک سے بھی اس کی حرمت آیت یا ایھا الذین امنوا انما الخمر والمیسر والانصاب الآیۃ ثابت ہے اور احادیث صحیحہ سے بھی۔ باقی دوسری چیزوں کی شرابوں کی حرمت قطعی نہیں بلکہ ظنی ہے اور اجتہادی۔ مثلاً گیہوں جو۔ جوار۔ کی شراب اور ان میں خمر کے علاوہ دوسرے الفاظ مستعمل ہیں مثلاً نبیذ۔ نقیع۔ سکر۔ وغیرہ۔ چنانچہ ان کا وہ حکم نہیں جو انگور کی شراب کا ہے کہ وہ تھوڑی بھی حرام ہے اور زائد بھی۔ تھوڑی پینے پر بھی حد ہے۔ اور زائد پر بھی۔ بلکہ یہ غیر شرابیں اگر قلیل مقدار میں استعمال کی جائیں کہ نشہ نہ پیدا کریں تو حرام نہیں۔ ہاں اگر نشہ لانے کی مقداریں پی جائیں تو یہ حرام ہیں اور ان کے پینے والے پر حد جاری ہوگی۔ اسی طرح یہ فرق بھی ہے کہ انگور کی شراب کی حرمت سے انکار کرنے والا کافر ہے۔ اور دیگر شرابوں کی حرمت سے انکار کرنے والا کافر نہیں۔ کیونکہ ان کا ثبوت ظنی ہے قطعی نہیں۔ امام صاحب کے مذہب پر دلیل ابن عباس کی حدیث ذیل سے لائی جاتی ہے۔ جو صاف گویا ہے کہ خمر (انگور کی شراب) تھوڑی اور بہت پر مقدار میں قطعی حرام ہے اور اور شراب نشہ کی حد پر حرام ہے اس سے کم مقداریں نہیں۔ گویا دیگر شرابوں میں حرمت وحلت کے لئے نشہ کو حد فاصل یا خط امتیازی قرار دیا ہے اور انگور کی شراب میں ایسا نہیں۔ وہاں ایک قطرہ بھی ایسا ہی حرام ہے جیسا کہ پوری بوتل یا اس سے بھی زائد۔ لہٰذا ثلاثہ کی حجت لائی ہوئی حدیث کل مسکر خمر کا جواب یہ ہے کہ یحییٰ بن معین نے اس پر طعن کیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے کہا ہے کہ تین احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ایک لا نکاح الا بولی وشاھدی عدل دوسری من مس ذکرہ فلیتوضا تیسری کل مسکر خمر۔ اور یحییٰ بن معین کی وہ شخصیت ہے کہ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ جس حدیث کو یحییٰ بن معین نہ پہچانیں وہ حدیث حدیث نہیں۔ دوسری حدیث کا جواب یہ ہے کہ آنحضرت خمر کی حقیقت ماہیت نہیں فرما رہے ہیں بلکہ اس کے حکم کا بیان ہے اور رسول کا یہ کام بھی نہیں کہ وہ الفاظ کی لغوی یا عرفی تحقیق کرتا پھرے اور یہاں بحث لغوی تحقیق میں ہے۔ اب مخالفین حدیث ذیل کے والمسکر کی صحت کو نہایت شدومد سے باطل کرتے ہیں۔ جس پر پورے مذہب کی بنیاد ہے۔ کہتے ہیں کہ مسکر صحیح ہے۔ حالانکہ متعدد طرق سے والمسکر کا ہی لفظ منقول ہے۔ طحاوی یوں لائے ہیں حرم اللہ الخمر والمسکر من کل شراب کہ اللہ نے عین خمر کو حرام فرمایا اور ہر شراب سے نشہ کو۔ اور بزار اور دار قطنی بھی یوں ہی لائے ہیں۔ مرفوع بھی لائے ہیں اور موقوف بھی۔ نسائی بھی فقہ راویوں سے اس حدیث کو اسی لفظ سے لائے ہیں لہٰذا یہ لفظ اپنی جگہ صحیح ہے۔ پھر مخالفین کہتے ہیں کہ حدیث کے وصل وانقطاع اور رفع ووقف میں اختلاف ہے۔ جو اس حدیث کے ضعف کی دلیل ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ اختلاف حدیث کی صحت میں حارج نہیں کیونکہ مثلاً رفع زیادتی ہے اور راوی کے ثقہ ہونے پاس کی زیادتی مقبول ہے۔ اور یہ بات بھی ثابت ہو چکی کہ جس مسئلہ میں اجتہاد کو دخل نہ ہو اس کا وقف رفع ہی کے حکم میں ہے یا مثلاً انقطاع حدیث کی صحت میں فرق نہیں لاتا۔ جب کہ راوی ثقہ ہو۔ بلکہ ایسی حدیث حکم میں مرسل کے ہی ہوتی ہے۔ ھذا ما ظہر

Maktaba Tul Ishaat.com

لی الآن واللہ اعلم بحقیقۃ الحال ۔

باب ۲۰۹ حرمۃ اکل ثمن الخمر!

ابوحنیفۃ عن محمد بن قیس الھمدانی عن ابی عامر الثقفی انہ کان یھدی للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فی کل عام راویۃ من خمرٍ وفی روایۃٍ انّ رجلاً من ثقیف یکنی ابا عامر کان یھدی للنبی صلی اللہ علیہ وسلم کل عامٍ راویۃ من خمرٍ فاھدی فی العام الذی حرمت فیہ الخمر راویۃ کما کان یھدی لہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا ابا عامر ان اللہ تعالیٰ قد حرم الخمر فلا حاجۃ لنا فی خمرک قال خذھا فبعھا فاستعن بثمنھا علی حاجتک فقال یا ابا عامر ان اللہ تعالیٰ قد حرّم شربھا وبیعھا واکل ثمنھا ۔

۴۲۷/۱

باب اس بیان میں کہ خمر کی قیمت کا کھانا حرام ہے!

محمد بن قیس الہمدانی سے روایت ہے کہ ابی عامر الثقفی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر سال شراب انگوری کی ایک مشک بطور ہدیہ بھیجا کرتا تھا۔ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ ثقیف کا ایک شخص جس کی کنیت ابوعامر تھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر سال شراب انگوری کی ایک مشک بطور ہدیہ بھیجا کرتا تھا۔ لہذا جس سال کہ شراب حرام ہوئی اس نے حسب معمول شراب کی مشک ہدیہ بھیجی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابی عامر چونکہ اللہ تعالیٰ نے شراب حرام کر دی ہے اس لئے اب ہم تیری شراب کے حاجتمند نہیں۔ وہ بولا۔ (کوئی پروا نہیں) اس کو آپ لے لیجئے اور اس کو بیچ کر اس کی قیمت اپنی ضروریات میں صرف کیجئے۔ آپ نے فرمایا اے ابی عامر البتہ اللہ تعالیٰ نے اس کا پینا بیچنا اور اس کی قیمت (کا کھانا سب) حرام کیا ہے ۔

ف :۔ راویہ مشک کو کہتے ہیں اور پانی لانے والے اونٹ کو بھی۔ یہاں ہر دو مراد ہو سکتے ہیں ۔

کتاب اللباس والزینۃ

کتاب لباس اور زینت کے بیان میں!

باب ۲۱۰ ذکر قلنسوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ابوحنیفۃ عن عطاء عن ابی ھریرۃ قال کان لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قلنسوۃ

۴۲۸/۱

باب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ٹوپی کے ذکر میں!

حضرت ابی ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ٹوپی شامی تھی۔ اور ایک

Marfat.com

Maktaba Tul Ishaat.com

شامیۃ وفی روایۃ عن عطاء عن ابی ھریرۃ کان لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قلنسوۃ بیضاء شامیۃ ۔

روایت میں حضرت ابی ہریرہ سے یوں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ٹوپی سفید شامی تھی ۔

ف:۔ بعض روایات میں یوں آیا ہے کہ آپ کی ٹوپی سفید لاطینی تھی ۔ بعض میں اس طرح ہے کہ آپ بغیر عمامہ کے بھی ٹوپیاں پہنتے ۔ اور عمامہ کے ساتھ بھی ۔ اور بغیر ٹوپی کے بھی عمامہ باندھتے ۔ اور لڑائی میں آپ مکانوں والی ٹوپی پہنا کرتے ۔

بَابُ السَّدْلِ ۲۱۱

باب سدل کے بیان میں!

۴۲۹ ابوحنیفۃ عن علی بن الاقمر عن ابی جحیفۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم مرّ برجل سادل ثوبہ فاعطفہ علیہ وفی روایۃ عن علی بن الاقمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم منقطعاً ۔

حضرت ابی جحیفہ رض سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم گذرے ایک شخص کے پاس سے جو کپڑا لٹکائے ہوئے تھا ۔ تو آپ نے اس کپڑے کو اس کے شانے پر الٹ دیا ۔ اور ایک روایت ہے علی بن اقمر سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقطع ۔

ف:۔ یعنی کپڑے کو بغیر لپیٹے ہوئے لٹکائے رکھنا اور چھوڑے رکھنا منع ہے اسی لئے آنجناب نے اس کو اس کے شانے پر ڈال کر اس کو لپیٹ دیا ۔

بَابُ النَّهْيِ عَنْ لُبْسِ الْحَرِيْرِ وَالدِّيْبَاجِ ۲۱۲

باب اس بیان میں کہ ریشم اور دیباج کا پہننا منع ہے!

۴۳۰ ابوحنیفۃ عن الحکم عن ابن ابی لیلی عن حذیفۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن لبس الحریر والدیباج وقال انما یفعل ذلک من لا خلاق لہ ۔

حضرت حذیفہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ریشم اور دیباج کے پہننے سے اور فرمایا کہ یہ وہ پہنتا ہے جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ۔

ف:۔ یہ ممانعت مردوں کے لئے ہے عورتوں کے لئے نہیں کیونکہ طبرانی اپنی معجم میں حضرت عبداللہ بن عمر رض سے بدیں مضمون حدیث لائے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نکلے اور آپ کے ایک ہاتھ میں ریشم کا ٹکڑا تھا اور دوسرے میں سونا ۔ آپ نے فرمایا یہ دونوں چیزیں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں اور ان کی عورتوں کے لئے حلال ۔ البتہ تین چار انگل کی مقدار میں ریشم مردوں کے لئے بھی جائز ہے چنانچہ دوسری روایت میں آنحضرت سے اس مقدار کی رخصت ثابت ہے ۔

بَابُ بَيَانِ التَّمَاثِيْلِ ۲۱۳

باب تصاویر کے بیان میں!

۴۳۱ ابوحنیفۃ عن ابی اسحٰق عن عامر

عامر سے مسروق سے روایت ہے کہ علی کرم اللہ

Maktaba Tul Ishaat.com

بن حمزة عن علی کرم الله وجهه انه کان علّق فی بیت رسول الله صلی الله علیه وسلم سترًا فیه تماثیل فابطأ جبرئیل ثم اتاه فقال له ما ابطأك عنی قال انا لا ندخل بیتًا فیه کلب ولا تماثیل فاسط الستر ولا تعلقه واقطع رءوس التماثیل واخرج هذا الجرو ؛

وجہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر پر ایک پردہ لٹکا دیا جس پر تصاویر تھیں - حضرت جبریل علیہ السلام نے آنے میں تاخیر کی اور پھر آئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس - آنحضرت نے دریافت فرمایا کہ تم نے میرے پاس آنے میں دیر کیوں کی انہوں نے کہا کہ ہم فرشتے نہیں جاتے اس گھر میں جس میں کتا ہو یا تصویریں ہوں - لہٰذا آپ پردہ کھول کر بچھا لیں اور اس کو نہ لٹکائیں اور تصویروں کے سروں کو کاٹ ڈالیں اور اس کتے کے پلے کو بھی نکال باہر کریں ؛

ف :- یہ حدیث اور کتب صحاح میں بھی بدیں مضمون وارد ہے - اس سے پتہ چلتا ہے کہ رحمت کے فرشتے ایسے گھروں نہیں گھستے جس میں تصویر ہو یا کتا - البتہ اس حکم سے محافظ فرشتے اور کراماً کاتبین مستثنیٰ ہیں - کہ وہ ہر دم و ہر گھڑی انسان کے ساتھ ہیں - خواہ انسان گھر میں ہو یا باہر ؛

باب ۲۱۴ باب الخضاب بالحناء!

باب مہندی سے بالوں کو خضاب کرنے کے بیان میں!

۴۳۲ ا ا

ابوحنیفة عن نافع عن ابن عمر رض قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اخضبوا شعرکم بالحناء وخالفوا اهل الکتاب ؛

حضرت ابن عمر رض کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب کرو اپنے بالوں کو مہندی سے اور مخالفت کرو اہل کتاب کی ؛

ف :- اہل کتاب خضاب نہیں لگایا کرتے تھے - لہٰذا ان کی مخالفت میں خضاب کا حکم ہوا کیونکہ ان کی مخالفت مستحب ہے - پھر مہندی کی دوسری احادیث میں بہت تعریف آئی ہے - لیکن یوں آیا ہے کہ وہ خوشبو والی چیز ہے اور کہیں اس طرح کہ وہ تمہارے جمال و خوبصورتی کو بڑھاتی ہے غرض خضاب لگانا یقیناً جائز ہے جس سے بال سرخ ہو جائیں یا سرخ مائل بہ سیاہی ہوں - البتہ بالکل سیاہ کرنا جائز نہیں ؛

باب ۲۱۵ باب الخضاب بالکتم!

باب کتم کے ساتھ خضاب کرنے کے بیان میں!

۴۳۳ ا ا

ابوحنیفة عن یحیی بن عبد الله الکندی عن ابی الاسود عن ابی ذر عن النبی صلی الله علیه وسلم قال ان احسن ما غیرتم به الشیب الحناء والکتم وفی روایة قال احسن

حضرت ابی ذر رض سے روایت ہے - کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بہترین چیز جس سے تم بدلا اپنے بڑھاپے کو مہندی ہے اور نیل - اور ایک روایت میں یوں ہے کہ بہترین چیز جس سے تم بالوں

Maktaba Tul Ishaat.com

ماغیّرتم به الشعر الحناء والکتم وفی روایۃ من احسن ما غیّرتم به الشیب الحناء والکتم ؛

کو بدلو مہندی ہے اور نیل ہے ۔ اور ایک روایت میں اس طرح ہے کہ بہترین چیز جس سے تم بڑھاپے کو بدلو مہندی ہے اور نیل ؛

ف :۔ اس میں مہندی و نیل کے خضاب کی تعریف و توصیف ہے ؛

باب ۲۲ الاخذ بنواحی اللحیۃ!

باب داڑھی کے اطراف و جوانب کے کٹوانے اور چھٹوانے کے بیان میں!

ابوحنیفۃ عن الھیثم عن رجل ان ابا قحافۃ اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولحیتہ قد انتشرت قال فقال لو اخذتم واشار الی نواحی لحیتہ ؛

۲۲ ۷۱

ایک شخص سے روایت ہے کہ ابی قحافہ آئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اور ان کی ڈاڑھی (بالوں کی کثرت و درازی کے سبب) بکھری پڑی تھی تو آپ نے ان کی داڑھی کے اطراف کی طرف اشارہ فرما کر فرمایا کاش تم اس کو کترتے اور چھانٹتے ؛

ترمذی میں روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی داڑھی کو عرض دلوں سے کتروا تے ؛

ف :۔ یہ حضرت ابوبکر صدیق کے والد تھے اور فتح مکہ کے دن آنحضرت کے سامنے آئے تھے ؛

ابوحنیفۃ عن الھیثم عن امہ ثور عن ابن عباسؓ انہ قال لا بأس ان تصل المرأۃ شعرھا بالصوف انما نہی بالشعر وفی روایۃ لا بأس بالوصل اذا لم یکن شعر بالرأس ؛

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ کوئی پروا نہیں اگر عورت اپنے بالوں سے سوف ملا لے ۔ البتہ ممانعت بالوں میں بال ملانے کی ہے ۔ اور ایک روایت میں اس طرح ہے کہ اگر سر پر بال نہ ہوں تو وصل جائز ہے ؛

ف :۔ یعنی عورت کے لئے وصل کی صورت جو ممنوع ہے وہ بالوں کے ساتھ بالوں کو ملانے کی شکل میں ہے ورنہ یوں کہ جز آدمی سے انتفاع حرام ہے ؛

Marfat.com

Maktaba Tul Ishaat.com

كتاب الطب ۲۱۷

کتاب طب۔ مرض کی فضیلت۔ منتر۔ اور دعاؤں کے بیان میں!

ابوحنیفة عن حماد عن ابراهيم عن الاسود عن عائشة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ان الله ليكتب للانسان الدرجة العليا في الجنة ولا يكون له من العمل ما يبلغها فلا يزال يبتليه الله حتى يبلغها ÷

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ لکھ دیتا ہے ایک بندہ کے لئے بلند درجہ جنت میں۔ مگر اس کا عمل ایسا نہیں ہوتا۔ کہ اس کو اس درجہ تک پہنچا دے۔ تو اس لئے اللہ تعالےٰ اس کو ہمیشہ بیماری میں مبتلا رکھتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ شخص اس درجہ تک پہنچ جاتا ہے ÷

ف: ۔ ابوداؤد و امام احمد یحیی محمد بن خالد السلمی سے روایت کرتے ہیں وہ اپنے والد سے اور وہ اپنے باپ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالےٰ کسی بندہ کے لئے جنت میں درجہ کوئی پہلے سے لکھ چھوڑتا ہے۔ جس تک وہ اپنے عمل سے نہیں پہنچ سکتا تو اللہ تعالیٰ اس کی جان اس کے مال اور اس کی اولاد کی طرف سے اس کی آزمائش کرتا ہے۔ پھر اس کو اس آزمائش میں صبر دیتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ بندہ اس لکھے ہوئے درجہ تک پہنچ جاتا ہے۔ اور ترمذی حضرت ابی ہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ مومن مرد و عورت اپنی جان۔ مال۔ اور اولاد کی طرف سے مصیبت میں مبتلا رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ اللہ تعالےٰ سے ایسی حالت میں ملتے ہیں کہ ان پر ایک گناہ نہیں ہوتا ÷

ابوحنيفة عن علقمة عن ابن بريدة عن ابيه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا مرض العبد وهو على طاعة من الخير قال الله تبارك وتعالى للملائكة اكتبوا لعبدي مثل اجر ما كان يعمل وهو صحيح ÷

زاد في رواية مع اجر البلاء ÷

حضرت بریدہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کوئی ایسا بندہ بیمار پڑتا ہے۔ جو تندرستی میں بھلے کام کیا کرتا تھا تو اللہ تعالےٰ فرشتوں سے ارشاد فرماتا ہے کہ لکھو میرے بندہ کے لئے اجران اعمال کا جو وہ کیا کرتا تھا صحت میں ÷

اور ایک روایت میں اس طرح ہے کہ اجر بیماری کا بھی۔ (یعنی اس پر صبر شکر کرنے کا)

Maktaba Tul Ishaat.com

وَفِي رِوَايَةٍ اُكْتُبُوا لِعَبْدِيْ مَا كَانَ يَعْمَلُ وَهُوَ صَحِيْحٌ ۔

اور ایک روایت میں اس طرح ہے۔ کہ لکھو میرے بندہ کے لئے وہ ہی عمل جو صحت و تندرستی میں کیا کرتا تھا۔

وَفِي رِوَايَةٍ اِذَا مَرِضَ الْعَبْدُ وَعَلٰى عَمَلٍ مِنَ الطَّاعَةِ فَاِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى يَقُوْلُ لِحَفَظَتِهٖ اُكْتُبُوْا لِعَبْدِيْ اَجْرَ مَا كَانَ يَعْمَلُ وَهُوَ صَحِيْحٌ ۔

اور ایک روایت میں یوں ہے کہ جب بیمار پڑتا ہے بندہ اور طاعت پر کاربند ہوتا ہے۔ تو اللہ تعالےٰ کرام کاتبین سے ارشاد فرماتا ہے۔ کہ لکھو میرے بندہ کے لئے اجر اس عمل کا جو وہ کیا کرتا تھا۔ جبکہ وہ صحیح سالم تھا ۔

ف:۔ امام احمد و بخاری حضرت ابی موسیٰ سے مرفوع حدیث لائے ہیں کہ کوئی بندہ بیمار پڑتا ہے۔ یا سفر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے اسی عمل کا اجر لکھ دیتا ہے جو وہ صحت میں یا وطن کے قیام میں کیا کرتا تھا۔ طبرانی اوسط میں حضرت انس سے مرفوع حدیث لائے ہیں کہ جب بندہ تین دن بیمار پڑا رہتا ہے۔ تو وہ گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے کہ گویا اس کو اس کی ماں نے جنا ہے۔ لہٰذا ان احادیث سے پتہ چلا کہ مسلمان کی بیماری اس کے گناہوں کا کفارہ ہے اور سبب بخشش ہے اللہ تبارک و تعالیٰ کی بندہ نوازی و بندہ پروری کی بہت ہی اونچی اور بلند مثال ہے ۔

ابو حنیفہ ومقاتل بن سليمان عن ابی الزبير عن جابر ان النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم قال لكل داء جعل اللہ تعالیٰ دواء فاذا اصاب الداء دواؤه برئ باذن اللہ ۴۲۸/۳

حضرت جابر سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر بیماری کی دوا اللہ تعالےٰ نے پیدا کی ہے۔ لہٰذا جب بیماری کو اس کی مناسب دوا مل جاتی ہے تو بحکم خدا انسان اچھا ہو جاتا ہے ۔

ف:۔ امام احمد اور مسلم بھی حضرت جابر سے بعینہٖ یہ حدیث لائے ہیں ۔

حماد عن ابيه عن قيس بن مسلم عن طارق بن شهاب عن ابن مسعود عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ لم يضع داء الا وضع له دواء الا السام والهرم فعليكم بالبان البقر فانها تحلط من كل شجرة ۴۳۵/۴

حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی بیماری نہیں اتاری کہ اس کے لئے کوئی دوا نہ رکھی ہو مگر موت اور بڑھاپا کہ ان کی کوئی دوا نہیں، گائے کا دودھ ضرور پیا کرو کیونکہ اس میں سب نباتی اجزا موجود ہیں ۔

ف:۔ بخاری میں حضرت ابی ہریرہ سے یوں روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ما انزل اللہ داء الا انزل له شفاء کہ اللہ تعالےٰ نے کوئی بیماری نہیں پیدا کی کہ اس کی شفا نہ رکھی ہو۔ حاکم ابن سعید اس طرح روایت لائے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی بیماری نہیں پیدا کی جس کی شفا نہ رکھی ہو۔ جس کو چاہا اس کا علم دیا۔ اور جس کو چاہا اس سے جاہل رکھا۔ یہ اللہ تعالےٰ کے بے پایاں اور بے پناہ الطاف کا کھلا ثبوت ہے کہ اس نے کوئی بیماری بندوں کو ایسی نہ دی جس کے شفا کے اسباب اور اس کی مناسب دوائیں بھی

Maktaba Tul Ishaat.com

پیدا نہ کردی ہو۔ اب جس کو چاہا اس کے علم اور اس کی معرفت سے نوازا اور جس کو چاہا اس سے بے بہرہ و ناواقف رکھا۔ یہ اس کی مصلحت عامہ ہے جو سارے عالم میں کارفرما ہے۔

۴۴۰/۵ **ابوحنیفة** عن قیس عن طارق عن ابن مسعود قال قال رسول الله صلے الله علیه وسلم لم ینزل الله داء الا وانزل معه الدواء الا الهرم فعلیکم بالبان البقر فانها ترم من الشجر۔

وفی روایةٍ ان الله تعالیٰ لم یجعل فی الارض داء الا جعل له دواء الا الهرم والسام فعلیکم بالبان البقر فانها تخلط من کل الشجر۔

وفی روایةٍ ما انزل الله من داء الا انزل معه دواء الا السام والهرم فعلیکم بالبان البقر فانها تخلط من کل الشجر۔

وفی روایةٍ ان الله تعالیٰ لم یضع فی الارض داء الا وضع له شفاء او دواء فعلیکم بالبان البقر فانها تخلط من کل الشجر علیکم بالبان البقر فانها ترم من کل شجرة وفیها شفاء من کل داء۔

حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں اتاری اللہ تعالیٰ نے کوئی بیماری مگر کہ اتاری اس کے لئے دوا سوائے بڑھاپے کے (کہ اس کی کوئی دوا نہیں) تو تم گائے کا دودھ پیا کرو۔ کیونکہ وہ ہر درخت کو چرتی ہے۔ (یعنی اس کے دودھ میں سب اجزاء نباتی شامل ہیں۔ جو انسان کے بدن کے لئے صالح غذا بناتے ہیں) اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نہیں پیدا کی زمین میں کوئی بیماری مگر کہ پیدا کی اس کی دوا مگر پیری اور موت تو تم اپنے لئے گائے کا دودھ لازم کرو کیونکہ اس کا دودھ مخلوط ہوتا ہے تمام نباتات سے اور ایک روایت میں ہے کہ نہیں اتاری اللہ تعالیٰ نے کوئی بیماری ایسی جس کی کوئی دوا نہ اتاری ہو مگر موت اور بڑھاپا۔ لہٰذا تم گائے کا دودھ پینے کے پابند ہو جاؤ۔ اس لئے کہ وہ اپنے اندر تمام نباتات کے اجزاء رکھتا ہے۔ اور ایک روایت میں اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نہیں رکھی زمین میں کوئی بیماری ایسی جس کی ساتھ ساتھ شفا یا دوا بھی نہ رکھ دی ہو۔ لہٰذا التزام کرو گائے کے دودھ پینے کا۔ کیونکہ وہ شامل ہے تمام درختوں کے اجزاء کو (مکرر ارشاد فرمایا) لازم پکڑو گائے کے دودھ کو کیونکہ وہ چرتی ہے ہر درخت کو اور اس میں شفا ہے ہر بیماری کی۔

ف: ۔ مختلف کتب صحاح میں گائے کے دودھ کی تعریف و توصیف میں یہی الفاظ مروی ہیں۔ ابن سنی اور حاکم ابو نعیم سے بدین معنی روایت لئے ہیں۔ کہ آنحضرت نے فرمایا لازم کرو گائے کا دودھ پینا۔ کیونکہ دودھ دوا ہے اور اس کا گھی شفا ہے۔ اور بچو اس کے گوشت سے۔ کیونکہ اس کا گوشت بیماری ہے۔ غرض گائے کا دودھ جسمانی منافع سے مالا مال ہے۔ اور انسانی صحت و تندرستی کے لئے نہایت موزوں و مناسب غذا۔

Maktaba Tul Ishaat.com

۴۴۱ ح ۶

ابوحنیفۃ عن عبد اللہ عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جعل الشفاء فی الحبۃ السوداء والحجامۃ والعسل وماء السماء ؛

حضرت ابن عمر سے روایت ہے۔ کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی ہے اللہ نے شفا کلونجی میں۔ پچھنوں میں شہد میں۔ اور آسمان کے پانی میں ؛

ف: کلونجی کے بارہ میں حضرت عائشہ رضؓ سے یوں مروی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا ان ھذہ الحبۃ السوداء شفاء من کل داءٍ۔ کہ یہ سیاہ دانہ (کلونجی) ہر بیماری کے لئے شفا ہے۔ پچھنوں کی تعریف کتب صحاح میں بہت آئی ہے۔ اور شہد تو بچہ شہد ہی ہے کہ خود رب العزت نے فرمایا فیہ شفاء للناس کہ اس میں لوگوں کے لئے شفا ہے۔ اور آسمان کا پانی کیا کہنے پاک صاف زمین کی آلائشوں اور گندگیوں سے مبرا۔ منزہ مجسم آبحیات ؛

۴۴۲ ح ۷

ابوحنیفۃ عن عبد الملک عن عمرو الجرشی عن سعید بن زید عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان من المن الکمأۃ وماؤھا شفاء للعین ؛

حضرت سعید بن زید سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھنبی (سانپ کی چھتری) من سے ہے۔ اور اس کا پانی آنکھ کے لئے شفا ہے ؛

ف: یہ حدیث بالفاظہ صحیحین اور ترمذی میں بھی مروی ہے۔ اور امام احمد بھی اپنی مسند میں لائے ہیں من سے اس کو بدیں وجہ تشبیہ دی کہ جس طرح بنی اسرائیل کو بغیر کسی محنت و مشقت کدو جد کے دستیاب ہوتی تھی۔ اسی طرح یہ بھی مفت ملتی ہے۔ خود رو چیز ہے۔ جو بکثرت پیدا ہوتی ہے۔ بارش کے موسم میں بے شمار دستیاب ہوتی ہے۔ بوسیدہ لکڑی اور کوڑے کرکٹ پر اکثر اگ آتی ہے۔ آنکھ کے لئے یہ مفید ہے تنہا بھی اور سرمے یا توتیا کے ساتھ ملا کر بھی۔ لکھا ہے کہ علامہ نووی نے اس کے نفع کا تجربہ کیا ہے اور اس کو مفید پایا ہے ؛

۴۴۳ ح ۸

ابوحنیفۃ عن الھیثم عن ابی صالح عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من قال حین یصبح اعوذ بکلمات اللہ التامۃ ثلث مرات لم یضرہ عقرب حتی یمسی ومن قال حین یمسی لم یضرہ عقرب حتی یصبح ؛

وفی روایۃٍ مَنْ قال اعوذ بکلمات اللہ التامات حین یصبح قبل طلوع الشمس ثلث مرات لم یضرہ عقرب

حضرت ابی ہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ جس نے صبح کے وقت تین مرتبہ یہ کلمات ادا کئے اعوذ بکلمات اللہ التامۃ (کہ میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کے پورے کلمات سے) اس کو شام تک بچھو نہ ڈسے گا۔ اور جس نے شام کے وقت یہ کلمات ادا کئے۔ اس کو صبح تک کچھ گزند نہیں پہنچائے گا

اور ایک روایت میں اس طرح ہے۔ کہ جس نے اعوذ بکلمات اللہ التامات کے کلمات صبح سویرے سورج نکلنے سے پہلے تین بار ادا کئے

Marfat.com

Maktaba Tul Ishaat.com

یومسنا۔ تو اس کو آج کے دن بچھو گز ند نہیں پہنچائے گا۔
واذا قالها حین یمسی لم یضرہ اور جس نے شام ہوتے یہ کلمات ادا کئے۔ تو آج
عقرب لیلته ✤ رات بچھو اس کو گز ند نہیں پہنچائے گا ✤

ف:۔ دیگر کتب صحاح میں بھی یہ حدیث اسی طرح وارد ہے۔ ابن عبد البر تمہید میں سعید ابن المسیب سے نقل کرتے ہیں۔ کہ وہ کہتے ہیں کہ مجھ کو یہ بات پہنچی ہے کہ جس نے شام کے وقت یہ پڑھا سلام علی نوح فی العالمین تو اس کو بچھو نے نہیں ڈسا ✤

۲۴۴/۹ **ابو حنیفة** عن مسلم عن ابراهیم عن مسروق عن عائشة قالت لقد کان رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا اتی بمریض یدعو له یقول اذهب الباس رب الناس اشف انت الشافی لا شفاء الا شفاؤك شفاءً لا یغادر سقما ✤

حضرت عائشہ رضہ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی بیمار کی عیادت کو تشریف لے جاتے تو اس کے حق میں یوں دعا فرماتے اذهب الباس۔ رب الناس اشف انت الشافی لا شفاء الا شفاء لا یغادر سقما۔ یعنی اے لوگوں کے پروردگار۔ دور کر بیماری کو اور شفا بخش۔ بے شک تو ہی ہے شفا بخشنے والا۔ تیری ہی شفا در اصل شفا ہے جو کسی بیماری کو نہیں چھوڑتی ✤

ف:۔ کیا پر اثر اور دل درد مند بھرے الفاظ ہیں اور کیا مبارک کلمات ہیں۔ کہ اگر انسان خلوص نیت سے ادا کرے تو شفا یابی بیماری سے کچھ دور نہیں ✤

۴۴۵/۱۰ **ابو حنیفة** عن عبد الله عن ابن عمر رض قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لیس للمؤمن ان یذل نفسه قیل یا رسول الله و کیف یذل نفسه قال یتعرض من البلاء ما لا یطیق ✤

حضرت ابن عمر رض سے روایت ہے۔ کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مومن کے لئے یہ زیبا نہیں کہ ذلیل کرے اپنے نفس کو۔ آپ سے عرض کیا گیا یا رسول اپنے نفس کو مومن کس طرح ذلیل کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ یوں کہ خود کو ایسی مصیبت میں ڈالے جس کی برداشت کی وہ طاقت نہ رکھتا ہو ✤

ف:۔ یعنی اگر انسان خود کو دین کے ایسے مشقت طلب مشکل العمل اعمال و افعال میں لگا دے جن کو وہ ہرگز نہ نباہ سکتا ہو اور پھر آخر اس کو چھوڑ تے ہی بنے اور تھک کر پھر ہلکی عبادت کے قابل بھی نہ رہے تو یہ اپنے کو ذلیل و رسوا کرنا نہیں تو اور کیا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ بھی اس کو بری نظر سے دیکھے اور ہر عقلمند اس کو ملامت کا نشانہ بنائے۔ شیخین حضرت عائشہ سے یوں روایت لائے ہیں کہ آنحضرت نے فرمایا کہ اپنی طاقت کے دائرہ میں دینی اعمال اختیار کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نہیں

Maktaba Tul Ishaat.com

اکتاتا ہے جب تک کہ تم نہ اکتا جاؤ۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ آنحضرت ؐ نے وصال سے روکا ہے اور فرمایا ہے کہ تم مجھ جیسے نہیں ہو۔ میں اس طرح شب گذارتا ہوں۔ کہ اللہ تعالےٰ مجھ کو کھلاتا بھی ہے اور پلاتا بھی۔ اس لئے تم ایسے عمل اختیار کرو جن کو تم نبھا سکو۔ حدیث میں یوں بھی آیا ہے کہ اللہ کو سب سے زائد وہ نیک عمل پسند ہے جو زیادہ دیر پا ہو۔ اگرچہ وہ تھوڑا ہو۔ اور یہ واقعہ ہے کہ اگر انسان ناسمجھی سے اپنے کو ناقابل برداشت عبادت میں لگادے تو اکثر و بیشتر سخت بیمار پڑ جاتا ہے۔ جس سے جان ہی کے لالے پڑ جاتے ہیں۔ اور حسب معمول عبادت سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ اسی لئے شریعت میں اس کی ممانعت وارد ہے کہ ایسا عمل جسمانی آزار کا پیش خیمہ بنتا ہے۔ اور یہیں سے اس کی وجہ بھی کھلتی ہے۔ کہ امراض و اسقام کے باب میں اس حدیث کو کس ربط و تعلق سے لایا گیا ہے۔

ابو حنیفۃ عن جابر بن عبد اللہ قال جاء رجل من الانصار الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ ما رزقت ولدا قط ولا ولد لی قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاین انت من کثرۃ الاستغفار وکثرۃ الصدقۃ ترزق بہما فکان الرجل یکثر الصدقۃ ویکثر الاستغفار قال جابر فولد لہ تسعۃ ذکور۔

۴۴۶/۱۱

حضرت جابر بن عبد اللہ رض سے روایت ہے کہ انصار میں سے ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا یا رسول اللہ مجھے کبھی اولاد نصیب نہیں ہوئی۔ اور نہیں پیدا ہوئی۔ آپ نے فرمایا تجھے کیا ہو گیا ہے کہ زیادہ استغفار نہیں کرتا اور زیادہ خیرات نہیں کرتا۔ کہ انکی برکت سے تجھے اولاد نصیب ہو۔ تو پھر وہ شخص زیادہ خیرات بھی کرنے لگا اور زیادہ استغفار بھی۔ حضرت جابر کہتے ہیں کہ پھر اس کے نو لڑکے پیدا ہوئے۔

فائدہ۔ اس حکم میں دراصل اس آیت سے لطیف استنباط کیا گیا ہے۔ نوح علیہ السلام کا قصہ بیان ہو رہا ہے وہ اپنی امت سے خطاب کر کے کہتے ہیں استغفروا ربکم انہ کان غفارا۔ یرسل السماء علیکم مدرارا ویمددکم باموال وبنین۔ بخشش مانگو اپنے پروردگار سے کیونکہ وہ بخشنے والا ہے۔ بھیجے گا مینہ کو آسمان سے تمہارے واسطے بہت برسنے والا اور مدد دے گا تم کو مالوں اور بیٹوں کے ساتھ۔ پہلا استغفار کی کرشمہ سازی ہے۔ اور صدقہ کے بارے میں دوسری جگہ یوں آیا ہے کہ الصدقۃ تطفیٔ غضب الرب کہ صدقہ خیرات اللہ کے غیظ و غضب کو بجھاتی ہے۔ جب اللہ تعالےٰ کا غصہ بجھ جائے گا اور وہ بندہ پر رحمت و شفقت کی نظر ڈالے گا تو اس کو دنیا کی ہر نعمت سے مالا مال کر دے گا۔ اس حدیث کا ربط باب سے اسی جہت سے ہے۔ کہ اولاد کا پیدا نہ ہونا اور انسان کا بے اولاد ہونا آدمی کے لئے ایک بیماری ہے۔ بلکہ سب سے بڑی تکلیف دہ بیماری۔ اور اس بیماری کی شفایابی اسی میں ہے کہ انسان بارگاہ الٰہی میں اپنے گناہوں کی معافی کا خواستگار ہو اور بندگان خدا پر خدا کی دی ہوئی دولت کو لٹائے۔ تاکہ اللہ تعالےٰ اپنی نعمتوں کے دروازے اس پر کھول دے۔

ابو حنیفۃ عن اسمٰعیل عن ابی صالح حضرت ام ہانی رض فرماتی ہیں۔ کہ فرمایا رسول

۴۴۷/۱۲

Maktaba Tul Ishaat.com

عن ام هانئ قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من علم ان الله يغفر له فهو مغفور له ؛

اس صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ جانتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ مس کی مغفرت کردے گا تو (سمجھو کہ) وہ بخشا بخشایا ہے ؛

ف:۔ اس مضمون کی مفصل حدیث صحیحین میں مروی ہے۔ طبرانی صغیر میں حضرت ابی مسعود رض سے مرفوع حدیث بدیں الفاظ لائے ہیں من اذنب ذنبا فعلم ان الله قد اطلع عليه غفر له وان لم يستغفر کہ جس شخص نے کوئی گناہ کیا۔ اور پھر یہ جان لیا کہ اللہ اس پر مطلع ہوگیا تو اس کا گناہ بخش دیا گیا۔ اگرچہ وہ بخشش نہ مانگے۔ سچ ہے اللہ تعالیٰ بندوں کے گناہوں کی معافی کے لئے بہانہ ٹٹولتا ہے۔ اور بندہ کے ذرا سے جھکاؤ جانے کو اس کے گناہوں کی بخشش کے لئے آڑ پکڑ لیتا ہے۔ حقیقت میں وہ بہت بڑا غفور رحیم ہے ؛

۴۴۸ ح ۱۲ **ابوحنيفة** عن حماد عن ابی وائل عن ابن مسعود قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله هو السلام ومنه السلام

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے البتہ اللہ تعالیٰ سلام ہے۔ اور اسی سے ہے سلام ؛

ف:۔ اللہ تعالیٰ کے سلام ہونے کے یہ معنی ہیں کہ وہ ہر تغیر و تبدیلی ذاتی و صفاتی نقص و عیب سے پاک و بری ہے اور سالم و محفوظ ہے۔ اور اس کے سلام ہونے کا یہ مطلب کہ آفات و بلیات سے حفاظت و سلامتی صرف اسی سے طلب کی جاتی ہے اور کسی سے نہیں۔ چنانچہ بیماری سے شفایابی بھی اسی سے مانگی جاتی ہے۔ اور اسی جہت سے یہ حدیث باب سے مربوط ہے ؛

كتاب الادب!

کتاب ادب کے بیان میں!

باب الادب!

باب ۲۱۸ ادب کے بیان میں!

۴۴۹ ح ۱ **ابوحنيفة** عن محمد بن المنكدر عن جابر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انت ومالك لابيك ؛

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے ؛

ف:۔ اس کا پورا قصہ ابوداؤد۔ ابن ماجہ وغیرہ میں یوں مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا۔ اور کہنے لگا۔ یا رسول اللہ میرے پاس مال ہے اور میرا ایک باپ بھی ہے جو مال کا حاجتمند ہے تو آپ نے فرمایا تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔ اور البتہ تمہاری اولادیں تمہاری پاک کمائی ہے لہٰذا تم اپنی اولاد کی کمائی سے کھاؤ پیو۔ اس حدیث سے یہ مسئلہ معرض ظہور میں آیا کہ اگر باپ اپنے نفس کی

Maktaba Tul Ishaat.com

حفاظت میں اپنے بیٹے کا مال اس کی غیر موجودگی میں بغیر اس کی رضامندی کے لے کر صرف کرلے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ۔

۴۵۰ ح ۲

ابوحنیفۃ عن عطاء عن ابیہ عن ابن عمرو قال اتی النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم رجلٌ یرید الجہاد فقال أحیٌّ والداک قال نعم قال ففیہما فجاہد ۔

حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بارادہ جہاد آیا۔ اس سے آپ نے پوچھا کیا تیرے ماں باپ زندہ ہیں۔ اس نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا تو ان میں جہاد کر (یعنی انہیں کی خدمت و غور پرداخت میں جد و جہد کر یہی تیرے لئے جہاد ہے) ۔

فائدہ:۔ اس حدیث سے والدین کی انتہائی عظمت و حرمت کا ثبوت ملتا ہے کہ ان کی خدمت اور ان کے حقوق کی ادائیگی جہاد کا بدل ہے۔ بلکہ اس سے بھی افضل۔ چنانچہ جمہور علماء کا اس پر فیصلہ ہے کہ اگر والدین مسلمان ہوں اور وہ جہاد سے روکیں تو جہاد میں شرکت حرام ہے۔ اور یہ اس وجہ پر مبنی ہے کہ ان کے ساتھ برّ فرض عین ہے اور جہاد فرض کفایہ۔ اور واضح مذہب یہ ہے کہ دادا دادی بھی ماں باپ کے حکم میں ہیں ۔

۴۵۱ ح ۲

ابوحنیفۃ عن زیاد یرفعہ الی النبیؐ صلے اللہ علیہ وسلم انہ امر بالنصح لکل مسلم ۔

زیاد سے مرفوعاً مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا خیر خواہی کرنے کا۔ ہر مسلمان کے حق میں ۔

فائدہ:۔ نصح کے معنی خلوص کے ہیں اور یہاں مراد بھلائی کرنا ہے اور دوسرے کے ساتھ خیر رسانی سے پیش آنا۔ گویا بھی نیت پر خلوص جذبہ۔ بے لوث محبت اور محض عام خیر سگالی کے ارادہ سے ہر مسلمان کی طرف بھلائی اور نفع رسانی کا ہاتھ بڑھانا۔ بلکہ اگر غور کیا جائے تو پورا دین اسی معنی میں منحصر ہے۔ چنانچہ مسلم میں مرفوع روایت ہے کہ دین پورا کا پورا النصیحت ہے۔ تین مرتبہ ارشاد فرمایا۔ صحابہ نے عرض کیا کس کے لئے۔ ارشاد فرمایا اللہ کے لئے اس کی کتاب کے لئے اس کے رسول کے لئے۔ ائمہ مسلمین کے لئے اور عام مسلمانوں کے لئے ۔

۴۵۲ ح ۲

حماد عن ابیہ عن عطاء بن السائب عن ابی مسلم الاغر صاحب ابی ہریرۃ عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال قال اللہ تعالیٰ الکبریاء ردائی والعظمۃ ازاری فمن نازعنی واحدا منہما القیتہ فی جہنم ۔

حضرت ابی ہریرہؓ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ تکبر میری چادر ہے اور عظمت میرا تہبند پس جو مجھ سے ان میں سے کسی میں بھی جھگڑے گا۔ اس کو میں دوزخ میں ڈالوں گا ۔

فائدہ:۔ چادر تہبند ہونے کے یہ معنی ہیں کہ یہ ہر دو صفتیں صرف اللہ ہی کے ساتھ مخصوص ہیں۔ کوئی دوسرا اس میں اس کے ساتھ شریک نہیں۔ کبریائی کا تعلق اس کی ذات سے اور عظمت کا

Maktaba Tul Ishaat.com

صفات سے۔

۴۵۳ حم

حماد عن ابیه عن ابراهیم عن محمد بن المنکدر انه بلغه ان المتکبر رأسه بین رجلیه حیث کان یرتفع برأسه فی تابوت من نارٍ مقفل علیه وَلَا یخرج ابداً مِنَ النار۔

محمد بن المنکدر کہتے ہیں کہ مجھ کو یہ خبر پہنچی ہے کہ متکبر چونکہ اپنے سر سے تکبر کا اظہار کیا کرتا تھا۔ اس لئے اس کا سر (بروز قیامت) اس کے دونوں پاؤں کے بیچ میں ہوگا۔ آگ کے ایک تابوت میں مقفل بند پڑا ہوگا۔ اور ہمیشہ آگ سے نہ نکل سکے گا۔

ف: سر سے وہ چونکہ تکبر کا اظہار کیا کرتا تھا۔ اس لئے اس کی سزا یہ دی گئی۔ کہ اس کو اس کے پیروں میں ڈال دیا گیا۔ اور یوں اس کی رفعت و بلندی کو خاک میں ملایا گیا۔ تابوت میں ایسا بند کیا جائے گا کہ وہ مخلوق کو دیکھنے کے لئے ترس جائے گا۔ اور پھر یہ مصیبت اس پر ہمیشہ مسلط ہوگی۔ اس سے اس کو چھٹکارا نصیب نہیں ہوگا۔ تکبر کی برائی و عظمت سے احادیث صحیحہ پُر ہیں اور اس پر سخت سخت وعیدیں وارد ہیں۔ اور کیوں نہ ہو تکبر اللہ ہی کو زیبا ہے۔ بندہ کے لئے عاجزی و فروتنی سزاوار ہے۔ ابن عساکر ابن مسعود سے مرفوع حدیث لائے ہیں۔ کہ آنحضرت فرماتے ہیں کہ بچو تکبر سے کیونکہ ابلیس کو تکبر ہی نے آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے پر آمادہ کیا۔ اور بچو حرص سے کیونکہ آدم علیہ السلام کو گیہوں کا درخت کھانے پر حرص ہی نے للچایا۔ اور بچو حسد سے کیونکہ آدم علیہ السلام کے بیٹوں میں ایک کو دوسرے کے قتل پر حسد ہی نے بھڑکایا۔ تو گویا یہ سرسہ معائب ہر برائی کی جڑ ہیں۔

ترمذی حضرت عبداللہ سے روایت لائے ہیں کہ بروز قیامت جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر تکبر ہوگا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔ اور جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر ایمان ہوگا وہ دوزخ میں نہیں رہ سکے گا۔ اور یوں بھی آیا ہے کہ دوزخ سخت مزاج تند خو۔ متکبرین سے بھری ہوگی۔ اور جنت ضعیف کمزور اور مغلوب لوگوں سے آباد ہوگی۔ ترمذی میں حضرت سلمہ بن اکوع رض سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص ہمیشہ اپنے آپ کو بزرگ و برتر سمجھتا ہے اور لوگوں سے دور رہتا ہے یہاں تک کہ اس کا نام متکبروں اور سرکشوں میں لکھ دیا جاتا ہے۔ اور پھر دنیا و آخرت میں جو مصیبت سرکشوں پر پڑتی ہے وہ ہی اس پر گرتی ہے۔

بَابُ الرِّفق وَالْخُلق! ۲۱۹

باب نرمی اور خوش اخلاقی کے بیان میں!

۴۵۴ ام

ابوحنیفة عن زیاد عن اُسامة بن شریك قال شهدت رسول الله صلی الله علیه وسلم والاعراب یسألونه قالوا یارسول الله ما خیر ما اعطی

حضرت اسامہ بن شریک رض کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور دیہاتی لوگ آپ سے کچھ پوچھ رہے تھے۔ انہوں نے کہا یارسول اللہ سب سے

Maktaba Tul Ishaat.com

المسند۔ جو کچھ دیا گیا ہے اس میں سب سے بہتر چیز کیا ہے۔

قال خلق حسن ۔ آپ نے فرمایا پاکیزہ خصلت ۔

ف:۔ علامت وخصلت کی پاکیزگی وعمدگی دین میں بڑی کا مرتبہ رکھتی ہے۔ بہت سی احادیث صحیحہ اس کی تعریف وتوصیف میں وارد ہیں۔ چنانچہ حدیث ذیل سے بھی اس کا انکشاف ہوا کہ انسان کو قدرت کی طرف سے جو کچھ بہتر صفات وحسنات عطا ہوئے ہیں۔ ان میں حسن خلق کو سب پر برتری وفضیلت حاصل ہے۔ مسلم اور ترمذی اور بخاری ادب المفرد میں نواس بن سمعان سے مرفوع روایت لائے ہیں کہ نیکی حسن خلق کا نام ہے۔ اور گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹک پیدا کرے اور تو اس کو برا سمجھے کہ لوگ اس پر مطلع ہوں۔ ترمذی حضرت ابی الدرداء سے مرفوع روایت لائے ہیں۔ کہ بروز قیامت مومن کی ترازو میں سب سے بھاری چیز جو رکھی جائے گی۔ وہ حسن خلق ہے۔ اور خدا تعالیٰ فحش بکنے والے بیہودہ گو کو سخت ناپسند فرماتا ہے۔ ابوداؤد میں حضرت عائشہ رضہ سے مرفوعاً یوں مروی ہے کہ مومن اپنی حسن اخلاقی کی بدولت شب بیدار اور ہمیشہ روزہ دار کا سا درجہ حاصل کر لیتا ہے۔ غرض اسی قسم کے مضمون کی بہت سی احادیث کتب صحاح میں مروی ہیں۔ جن سے حسن خلق کی بہت وقعت ومنزلت دل میں قائم ہو جاتی ہے ۔

ابوحنیفۃ عن حماد عن ابراھیم عن الاسود عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوان الرفق وحسن الخلق یری لما رئی من خلق اللہ تعالیٰ خلق احسن منہ ولوان الخرق خلق یری لما رئی من خلق اللہ تعالیٰ اقبح منہ ۔

حضرت عائشہ رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر نرمی وخوش خلقی جسمانی قالب میں دکھائی دیتی۔ تو اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوقات میں اس سے حسین تر کوئی شے نہ دکھتی اور اگر بد خلقی مجسم شکل میں نمودار ہوتی۔ تو اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوقات میں اس سے بدشکل چیز کوئی نہ دکھتی ۔

ف:۔ غرائلی مکارم اخلاق کے ذیل میں اس کو ان الفاظ سے لائے ہیں کہ حسن خلق اگر کسی پھرتے انسان کی شکل میں نمودار ہوتا تو نہایت نیک بخت انسان ہوتا۔ اور اگر بد خلقی انسانی قالب میں دکھائی دیتی تو بہت برا آدمی ہوتی۔ طبرانی اوسط میں ابن مسعود رضہ سے مرفوع حدیث روایت کرتے ہیں کہ نرمی برکت ہے اور درشتی نحوست۔ بخاری عبداللہ بن عمر رضہ سے مرفوع روایت لائے ہیں کہ تم میں مجھ کو سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ حسن الخلق ہو۔ حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم سے پوچھا گیا کہ لوگوں کو جنت میں زیادہ تر کونسی چیز داخل کرے گی۔ آپ نے فرمایا اللہ سے ڈرنا اور حسن خلق ۔

ابوحنیفۃ عن ابراھیم عن انس قال ما خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت انس رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی گھٹنے آگے بڑھا کر آپ ہم چلتے

Maktaba Tul Ishaat.com

رکبتیه بین یدی جلیس له قط بل یفعل مسا ویالهدو ولا تناول احدا یده فیترکها قط حتی یکون هو یدعها وما جلس الی رسول الله صلی الله علیه وسلم احد قط فقام حتی یقوم قبله۔

وما وجدت شیئا قط اطیب من ریح رسول الله صلی الله علیه وسلم۔

وفی روایة قال ما قام الی رسول الله صلی الله علیه وسلم رجل فی حاجة فانصرف عنه قبله حتی یکون هو المنصرف۔

وفی روایة کان رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا صافح احدا لا یترک یده الا ان یکون هو الذی یترک۔

آگے بڑھ کر نہیں بیٹھتے بلکہ برابر میں بیٹھتے۔ اور نہیں پکڑا کسی نے کبھی آپ کا ہاتھ کہ آپ نے چھڑا لیا ہو اس کو (اس کے ہاتھ میں سے) جب تک کہ وہ خود نہ چھوڑ دیتا۔ اور کوئی کبھی نہیں بیٹھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کہ آپ کھڑے ہو گئے ہوں جب تک وہ آپ سے پہلے کھڑا نہ ہو جاتا۔ (حضرت انس رضؓ کہتے ہیں)۔ اور میں نے نہیں پایا کسی چیز کو زیادہ خوشبودار آپ کے جسم کی ذاتی خوشبو سے۔

اور ایک روایت میں یوں ہے۔ کہ حضرت انسؓ نے کہا کہ نہیں کھڑا ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی شخص کسی ضرورت سے کہ آپ اس سے پہلے منہ پھیر کر ہٹ گئے ہوں جب تک کہ وہ شخص خود منہ پھیر کر علیحدہ نہ ہو جاتا۔

اور ایک روایت میں اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سے مصافحہ کرتے تو اس کا ہاتھ نہیں چھوڑتے مگر کہ وہ خود آپ کا ہاتھ چھوڑ دیتا۔

ف: یہ آنحضرت کے اخلاق کریمانہ کی بہت بلند مثال ہے کہ آپ کسی کا دل نہیں دکھانا چاہتے تھے کو اس مروت خدا داری میں ذات اقدس کو در پردہ کوفت ہی ہوتی۔ مگر کسی کا دل میلا کرنا کسی صورت سے آنجناب کو گوارا نہ تھا۔ بعض اشخاص ایسے لپٹڑ ہوتے ہیں کہ اگر بیٹھ گئے تو جم ہی گئے۔ اب خدا ہی اٹھائے تو اٹھیں۔ اگر مصافحہ میں ہاتھ ملا لیا تو اب ہاتھ پکڑے ہی کھڑے ہیں۔ یا اگر ملاقات کے لئے کھڑے ہو گئے تو اب لوہے کی لاٹھ کی طرح گڑ گئے۔ کہ خدا ہی ہلائے تو ہلیں تو ایسے ناسمجھوں کی بیہودگی کو مروت و اخلاق سے برداشت فرمائے۔ اور یہ ثابت نہ ہونے دیتے کہ آپ ساتھی سے اکتا چکے ہیں۔ اور اب اس سے جان چھڑانا چاہتے ہیں۔ پھر حدیث میں اس امر کا بھی تین ثبوت ملتا ہے کہ گو رب العزت نے آنجناب کو ساری مخلوقات پر عزت و شرف بزرگی و برتری عظمت و بڑائی بخشی تھی۔ مگر پھر بھی مجلس میں نشست و برخاست میں امتیاز و خصوصیت پسند نہ تھی۔ آج اگر کسی کو کسی امر میں ذرا سا بھی امتیاز نصیب ہوتا ہے تو وہ لوگوں کے سر دل پر بیٹھنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور اس کی ہر حرکت و سکنت سے صاف پتہ چلتا ہے کہ یہ سب سے افضل ہے اور سب اس سے کمتر اور گھٹیا ہیں۔ حالانکہ یہ رویہ

Maktaba Tul Ishaat.com

نبوی کے سراسر خلاف ہے ؛

۴۵۷ **ابوحنيفة** عن عبد الله عن ابن عمران رجلا نادى رسول الله صلى الله عليه وسلم فى منزله فقال لبيك قد اجبتك فخرج اليه ؛

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آپ کو پکارا جبکہ آپ کاشانہ نبوت میں تھے۔ آپ نے فرمایا لبیک حاضر ہوتا ہوں، پھر نکل کر اس کے پاس آئے ؛

فائدہ:۔ اللہ اکبر! یہ تواضع وانکساری یہ کسر نفسی اور فروتنی کہ کیا خاکساری کے پتلے میں فوراً اندر سے جواب ملتا ہے اور پھر مستقل ہی باہر تشریف لاکر ملاقات فرماتے ہیں آج ہم میں سے زیادہ ہے جس کی ملاقات کو لوگ ترسیں جس کے دیدار کا لوگ اشتیاق رکھیں جس سے ملنے کے لئے درباروں خادموں ہم جلیسوں کو واسطہ ڈالنا پڑے اور پھر بھی بروقت ملاقات نصیب نہ ہو۔ بلکہ پہلے سے ملاقات کا وقت لینا پڑے۔ افسوس ہم ان زریں اخلاقی معاشرتی برتاؤ۔ ورسم ورواج کو کیسا فراموش کر گئے کہ ہماری پوری زندگی کا بالکل رخ پلٹ گیا۔ خدا تعالیٰ ہمارے حالات پر رحم فرمائے ؛

۴۵۸ **ابوحنيفة** عن محمد بن المنكدر عن اميمة بنت رقيقة قالت اتيت النبى صلى الله عليه وسلم لابايعه فقال انى لست اصافح النساء ؛

حضرت امیمہ بنت رقیقہؓ کہتی ہیں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیعت کے لئے حاضر ہوئی۔ تو آپ نے فرمایا کہ میں عورتوں سے نہیں ملاتا ہوں ؟

فائدہ:۔ صحیحین میں حضرت عائشہؓ سے مرفوع روایت ہے کہ آنحضرت عورتوں سے مصافحہ نہیں کیا کرتے۔ ابونعیم معرفت میں بہلۃ بنت عبداللہ البکریہ سے روایت لائے ہیں کہ وہ کہتی ہیں کہ میں وفد کی شکل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ تو آپ نے مردوں سے بیعت لی ان سے مصافحہ کیا، اور عورتوں سے بھی بیعت لی مگر ان سے مصافحہ نہیں کیا۔ اگر مصافحہ کبھی کبھی بھی تو کپڑے کی آڑ چنانچہ طبرانی حضرت معقل بن یسارؓ سے مرفوع حدیث لائے ہیں کہ آپ نے بیعت ضوان میں عورتوں سے مصافحہ کیا کپڑے کی آڑ میں گویا ہاتھ کو ہاتھ سے نہ چھوا۔ اللہ اکبر یہ عفت وپاکدامنی شرم وحیا کی کس قدر بلند مثال ہے اور امت کے لئے کیا زریں درس ہے۔ مگر افسوس اور صد افسوس کہ ہم نے اس کو بھی بھلا دیا۔ سنا ہے کہ بعض لوگ تقدس کے جامہ میں نمودار ہو کر اور دینی پیشوا و مقتدا ہو کر مردوں عورتوں کے ساتھ یکساں برتاؤ رکھتے ہیں۔ اور عورتوں سے تخلئے کرتے ہیں۔ نعوذ باللہ من ذالک آنحضرت کا یہ عمل اور ہماری یہ رفتار آنجناب کی یہ احتیاط اور ہماری یہ بے باکی حقیقت میں الیما علی اسلام کی عزت وناموس کو تباہ کرتا ہے اور اسلام کے نام پر بٹہ لگاتا ہے ؛

۴۵۹ **ابوحنيفة** عن علقمة عن ابن بريدة عن ابيه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من لم يقبل عذر مسلم يتذ

حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس نے قبول کیا عذر کسی مسلمان کا جو اس کے سامنے عذر پیش کر رہا ہے

Maktaba Tul Ishaat.com

الیکہ فوزرہٗ کوزر صاحب مکس فقیل یارسول اللہ وَمَا صَاحِب مکس قال عشّار ؛

تو اس کا گناہ صاحب مکس کے گناہ کے برابر ہے آپ سے عرض کیا گیا یارسول اللہ صاحب مکس کون ہے آپ نے فرمایا عشار (یعنی عشر لینے میں ظلم وتشدد اور بے جا زیادتی برتنے والا) ؛

ف: اس حدیث سے اس امر کا انکشاف ہوا کہ اگر کسی معاملہ میں کوئی مسلمان اپنی کوتاہی کا عذر پیش کرے تو اس عذر کو مان لینا چاہیئے اس کو رد کرنا اور عذر خواہ کو جھٹلانا اللہ کے نزدیک سخت گناہ ہے۔ یہاں تک کہ اس کو گناہ میں ظالم سخت گیر عُشر کے محصل کے برابر ٹھیرایا گیا۔ جو اپنی جگہ بہت بڑا قصوروار اور مجرم ہے کہ حکومت کی آڑ میں غریب رعایا پر ظلم کے پہاڑ توڑتا ہے۔ ان سے رشوتیں لیتا ہے اور طرح طرح سے ان کو تنگ کرتا ہے ؛

۴۶۰ ابوحنیفۃ عن نافع عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ صَلی اللہ علیہ وَسَلم من اعتذر الیہ اخوہ المسلم فلم یقبل عذرہ فوزرہٗ کوزر صاحب مکس یعنی عشارًا ؛

حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس مسلمان کے سامنے اس کے مسلمان بھائی نے کسی اذیت دہ قول وفعل کی بنا پر اعتذار پیش کیا۔ مگر اس نے اس کا عذر نہ مانا۔ تو اس کا گناہ صاحب مکس یعنی عشار کے گناہ کے برابر ہے ؛

ف: یہ حدیث بیشتر حدیث کی تائید کرتی ہے ؛

۴۶۱ ابوحنیفۃ عن ابی الزبیر عن جابر ان النبی صَلی اللہ علیہ وسلم قال اذا اُتی احدکم بطیب فلیصب منہ ؛

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب دی جائے تم کو خوشبو تو اس کو ضرور لے لو ؛

ف: یعنی خوشبو کو رد کرنا اچھا نہیں۔ ترمذی اپنی جامع اور شمائل میں ثمامہ بن عبداللہ سے روایت لائے ہیں کہ حضرت انس خوشبو کو رد نہیں کیا کرتے تھے اور کہا کرتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی خوشبو کو نہیں پھیرا کرتے تھے ؛

۲۲۰ بَابُ النَّھی عَنِ النَّظَرِ فی النُّجُوم !

باب اس بیان میں کہ علم نجوم میں نظر کرنا منع ہے !

۴۶۲ ابوحنیفۃ عن عطاء عن ابی ھریرۃ قال نہی رسول اللہ صَلی اللہ علیہ وَسَلم عن النظر فی النجوم ؛

حضرت ابی ہریرہؓ کہتے ہیں کہ منع فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علم نجوم میں نظر کرنے سے ؛

ف: یعنی علم نجوم میں زیادہ غور وخوض اور اس کی باریکیوں میں الجھنا شرعًا مذموم ہے۔ دیلمی حضرت ابی ہریرہ سے یوں روایت لائے ہیں کہ علم نجوم کو دیکھنے والا ایسا ہے جیسا کہ سورج کی ٹکیہ کو دیکھنے والا کہ

Maktaba Tul Ishaat.com

اس کو جس قدر دیکھیے اسی قدر نظر کمزور ہوتی ہے۔ دار قطنی ابن عمرؓ سے یوں مرفوع روایت لائے ہیں۔ کہ سیکھو علم نجوم کو جہاں تک تم کو خشکی و تری کی اندھیریوں میں اس سے ہدایت مل سکے۔ پھر اس سے باز رہو۔ یعنی ایک حد تک دنیوی کاروبار میں اس سے مدد لے سکتے ہیں۔ اس میں بالکل کھو جانا روا نہیں۔ مسلم ابوداؤد میں یوں ہے کہ جس نے علم نجوم سیکھا اس نے گویا جادو سیکھا ۔

۴۶۳ ح ۲

ابوحنیفة عن ابی الزبیر عن جابر قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا یحل لرجل یؤمن بالله والیوم الآخر ان یدخل الحمام الا بمیزر ولم یستتر عورته من الناس کان فی لعنة الله والملائکة والخلق اجمعین ۔

حضرت جابر کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں جائز ہے اللہ اور دن قیامت پر ایمان لانے والے کے لئے کہ حمام میں داخل ہو بغیر تہ بند کے اور جس نے اپنے ستر (ناف سے گھٹنے تک کے حصہ کو) کو نہ چھپایا اس پر اللہ اس کے فرشتوں اور ساری مخلوقات کی طرف سے لعنت و پھٹکار ہے ۔

فائدہ: یعنی اپنے ستر کو لوگوں کو بے باکی سے دکھانا اللہ تعالیٰ کو سخت ناراض کرتا ہے۔ تو پھر فرشتوں اور اللہ کی مخلوق کی پھٹکار کیوں نہ ہو ۔

۴۶۴ ح ۳

ابوحنیفة عن نافع عن ابن عمرؓ قال کان احب الاسماء الی رسول الله صلی الله علیه وسلم عبد الله وعبد الرحمن ۔

حضرت ابن عمر نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زائد محبوب نام عبداللہ اور عبدالرحمن تھے ۔

فائدہ: یہ ہر دو نام آنجناب کو اس لئے محبوب و پسند تھے کہ ان ناموں کے ہر دو جز اچھے اور پسندیدہ معنی دیتے ہیں۔ کیونکہ بندہ کے لئے عبدیت نہایت موزوں ہے اور زیبا اور اللہ کی ذات کا نام تو ہے ہی بابرکت و باحرمت پھر اس سے بڑھ کر کیا بات ہے کہ بندہ کی نسبت اپنے خالق و معبود کی طرف ہو۔ اسی طرح عبدالرحمن میں عبد کی نسبت رحمن کی طرف ہوئی اور چونکہ رحم و کرم کی نسبت اللہ کو بہت محبوب ہے۔ اس لئے یہ ترکیب بھی باعظمت ہے۔ اسی وجہ سے اس سے ملتے جلتے نام سب شرعاً پسندیدہ ہیں مثلاً عبدالرحیم۔ عبدالقادر وغیرہ۔ بہت سے لوگ اپنی اولاد کے نام بے سوچے سمجھے الٹے سیدھے رکھ دیتے ہیں۔ بعض تو مہمل ہی ہوتے ہیں اور بعض برے معنی پیدا کرتے ہیں۔ آنحضرت ناموں کی اچھائی برائی کا بہت لحاظ رکھا کرتے تھے۔ برے نام سنتے تو ان کو بدل ڈالتے۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ نے ایک بچی کا نام عاصیہ سنا گویا گنہگار و نافرمان تو آپ نے اس کا نام جمیلہ سے بدل دیا۔ اسی طرح موطا امام مالک میں ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ اس اونٹنی کا دودھ کون دوہے گا۔ ایک شخص کھڑا ہوا اور کہا میں۔ آپ نے پوچھا تیرا نام کیا ہے اس نے کہا مرہ (یعنی کڑوا) آپ نے فرمایا بیٹھ جا۔ پھر فرمایا کہ اس کا دودھ کون دوہے گا ایک دوسرا آدمی اٹھا اور کہا میں۔ آپ نے اس سے بھی دریافت کیا تیرا نام کیا ہے اس نے کہا حرب (یعنی لڑائی) آپ نے اس سے بھی فرمایا بیٹھ جا۔ پھر فرمایا اس کا دودھ کون دوہے گا ایک تیسرا آدمی اٹھا اور کہا میں آپ نے اس سے

Maktaba Tul Ishaat.com

بھی پوچھا کہ تیرا نام کیا ہے۔ اس نے کہا یعیش گویا عیش سے ہے آپ نے اس کو فرمایا کہ اچھا تو دودھ ۔

۴۶۵ ابو حنیفۃ عن نافع عن ابن عمر رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم البر لا یبلی والاثم لا ینسی ۔

حضرت ابن عمر رض سے روایت ہے۔ کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نیکی و بھلائی ضائع نہیں جاتی۔ اور گناہ بھلایا نہیں جاتا ۔

ف:۔ آنحضرت کا منشا کلام یہ ہے کہ نیکی و بھلائی اچھائی اور خوبی دنیا و آخرت میں اثر دکھائے بغیر نہیں رہتی اور کبھی ضائع نہیں جاتی۔ بلکہ اچھے خوشگوار و خوش کن نتائج پیدا کرتی ہے اور مستقبل کو خوشتر بناتی ہے۔ اسی طرح بدی و برائی دنیا و آخرت میں وبال و مصیبت عذاب و تباہی کا سبب بنتی ہے۔ برے نتائج سامنے لاتی ہے اور کرنے والے کو برائی کی سزا و پاداش دیئے بغیر نہیں چھوڑتی ۔

۴۶۶ ابو حنیفۃ عن سماک عن جابر بن سمرۃ قال کنا اذا اتینا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فحل بنا حیث انتہی المجلس ۔

حضرت جابر بن سمرہ رض کہتے ہیں کہ ہم جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہوتے تو جس کے کنارہ پر بیٹھتے ۔

ف:۔ شمائل ترمذی میں یوں مروی ہے کہ آنحضرت جب کسی قوم کی مجلس میں حاضر ہوتے تو جہاں مجلس ختم ہوتی وہیں تشریف فرما ہوتے اور اسی عمل کا حکم بھی دیتے۔ طبرانی و بیہقی حضرت حذیفہ بن عثمان سے مرفوع روایت لائے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی کسی المجلس میں شرکت کرے اور اس کو کوئی جگہ خالی ملے تو وہاں بیٹھ جائے ورنہ پھر جہاں بھی جگہ پائے بیٹھے ۔

۴۶۷ ابو حنیفۃ عن عطیۃ عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یشکر اللہ من لا یشکر الناس ۔

حضرت ابی سعید خدری رض کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ جو لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا۔ وہ اللہ کا بھی شکر ادا نہیں کرتا ۔

ف:۔ ملا علی قاری اس کی وجہ بیان کرتے ہیں یوں رقمطراز ہیں کہ ظاہر ہے جس نے بندہ کا تھوڑا سا احسان نہ مانا اور اس کا شکریہ ادا نہ کیا۔ وہ کس طرح اللہ کے زبردست احسانات کا شکر ادا کرے گا۔ یا کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہو کہ بندوں کے احسانات بھی چونکہ دراصل اللہ ہی کے احسانات ہیں۔ اس لئے جس نے بندوں کے احسانات کا شکریہ ادا نہیں کیا۔ اس نے گویا اللہ کا شکر ادا نہیں کیا ۔

۴۶۸ ابو حنیفۃ عن عطاء عن محارب بن دثار عن ابن عمر رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایاک والظلم فان الظلم ظلمات یوم القیامۃ ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالے عنہ کہتے ہیں۔ کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچ تو ظلم سے کیونکہ بروز قیامت ظلم ظلمات (اندھیریوں) کی شکل میں ہوگا ۔

ف:۔ یعنی جو دنیا میں ظلم و تعدی کرے گا اور کسی پر مظالم ڈھائے گا۔ اس کو آخرت میں طرح طرح کی اندھیریوں میں رکھ کر مبتلائے عذاب کیا جائے گا۔ اور یوں اس سے پورا پورا بدلہ لیا جائے گا ۔

Maktaba Tul Ishaat.com

ابو حنيفة عن عاصم عن ابی بردة ان النبی صلی الله علیه وسلم زار قومًا من الانصار فی دیارهم فذبحوا له شاةً وصنعوا له منها طعامًا فاخذ من اللحم شیئا فلاکه فمضغه ساعةً لا یسیغه فقال ما شان هذا اللحم۔

فقالوا شاة لفلان ذبحناها حتی یجیء فنرضیه من ثمنها۔

قال فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم اطعموا الاسراء ۔

وفی روایة عن عاصم ابن کلیب عن ابیه ان رجلا من اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم صنع طعامًا فدعاه فقام الیه النبی صلی الله علیه وسلم وقمنا معه فلما وضع الطعام تناول النبی صلی الله علیه وسلم بضعة من ذلك اللحم فلاکها فی فیه طویلا فجعل لا یستطیع ان یاکلها فالقاه من فیه و امسك عن الطعام فقال اخبرنی عن لحمك هذا من این هو قال یا رسول الله شاة کانت لصاحب لنا فلم یکن عندنا فنشتریها منه وعجلنا بها وذبحناها ورضعناها لك حتی یجیء فنعطی ثمنها فامر النبی صلی الله علیه وسلم برفع هذا الطعام وامر ان یطعمه الاسراء

قال عبد الواحد قلت لابی حنیفة من

حضرت ابی بردہ رض سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کی کسی جماعت سے ان کے گھروں میں ملاقات کی انہوں نے آپ کی ضیافت میں ایک بکری ذبح کی اور اس سے کھانا پکایا تو آپ نے کھانا نکالا (فرصت کے وقت) گوشت کی بوٹی منہ میں لے کر تو ڑی اور تھوڑی دیر چبائی مگر نگلنا چاہا تو) نگل نہ سکے اس پر آپ نے فرمایا کہ یہ گوشت کس طرح کا ہے (کیسے حاصل کیا گیا ہے) لوگوں نے کہا یہ فلاں شخص کی بکری تھی (اس کی اجازت نہیں) ہم نے اس کو ذبح کیا (اس امید پر) کہ وہ آئے تو اس کی قیمت اس کو دے کر اس کو راضی کر لیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ گوشت قیدیوں کو کھلا دو ۔

۱۲ ایک روایت میں کلیب سے یوں مروی ہے کہ اصحاب محمد میں سے ایک شخص نے کھانا پکایا اور آپ کو بلایا آپ بھی تشریف لے گئے اور آپ کے ہمراہ ہم بھی جب کھانا کھا گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گوشت کا ایک ٹکڑا منہ میں رکھا اور اس کو دیر تک چبایا لیکن اس کو نگل نہ سکے تو آپ نے اس کو منہ سے نکال کر پھینک دیا اور کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا مجھ کو اس گوشت کے بارہ میں اجازت دو کہ یہ کہاں سے آیا ہے۔ صاحب خانہ نے جواب دیا یا رسول اللہ ہمارے ایک ساتھی کی بکری تھی وہ تو نہیں کہ اس سے خرید لیتے لہذا ہم نے جلدی کی اور بکری کو ذبح کر ڈالا اور اس کو آپ کے سامنے لا کر رکھ دیا تاکہ اس امید پر کہ وہ آ کر اس کو اس بکری کی قیمت ادا کر دے۔ اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کھانے کے اٹھا لینے کا حکم دیا اور فرمایا کہ اس کو قیدیوں کو کھلا دو۔ عبد الواحد کہتے ہیں کہ میں نے ابو حنیفہ سے پوچھا کہ آپ نے

Maktaba Tul Ishaat.com

این اخذت هذا الرجل یعمل فی مال الرجل بغیر اذنه یتصدق بالربح قال اخذته من حدیث عاصم ؛

مسئلہ کہاں سے نکالا کہ اگر کوئی کسی کے مال میں بغیر اس کی اجازت کے تصرف کرے تو وہ اس کے نفع کو صدقہ کر دے۔ انہوں نے کہا کہ عاصم رح کی حدیث سے ؛

ف:۔ اس حدیث سے اس مسئلہ پر روشنی پڑی کہ ایک شخص جب دوسرے شخص کی بکری کو بلا اجازت ذبح کرے تو وہ اس کی قیمت کا ضامن ہوگا اور اس پر اس کا صدقہ واجب ہوگا۔ اور تاوقتیکہ وہ اس کی قیمت ادا نہ کر دے۔ اس بکری سے نفع اندوزی کا حق نہیں رکھتا۔ اور یہ کہ ایسی صورت میں بکری اپنے مالک کی ملک سے نکل جاتی ہے اگر اس کی ملک سے نہ نکلتی تو آنحضرت اس کو صدقہ کرنے کا حکم نہ دیتے بلکہ مالک کو واپس کرا دیتے یا اس کو اس کے ہاتھ فروخت کرا دیتے۔ یا اس کو اس کے ہاتھ فروخت کر دیتے۔ اور اس کی قیمت مالک کے لئے محفوظ رکھنے کا حکم دیتے۔ کیونکہ امام کو ضرورت کے وقت کسی انسان کی چیز کے فروخت کرنے کا حق حاصل ہے ؛

۴۷۰ ابوحنیفة عن علقمة عن ابن بریدة عن ابیه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم الدال علی الخیر کفاعله ؛

حضرت بریدہ رض سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ بھلے کام کا بتانے والا (ثواب میں) اس کے کرنے والے کے برابر ہے ؛

ف:۔ اور دار قطنی وغیرہ میں حضرت ابن عباس رض سے مرفوع روایت ہے کل معروف صدقة والدال علی الخیر کفاعله والله یحب اغاثة اللهفان۔ کہ ہر بھلائی صدقہ ہے۔ اور بھلائی کی طرف راہنمائی کرنے والا اس پر عمل کرنے والے کی طرح ہے اور اللہ تعالیٰ ہر مصیبت زدہ کی مدد کرنے کو پسند فرماتا ہے ؛

۴۷۱ ابوحنیفة عن انس بن مالك قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم الدال علی الخیر کفاعله ؛

حضرت انس کہتے ہیں۔ کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھلائی کی طرف راہ نمائی کرنے والا اس پر عمل کرنے والے کے برابر ہے ؛

ف:۔ یہ سابق حدیث کا اعادہ ہے ؛

۴۷۲ ابوحنیفة عن علقمة عن ابن بریدة عن ابیه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال جاءه رجل فاستحمله فقال ما عندی ما احملك علیه ولکن سادلك علی من یحملك انطلق الی مقبرة بنی فلان فان فیها شابا من الانصار

حضرت بریدہ رض نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے آکر آپ سے سواری طلب کی آپ نے فرمایا کہ میرے پاس سواری نہیں کہ میں تجھ کو دوں البتہ میں تجھ کو وہ شخص بتلاتا ہوں جو تجھ کو سواری دے گا۔ بنی فلاں کے قبرستان میں جا اس میں ایک انصاری جوان ہے جو اپنے ساتھیوں

Maktaba Tul Ishaat.com

یترامی مع اصحاب لہٗ ومعہ بعیرلہ فاستحملہ فانہ سیحملک فانطلق الرجل فاذا بہٖ یترامی مع اصحاب لہ فقصّ علیہ الرجل قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاستحلفہ باللہ لقد قال لھذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فحلف لہٗ مرّتین او ثلثًا ثم حملہٗ فمرّ بہٖ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

فقال فاخبرہ الخبر۔

فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انطلق فانّ الدّال علی الخیر کفاعلہٖ۔

وفی روایۃٍ انّ رجلًا جاءہٗ یستحملہ فقال واللہ ماعندی من شئ احملک علیہ ولکن انطلق فی مقبرۃ بنی فلان فانک ستجد ثمّہ شابًا من الانصار یترامی مع اصحاب لہٗ فاستحملہ فانہ سیحملک۔

فانطلق الرجل حتی اتی المقبرۃ قال لہٗ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقص علیہ القصّۃ فاستحلفہٗ۔

فقال اللہ الذی لا الٰہ الا ھوَ انّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارسلنی الیک فاعطاہ بعیرًا لہ فانطلق بہ الرجل فاتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال لہ صلے اللہ علیہ وسلم

کے ساتھ تیر اندازی کر رہا ہے اور اس کے ساتھ اس کا ایک اونٹ ہے لہذا تو اس سے وہ مانگ - وہ تجھ کو دے دیگا - چنانچہ وہ شخص چل دیا - اور وہاں پہنچ کر کیا دیکھتا ہے کہ وہی جوان اپنے ساتھیوں کے ساتھ تیر اندازی میں مصروف ہے - اس شخص نے اس جوان انصاری سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول بیان کیا - انصاری نے قسم دے کر اس سے پوچھا کہ کیا واقعی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کہا ہے - اس نے دو یا تین مرتبہ قسم کھائی - تو انصاری نے اس کو اونٹ دیا - اس کے بعد وہ اونٹ لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا - اور آپ کو اس واقعہ کی خبر سنائی - نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جا چلا جا - بھلائی کی طرف راہنمائی کرنے والے کے لئے بھی بھلائی کرنے والے کی طرح اجر و ثواب ہے - اور ایک روایت میں اس طرح ہے کہ ایک شخص نے آپ کے پاس آکر سواری مانگی - آپ نے فرمایا کہ قسم بخدا میرے پاس کوئی سواری نہیں ہے میں تجھ کو اس پر سوار کروں - لیکن تو جا بنی فلاں کے قبرستان میں تو وہاں پائے گا ایک انصاری نوجوان جو اپنے ساتھیوں کے ساتھ تیر اندازی کر رہا ہوگا - تو اس سے سواری مانگ - وہ تجھ کو سواری دے گا - تو وہ آدمی چل دیا - اور اس قبرستان میں پہنچا جس کا پتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا تھا اور اس انصاری سے واقعہ کہا - انصاری نے اس شخص سے قسم لی - اس نے کہا قسم ہے اس خدا کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو تمہارے پاس بھیجا ہے - اس پر انصاری نے اس کو اونٹ دیا اور وہ اس کو لے کر چل دیا - اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا - آپ نے اس سے کہا جا چلا

Maktaba Tul Ishaat.com

انطلق فان الدال علی الخیر کفاعلہ ۔

جا البتہ بھلائی کی طرف راہنمائی کرنے والا اس کے کرنے والے کی طرح ہے ۔

ف: یعنی آنحضرت نے اپنی ذات اقدس کی طرف اشارہ فرمایا کہ چونکہ آپ نے اس کا خیر کی طرف راہنمائی کی اور اس شخص سائل کو ایسے شخص کا پتہ دیا جہاں سے اس کی مطلب براری ہو سکے لہذا آپ کو بھی اسی اجر و ثواب کا استحقاق ہوا جس کا انصاری حق دار تھا ۔

۳۶۴ ۱۲

ابو حنیفۃ عن علقمۃ عن ابن بریدۃ عن ابیہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال افضل الجہاد کلمۃ حق عند سلطان جائر ۔

حضرت بریدہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہتر جہاد ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کا کہنا ہے ۔

ف: اس کو افضل جہاد اس بنا پر کہا گیا کہ معروف جہادیں کبھی مسلمان اپنی ایک اجتماعی فوجی طاقت رکھتے ہیں اور ایک شان و شوکت کے مالک ہوتے ہیں اور فتحیابی و شکست کے ہر دو رخ ان کے سامنے ہوتے ہیں بخلاف اس صورت کے کہ بادشاہ ظالم و جابر کے بالمقابل حق گو نہایت بے کسی اور بے بسی کی حالت میں ہوتا ہے نفس لذت و موت کا نقطہ اس کے سامنے ہوتا ہے مگر یہ غریب صرف اپنی ایمانی حمیت اور سنت مدنبی کی بنا پر جان پر کھیلتا ہے اور حق کے کہنے کی جرأت و جسارت کرتا ہے لہذا یہ جہاد افضل ہوا ۔

۳۶۳ ۱۳

ابو حنیفۃ عن شیبان عن عبدالملک عمن حدثہ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من استشارک فاشر علیہ بالرشد فان لم تفعل فقد خنتہ ۔

حضرت ابی ہریرہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تجھ سے مشورہ لے اس کو نیک مشورہ دے ۔ اگر تو نے ایسا نہ کیا ۔ تو البتہ تو نے خیانت کی اس کے حق میں ۔

ف: یہ حقیقت ہے کہ جس سے مشورہ طلب کیا جائے ۔ تو وہ گویا امانت دار تصور کیا جاتا ہے ۔ اور اس پر پورا پورا بھروسہ و اعتماد ہوتا ہے ۔ اب اگر یہ بے اعتمادی کا ثبوت دے اور صحیح نیک اور مفید مشورہ دینے میں بخل کرے یا غلط راہنمائی کرے تو یہ خائن ٹھہرا اور بد دیانت اسی لئے آنحضرت نے فرمایا کہ وہ خائن ہے ۔

۴۷۵ ۱۴

ابو حنیفۃ عن الحسن عن الشعبی قال سمعت النعمان یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول مثل المؤمنین فی توادہم وتراحمہم کمثل جسد واحد اذا اشتکی الرأس تداعی لہ سائرہ بالسہر والحمی ۔

حضرت نعمان کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ۔ کہ مومنین کی مثال آپس میں محبت کرنے اور ایک دوسرے پر رحم دکھانے میں ایک جسم کی سی ہے کہ مثلاً جب سر دکھتا ہے تو سارا بدن جاگنے میں اور بخار میں اس کا ساتھ نباہتا ہے ۔

Maktaba Tul Ishaat.com

ف: - واقعی صادق الایمان مومنین آپس میں ایسی ہی محبت والفت رکھتے ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی و دلسوزی برتتے ہیں کہ ایک دکھی ہوتا ہے تو سب بے چین اور بے کل ہوتے ہیں۔ اور اگر ایک خوش ہوتا ہے تو سب ہی خوشی و مسرت کے شادیانے بجاتے ہیں +

۲۷۶ / ۱۱۸

حماد عن ابیه عن عبد الرحمٰن بن حزم عن انسؓ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ما زال جبرئیل یوصینی بالجار حتی ظننت انه یورثه وما زال جبرئیل یوصینی بقیام اللیل حتی ظننت ان خیار امتی لا یناموں الا قلیلا ؛

حضرت انس کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حضرت جبریل علیہ السلام مجھ کو پڑوسی کے حق میں (خوش اخلاقی و خوش معاملگی کی) وصیت کرتے رہے۔ یہاں تک کہ مجھ کو گمان ہونے لگا کہ شاید اس کو وارث ٹھہرائیں گے۔ اور حضرت جبریل علیہ السلام مجھ کو مسلسل شب بیداری (تہجد گذاری) کے لئے ترغیب کرتے رہے۔ یہاں تک کہ مجھ کو خیال پیدا ہوا کہ میری امت کے اچھے لوگ بہت کم سوئیں گے +

ف: - اس حدیث سے دو چیزوں کی اہمیت کا اظہار ہوتا ہے ایک پڑوسی کا حق کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے اس کے حقوق کی غایت احتیاط اس کے ساتھ حسن اخلاق اور خوش معاملگی اور حسن برتاؤ کی پے در پے اس قدر تاکید فرمائی کہ آنحضرت کو شک پیدا ہوا کہ شاید پڑوسی کو وارثوں میں سے اور اعزہ واقارب کی طرح حصہ ملنے لگے گا۔ طبرانی معاویہ بن حیدہ اور حضرت عبداللہ بن عمرو سے مرفوع حدیث لائے ہیں جو پڑوسی کے حقوق کو بالتفصیل بڑے پر اثر الفاظ سے معرض بیان میں لاتی ہے کہ آنجناب نے فرمایا کہ اگر وہ بیمار پڑے تو اس کی عیادت کرو۔ اگر مرے تو اس کے جنازہ میں شرکت کرو۔ اگر قرض کا خواہاں ہو تو اس کو قرض دو اگر بدحال ہو تو اس کی ستر پوشی کرو۔ اگر اس کو کوئی خوشی پہنچے تو اس کو مبارکباد دو۔ اگر مصیبت پہنچے تو غم کا اظہار کرو۔ اور اپنی عمارت اس کی عمارت سے اونچی نہ بناؤ کہ اس کی ہوا رک جائے۔ حضرت عائشہ کی روایت میں یہ الفاظ بھی زائد ہیں کہ اگر تم میوہ خرید کر لاؤ تو اس کو ہدیہ بھیجو۔ اور اگر ایسا نہ کرو تو اس کو اس سے پوشیدہ رکھو۔ اور نہ نکلے تمہارا لڑکا اس کو لے کر کہ پڑوسی کا لڑکا اس کو دیکھ کر جلے۔ دوسری چیز بیداری ہے اور تہجد گذاری کہ اللہ تعالیٰ کو بعد فرض کے یہ عبادت بہت محبوب ہے۔ قرآن کریم اس کی تعریف سے پر ہے۔ رات کی خاموش گھڑیوں میں جب کہ ساری دنیا نیند کے مزے لوٹ رہی ہو یہ عبادت دل کی صفائی اور تقرب الی اللہ کے لئے بہت مفید ہے۔ احادیث نبویہ میں بھی اس کی تعریف و توصیف جگہ جگہ آئی ہے +

۲۷۷ / ۱۱۹

ابوحنیفة عن انسؓ قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول ان الله یحب اغاثة اللهفان ؛

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ فریاد اور پکار کی فریاد رسی کو محبوب رکھتا ہے +

Maktaba Tul Ishaat.com

ف: یعنی جو شخص کسی دکھی غمزدہ کے ساتھ غمخواری کرے اور اس کی دست گیری کرکے مصیبت سے اس کو خلاصی دے تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو بہت پسند فرماتا ہے کیونکہ وہ خود بھی مصیبت زدہ کا حامی و مددگار ہے۔

باب النہی عن سب الدھر! ۲۲۱

باب اس بیان میں کہ زمانہ کو برا کہنے کی ممانعت ہے!

۴۷۸ ابوحنیفة عن عبد العزیز عن ابی قتادة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا تسبوا الدهر فان الله هو الدهر۔

حضرت ابی قتادہ کہتے ہیں۔ کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمانہ کو برا نہ کہو کیونکہ اللہ تعالیٰ زمانہ ہی ہے۔

ف: یہ اس بدعادت کی مذمت ہے جس کے بعض ناسمجھ لوگ عادی ہوتے ہیں کہ دنیا کی تلخیوں پر زمانہ کو لعنت و ملامت کا نشانہ بناتے ہیں۔ اور حقیقت میں یہ ناشائستہ عمل عقل سے کوسوں دور ہے۔ کیونکہ اگر زمانہ دنیا کے واقعات و حادثات پر سرمو بھی اثر انداز ہوتا تو اس کو برا کہنے کے کچھ معنی ہوتے۔ حالانکہ واقعہ تو یہ ہے کہ دنیا کے انقلابات میں زمانہ بالکل بے اثر ہے جو کچھ کرتا ہے خدا کرتا ہے سب کچھ اسی کے قبضہ و قدرت میں ہے اور اس کا ہر کام حکمت و مصلحت پر مبنی ہے۔ جس کو وہی خوب جانتا ہے اور سمجھتا ہے۔ انسان کا کیا یارا کہ اس کے بھیدوں کا سراغ لگا سکے۔ بندہ کو کیا تاب کہ اس کی حکمتوں تک رسائی پیدا کر سکے۔ اس لئے زمانہ کو برا بھلا کہنا عقل کے سراسر خلاف ہے۔ اور مذہب سے بھی ممنوع۔

۴۷۹ ابوحنیفة ولدت سنة ثمانین وقدم عبد الله بن أنیس صاحب رسول الله صلی الله علیه وسلم الکوفة سنة اربع وتسعین ورأیته وسمعت منه وانا ابن اربع عشرة سنة سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول حبک الشیء یعمی ویصم۔

حضرت امام ابوحنیفہ رح کہتے ہیں کہ میں ۸۰ھ میں پیدا ہوا۔ اور حضرت عبداللہ بن انیس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی کوفہ میں ۹۴ھ میں تشریف لائے۔ میں نے ان کو دیکھا۔ اور چودہ برس کی عمر میں میں نے ان کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ایک چیز کی محبت تجھ کو اندھا بھی کر دیتی ہے اور بہرہ بھی۔

ف: یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ انسان جب کسی چیز کو دل و جان سے پسند کرتا ہے۔ تو نہ کان اس کے عیبوں کو سننا گوارا کرتے ہیں۔ نہ آنکھیں اس کے معائب کو دیکھنا روا رکھتی ہیں لہٰذا آنحضرت نے واقعہ کی نہایت صحیح ترجمانی فرمائی۔ کہ جب تو کسی چیز کو پسند کرے تو تو بہرا بھی ہو جاتا ہے اور اندھا بھی۔

Maktaba Tul Ishaat.com

۲۲۲ بَابُ النَّهْيِ عَنِ الشَّمَاتَةِ!

باب اس بیان میں کہ کسی کی مصیبت پر خوش ہونا منع ہے!

۴۸۰/۱ **ابوحنيفة** قال سمعتُ واثلة بن الاسقع قال سمعتُ رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لَا تُظْهِرَنَّ شماتةً لاخيك فيعافيه الله ويبتليك الله ٭

حضرت واثلہ بن اسقع کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تو اپنے بھائی (کی مصیبت) خوشی و مسرت ظاہر نہ کر (ورنہ) خدا تعالےٰ اس کو اس سے چھٹکارا دے گا اور تجھ کو اس میں مبتلا کرے گا ٭

فائدہ:- واقعی یہ انسانیت و شرافت عقل و سنجیدگی سے بھی گری ہوئی بات ہے اور مذہب کے سخت خلاف کہ انسان اپنے مسلمان بھائی کے دکھ و مصیبت پر ہنسے اور خوشی اور مسرت ظاہر کرے کیا بعید ہے کہ اللہ تعالےٰ اس خلاف مروت عمل کی پاداش میں دکھی کو دکھ سے رہائی بخشے اور ہنسنے والے کو اس میں مبتلا کرے ٭

۲۲۳ كِتَابُ الرَّقَائِقِ!

کتاب دل کدا زباتوں کے بیان میں!

۴۸۱/۱ **ابوحنيفة** عن الحسن عن الشعبي عن النعمان بن بشير عن النبي صلى الله عليه وسلم قال ان فى الانسان مضغةً اذا صلحت صلح بها سائر الجسد واذا سقمت سقم بها سائر الجسد الا وهي القلب ٭

حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے جب وہ اصلاح پذیر ہوتا ہے کی وجہ سے سارا بدن اصلاح پذیر ہوتا ہے اور جب وہ بیمار ہو تو اس کے سبب سارا بدن بیمار ہوتا ہے اور خبردار رہو وہ (گوشت کا ٹکڑا) دل ہے ٭

فائدہ:- واقعی انسان کے جسم میں دل ایک چیز ہے کہ سارے بدن پر اس کی فرمانروائی چلتی ہے۔ سارے جسمانی اعمال و افعال کا دارومدار اسی پر ہے۔ کیونکہ اعمال کی اچھائی و برائی نیات و عقاید پر مدار رکھتی ہے۔ اور نیتوں کا مخزن و مادی دل ہے۔ اس لئے سارے جسم میں یہی سب کچھ ہے۔ اگر یہ ٹھیک ہوگیا تو سب ٹھیک ہے اور اگر یہ بگڑا تو سب کچھ بگڑا ٭

۴۸۲/۲ **ابوحنيفة** عن ابراهيم عن الاسود عن عائشة قالت ما شبعنا ثلثة ايام تباعا حتى فارق محمد

حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ ہم نے کبھی تین دن تین رات برابر روٹی پیٹ بھر کر نہیں کھائی یہاں تک کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم دنیا

Maktaba Tul Ishaat.com

صلى الله عليه وسلم وما زالت الدنيا علينا كدرة عسرة حتى فارق محمد صلى الله عليه وسلم الدنيا فلما فارق محمد صلى الله عليه وسلم الدنيا صُبّت عليها صبًّا وفي رواية صُبّت الدنيا علينا صبًّا وفي روايةٍ ما شبع آل محمد صلى الله عليه وسلم ثلثة أيام متوالية من خبز البُرّ ٭

تشریف لے گئے اور تنگ حالی اور تنگ دستی ہم پر چھائی رہی۔ یہاں تک کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے مفارقت فرمائی۔ پھر جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے تو دنیا ہم پر ٹوٹ کر گری۔ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ دنیا ہم پر برس پڑی۔ اور ایک روایت میں اس طرح ہے کہ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا پیٹ گیہوں کی روٹی سے پے در پے تین دن کبھی نہیں بھرا ٭

فائدہ:- یہ آنحضرت کی عسرت کی زندگی کی پر درد و لفگار کہانی ہے کہ کاشانہ نبوت میں بسنے والوں کو تین دن مسلسل پیٹ بھر کر روٹی میسر نہ ہوتی تھی۔ دوسری حدیث میں حضرت ابن عباس رض کہتے ہیں۔ کہ کئی راتیں پے در پے ایسی گذرتیں کہ رسالت مآب کے گھر والے رات کو بھوکے پیٹ رہتے۔ یہ زندگی چونکہ آں حضرت کو پسند تھی اس لئے حیات طیبہ اسی طرح گذر گئی۔ بعد وفات اہل خانہ پر دنیا سمٹ پڑی جیسا کہ خود حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ آپ کے وصال کے بعد دنیا ہم پر برسنے لگی ٭

۳۸۳ ح ۳

ابو حنيفة عن حماد عن ابراهيم عن الاسود ان عمر بن الخطاب دخل على النبي صلى الله عليه وسلم في شكاية شكاها فاذا هو مضطجع على عباءة قطوانية ومرفقة من صوف حشوها ليف فقال بابي انت وامي يا رسول الله كسرى وقيصر على الديباج فقال يا عمر اما ترضى ان تكون لهم الدنيا ولكم الاخرة۔

حضرت اسود رض سے روایت ہے کہ عمر رض بن الخطاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے جبکہ آپ کو بیماری کی تکلیف تھی تو آپ کو ایک قطوانی کھردری چادر پر لیٹا ہوا پایا یا اون کا تکیہ لگائے ہوئے جس کا بھرت اذخر گھاس کا تھا۔ حضرت عمر رض بولے آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں یا رسول اللہ کسریٰ اور قیصر تو دیباج پر (آرام کرتے) ہیں (اور آپ کی یہ حالت ہے) اس پر آپ نے فرمایا۔ اے عمر کیا تم اس پر راضی نہیں کہ ان (کافروں) کے لئے دنیا ہو۔ اور تمہارے لئے آخرت۔

ثم ان عمر مسّه فاذا هو في شدة الحمى فقال تحمّ هكذا وانت رسول الله۔ فقال ان اشد هذه الامة بلاءً نبيها ثم الخير ثم الخير وكذلك كانت الانبياء

پھر حضرت عمر رض نے آپ کو چھوا تو آپ کو سخت بخار تھا۔ تو بولے آپ کو ایسا سخت بخار حالانکہ آپ اللہ کے رسول ٹھیرے۔ آپ نے فرمایا اس امت میں سخت مبتلائے بلا اس کے نبی ہیں۔ پھر ان سے کمتر نیک پھر ان سے کم تر نیک اور یہی حال تم سے

Maktaba Tul Ishaat.com

قبلکم والامم ۔ پہلے انبیاء علیہم السلام اور امتوں کا تھا ۔

فائدہ ۔ اس حدیث سے اس امر کا انکشاف ہوا کہ دنیا میں مومن کی جانچ اور اس کی آزمائش اس کے ایمانی طاقت و قوت کے مطابق ہوتی ہے ۔ قوی الایمان سخت تر آزمائشوں میں کسا جاتا ہے اور اس سے اس کے گناہ و قصور معاف ہوتے ہیں ۔ یہاں تک کہ شدائد کی گھاٹیوں میں سے گزر کر وہ گناہوں کی گندگی و آلودگی سے پاک صاف ہو جاتا ہے ۔ اور نکھر کر کندن ہو جاتا ہے ۔ جیسا کہ ترمذی کی حدیث کے چند الفاظ ہیں فما یبرح البلاء بالعبد حتی یترکہ یمشی علی الارض وما علیہ خطیئۃ ۔ کہ بندہ پر برابر مصیبت مسلط رہتی ہے ۔ یہاں تک کہ وہ ایسی حالت میں ہو جاتا ہے کہ زمین پر چلتا پھرتا ہے اور گناہ سے بالکل سبکدوش ہوتا ہے ۔

کتاب الجنایات!

کتاب جنایات کے بیان میں!

۳۲۴

ابوحنیفۃ عن عطاء عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من عفا عن دم لم یکن لہ ثواب الا الجنۃ

حضرت ابن عباس سے روایت ہے ۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کسی نے خون معاف کیا اس کی جزا جنت ہی ہے ۔

۴۸۴ ھ

فائدہ ۔ یہ حدیث درحقیقت اس آیت کریمہ کی ترجمانی ہے وجزاء سیئۃ سیئۃ مثلہا فمن عفا واصلح فاجرہ علی اللہ کہ برائی کا بدلہ اس جیسی برائی ہے ۔ پس جس شخص نے معاف کیا اور صلح کی تو اس کا بدلہ اللہ پر ہے ۔

ابوحنیفۃ عن الزہری عن سعید بن المسیب عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال دیۃ الیہودی والنصرانی مثل دیۃ المسلم ۔

حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہودی اور نصرانی کا خون بہا مثل خون بہا مسلمان کے ہے ۔

ح ۲

فائدہ ۔ یہ حدیث دیت کے مسئلہ اختلافی کو چھیڑتی ہے ۔ اس بارہ میں ائمہ کا اختلاف ہے ۔ حضرت امام مالک کے نزدیک یہودی و نصرانی کی دیت مسلم کی دیت سے آدھی ہے یعنی چھ ہزار درم کیونکہ ان کے نزدیک پوری دیت بارہ ہزار درم کی ہے ۔ اور حضرت امام شافعی کے نزدیک یہودی و نصرانی کی دیت ایک تہائی یعنی چار ہزار درم ہے ۔ اور حضرت امام اعظم امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک یہودی و نصرانی کی دیت و مسلم آزاد کی دیت میں کوئی فرق نہیں ۔ ہر سہ کی ایک ہی دیت ہے یعنی دس ہزار درم ۔ کیونکہ ان کی والے میں پوری دیت اسی قسم ہے ۔ یہ تو نوعیت اختلاف ہے ۔ اب ادلہ و حجج کے میدان میں حضرت امام مالک کے مذہب پر سنن اربعہ کی اس حدیث سے دلیل لائی جاتی ہے ۔ جو بطریق عمرو بن شعیب

Maktaba Tul Ishaat.com

نقل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دیۃ المعاھد نصف دیۃ الحر کہ معاہد کی دیت آزاد کی دیت سے نصف ہے۔ ترمذی کے الفاظ یوں ہیں عقل الکافر نصف عقل المومن کہ کافر کی دیت مسلم کی دیت سے آدھی ہے حضرت امام شافعی کے مذہب پر یا تو اس حدیث سے حجت لائی جاتی ہے جو وہ خود اپنی مسند میں حضرت عمر بن خطاب سے روایت کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے فیصلہ دیا یہودی و نصرانی کی دیت میں چار ہزار درم کا اور مجوسی کی دیت میں آٹھ سو درم کا۔ یا اس حدیث مرفوع سے جو مصنف عبدالرزاق میں عمرو بن شعیب کے طریق سے بدیں الفاظ مروی ہے۔ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قوض علی کل مسلم قتل رجلا من اھل الکتاب اربعۃ الاف۔ کہ آنحضرت نے ہر اس مسلمان پر جو کسی اہل کتاب کے آدمی کو مار ڈالے چار ہزار درم واجب فرمائے۔ حضرت امام اعظم کے مذہب کی زبردست حجت و سنگین دلیل یہ حدیث ذیل ہی ہے کہ نہ جس کی سند میں کوئی خلش ہے نہ اس کے معنی میں کوئی خفا کہ اہل کتاب کی دیت اور مسلم کی دیت میں کوئی فرق نہیں۔ حدیث مرفوع ہے اور سلسلہ سند بے کھوٹ۔ حضرت امام میں کس کو تاب کوئی کھوٹ نکالے۔ حضرت زہری میں کس کو مجال گفتگو۔ حضرت سعید بن مسیب میں کس کو طاقت مقال اور حضرت ابی ہریرہ تو میں اپنی جگہ سب کچھ۔ جب یہ اصح الاسناد حدیث دستیاب ہوئی تو امام صاحب کے مذہب کی بنا دراصل اسی پر قرار پائی۔ مزید برآں ابو داؤد مراسیل میں سعید بن مسیب سے روایت لائے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیۃ کل ذی عھد فی عھدہ الف دینار۔ کہ ہر صاحب عہد کی دیت اس کے عہد کے دوران میں ہزار دینار ہیں۔ پھر یہ اسی کو حضرت شافعی انہیں سعید سے موقوف لائے ہیں۔ اور ترمذی میں حضرت ابن عباس سے روایت ہے ان النبی صلی اللہ علیہ و سلم دی العامریین دیۃ المسلمین وکان لھما عھد من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عامریین کی دیت دی مسلمین کی سی دیت اور ان کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کے ساتھ عہد تھا۔ اور روایات سے بطریق صحیح اس کا ثبوت ہے کہ آنحضرت کے دور مبارک میں اور خلفاء کی خلافت راشدہ میں اسی پر عمل درآمد تھا۔ یہاں تک کہ حضرت معاویہ کے دور حکومت میں یہ عمل ہونے لگا کہ آدھی دیت مقتول کے ورثاء کو دی جاتی اور آدھی بیت المال میں داخل کی جاتی چنانچہ ابو داؤد اپنی مراسیل میں ربیعۃ الرای کے طریق سے یوں روایت لائے ہیں کان عقل الذمی مثل عقل المسلم فی زمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وزمن ابی بکر وزمن عمر وزمن عثمان حتی کان صدرا من خلافۃ معاویۃ الحدیث کہ ذمی کی دیت مسلم کی دیت جیسی تھی۔ آنحضرت۔ ابوبکر۔ عمر۔ عثمان کے مبارک عہدوں میں۔ یہاں تک کہ حضرت معاویہ کی ابتدائی حکومت کا زمانہ آیا۔ عبدالرزاق بھی زہری سے یہ ہی روایت لائے ہیں۔ امام محمد کتاب الآثار میں بیان کرتے ہیں کہ حضرات ابوبکر و عمر یہ ہی فیصلہ دیا کرتے تھے۔ حضرت علی سے اس طرح روایت وارد ہے انما بذلوا الجزیۃ لیکون دماؤھم کدمائنا واموالھم کاموالنا۔ کہ انہوں نے جزیہ اس لئے صرف کیا کہ ان کے خون ہمارے خون ہوں۔ اور ان کے مال ہمارے مال۔ یہ حدیث تو گویا سارے جھگڑے کی جڑ کاٹ دیتی ہے۔ اور اس کا کھلا ثبوت بہم پہنچاتی

Maktaba Tul Ishaat.com

ہے کہ ذمیوں کی دیت اور مسلمین کی دیت میں کوئی فرق وتمیز نہیں۔ لہٰذا آنحضرت وخلفائے کرام کے عمل سے اور صحیح السند احادیث مرفوعہ۔ مراسیل وموقوفہ کی رو سے مذہب حنفیہ ہی کی صداقت کا پلہ جھکتا ہے کیونکہ ہر دو ائمہ کی احادیث شہرت وصحت وکثرت طرق میں یہ درجہ نہیں رکھتیں۔ اگر مخالفین مراسیل کی ارسال کا عیب وسقم نکالیں اور موقوفہ میں موقوف ہونے کا تو واضح رہے کہ مراسیل احناف مالکیہ وجمہور علماء کے نزدیک قابل حجت ہیں اور سعید بن مسیب کی مراسیل تو بالاتفاق مقبول ہیں اور وہ حدیث موقوف جس میں قیاس کو گنجائش نہ ہو مرفوع کے حکم میں ہے۔ اور قیاس کو اس میں اس لئے دخل نہیں کہ ہر دو میں مماثلت ظاہر نہیں کہ قیاس کیا جاسکے۔ پھر قیاس بھی مذہب حنفی کی تائید کرتا ہے کیونکہ تعارض ادلہ کے وقت احتیاط کا لحاظ زیادہ قرین عقل ودرایت ہے اور احتیاط مذہب حنفی میں ہے۔ نہ دوسرے مذاہب میں۔

۳۸۶ ۳۳ **ابوحنیفة** عن الشعبی عن جابرؓ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا یستقاد من الجراح حتی تبرأ۔

حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قصاص لیا جائے زخم رساں سے جب تک کہ زخم خوردہ کا زخم اچھا نہ ہوجائے۔

فائدہ: یعنی جب کسی شخص کسی کے زخم لگائے تو تاوقتیکہ زخم خوردہ کا زخم اچھا نہ ہو زخم رساں سے قصاص نہ لیا جائے۔ اس میں بھی امام ابوحنیفہ ومالک واحمد اور امام شافعی کے مابین اختلاف ہے صورت اختلاف کی یہ ہے کہ امام شافعی کے نزدیک زخم لگانے کے بعد ہی زخم رساں سے بدلہ لیا جائے گا۔ کیونکہ سبب قصاص پایا گیا۔ تو اب تاخیر دیر کیوں کی جائے اور وہ اس کو نفس کے قصاص پر قیاس کرتے ہیں کہ اس میں ایسا ہی حکم ہے۔ اور یہ ائمہ مذکورین اس خیال کے حامی ہیں کہ زخم کی صورت میں فوراً قصاص نہیں لیا جائے گا۔ بلکہ زخم کے اچھا ہونے کا انتظار کیا جائے گا۔ ان ائمہ کا خیال وجیہ معقول پر مبنی ہے۔ جو بالکل قرین قیاس ہے اور موافق عقل سلیم کہ وہ کہتے ہیں کہ زخموں کے [illegible] شدید وخفیف ہونے میں نتائج سے کھلا کرتے ہیں۔ موجودہ تجربات سے کیا معلوم ہو کہ اس وقت ہلکا اور معمولی نظر آتا ہے وہ آگے چل کر زخم خوردہ کی جان ہی لے لے تو یہ تو یا زخم رساں اس کے قتل کا باعث ہوا۔ اور ممکن ہے کہ زخم زخم کی حد تک رہ کر اچھا ہو جائے۔ یہ [illegible] اور اس کی روایت بھی پوری تائید کرتی ہے۔ دارقطنی اور بیہقی حضرت عمر سے حدیث [illegible] روایت کرتے ہیں کہ زخموں کا اندازہ لگا لیا جائے۔ پھر ایک سال تک تاخیر کی جائے پھر ویسا کیا جائے جیسا کہ اس کے موافق فیصلہ دیا جائے۔ دارقطنی کے سلسلہ روایت میں بریدی [illegible] سے [illegible] حدیث کو مجروح کر جاتے ہیں اور بیہقی کے سلسلہ سند میں [illegible] ہے [illegible] ابن لہیعہ صدوق ہے۔ جو ہم کہتے ہیں کہ مذہب کے ثبوت کے لئے امام صاحب کی حدیث ذیل شعبی کے واسطہ سے کچھ کم نہیں۔ بلکہ کافی ووافی ہے۔ [illegible] اطمینان کی ضرورت بھی کیا۔ لہٰذا ماننا پڑتا ہے کہ امام صاحب کا ہی مذہب حق ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com

۲۲۵ کتاب الاحکام

ابو حنیفة عن الهیثم عن الحسن عن ابی ذرؓ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم یا اباذرؓ الامارة امانة وهی یوم القیامة خزیٌ و ندامة الا من اخذها من حقها وادّی الذی علیه وآنّیٰ ذلک۔

وفی روایة عن ابی حنیفة عن ابی عسّال عن الحسن عن ابی ذرؓ عن النبیؐ صلی الله علیه وسلم قال الامارة امانة وهی یوم القیمة خزی وندامة الا من اخذها من حقها واذی الذی علیه وآنّیٰ ذلک یا اباذرؓ ؞

کتاب احکام کے بیان میں!

حضرت ابی ذرؓ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اے ابوذر امارت (حکومت) ایک امانت ہے اور وہ قیامت کے دن رسوائی ہے اور شرمندگی۔ مگر (اس شخص کے لئے رسوائی و شرمندگی نہیں) جس نے امارت (حکومت) کا حق ادا کیا۔ اور جو ذمہ داری اس پر تھی۔ اس سے سبکدوشی حاصل کی۔ اور یہ (ادائیگی حقوق حکومت اور پوری ذمہ داری سے سبکدوشی) ہوتا ہی کہاں ہے ؞

اور ایک روایت میں حضرت ابی ذرؓ سے یوں مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ امارت قیامت کے دن ذلت ہے اور شرمساری۔ مگر جس نے کہ اس کا حق ادا کیا اور جو ذمہ داری اس پر تھی اس کو ادا کیا۔ پھر (فرمایا) اے اباذر ایسا ہوتا ہی کہاں ہے ؞

ف: طبرانی اور بزار سند صحیح سے حضرت عوف بن مالک سے بایں الفاظ روایت لائے ہیں اولها ملامة وثانیها ندامة وثالثها عذاب یوم القیامة الا من عدل۔ کہ امارت کا پہلا حصہ ملامت ہے دوسرا شرمندگی ہے اور تیسرے میں قیامت کا عذاب ہے۔ مگر وہ شخص جو عدل و انصاف سے کام لے۔ مسلم میں بھی یہ حدیث بایں الفاظ ہے مگر اس کے شروع میں یہ الفاظ بھی زائد ہیں کہ حضرت ابی ذر نے آنحضرت سے درخواست کی کہ یا رسول اللہ مجھے آپ عامل مقرر نہیں فرماتے۔ آپ نے ان کے کندھے پر ہاتھ مار کر فرمایا۔ اے اباذر تم کمزور ہو اور پھر یہ ہی نصیحت کے الفاظ ارشاد فرمائے۔ غرض یہ حدیث حکومت و ولایت کی اہمیت و ذمہ داری کی صحیح صحیح ترجمانی کرتی ہے اور جو حکومت کو اک کھیل سمجھتے ہیں اور اس کو دنیوی عیش و عشرت اور نفسانی لذات و شہوات کے پورا کرنے کا ایک ذریعہ بناتے ہیں۔ ان کے حق میں یہ ایک سنگین نازیانہ ہے۔ کہ حکومت جیسی امانت ہتھیا لی اور اس کے حقوق ادا نہ کرنے والا خائن تو قیامت کے دن اس کو ندامت و شرمساری و عذاب الٰہی کا منہ کیوں نہ دیکھنا پڑے۔ پھر یہ امانت بھی معمولی نہیں۔ حاکم کے کندھوں پر حقوق اللہ کی ادائیگی کا بھی بوجھ ہوتا ہے اور ہزاروں لاکھوں انسانوں

Maktaba Tul Ishaat.com

کے حقوق رسمی کا بھی پار۔ تو اب کونسا ایسا خوش قسمت انسان ہے کہ جو ان تمام حقوق کو پورا پورا ادا کرے۔ اور اس سخت آزمائش و امتحان میں پورا اترے۔ اسی لئے آنحضرتؐ فرماتے ہیں وَاَنّٰی ذٰلِكَ اور ایسا ہونا ہی کب ہے۔ جو ہزاروں میں ایک نکلا اس کا ہونا نہ ہونے کے برابر ہے۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ فرمان خداوندی انا عرضنا الامانۃ سے یہی سنگین امانت حکومت مراد ہے اور اس میں بھی اسی امانت کی اہمیت کا نقشہ کھینچا جا رہا ہے۔ حقیقت میں اگر انسان کے دل و دماغ میں حکومت کی یہ اہمیت بیٹھ جائے تو انسان حکومت کی ذمہ داری سے ایسا ڈرے جیسا کہ ہر شخص موت سے ڈرتا ہے ۔

ابوحنیفۃ عن عطیۃ عن ابی سعید عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان ارفع الناس یوم القیمۃ امام عادل ۔

حضرت ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ قیامت کے دن سب لوگوں میں بلند ترین امام عادل ہوگا ۔

ف: ظالم جابر و بے رحم بادشاہ کی برائی اور عادل مقسط رحم دل بادشاہ کی تعریف سے احادیث صحیحہ پر ہیں۔ طبرانی کبیر میں اور بیہقی شعب الایمان میں حضرت ابی بکرہ سے بدیں مضمون حدیث لائے ہیں کہ بادشاہ اللہ کا سایہ ہے زمین میں جس نے اس کی عزت کی اس نے گویا اللہ کی عزت کی اور جس نے اس کی توہین کی اس نے گویا اللہ کی توہین کی۔ اور بزار اپنی مسند میں بیہقی اپنی شعب الایمان میں بدیں معنی حضرت ابن عمر سے روایت لائے ہیں کہ بادشاہ زمین میں اللہ کا سایہ ہے۔ جس کے پاس آکر اللہ کے مظلوم بندے پناہ لیتے ہیں۔ پس اگر اس نے انصاف کیا تو اس کے لئے اجر و ثواب ہے اور رعایا کے لئے شکر گذاری واجب اور اگر ظلم کیا اور جبر و تشدد و استبداد سے کام لیا تو اس پر اس کا گناہ ہے۔ اور رعایا کے لئے صبر ضروری۔ اور جب حکام ظلم ڈھاتے ہیں تو آسمان قحط سالی کا سبب بن جاتا ہے۔ اور جب زکوٰۃ روک لیتے ہیں تو درندے ہلاکت کی نذر ہوتے ہیں۔ بیہقی شعب الایمان میں حضرت انس سے بدیں مطلب حدیث لائے ہیں۔ کہ بادشاہ اللہ کا سایہ ہے جس نے اس کو نصیحت کی اس نے ہدایت پائی۔ ابونعیم حلیہ میں حضرت ابن عباس سے حدیث مرفوع بدیں معنی لائے ہیں۔ کہ چار اشخاص کی دعا بارگاہ ایزدی میں مقبول ہے۔ امام منصف۔ دوسرا وہ جو اپنے بھائی کے لئے پیٹھ پیچھے دعا کرتا ہے۔ تیسرا مظلوم۔ چوتھا وہ جو اپنے والدین کے لئے دست بدعا ہے۔ نسائی حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بایں مطلب حدیث مرفوع لائے ہیں کہ اللہ تعالیٰ چار اشخاص کو نہایت مبغوض رکھتا ہے ایک قسم خورتاجر۔ دوسرا متکبر فقیر۔ تیسرا زنا کار بوڑھا۔ چوتھا ظالم بادشاہ۔ باقی انہیں احادیث کے ہم معنی و مطلب بہت سی احادیث صحیحہ کتب صحاح میں وارد ہیں ۔

ابوحنیفۃ عن الحسن بن عبید اللہ عن حبیب بن ابی ثابت عن ابن بریدۃ

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قاضی تین قسم کے

Maktaba Tul Ishaat.com

عن ابیہ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم القضاۃ ثلثۃ. قاضیان فی النار وقاضٍ یقضی فی الناس بغیر علم ویوکل بعضہم مال بعض. وقاضٍ یترک علمہ و یقضی بغیر الحق فھذان فی النار. وقاضٍ یقضی بکتاب اللہ فھو فی الجنۃ ۔

ہیں۔ دو ان میں دوزخی ہیں (یعنی) وہ قاضی جو فیصلے دیتا ہے لوگوں میں بغیر علم کتاب وسنت کے اور ایک کو دوسرے کا مال (ناحق) کھلاتا ہے۔ اور وہ قاضی جو اپنے علم کو پس پشت ڈالتا ہے۔ اور ناحق فیصلے دیتا ہے۔ تو یہ ہر دو قسم قاضی دوزخی ہیں۔ اور (تیسرا) وہ قاضی جو فیصلہ دیتا ہے کتاب اللہ کی رو سے تو وہ جنتی ہے ۔

فـــہ:۔ ابوداؤد۔ ترمذی۔ ابن ماجہ وغیرہ میں قدرے اختصار کے ساتھ یوں وارد ہے۔ القضاۃ ثلثۃ اثنان فی النار وواحد فی الجنۃ رجل علم الحق فقضی بہ فھو فی الجنۃ ورجل قضی للناس علی جھل فھو فی للناس ورجل عرف الحق فجار فی الحق فھو فی النار۔ کہ قاضی تین قسم کے ہیں دو دوزخی اور ایک جنتی۔ وہ شخص جس نے حق پہچانا اور اس کے ماتحت فیصلہ دیا تو وہ جنتی ہے اور وہ شخص جس نے لوگوں میں جہالت پر فیصلہ دیا۔ وہ دوزخی ہے اور وہ شخص جس نے حق کو تو پہچانا۔ مگر حق رسی میں ظلم کیا تو وہ بھی دوزخی ہے۔ اور واقعی ایسا ہونا بھی چاہیئے۔ کہ چونکہ حق وانصاف کا سرچشمہ کتاب اللہ وسنت رسول ہے۔ جس نے اس سے ہٹ کر اور اس سے جاہل رہ کر فیصلہ دیا تو وہ خود بھی گمراہ ہے اور لوگوں کو بھی گمراہ کیا۔ اور ایسا گمراہ وگمراہ کن سزاوار عذاب دوزخ ہی ہے۔ اور جو جان بوجھ کر عالم بدعمل بنکر لوگوں کو گمراہ کرے۔ اور غلط فیصلے دے تو یہ تو پہلے سے بڑھ کر بڑا مجرم ہے۔ کیونکہ علم کو چھپانے کا ایک علیحدہ سنگین جرم ہے جو اس کی طرف بالاستقلال عائد ہوتا ہے اور جس کی پاداش میں یہ بالاولی مستحق عذاب دوزخ ہے۔ اب رہا تیسرا تو کیا کہنے یہ اللہ کی کتاب کی رو سے فیصلے دیتا ہے۔ اور لوگوں میں اللہ کا سچا فرمان جاری کرتا ہے۔ اور یوں زمین میں اللہ کی سچی خلافت کے فرائض انجام دیتا ہے تو ایسا قاضی جنت کا حقدار کیوں نہ ہو ۔

۴۹۰ ۴

ابوحنیفۃ عن عبد الملک عن ابی بکرۃ ان اباہ کتب الیہ انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا یقضی الحاکم وھو غضبان ۔

حضرت ابی بکرہ سے روایت ہے کہ ان کے باپ نے ان کو لکھا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ حاکم بحالت غضب فیصلہ نہ دے ۔

فـــ:۔ یہ حدیث تقریباً انہیں الفاظ سے صحیحین ودیگر صحاح میں وارد ہے اور واقعی قاضی کے لئے ضروری ہے اور لازمی ہے کہ کسی معاملہ میں فیصلہ دیتے وقت اس کے دل ودماغ اعتدالی حالت پر ہوں۔ کیونکہ اگر وہ اعتدالی کیفیت چھوڑ بیٹھیں گے تو یقیناً اس کی رائے اور اس کا فیصلہ حق سے ہٹ جائے گا۔ اور غیظ وغضب میں طبیعت ومزاج میں اعتدال مفقود ہوتا ہے۔ حرارت وگرمی کا جوش ہوتا ہے۔ لہذا فیصلہ میں بھی تشدد وسختی۔ تند مزاجی ودرشتی کا پیدا ہو جانا لازمی امر ہے۔ اسی لئے ایسی حالت میں فیصلہ دینا ممنوع ہے۔ چنانچہ فقہا نے اسی فطری اصول کو پیش نظر رکھتے ہوئے اور اسی حدیث کے ماتحت ہر اس حالت

Marfat.com

Maktaba Tul Ishaat.com

میں فیصلہ صادر کرنا ناجائز قرار دیا ہے جس کی وجہ سے انسان کے دل و دماغ تھکانے نہ ہوں۔ مثلاً بے تابی کی بھوک لگی ہو۔ ناک تک کھانے سے پیٹ کو تان رکھا ہو۔ بیچین کرنے والا مرض لاحق ہو۔ وحشت میں ڈالنے والا خوف دامنگیر ہو۔ بے انتہا خوشی لاحق ہو۔ نیند کا بہت غلبہ ہو۔ دل و دماغ پر غم و فکر کا غلبہ ہو۔ پیشاب یا خانے کی حاجت بے چین کر رہی ہو۔ بے کل کرنے والی تراخے کی گرمی پڑ رہی ہو۔ یا کڑاکے کا جاڑا پڑ رہا ہو۔ تو ایسے حالات میں بھی فیصلہ صادر کرنا روا نہیں ہے

ابوحنیفة عن حماد عن ابراهيم عن الاسود عن عائشة عن النبی صلے الله علیه وسلم قال رفع القلم عن ثلثة عن الصبی حتی یکبر وعن المجنون حتی یفیق۔ وعن النائم حتی یستیقظ ؛

۴۹۱/۵ حضرت عائشہ رضہ سے روایت ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین اشخاص سے قلم اٹھا لیا گیا (گویا یہ دین کی ذمہ داری سے سبکدوش ہیں) (ایک) بچہ جب تک وہ بالغ ہو۔ (دوسرا) مجنون جب تک وہ صحت یاب ہو۔ (تیسرا) سونے والا جب تک وہ نیند سے جاگے ؛

وفی روایة عن حماد عن سعید بن جبیر عن حذیفة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم رفع القلم عن ثلثة۔ عن النائم حتی یستیقظ وعن المجنون حتی یفیق وعن الصبی حتی یحتلم ؛

اور ایک روایت میں حضرت حذیفہ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نہ ہو بینہ (گواہ مدعی کے پاس) تو مدعا علیہ کے قسم لینا اولیٰ ہے ؛

فائدہ: یہ حدیث کتب صحاح میں اسی طرح وارد ہے۔ اور یہ واقعہ اس بنا پر ہے کہ تکلیف شرعی کا مدار دراصل عقل و شعور پر ہے اور اس سے یہ سب اشخاص محروم ہیں اس لئے یہ اس حالت میں دینی ذمہ داری سے سبکدوش ہوئے۔ اور اس سے بری۔ اگر کسی حالت میں ان پر تکلیف شرعی کا بوجھ ڈالا جائے تو تکلیف مالا یطاق ہوگی جو اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو نہیں دیتا ؛

ابوحنیفة عن الشعبی عن ابن عباس قال قال رسول الله صلے الله علیه وسلم المدعی علیه اولی بالیمین اذا لم یکن بینة

۴۹۲/۶ حضرت ابن عباس رضہ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نہ ہو بینہ (گواہ مدعی کے پاس) تو مدعا علیہ کے قسم لینا اولیٰ ہے ؛

فائدہ: بیہقی نے حضرت ابن عمر رضہ سے مرفوع روایت کی ہے۔ المدعی علیہ اولی بالیمین الا ان تقوم علیه البینة۔ کہ مدعی علیہ پر قسم ہے مگر یہ کہ مدعی اس پر گواہ پیش کر دے۔ گویا مدعی کے گواہ پیش کرنے پر مدعی علیہ سے قسم لینے کی کوئی حاجت نہیں۔ بیہقی حضرت ابن عباس سے مرفوع روایت لائے ہیں ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال لا یعطی الله بدعواهم لادعی رجال اموال قوم و دماءهم لکن البینة علی المدعی والیمین علی من انکر کہ آنحضرت نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ محض لوگوں کے دعوی پر فیصلہ دے دیا کرتا تو البتہ لوگ دعوی کر کے لوگوں کے مال اینٹھ لیا کرتے۔ اور ان کے خون بہا

Maktaba Tul Ishaat.com

ڈالتے لیکن اللہ کی طرف سے گواہ مدعی کے ذمہ رکھے گئے اور قسم منکر (مدعی علیہ) کے ذمہ لگائی گئی۔

حدیث ذیل دراصل دو اختلافی مسئلوں میں شافعیہ کے خلاف حنفیہ کی سنگین حجت ہے۔ اور پختہ دلیل۔ صورت اختلاف اول کی یہ ہے کہ دعوی پیش ہونے پر سب ہی کے نزدیک مدعی سے گواہ طلب کیے جائیں گے۔ اگر اس نے پیش کر دیے تو اس کے حق میں فیصلہ ہوگا۔ اگر نہ پیش کر سکا تو مدعا علیہ پر قسم آئے گی۔ اگر اس نے قسم کھائی تو فیصلہ اس کے حق میں ہوگا۔ اگر وہ قسم سے منکر ہوا تو حضرت امام ابوحنیفہ کے نزدیک پھر بھی فیصلہ مدعی کے حق میں ہوگا۔ اور اب مدعی سے قسم لینے کی ہرگز ضرورت نہیں گویا تحقیقات مقدمہ کا آخری پہلو تھا جو ختم ہوا۔ اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ اس صورت میں قسم مدعی کی طرف لوٹے گی۔ اگر اس نے قسم کھالی تو دعوی جیتا ورنہ نہیں۔ امام مالک و احمد بھی امام شافعی کے ہم خیال ہیں۔ اور ان کے ساتھ متفق القول۔ امام شافعی کہتے ہیں کہ مدعی علیہ جب قسم سے انکار کر گیا تو ظاہر مدعی کا موافق ہوا اور اس میں مدعی علیہ کی سی کیفیت پیدا ہوئی تو اس سے قسم لی جائے گی۔ امام صاحب کے مذہب پر حدیث ذیل اور مذکورہ احادیث ناقابل تردید حجتیں ہیں جو صاف گویا ہیں کہ مدعی کے ذمہ محض گواہوں کا پیش کرنا ہے قسم سے اس کو نہ کوئی واسطہ نہ سروکار۔ اور مدعی علیہ کے ذمہ صرف قسم ہے اور اسی پر اس کی قسمت کا آخری فیصلہ اس کو گواہوں سے نہ کوئی واسطہ نہ تعلق۔ گویا آنحضرت نے مدعی و مدعی علیہ ہر ایک کی ذمہ داری کو علیحدہ علیحدہ کی طرح تقسیم فرما دیا تو اب اس میں شرکت کیسی۔ اور اس ذمہ داری میں ٹوٹا رہ کیسا۔ یہ حدیث کی صریح مخالفت نہیں تو کیا ہے۔ کہیں حدیث دانی کا یہ دعوی اور کہیں حدیث فہمی سے اتنی دوری۔ ذرا بتا دیجیے یہاں احناف اہل الرائے ہیں یا دوسرے۔ یہاں حنفیہ تارک الحدیث ہیں یا اغیار۔ پھر آئیے ایک اور پہلو سے صداقت و حق کو جانچیے اور خدارا انصاف کیجیے۔ کہ حقیقت کیا ہے۔ ترمذی میں حضرت وائل سے روایت وارد ہے۔

قال جاء رجل من حضرموت و رجل من کندہ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال الحضرمی یا رسول اللہ ان ھذا غلبنی علی ارض لی فقال الکندی ھی ارضی و فی یدی لیس لہ فیھا حق فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم للحضرمی الک بینۃ قال لا قال فلک یمینہ قال یا رسول اللہ ان الرجل فاجر لا یبالی علی ما حلف علیہ ولیس یتورع من شئ قال لیس لک منہ الا ذلک قال انطلق الرجل لیحلف لہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما ادبر لئن ادبر علی مالہ لیاکلہ لیلقین اللہ و ھو عنہ معرض۔ کہتے ہیں کہ ایک شخص حضرموت کا رہنے والا اور ایک کندہ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے حضرمی نے کہا یا رسول اللہ یہ میری زمین چھین بیٹھا ہے۔ کندی نے کہا یہ تو میری زمین ہے اور میرے قبضہ میں ہے اس کا اس میں کیا حق۔ اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرمی سے کہا تیرے پاس گواہ ہیں۔ اس نے کہا نہیں۔ تو پھر آپ نے فرمایا کہ اب تو تیرے لئے اس سے قسم ہی لینا ہے۔ تو وہ بولا یا رسول اللہ یہ بدکار ہے نہیں پروا کرتا کہ اس نے کس چیز پر قسم کھائی اور کسی چیز سے نہیں بچتا۔ آپ نے فرمایا کہ تیرے لئے اب اس کی طرف سے یہ ہی ہے (اور ہے بھی کیا) حضرت وائل کہتے ہیں کہ پھر وہ شخص چلا قسم کھانے اور جب واپس پھرا تو آپ نے فرمایا کہ اگر اس نے اس کے مال پر قسم کھالی کہ اس کا مال ہضم کر جائے تو بہ خدا

Maktaba Tul Ishaat.com

تعالیٰ سے بروز قیامت ایسے ملے گا کہ اللہ تعالےٰ اس سے منہ پھیرے ہوگا۔ صحیحین میں بھی یہ حدیث کچھ ردوبدل سے ایسی ہی وارد ہے۔ لہٰذا اس حدیث میں حضور اکرم کے الفاظ لیس لك منه الا ذلك سے صاف آشکارا ہے کہ مدعیٰ علیہ کی قسم آخری فیصلہ ہے۔ اور کارروائی دعویٰ کی آخری کڑی۔ اور مدعی کی طرف سے بینہ نہ ملنے پر اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ اب اس سے زیادہ صاف اور کیا حجت چاہیئے۔ پھر یوں بھی نحوی اصول سے حدیث کو جانچئے تو بھی صداقت مذہب حنفیت آشکارا ہے۔ کہ حدیث ابن عباس میں بینہ اور یمین ہر دو پر الف لام لائے ہیں اور یہاں کوئی خاص بینہ اور یمین تو مراد ہے نہیں تو گویا جنس بینہ اور جنس یمین مراد ہوگی اور جنس بینہ کے سارے افراد مدعی کے لئے مخصوص ہوں گے۔ اور یمین کے سارے افراد مدعیٰ علیہ کے لئے۔ لہٰذا بعض افراد یمین کو مدعی کے لئے حجت بنانا گویا حدیث کی صریح مخالفت کرنا ہے۔ یہ بحث کا ایک رخ تھا جو آپ کے سامنے آیا۔ دوسرے رخ میں صورت اختلاف یہ ہے کہ بروقت مطالبہ گواہاں اگر مدعی گواہ پیش کرنے سے قاصر ہو اور ایک ہی گواہ اس کو میسر آسکے۔ تو امام شافعی کے نزدیک اس سے قسم بھی لی جائے گی۔ اور ایک گواہ و قسم کی بنا پر اس کے حق میں فیصلہ دیا جائے گا۔ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ مدعی کے لئے محض دو ہی صورتیں ہیں یا تو دو مرد گواہ لائے۔ یا ایک مرد اور دو عورتیں۔ اگر ان ہر دو صورتوں پر وہ قادر نہیں تو پھر مدعیٰ علیہ کے ذمہ قسم ہے۔ مدعی کو قسم سے کوئی واسطہ نہیں۔ شافعیہ کے مذہب کی حجت مسلم کی وہ حدیث ہے جو ابن عباس رضی سے بدیں الفاظ مروی ہے۔ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضیٰ بیمین وشاهد کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مدعی کی طرف سے) قسم اور ایک گواہ پر فیصلہ دیا۔ احناف کے مذہب پر یہ ہی احادیث مذکورہ بالا دلائل ہیں۔ پھر قرآن کی آیت واستشهدوا شهيدين من رجالكم اس کی مزید پرزور مؤید ہے۔ احادیث بالا مطلق ہے کہ مدعی کو کسی صورت میں قسم سے کوئی واسطہ نہیں گواہ پیش کرسکے یا نہیں۔ مدعیٰ علیہ کو گواہ پیش کرنے سے کوئی علاقہ خواہ قسم کھائے یا نہ کھائے۔ چنانچہ بخاری میں یہودی کے مقدمہ میں حضرت ابن مسعود سے روایت ہے اس کے یہ کھلے اور صاف الفاظ ہیں شاهداك او يمينه۔ کہ یا تو اے مدعی تیرے گواہ ہی بنائے فیصلہ ہیں یا پھر مدعیٰ علیہ کی قسم۔ گویا یہ امور ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ پھر مسلم و ترمذی کی حدیث بالا میں لیس لك الا ذلك اسی کی تائید ہے۔ پھر یہ وہ احادیث ہیں جن کو سب ہی احناف اور شافعیہ نے صحیح مانا ہے۔ ترمذی نے اس کو حسن صحیح کہا ہے۔ خلاف حدیث قسم اور ایک گواہ کے کہ اس کو غریب مانا گیا ہے۔ یحییٰ بن معین نے اس کو رد کیا ہے۔ پھر اس حدیث میں دو جگہ انقطاع مانا گیا ہے۔ بعض کے نزدیک قیس کو اس کی سند میں سے عمرو بن دینار سے سماع نہیں۔ اور بعض کے نزدیک عمرو بن دینار کو ابن عباس سے سماع نہیں۔ چنانچہ دارقطنی عمرو اور ابن عباس رضی کے درمیان طاؤس کو لائے ہیں۔ پھر کہاں یہ حدیث اور کہاں احناف کی احادیث کہ جن کی خلاف ادبے خصوصاً اپنے بھی ان کو مانیں اور پہلے بھی۔ لہٰذا حدیث کے میدان میں مذہب حنفی ہی کی صداقت کھلتی ہے۔ اب لیجئے آیت کریمہ جو خود اپنی جگہ دوسری حجتوں سے بے نیاز کر دینے والی حجت ہے۔ فرمایا واستشهدوا

Maktaba Tul Ishaat.com

شهيدين من رجالكم فان لم يكونا رجلين فرجل وامرأتان ممن ترضون من الشهداء ان تضل احداهما فتذكر احداهما الاخرى - کہ دو گواہ بنالو اپنے مردوں میں سے پس اگر دو مرد میسر نہ آسکیں تو ایک مرد ہو اور دو عورتیں ایسے گواہوں میں سے جن کو تم پسند کرتے ہو تاکہ ان دونوں عورتوں سے کوئی ایک بھی بھول جائے - تو ان میں ایک دوسرے کو یاد دلا دے - بھئی کون عقلمند اس کلام الٰہی میں سے ایک گواہ اور قسم کی صورت کھود کر نکالے گا - حالانکہ یہ گواہی کے بارہ میں پورا تفصیلی بیان ہے اس میں تو انہیں دو صورتوں کا مختار دیا گیا ہے کہ یا مدعی دو مرد گواہ لائے یا اگر دو مرد نہ لا سکے تو ایک مرد اور دو عورتیں لے آئے اس کے علاوہ تیسری صورت کا اشارۃً ذکر ہے نہ کنایۃً - لہٰذا ایسی صورت کا جائز قرار دینا قرآن کا نسخ ہے اور اس میں صریح زیادتی - پھر یہ آیت کے سرسری معنی تھے اب ذرا الفاظ پر نظر غائر ڈالئے تو حقیقت سے پردہ اٹھ جائے گا - مثلاً اگر تیسری صورت کا ذرا سا بھی احتمال ہوتا - تو فان لم یکونا کی دوسری شق مسئلہ کو تمام چھوڑتی - بلکہ یوں عبارت کا اضافہ ہوتا فان لم یکونوا فرجل ویمین المدعی یعنی اگر ایک مرد اور دو عورتیں بھی دستیاب نہ ہو سکیں تو خیر پھر ایک مرد اور مدعی کی قسم ہو - حالانکہ یہاں ہر دو صورتوں کو پیش فرمانے کے بعد آخر میں فرمایا ممن ترضون من الشہداء یعنی جن گواہوں کو تم پسند کرتے ہو حالانکہ ان کی اضافہ کی ہوئی تیسری صورت میں گواہ محض ایک ہے - کیونکہ مدعی تو بہر حال گواہ ہو ہی نہیں سکتا - بخاری میں نقل ہے کہ ابن شبرمہ کہتے ہیں کہ ابو الزناد سے قسم اور ایک شاہد کے مسئلہ پر میری ان کی گفتگو ہوئی - تو میں نے یہ آیت پڑھی اور کہا کہ جب ایک گواہ اور قسم سے کام چل جاتا ہے تو بمطابق فتذکر احداھما الاخری ایک عورت کا دوسری کو یاد دلانے کی کیا ضرورت پیش آئی - غرض آیت کے ماتحت بھی مذہب احناف سراسر حق ہے اور قابل قبول - پھر یہ مقامات حقیقت میں عبرت کے قابل ہیں کہ امام صاحب ہر سہ ائمہ سے جدا ہو کر اپنے خیال و اپنی رائے میں جہاں تن تنہا ہوتے ہیں وہاں بھی ان کی رائے کا پلہ کس قدر وزنی اور بھاری ہوتا ہے اور حدیث و قرآن کا ایک ایک لفظ اور ایک ایک جملہ وہ کس قدر اپنے پیش نظر رکھتے ہیں کہ پھر روایۃً و درایۃً ان کے خیال کو جنبش نہیں ہو سکتی ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم ۔

۳۹۳ **ابو حنيفة عن حماد ان رجلا** کسی شخص نے حماد سے بیان کیا کہ اشعث بن قیس نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے ایک غلام خریدا - ابن مسعود نے اس سے اس کے داموں کا تقاضا کیا - اس پر اشعث نے کہا کہ میں نے تم سے وہ دس ہزار درہم میں خریدا ہے - حضرت عبداللہ بن مسعود بولے (واہ) میں نے اس کو تیرے ہاتھ بیس ہزار درہم میں بیچا ہے - حضرت ابن مسعود نے کہا (تو اچھا) تو میرے اور اپنے درمیان کسی کو حکم مقرر کر لے - (کہ اس

حدثه ان الاشعث بن قيس اشترى من عبد الله بن مسعود رقيقا فتقاضاه عبد الله فقال الاشعث ابتعت منك بعشرة آلاف وقال عبد الله بن مسعود بعت منك بعشرين الفا -

فقال اجعل بيني وبينك من شئت فقال الاشعث انت بيني و

Maktaba Tul Ishaat.com

بَيِّنَتٌ۔

فقال عبد الله أخبرك بقضاء سمعته من رسول الله صلى الله عليه وسلم۔

يقول اذا اختلف البيّعان فى الثمن ولم يكن لهما بينة والسّلعة قائمة فالقول ما قال البائع او يترادان ۔

سے ہمارا جھگڑا چک جائے) اشعث نے کہا۔ تو تم ہی میرے اور تمہارے درمیان حکم ہو۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بولے کہ (اچھا تو) میں تجھ کو وہ فیصلہ سناتا ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صادر فرماتے ہوئے میں نے سنا ہے۔ آپ فرما رہے تھے کہ جب بائع اور مشتری تعداد قیمت میں جھگڑ پڑیں اور ان دونوں کے پاس گواہ نہ ہوں اور چیز فروخت شدہ بھی موجود ہو تو قول بائع کا معتبر ہوگا۔ یا دونوں بیع کو واپس کر دیں ۔

ف: یہ حدیث کتب حدیث میں اسی طرح وارد ہے اور اپنے معنی و مطلب میں واضح ہے ۔

۴۹۷ ح ۸

ابو حنيفة عن القاسم عن ابيه عن جده ان الاشعث بن قيس اشترى من ابن مسعود رقيقاً من رقيق الامارة فتقاضاه عبدالله فاختلفا فيه فقال الاشعث اشتريت منك بعشرة الاف درهم وقال عبدالله بعت منك بعشرين الفاً فقال عبدالله اجعل بينى و بينك رجلاً۔

فقال الاشعث فانى اجعلك بينى وبين نفسك۔

قال عبدالله فانى سمعته من بينى وبينك بقضاء سمعته من رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول اذا اختلف البائعان فالقول ما قال البائع فاما ان يرضى المشترى به او يترادان البيع ۔

وفى روايته عن القاسم عن ابيه عن

قاسم کے دادا سے روایت ہے کہ اشعث بن قیس نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے خریدا ایک غلام جنس سے غلاموں میں سے حضرت عبداللہ نے (جب اس سے اس کی قیمت مانگی تو قیمت میں ہر دو کے درمیان جھگڑا پڑ گیا۔ اشعث نے کہا میں نے تم سے دس ہزار درہم میں خریدا ہے اور عبداللہ بولے میں نے تو تجھ کو بیس ہزار درہم کے عوض بیچا ہے۔ تو عبداللہ نے کہا کہ اچھا تو اپنے درمیان کسی کو حکم بنا لے۔ اشعث نے کہا تو میں تجھ کو اپنے درمیان حکم بناتا ہوں۔ عبداللہ نے کہا ٹھیک ہے اب میں تجھ سے وہ فیصلہ بیان کرتا ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا ہے آپ فرما رہے تھے کہ جب خریدار اور فروخت کنندہ کی (قیمت) آپس میں جھگڑ پڑیں۔ تو بائع کی بات مانی جائے گی۔ پس یا تو خریدار فروخت کنندہ کی بات پر راضی ہو لے۔ یا پھر وہ دونوں بیع کو واپس کر دیں ۔

ایک روایت میں قاسم کے دادا سے یوں ہے

Marfat.com

Maktaba Tul Ishaat.com

جدہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اختلف البائعان والسلعة قائمة فالقول قول البائع او یترادان زاد فی روایة البیع۔

وفی روایةٍ اذا اختلفت المتبایعان فالقول قول البائع او یترادان۔

وفی روایةٍ عن عبد اللہ ان الاشعث اشتری منه رقیقا فتقاضاه واختلفا۔

فقال عبد اللہ بعشرین الفا وقال الاشعث بعشرةٍ الاف۔

فقال عبد اللہ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اذا اختلف البائعان فالقول قول البائع او یترادان ۔

ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب بائع اور مشتری آپس میں جھگڑیں اور فروخت شدہ سامان بدستور موجود ہوں تو بائع کا قول معتبر ہوگا۔ یا وہ ہر دو بیع کو لوٹا لیں۔ ایک روایت میں یترادان کے ساتھ لفظ بیع بھی زائد ہے اور ایک روایت میں یوں ہے کہ جب مختلف القول ہوں۔ بائع و مشتری تو قول بائع کا معتبر ہے یا وہ بیع کو پھیر لیں۔ اور ایک روایت میں حضرت عبد اللہ سے یوں مروی ہے کہ اشعث نے خرید ان سے ایک غلام۔ انہوں نے اس سے اس کی قیمت کا تقاضا کیا۔ اور پھر آپس میں ان کے اختلاف ہوگیا۔ عبد اللہ نے کہا بیس ہزار درم (میں میں نے اس کو بیچا ہے) اشعث نے کہا دس ہزار درم (میں میں نے اس کو خریدا ہے)۔ حضرت عبد اللہ بولے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہتے ہوئے سنا ہے۔ کہ جب بائع و مشتری تنازع کریں تو قول بائع کا معتبر ہوگا یا وہ دونوں بیع کو لوٹا لیں ۔

ف:۔ یہ پچھلی حدیث کی مختلف روایات سے تفصیل ہے ۔

۴۹۵ ح ۹ **ابوحنیفة** عن ابی الزبیر عن جابر بن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان رجلین اختصما الیه فی ناقة وقد اقام کل واحد منهما انها نتجت عنده فقضی بها للذی فی یدیه ۔

حضرت جابر سے روایت ہے کہ دو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ ایک اونٹنی کے بارہ میں جھگڑتے ہوئے اور ہر ایک نے ان میں سے گواہ پیش کئے کہ وہ اسی کے ہاں پیدا ہوئی ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ اونٹنی اسی کو دلا دی جس کے قبضہ میں تھی ۔

ف:۔ گویا قبضہ کے باعث قابض ہی حقدار ٹھہرا ۔

۴۹۶ ح ۱۰ **ابوحنیفة** عن الهیثم عن رجل عن جابر بن عبد اللہ قال اختصم رجلان فی ناقة کل واحد منهما یقیم البینة انها ناقة منتجها

حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ دو شخص ایک اونٹنی کے بارہ میں جھگڑ پڑے۔ ان میں سے ہر ایک نے گواہ پیش کئے کہ وہ اونٹنی اسی کے ہاں پیدا ہوئی ہے۔

Maktaba Tul Ishaat.com

فقضیٰ بها النبی صلی الله علیه وسلم للذی هی فی یدیه ۔

تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹنی اس کو دلائی۔ جس کے وہ قبضہ میں تھی۔

وفی روایۃٍ ان رجلین اتیا رسول الله صلی الله علیه وسلم فی ناقة فاقام هذا البینة انه نتجها واقام هذا البینة انه نتجها فجعلها رسول الله صلی الله علیه وسلم للذی هی فی یدیه ۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ دو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ ایک اونٹنی میں جھگڑتے ہوئے۔ ایک نے اس پر گواہ پیش کئے کہ یہ اونٹنی اس کے ہاں پیدا ہوئی ہے۔ دوسرا اس پر گواہ لایا کہ یہ اونٹنی اس کے ہاں پیدا ہوئی ہے۔ لہٰذا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹنی اس کو دلادی جس کے وہ قبضہ میں تھی۔

ف:۔ اس میں سابق حدیث کے مضمون کی تکرار ہے۔

کتاب الفتن

کتاب فتنوں کے بیان میں

۲۲۶

ابوحنیفة عن یحیی عن حمید عن ابن عمرؓ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من سل السیف علی امتی فان الجهنم سبعة ابواب بابٌ منها لمن سل السیف ۔

حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس نے تلوار کھینچی میری امت پر تو جہنم کے سات دروازے ہیں۔ ان میں سے ایک دروازہ (خاص) اس کے لئے ہے جس نے میری امت پر تلوار کھینچی۔

ف:۔ بخاری حضرت ابن عمرؓ سے مرفوع حدیث لائے ہیں من حمل علینا السلاح فلیس منا کہ جس نے ہمارے خلاف ہتھیار اٹھائے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ یہ اس امر پر بہت ٹھوس تردید و دھمکی ہے۔ کہ مسلمان آپس میں لڑیں۔ ایک دوسرے کے خلاف ہتھیار استعمال کریں اور ایک فریق کو بھائی کا خون بہائے۔ اور اپنی طاقت کو اپنے ہاتھوں مٹائے۔

۲۲۷

ابوحنیفة عن الحارث عن ابی الجلاس قال کنت ممن سمع من عبدالله السبائی کلاماً عظیماً فاتینا به علیاً رضی الله عنه ونحن نمرّ عنقه فی طریقه فوجدناه فی الرحبة مستلقیاً علی ظهره واضعاً

ابی الجلاس نے کہا کہ میں ان میں سے تھا جنہوں نے عبداللہ بن سبائی سے ایک عظیم بات سنی تو ہم اس کو حضرت علی کے پاس لیجانے لگے راستہ میں اس کی گردن کو جھٹکا دیتے ہوئے ہم نے اس کو صحن مسجد میں چت لیٹے ہوئے پایا اپنے

Maktaba Tul Ishaat.com

احدی رجلیہ علی الاخری فسألہ عن الکلام فتکلم بہ فقال اترویہ عن اللہ تعالیٰ او عن کتابہ او عن رسولہ فقال لا۔
قال فعما تروی۔
قال عن نفسی
قال اما انک لو رویت عن اللہ تبارک وتعالیٰ او عن کتابہ او عن رسولہ ضربت عنقک ولو رویتہ عنی اوجعتک عقوبۃ فکنت کاذبا ولکنی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول بین یدی الساعۃ ثلثون کذابا وانت منھم۔

وفی روایۃ عن ابی الجلاس قال کنت فیمن سمع من عبد اللہ السبائی کلاما عظیما فاتینا بہ علیا رض فوجدناہ فی الرحبۃ مستلقیا ظھرہ واضعا احدی رجلیہ علی الاخری فسألہ عن الکلام فتکلم۔
فقال اترویہ عن اللہ تبارک و تعالیٰ او عن کتابہ او عن رسولہ۔
قال لا۔
قال فعمن ترویہ۔
قال عن نفسی۔
قال اما انک لو رویت عن اللہ او عن کتابہ اور رسولہ ضربت عنقک ولو رویت عنی اوجعتک عقوبۃ فکنت کاذبا ولکنی سمعت

اس سے اس بات کے بارہ میں پوچھا اس نے اپنا کلام پھر دہرایا۔ آپ نے کہا تو اللہ سے روایت کرتا ہے (یعنی وحی سے تجھ کو ایسا پتہ چلا گویا تو نبی ہے)۔ یا اس کی کتاب سے یا اس کے رسول سے۔ اس نے کہا نہیں۔ تو آپ نے کہا کہ پھر کس سے یہ نقل کرتا ہے اس نے کہا اپنے دل سے۔ آپ نے فرمایا اگر تو اس کی روایت ظاہر کرتا اللہ تبارک وتعالیٰ سے یا اس کی کتاب سے یا اس کے رسول سے تو میں (اس کی سزا میں) تیری گردن مارتا۔ اور اگر میری طرف اس کی نسبت کرتا تو میں تجھ کو دردناک سزا دیتا۔ پس تو ہوتا جھوٹا (یعنی مردود (شہادت) لیکن میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہتے ہوئے کہ قیامت سے پہلے تیس جھوٹے ہوں گے اور تو انہیں میں سے ہے۔

اور ایک روایت میں ابی الجلاس سے یوں نقل ہے کہ اس نے کہا میں ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے سنا عبد اللہ سبائی سے بڑا بول تو ہم اس کو حضرت علی کے پاس پکڑ کر لائے اور ہم نے ان کو صحن مسجد میں چت لیٹے ہوئے پاؤں پر پاؤں رکھے ہوئے پایا۔ آپ نے اس سے اس بات کے بارہ میں پوچھا۔ تو وہ وہی بات بولا۔ آپ نے فرمایا تو اللہ تبارک وتعالیٰ سے روایت کرتا ہے (یعنی وحی سے تجھ کو اس کا پتہ چلا)۔ یا اس کی کتاب سے (یعنی قرآن پر زیادتی کرتا ہے) یا اس کے رسول سے (یعنی آنحضرت پر اتہام لگاتا ہے) اس نے کہا نہیں۔ تو آپ نے کہا کہ پھر کس سے اس بات کو نقل کرتا ہے۔ اس نے کہا اپنے دل سے۔ آپ نے فرمایا اگر تو روایت کرنے کا دعوی کرتا اللہ سے یا اس کی کتاب سے یا اس کے رسول سے تو میں تیری گردن اڑاتا۔ اور اگر تو اس بات کی میری طرف نسبت کرتا۔ تو میں تجھ کو دردناک سزا دیتا اور تو جھوٹا ہوتا۔ (گویا ناقابل

Maktaba Tul Ishaat.com

رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول بين يدى الساعة ثلثون كذابا فانت منهم ؛

شہادت ٹھہرتا) لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت سے پہلے تیس جھوٹے ہوں گے۔ اور تو ان میں سے ہے ؛

ف:- زیادہ تر حدیثوں میں جھوٹوں کی تعداد تیس تک آئی ہے۔ ترمذی میں حضرت ابی ہریرہ سے بمضمون روایت ہے کہ قیامت نہیں قائم ہوگی۔ یہاں تک کہ جھوٹے دجال اٹھیں گے جو قریب تیس کے ہوں گے۔ ہر ایک دعوی کرے گا کہ وہ رسول اللہ ہے۔ حضرت ثوبان کی روایت میں پوری تیس ہی کی تعداد آئی ہے۔ بعض روایات میں مثلاً امام احمد کی روایت میں ستائیس کی تعداد بھی مذکور ہے۔ طبرانی کی روایت میں ستر کی تعداد بھی آئی ہے۔ اس سے محض کثرت مراد ہے نہ خاص تعداد ؛

۴۹۹ / ۳ **ابوحنيفة** عن عبد الرحمن عن ابى هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ياتى على الناس زمان يختلفون الى القبور فيضعون بطونهم عليه ويقولون وددنا لو كنا حاجب هذا القبر قيل يا رسول الله وكيف يكون قال لشدة الزمان وكثرة البلايا والفتن ؛

حضرت ابی ہریرہؓ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ قبروں پر بکثرت لائے جائیں گے اور ان پر اپنا پیٹ رکھیں گے اور کہیں گے کہ ہم کو ارمان ہے کہ ہم اس صاحب قبر کی جگہ ہوتے۔ آپ سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ ایسا کیوں ہوگا آپ نے فرمایا زمانہ کی سختی اور بلاؤں اور فتنوں کی کثرت کے سبب ؛

ف:- ابن ماجہ میں حضرت ابی ہریرہ سے مرفوع روایت ہے بمضمون ہذا دے کہ آپ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے دنیا ختم نہیں ہوگی یہاں تک کہ ایک شخص قبر پر گذرے گا اور اس پر لوٹے گا اور کہے گا کاش میں اس قبر والے کی جگہ ہوتا۔ اور دین پر آزمائش سے بھرا ہوگا۔ خدا کی پناہ ہے ایسا صبر آزما زمانہ ہوگا۔ اور ایسی جانچ و آزمائش کا دور ہوگا کہ انسان خود اپنے منہ سے اپنی موت طلب کرے گا مُردوں پر رشک کرے گا۔ اویلوں اپنی موت کو اپنی زندگی پر ترجیح دے گا۔ گو دنیا کی الفت و محبت ہر شخص کی طبیعت و سرشت میں پیوست ہے اور کسی وقت بھی اور کسی قیمت پر بھی انسان دنیا کو ہاتھ سے چھوڑنا گوارا نہیں کرتا۔ مگر یہ اسی حد تک کہ دنیوی زندگی آسائشوں مسرتوں اور دلبستگیوں سے پر ہو۔ اور پوری زمین اس کے لئے گہوارہ راحت بنی ہو ورنہ اگر یہی دنیا بجائے راحت کدہ کے مصیبت کدہ ہو آزار و آلام کا گھر ہو کلی اور بے چینی کا مسکن ہو تو انسان کو موت زندگی سے بدرجہا خوشتر دکھتی ہے اور بجائے زندگی کے موت میں راحت نظر آتی ہے ؛

۲۲۷ کتاب التفسیر! کتاب تفسیر قرآن میں!

حماد عن ابيه عن ابى مروة عن عطاء

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ عزوجل کے قول

Maktaba Tul Ishaat.com

بن السائب عن ابی الضحیٰ عن ابن عباسؓ فی قولہ عزوجل الٓمٓ قال انا اللہ واللہ اعلم وادی ۔

الٓمٓ کی تفسیر میں فرماتے ہیں انا اللہ (میں اللہ ہوں) واللہ اعلم (اور اللہ اعلم ہے اور دیکھنے والا) ۔

ف: یعنی الٓمٓ مخفف ہے اَنَا اللّٰہُ اور اللّٰہُ اَعْلَمُ کا۔ تفسیر روح المنیر میں ابن عباس سے یوں روایت ہے کہ الٓمٓ کے معنی انا اللہ اعلم کے ہیں کہ میں اللہ ہوں اور جانتا ہوں اور الٓمٓر کے معنی انا اللہ اَریٰ کے کہ میں اللہ ہوں اور دیکھتا ہوں اور الٓمٓصٓ کے معنی انا اللہ اعلم وادریٰ کے کہ میں اللہ ہوں اور جانتا ہوں اور دیکھتا ہوں گویا ہر جگہ ہمزہ سے انا کی طرف اشارہ ہوا۔ لام سے (اللہ) کی طرف۔ میم سے (اعلم) کی جانب۔ اور را سے (ادری) کی جانب ۔

لہٰذا اس روایت کے پیش نظر الٓمٓ کی تفسیر میں لفظ ادری کی زیادتی مسند میں بے موقع و بے محل نظر آتی ہے یہ غالباً قلم کاتب کی لغزش ہوگی کہ اعلم کے ساتھ ساتھ ادری بھی لکھ مارا۔ یا پھر ممکن ہے یہ ہو کہ لفظ الٓمٓ کے لکھنے میں را کی کشش میں کوتاہی برتی ہو اور بجائے الٓمٓ کے الٓمٓر لکھ دیا ہو۔ تو اس صورت میں لفظ ادری اپنی جگہ ٹھیک بیٹھے گا ۔

حروف مقطعات کے بارہ میں علماء کے مختلف اقوال وارد ہیں کہ ان کے معانی کیا ہیں اور یہ کہ یہ کن اسرار کی طرف مشیر ہیں جمہور علماء کا اور خصوصاً خلفاء اربعہ کا یہی مسلک ہے کہ ہم محض ان کے ظاہر پر ایمان رکھتے ہیں ان کے معانی و مراد سے اللہ ہی زیادہ واقف ہے اور وہ ہی خوب جانتا ہے ۔

۵۱۲ حماد عن ابیہ عن سلمۃ بن نبیط قال کنت عند الضحاک ابن مزاحم فیسألہ رجل عن ھذہ الآیۃ انا تراک من المحسنین ما کان احسانہ

قال کان اذا رأی رجلاً مضیقاً علیہ وسّع علیہ واذا رأی مریضاً قام علیہ واذا رأی محتاجاً سأل لقضاء حاجتہ ۔

سلمہ بن نبیط کہتے ہیں کہ میں ضحاک ابن مزاحم کے پاس تھا کہ ان سے ایک شخص نے انا نراک من المحسنین (کہ آپ ہم کو نیک و محسن آدمی معلوم ہوتے ہیں) کے بارہ میں پوچھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا احسان کیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ جب وہ کسی تنگدست کو دیکھتے تو اس کی مالی مدد فرماتے جب کسی بیمار کو دیکھتے تو اس کی تیمارداری کے لئے کمربستہ ہو جاتے اور جب کسی حاجتمند کو دیکھتے تو اس کی حاجت کو پوچھتے کہ اس کی حاجت روائی کریں ۔

ف: حقیقت میں یہ سراسر امور نیکی کی چوٹی کی چیزیں ہیں کہ تنگدستی محتاجگی اور بیماری کے ایام انسانی زندگی میں نہایت تاریک اور مصیبت بھرے شمار ہوتے ہیں۔ ایسے دکھ اور تکلیف کی گھڑیوں میں جو اللہ کا بندہ مدد و معاونت کا ہاتھ بڑھاتا ہے۔ وہ فرشتہ رحمت معلوم ہوتا ہے۔ اسی طرح جو انسان کسی بیماری میں مبتلا ہو اور کسی جسمانی دکھ کا شکار ہو تو اس کے کرب و بے چینی کا کیا ٹھکانہ۔ اور اس کی بے کلی اور بے آرامی کا کیا اندازہ پھر ایسی تکلیف کی گھڑیوں میں جو اللہ کا بندہ اس کی تیمارداری اور دیکھ بھال کے لئے کمربستہ ہوتا ہے۔ اس کی

Maktaba Tul Ishaat.com

وحدت جسمانی کے اسباب مہیا کرتا ہے وہ انسانیت وشرافت نیکی وبزرگی کی بلند ترین مثال پیش کرتا ہے۔ یا اور کسی معاملہ میں کسی حاجتمند کی حاجت روائی۔ ضرورت مند کی ضرورت پوری کرنا تقوی دینکی کا بلند ترین درجہ ہے۔ جو اللہ کے خاص خاص بندوں کو نصیب ہوتا ہے ؛

۵۰۲ ح ۳

حماد عن ابیه عن عطیة عن ابی سعید عن النبی صلے الله علیه وسلم قال اتقوا فراسة المؤمن فانه ینظر بنور الله تعالیٰ۔ ثم قرأ ان فی ذلک لآیات للمتوسمین ۔ المتفرسین ؛

حضرت ابی سعید روایت کرتے ہیں۔ کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈرو مومن کی فراست سے۔ کیونکہ وہ دیکھتا ہے اللہ تعالے کے نور سے پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی ان فی ذلک لآیات للمتوسمین کا البتہ اس میں کئی نشانیاں ہیں اہل بصیرت کے لئے گویا متوسمین سے متفرسین مراد لیا ؛

ف:۔ اللہ کے نور سے دیکھنے کے ہر دو معنی ہو سکتے ہیں یا تو یہ کہ مومن ایمان کی بدولت ومجاہدہ ریاضت کے طفیل سے درجہ ولایت کو پہنچتا ہے اور کرامت کے طور پر بعض بعض واقعات وحالات اس پر منکشف ہو جاتے ہیں۔ یا یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کو صحیح دلائل کی روشنی میں اور تجربوں کے ماتحت اس کو ہر چیز کے بارہ میں صحیح علم بخشتے ہیں۔ اور عاقبت اندیشی اور دور اندیشی اس میں بلند درجہ کی پیدا ہو جاتی ہے اور زندگی میں ہر باب میں وہ اپنے لئے صحیح تر راستہ دریافت کر لیتا ہے ؛

۵۰۳ ح ۴

حماد عن ابیه عن عبد الملک عن ابن عباسؓ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم فی قوله تعالیٰ فوربک لنسئلنهم اجمعین عما کانوا یعملون ۔ قال لا الٰه الا الله ؛

حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالے کے اس قول کی تفسیر میں فوربک لنسئلنہم اجمعین عما کانوا یعملون پس قسم ہے تمہارے رب کی البتہ ہم سوال کریں گے ان سب سے اس چیز سے کہ تھے عمل کرتے لا الٰہ الا اللہ (یعنی اس سے یہ کلمہ شہادت مراد ہے) ؛

ف:۔ یہاں سوال کا ایجاب ہے اور اثبات کہ روز قیامت بندوں سے سوال ہوگا۔ اور سورہ رحمن میں اس سے انکار ہے اور نفی کہ فرمایا فیومئذ لا یسئل عن ذنبه انس ولا جان کہ اس دن انس و جن سے اس کے گناہ کے بارہ میں نہ پوچھا جائے گا۔ اس الجھن کا سلجھاؤ یہ ہے کہ آیت زیر بحث میں سوال سے مراد سوال تنبیہ ڈانٹ اور زجر و توبیخ ہے اور آیت زیر بحث میں اس سوال سے انکار ہے جس کے ذریعہ معلومات حاصل کی جائیں اور ناواقفیت دور کی جائے۔ تو ایسا سوال نعوذ باللہ۔ اللہ عز اسمہ کی طرف سے کیسے ہونے لگا ؛

۵۰۴ ح ۵

حماد عن ابیه عن زیاد عن سعید

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول

Maktaba Tul Ishaat.com

بن جبیر عن ابن عباس رض قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لجبرئیل ع ما لك تزورنا اكثر ما تزورنا قال فانزلت بعد لیال وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ لَهٗ مَا بَیْنَ اَیْدِیْنَا وَمَا خَلْفَنَا ۔

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل سے کہ آپ ہماری ملاقات کے لئے زیادہ کیوں نہیں آتے (گویا موجودہ حالت سے زیادہ ملاقات کا موقع کیوں نہیں دیتے) تو اس کے چند روز ہی بعد یہ آیت نازل ہوئی۔ وما نتنزل الا بامر ربك له ما بین ایدینا وما خلفنا کہ ہم نہیں اترتے مگر تمہارے رب کے حکم سے اسی کے لئے ہے جو ہمارے آگے ہے اور جو پیچھے ہے ۔

ف:۔ بخاری میں بھی حضرت ابن عباس سے ایسی ہی روایت ہے۔ ابن ابی حاتم کے نزدیک یہ آیت اس وقت اتری کہ وحی کا سلسلہ چالیس روز تک بند رہ چکا تھا۔ اور آنحضرت کو ملاقات کا اشتیاق شدید تھا۔

۵۰۵ ابو حنیفة عن سماك عن ابی صالح عن ام هانئ قال قلت لرسول الله صلی الله علیه وسلم ما كان المنكر الذی كانوا یأتون فی نادیهم قال كانوا یحذفون الناس بالنواة والحصاة ویسخرون من اهل الطریق ۔

حضرت ام ہانی کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ وہ کیا بری بات تھی جو (قوم لوط ع) اپنی مجلسوں میں کیا کرتی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ وہ لوگوں پر گٹھلیاں اور کنکریاں پھینکا کرتے اور راہ گیروں سے مسخری کرتے تھے ۔

ف:۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے اس قول وتاتون فی نادیکم المنکر میں لفظ "منکر" کی تفسیر حضرت ام ہانی نے آنحضرت سے دریافت کی۔ قاسم بن محمد کہتے ہیں کہ وہ اپنی مجلسوں میں گوز خارج کیا کرتے تھے۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ وہ اپنی مجلسوں میں ایک دوسرے کے ساتھ جماع کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن سلام سے یوں مروی ہے کہ ایک دوسرے پر تھوکا کرتے تھے۔ غرض ان کی مجلسیں اس قسم کی لغویتوں اور فحش باتوں کا اڈا ہوتی تھیں۔ اور جب آپس میں مل بیٹھتے تو جامہ انسانیت اتار دیتے اور نرے حیوان اور چوپائے بن جاتے ۔

۵۰۶ ابو حنیفة عن عطیة عن ابن عمر رض انه قرأ علی النبی صلی الله علیه وسلم اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضَعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفًا وَّشَیْبَةً فرد علیه وقال قل من ضُعْفٍ ۔

حضرت ابن عمر رض کے بارہ میں مروی ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ آیت اللہ الذی خلقکم من ضعف ثم جعل من بعد ضعف قوة ثم جعل من بعد قوة ضعفا وشیبة پڑھی تو آپ نے ان کو ٹوکا اور فرمایا کہ لفظ ضعف کو ضاد کے پیش کے ساتھ پڑھو ۔

ف:۔ یعنی حضرت ابن عمر رض نے ضعف کو ضاد کے زبر کے ساتھ پڑھا تو آپ نے ٹوکا اور فرمایا کہ اس کو ضاد کے پیش کے ساتھ پڑھو کیونکہ قریش کے لغت میں یہ لفظ یوں ہی ہے۔ اور پڑھنے والے بھی

Maktaba Tul Ishaat.com

چونکہ قریش سے تھے۔ اس لئے ٹوکنا ہی مناسب تھا۔ یا آنجناب کو یہ قبیح تر معلوم ہوا ہو اور یوں لقمہ دیا ہو۔ بخاری میں ہے کہ لفظ ضعف میں ہر دو لغات ہیں۔ ارشاد ساری میں ہے کہ ضعف زبر کے ساتھ عاصم اور حمزہ کی قرأت ہے اور تمیم کا لغت۔ اور پیش کے ساتھ قریش کا لغت۔ بعض نے کہا ہے کہ ضعف کو فساد کے پیش کے ساتھ جب پڑھیں تو بدنی کمزوری کی طرف اشارہ ہوتا ہے اور جب زبر کے ساتھ پڑھیں تو عقل کی کمزوری کی طرف ۔

۵۰۸ ابوحنيفة عن الهيثم عن الشعبي عن مسروق عن عبد الله قال قد مضى الدخان والبطشة على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رض سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ آیت قرآن پاک فارتقب یوم تاتی السماء بدخان مبین (کہ آپ منتظر رہئے اس دن کے لئے کہ لاوے گا آسمان ظاہر دھواں) یں دخان (دھواں) اور آیت یوم نبطش البطشة الکبری (جس روز ہم بڑی سخت پکڑ پکڑیں گے) میں بطشہ (پکڑ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں گذر چکی ۔

فائدہ:۔ دخان اور بطشہ کے بارہ میں دو شعبہ ہائے خیال ہیں ایک کی روایت حضرت عبداللہ بن مسعود رض سے ہے کہ ان کے نزدیک یہ ہر دو عذاب عہد نبوی میں گذر چکے جس کی تائید حدیث ذیل کرتی ہے۔ بخاری میں بروایت مذکور ہے کہ آنحضرت نے قریش کی پے در پے نافرمانیوں کے باعث ان کے حق میں بددعا فرمائی۔ تو اللہ تعالے نے ان پر سخت قحط ڈالا۔ یہاں تک کہ بہت سے مر گئے۔ اور لوگوں نے ہڈیاں اور مردار تک کھائیں۔ اور مارے ضعف و نقاہت کے ہر ایک کو آسمان کی طرف دھواں دکھائی دیتا تھا۔ چنانچہ اسی حالت کی ترجمانی آیت یوم تاتی السماء کرتی ہے۔ پھر حضرت عبداللہ اپنے خیال کو اس کے بعد کی آیت انا کاشفوا العذاب قلیلا انکم عائدون (کہ ہم چندے اس عذاب کو ہٹا دیں گے۔ تو پھر اپنی حالت پر آجاؤ گے) سے پختہ کرتے ہیں کہ اگر یہ عذاب آخرت میں آنے والا ہوتا تو آخرت کا عذاب کب ٹلے گا۔ اور وہ کب اپنی حالت پر لوٹیں گے۔ چنانچہ ایک جماعت حضرت عبداللہ ہی کے ساتھ متفق الاقوال ہے۔ مثلاً مجاہد۔ ابی العالیہ۔ ابراہیم نخعی۔ ضحاک۔ عطیہ العوفی۔ وغیرہ۔ ابن جریر نے بھی اسی خیال کو پسند کیا ہے۔ ملا علی قاری نے بھی اپنی مسند کی شرح میں اسی مذہب کو ترجیح دی ہے۔

دوسرے خیال کی نسبت حضرت ابن عباس رض کی طرف ہے۔ اور ان سے اس کی روایت ہے کہ یہ عذاب ہنوز قیامت رونما ہوں گے۔ ابن کثیر اسی خیال کی طرف جھکے ہیں۔ اور ان کے مذہب پر مفسرین سے بھی طبل لائی جاتی ہے۔ کہ فرمایا ظاہر ظہور دھواں ہوگا۔ حالانکہ حضرت عبداللہ کی روایت سے وہ محض ایک خیالی اور ذہنی چیز ہے۔ پھر یغشی الناس سے بھی حجت لائی جاتی ہے کہ اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ عذاب سب کافروں کو عام ہوگا نہ صرف مشرکین مکہ کو۔ مگر آیت کا سیاق و سباق

Maktaba Tul Ishaat.com

عبداللہ علی کے مذہب کی پختہ حجت پیش کرتا ہے۔ اس لئے وہی حق معلوم ہوتا ہے۔

ابوحنیفة عن حماد عن ابراهيم عن الاسود عن عائشة قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان اولادكم من كسبكم وهبة الله لكم يهب لمن يشاء اناثا ويهب لمن يشاء الذكور *

حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے البتہ تمہاری اولاد تمہاری کمائی ہے اور تمہارے لئے اللہ کی بخشش جس کو چاہتا ہے لڑکی بخشتا ہے اور جس کو چاہتا ہے لڑکے عطا فرماتا ہے *

ف: عالم بھی بعینہ یہ حدیث لائے ہیں جو حضرت عائشہ سے مروی ہے۔ بیہقی نے بھی اس کو صحیح قرار دیا ہے *

۵۰۹ ح ۱۰

ابوحنیفة عن مكحول بن ابراهيم عن ابي هبيرة عن ابي قبيل قال سمعت اباعبدالرحمن المزني يقول سمعت ثوبان مولى رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ما احب ان لي الدنيا بما فيها بهذه الاية۔ قل يا عبادي الذين اسرفوا على انفسهم لا تقنطوا من رحمة الله ان الله يغفر الذنوب جميعا۔ فقال رجل ومن اشرك فسكت رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم قال ومن اشرك فسكت رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم قال ومن اشرك فسكت رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم قال الا ومن اشرك *

حضرت ثوبان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد شدہ غلام کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں پسند نہیں کرتا کہ پوری دنیا و ما فیہا کو اس آیت کے بدلے اور عوض میں (ترجمہ آیت) فرما دیجئے آپ کہ اے میرے بندے جنہوں نے اپنے نفسوں پر زیادتی کی مت مایوس ہو اللہ کی رحمت سے البتہ اللہ تعالیٰ سب گناہ بخش دے گا۔ اس پر ایک شخص بولا۔ اور جس نے شرک کیا (یا رسول اللہ اس کا کیا حکم ہے) آپ خاموش رہے پھر اس نے کہا اور جس نے شرک کیا پھر آپ ساکت رہے۔ پھر تیسری بار اس نے کہا اور جس نے شرک کیا آپ چپ رہے۔ پھر آپ نے فرمایا خبردار ہو اور جس نے شرک کیا۔ (اس کو بھی بخش دے گا) *

ف: بعض نسخوں میں الّا کے بعد واؤ ہے جس طرح نسخہ میں موجود ہے اور بعض میں نہیں۔ قاری نے نسخہ پر شرح لکھی ہے اس میں واؤ نہیں ہے اور وہ کہتے ہیں کہ ممکن ہے یہاں الّا تنبیہ کے لئے ہو اور یہ جملہ وجہ ساقط ہو گیا ہو۔ اور معنی یہ ہی ہوں کہ خبردار ہو جس نے شرک کیا وہ بھی بخشا جائے گا۔ یعنی جب وہ شرک سے تائب ہو کر مشرف باسلام ہو گا تو اس کے شرک کے سارے گناہ یک قلم مٹا دئے جائیں گے اور یوں اس کی بخشش ہو گی۔ پھر وہ کہتے ہیں کہ یہ بھی احتمال ہے کہ یہ الّا استثناء کے لئے ہو تو پھر تو معنی اس کے بالکل ظاہر ہیں۔ مگر اکثر نسخوں میں واؤ ہے۔ چنانچہ امام احمد کی روایت میں بھی واؤ مذکور ہے۔ اور بدیں صورت معنی وہ ہی ہوں گے جو بیان ہوئے *

۵۱۰ ح ۱۱

ابوحنیفة عن محمد بن السائب الكلبي حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے

Maktaba Tul Ishaat.com

عن ابی صالح عن ابن عباسٍ ان وحشیًا لمّا قتل حمزۃ مکث زمانا ثم وقع فی قلبہ الاسلام فارسل الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قد وقع فی قلبہ الاسلام وقد سمعتک تقول عن اللہ تعالیٰ۔

والذین لا یدعون مع اللہ الٰھًا اٰخر ولا یقتلون النفس التی حرّم اللہ الّا بالحق ولا یزنون ومن یفعل ذٰلک یلق اثامًا یضاعف لہ العذاب یوم القیٰمۃ ویخلد فیہ مھانًا۔

فانی قد فعلتھن جمیعًا فھل لی رخصۃ۔

قال فنزل جبرئیل فقال یا محمدؐ قُل لہٗ۔

الّا من تاب وآمن وعمل عملا صالحًا فاولٰٓئک یبدّل اللہ سیّاٰتھم حسنٰتٍ وکان اللہ غفورًا رّحیمًا۔

قال فارسل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھذہ فلمّا قرأت علیہ قال وحشی انّ فی ھذہ الآیۃ شروطًا واخشی ان لا اتی بھا ولا احقق ان اعمل عملا صالحًا ام لا فھل عندک شیٔ الین من ھذا ام لا تجدہ؟۔

قال فنزل جبرئیل بھذہ الآیۃ انّ اللہ لا یغفر ان یُشرک بہٖ ویغفر ما دون ذٰلک لمن

وحشی بن حرب نے حضرت زبیر حمزہ رض کو شہید کیا۔ تو اس کے بعد ایک زمانہ تک کفر پہ رہا۔ پھر اس کے دل میں خیال اسلام کا آیا تو ایک شخص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ پیغام لے کر بھیجا کہ میرے دل میں اسلام کی محبت گھر کر گئی ہے اور میں نے سنا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے اس کلام کو نقل کرتے ہیں (ترجمہ آیت) اور جو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور معبود کی پرستش نہیں کرتے اور جس شخص کے قتل کو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے اس کو قتل نہیں کرتے مگر حق پر۔ اور وہ زنا نہیں کرتے اور جو شخص ایسے کام کرے گا تو سزا سے اس کو سابقہ پڑے گا۔ دن قیامت کے اس کا عذاب بڑھایا جائے گا۔ اور وہ اس (عذاب) میں ہمیشہ ہمیش ذلیل و خوار رہے گا۔ (پھر وحشی کہتا ہے) اور میں نے یہ سب کچھ کیا ہے تو کیا میرے لئے کوئی چھٹکارے کی شکل ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر حضرت جبرئیل ع اترے اور انہوں نے کہا اے محمد اس سے کہئے (ترجمہ آیت) مگر جو (شرک سے) توبہ کرلے اور ایمان لے آئے اور نیک کام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی (گذشتہ) بدیوں کو نیکیوں سے بدل ڈالے گا اور اللہ غفور رحیم ہے راوی کہتے ہیں کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت وحشی کے پاس بھیجدی۔ جب یہ آیت وحشی کے پاس پڑھی گئی تو اس نے کہا کہ اس آیت میں چند شرطیں ہیں جن کے بارہ میں مجھے خوف ہے کہ میں ان کو انجام نہ دے سکوں گا اور میں یہ یقین نہیں جان سکتا کہ میں نیک عمل کر سکوں گا۔ یا نہیں۔ تو اے محمد آپ کے پاس اس سے بھی کوئی آسان تر چیز ہے راوی نے کہا کہ پھر جبرئیل یہ آیت لے کر اترے (ترجمہ آیت) بیشک اللہ اس کو نہیں بخشے

Maktaba Tul Ishaat.com

يَشَاءُ۔

قال فكتب رسول الله صلى الله عليه وسلم هذه الآية وبعث الى وحشي۔ قال فلما قرأت له قال انه يقول ان الله لا يغفر ان يشرك به ويغفر ما دون ذلك لمن يشاء وانا لا ادري لعلي ان لا اكون في مشيته ان شاء في المغفرة ولو كانت الآية ويغفر ما دون ذلك ولم يقل لمن شاء كان ذلك فهل عندك شئ اوسع من ذلك يا محمد فنزل جبرئيل بهذه الآية قل يا عبادي الذين اسرفوا على انفسهم لا تقنطوا من رحمة الله ان الله يغفر الذنوب جميعا انه هو الغفور الرحيم قال فكتب رسول الله صلى الله عليه وسلم وبعث بها الى وحشي فلما قرأت عليه قال اما هذه الآية فنعم ثم اسلم فارسل الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال يا رسول الله اني قد اسلمت فاذن لي في لقائك فارسل اليه رسول الله صلى الله عليه وسلم ان ولعيني وجهك فاني لا استطيع ان املأ عيني من قاتل حمزة عمي قال فسكت وحشي حتى كتب مسيلمة الى رسول الله صلى الله عليه وسلم من مسيلمة رسول الله الى محمد رسول الله اما بعد فقد اشركت في الارض قلي نصف الارض ولقريش نصفها غير ان قريشا قوم يعتدون قال فقدم بكتابه الى رسول الله صلى الله عليه وسلم رجلان فلما قرئ

گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے۔ اور اس کے علاوہ جس کو چاہے گا بخش دے گا۔ (یہ آیت سن کر بھی وحشی نے کہا) اور میں نہیں جانتا شاید میں نہ ہوں اللہ کی مشیت میں۔ اگر وہ مغفرت چاہے۔ اگر آیت یوں ہوتی ویغفر ما دون ذلك تو بخش دے گا اس کے علاوہ گناہوں کو اور لمن یشاء کا اضافہ اللہ تعالیٰ نہ کرتا تو بات ٹھیک تھی اور قابل قبول تو اے محمد آپ کے پاس اس سے بھی کشادہ تر کوئی حکم الٰہی ہے تو حضرت جبریلؑ یہ آیت لے کر آئے قل یا عبادی الذین الخ راوی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر یہ آیت بھی لکھ کر وحشی کے پاس بھیجدی جب یہ آیت اس کے سامنے پڑھی گئی تو کہنے لگا البتہ یہ آیت ٹھیک موافق مطلب ہے پھر اسلام لے آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی کو یہ پیغام لے کر بھیجا۔ کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اسلام لے آیا ہوں تو مجھ کو اپنی ملاقات کی اجازت بخشئے اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو یہ کہلوا دیا کہ مجھے اپنا منہ مت دکھا۔ میں اس کی تاب نہیں لا سکتا کہ میرے پیارے چچا حمزہ کے قاتل کو آنکھ بھر کر دیکھ لوں۔ چنانچہ وحشی نے خاموشی اختیار کر لی۔ یہاں تک کہ مسیلمہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مضمون کا خط لکھ کر بھیجا کہ مسیلمہ رسول اللہ کی طرف سے محمد رسول اللہ کی طرف۔ اما بعد۔ پس البتہ میں نے شریک کیا زمین میں آدھی زمین میرے لئے ہے اور آدھی قریش کے لئے۔ مگر قریش ایسی قوم ہے کہ دھاندلی کرتی ہے (سب بنا بنایا چاہتی ہے) اور اس کے اس خط کو دو آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر آئے جب اس کا خط آنحضرت

Maktaba Tul Ishaat.com

علیٰ رسول الله صلے الله علیه وَسَلّمَ الکتابُ قال للرسولین لولا انکما رسولان لقتلتکما ثم دعا بعلی بن ابی طالب فقال اکتب بسم الله الرحمٰن الرحیم من محمد رسول الله الیٰ مسیلمة الکذاب السّلام علیٰ من اتبع الهدیٰ امّا بعدُ فان الارض لله یورثها من یشآء من عبادہٖ والعاقبة للمتقین وصلی الله علیٰ سیّدنا محمّدٍ۔

قال فلمّا بلغ وحشیًا ما کتب مسیلمة الیٰ رَسُوْل الله صلی الله علیه وَسَلم اخرج المدراع فصقله وَهَمّ بقتل مُسَیلمة فلم یزل علےٰ عزمہٖ ذالک حَتّٰی قتله یوم الیمامة ۔

کے روبرو پڑھا گیا۔ آپ نے ہر دو قاصدوں سے فرمایا اگر تم قاصدوں کی حیثیت سے نہ آئے ہوتے۔ تو میں تم دونوں کو قتل کرا دیتا۔ پھر آپ نے حضرت علی بن ابی طالب کو بلایا اور ان سے فرمایا لکھو بسم اللہ الرحمن الرحیم محمد رسول اللہ کی طرف سے مسیلمہ کذاب کی طرف۔ سلامتی ہو اس پر جو ہدایت کا پیرو ہو۔ اما بعد۔ پس البتہ زمین اللہ کی ہے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس کو اس کا وارث بناتا ہے۔ اور عاقبت (کی بہتری) پرہیزگاروں کے لئے ہے اور رحمت بھیجے اللہ ہمارے سردار محمد پر۔ راوی نے کہا کہ جب وحشی کو خبر ملی۔ اس تحریر کی جو مسیلمہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لکھی تھی تو اس نے اپنے حربہ کو تیز کیا اور مسیلمہ کے قتل کا ارادہ ٹھان لیا۔ اور اسی ارادہ میں رہا۔ یہاں تک کہ یمامہ کے دن اس کو قتل کر ڈالا ۔

ف: ارشاد ساری میں بھی ہے اور تفسیر سراج منیر میں بھی کہ جب وحشی کا یہ واقعہ پیش آیا تو لوگوں نے آنحضرت سے دریافت کیا کہ یہ حکم محض وحشی کے لئے مخصوص ہے یا سب کے لئے تو آپ نے فرمایا کہ یہ حکم سب مسلمانوں کو شامل ہے حقیقت میں یہ عبرت کا مقام ہے کہ اسلام کا دامن رحمت و شفقت کس قدر وسیع ہے کہ جب خلوص دل سے انسان اسلام قبول کرلے تو سارے گناہ یک قلم معاف ہو جاتے ہیں خواہ چھوٹے گناہ ہوں خواہ بڑے۔ چنانچہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا کا کھلا پیام خود حضور نے سنایا گیا۔ اور ایمان لانے والے کافر اور مومنین کا دل شاد کیا گیا۔ مگر بالاجماع مغفرت گناہ کے لئے مشیت شرط ہے۔ مشیت لاحق ہونے کے بعد مومن کے گناہ بلا توبہ معاف ہو جاتے ہیں ۔

ابو حنیفہ

عن سلمة عن ابی الزعراء من اصحاب ابن مسعود قال قال رسول الله صلے الله علیه وَسَلم لیخرجن بشفاعتی من اهل الایمان من النار حتی لا یبقی فیها احدا الا اهل هذه الآیة مَا سلککم فی سَقر قالوا لَمْ نک من المصلّین ولم نک نطعم المسکین وکنّا

511 / 12

حضرت ابن مسعود رضی سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری شفاعت سے اہل ایمان دوزخ سے نکلیں گے۔ یہاں تک کہ اس میں کوئی نہیں رہے گا۔ سوائے اس آیت کے مخاطبین کے (ترجمہ آیت) کونسی چیز تم کو دوزخ میں کھینچ لائی وہ کہیں گے کہ ہم نہ نمازی تھے نہ مسکین کو کھانا کھلاتے تھے اور بحث کرنے والوں کے ساتھ

Maktaba Tul Ishaat.com

نخوض مع الخائضين وكنا نكذب بيوم الدين حتى اتانا اليقين فما تنفعهم شفاعة الشافعين

بحث میں لگے رہتے تھے اور جھٹلاتے تھے دین کو یہاں تک کہ ہم کو موت نے آگھیرا پس نہیں نفع دے گی ان کو شفاعت کرنے والوں کی شفاعت

وفی روایۃ عن ابن مسعودؓ قال یعذب اللہ تعالیٰ اقواما من اھل الایمان ثم یخرجھم بشفاعۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم حتی لا یبقی الا من ذکر اللہ سبحانہ وتعالیٰ ما سلککم فی سقر قالوا لم نک من المصلین ولم نک نطعم المسکین وکنا نخوض مع الخائضین الی الشافعین ؛

اور ایک روایت میں حضرت ابن مسعودؓ سے یوں روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ عذاب دے گا اللہ تعالیٰ اہل ایمان میں سے بہت سی قوموں کو پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش سے ان کو دوزخ سے نکالے گا۔ یہاں تک کہ نہیں رہیں گے اس میں مگر وہ جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں کیا ہے ماسلککم فی سقر۔ الشافعین تک ؛

ف:- یہ حدیث عقیدہ اہل سنت والجماعت کو واضح کرتی ہے اور ساتھ ساتھ حضرت امام اعظمؒ کی ذات کو بھی بے اصل و بے بنیاد الزامات و اتہامات سے بری کرتی ہے اور منزہ۔ بعض نے ان کو معتزلی ہونے کے اتہام سے متہم کیا ہے۔ اور بعض نے مرجیہ ہونے کا الزام ان پر لگایا ہے حالانکہ یہ حدیث معتزلہ اور مرجیہ ہر دو کے عقائد باطلہ کی جڑ کاٹ ڈالتی ہے۔ معتزلہ اس خیال کے پیرو ہیں کہ گناہ کبیرہ کے مرتکب لوگ دوزخ میں ہمیش رہیں گے۔ جنت کی ان کو ہوا تک نہیں لگے گی اور مرجیہ ان کی ضد ہیں۔ وہ اس خیال کے حامی ہیں کہ جنہوں نے صرف کلمہ پڑھ لیا انہوں نے گویا دوزخ سے بالکل برئت کا پٹہ لکھوا لیا یہ محض جنتی ہیں۔ دوزخ سے نہ کوئی ان کو واسطہ نہ علاقہ۔ اس حدیث سے صاف آشکارا ہے۔ کہ امت مسلمہ کے فاسق و فاجر دوزخ کا عذاب بھگتیں گے پھر آنحضرت کی سفارش سے ایک ایک کر کے دوزخ سے نکلیں گے۔ یہاں تک کہ اس میں جھٹے کافر و مشرک ہی رہ جائیں گے۔ جن کا ذکر آیت کریمہ محولہ بالا میں ہے ؛

۵۱۲ (۱۳) حماد عن ابیہ عن سلمۃ بن کہیل عن ابن مسعود قال لا یبقی فی النار الا من ذکرہ اللہ فی ھذہ الآیۃ ماسلککم فی سقر۔ الی الشافعین ؛

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے۔ کہ نہیں باقی رہے گا دوزخ میں کوئی۔ مگر وہ جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا ہے ماسلککم فی سقر۔ الشافعین تک ؛

ف:- یہ پچھلی حدیث کا اختصار ہے ؛

۵۱۳ (۱۴) حماد عن ابیہ عن عاصم عن ابی صالح قال الحقب ثمانون سنۃ منھا ستۃ ایام عدد ایام الدنیا ؛

ابی صالح سے مروی ہے کہ آیت لابثین فیہا احقابا کہ رہیں گے اس میں قرنوں) حقب ایک سال سے عبارت ہے جس کے چھ دن تمام دنیا کے برابر ہیں ؛

Maktaba Tul Ishaat.com

ف: ملا علی قاری اس کی شرح میں کہتے ہیں کہ یا تو ان چھ ایام سے خلق آسمان وزمین کے دن مراد ہوں کہ وہ بھی برو ئے آیت کریمہ الذی خلق السموات والارض فی ستۃ ایام چھ ہی دن ہیں یا پوری عمر دنیا کے چھ دن کی طرف اشارہ ہو کیونکہ پوری عمر دنیا کی بروئے روایات سات دن کی مانی گئی ہے۔ ہر دن ایک ہزار برس کا اور یوں وارد ہے کہ سب سے آخر میں وہ نادان مسلمان جو دوزخ میں سے نکالا جائے گا۔ وہ ساتویں ہزار برس کے بعد نکالا جائے گا۔ گویا وہ عمر دنیا کے برابر سزا کاٹ چکے گا۔ اور اس کا بھی حساب لگایا ہے کہ یہ ہماری امت کے جو ہزار سال ختم ہوئے ہیں یہ گویا عمر دنیا کا ساتواں دن تھا تو اس حساب سے رات دن پر کچھ کسر آنی پڑے گی جس کے بارہ میں کہا گیا ہے کہ غالباً پانچ سے زیادہ کسر نہیں پڑے گی۔ مگر یہ حساب کتاب اخبار ظنیہ کی رو سے ہے۔ جس پر جزم ویقین نہیں کیا جا سکتا۔ یہ اللہ ہی کے علم میں ہے کہ یہ رہتی بستی دنیا کب جل بسے گی۔ اور کب دم توڑے گی۔

ابوحنیفۃ عن ابی الزبیر قال قرأ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصدق بالحسنیٰ قال لا الٰہ الا اللہ ۔

حضرت ابی الزبیر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ آیت پڑھی گئی وصدق بالحسنی تو آپ نے فرمایا لا الٰہ الا اللہ ہے۔

ف: یعنی یہ جو فرمان باری ہے فاما من اعطی واتقی وصدق بالحسنیٰ کہ پس جس نے دیا اور پرہیزگاری کی اور سچ مانا اچھی بات کو تو اس میں اچھی بات سے مراد کلمہ توحید ہے۔ کیونکہ تمام بھلائیوں اور خوبیوں کی جڑ و بنیاد کلمہ توحید ہی ہے اس کے بغیر کوئی نیکی کارآمد نہیں خواہ داد و دہش ہو۔ خواہ اور کوئی نیکی۔ حسنیٰ کی اور تفسیریں بھی کتب تفسیر میں وارد ہیں۔ مثلاً فرض عبادات۔ ثواب جنت وغیرہ۔

کتاب الوصایا والفرائض!

کتاب وصایا اور فرائض میں!

ابوحنیفۃ عن عطاء عن ابیہ عن سعد بن ابی وقاص قال دخل علیّ النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعودنی من مرض فقلت یا رسول اوصی بمالی کلہ قال لا۔ قلت فنصفہ۔ قال لا۔ قلت فثلثہ۔ قال والثلث کثیر لا تدع اھلک

حضرت سعد بن ابی وقاص رض کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت مرض کے لئے تشریف لائے۔ تو میں نے آپ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں اپنے پورے مال کی اللہ کے واسطے وصیت کیا چاہوں۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ میں نے کہا اس سے آدھ کی۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ میں نے کہا اس کے تہائی کی۔ آپ نے فرمایا کہ تہائی بہت ہے۔ تم چھوڑ دو اپنے اہل

Maktaba Tul Ishaat.com

یتکففون الناس ۔

وفی روایۃٍ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دخل علی سعدٍ یعود

قال اوصیتَ قال نعم اوصیتُ بمالی کلہٖ فلم یزل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یُناقصہٗ حتّٰی قال الثلث والثلث کثیر ۔

وفی روایۃٍ عن عطاء عن ابیہِ عن جدہٖ عن سعدٍ قال دخلَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّمَ یعودنی فقلت یا رسول اللہ اوصی بمالی کلہٖ قال لا قلتُ فبالنصف قال لا قلتُ فبالثلث

قال فبالثلث والثلث کثیر ان تدع اھلک بخیرٍ خیرٌ من ان تدعھم عالۃ یتکففُوْنَ الناس ۔

عیال کو اس حال میں کہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں ۔

ایک روایت میں اس طرح وارد ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد کے پاس عیادت کے لئے تشریف لائے۔ آپ نے دریافت کیا کہ تم نے وصیت کی انہوں نے کہا جی ہاں میں نے اپنے پورے مال کی وصیت کی۔ تو پھر آپ اس کو گھٹاتے رہے یہاں تک کہ حضرت سعدؓ نے ایک تہائی کے لئے کہا۔ تو آپ نے کہا کہ ایک تہائی بھی بہت ہے ۔

ایک اور روایت میں یوں ہے۔ کہ حضرت سعد نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے۔ بیمار پرسی کی غرض سے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں اپنے پورے مال کی وصیت کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ میں نے کہا (اچھا) آدھے کی۔ آپ نے فرمایا نہیں میں نے کہا (اچھا تو) ایک تہائی کی۔ آپ نے فرمایا ایک تہائی۔ اور ایک تہائی بھی بہت ہے۔ کیونکہ تمہارا اپنے گھر والوں کو مالدار چھوڑنا بہتر ہے اس سے کہ تم ان کو فقیر چھوڑو۔ کہ لوگوں کے سامنے سوال کے لئے ہاتھ پھیلاتے پھریں ۔

فائدہ: یہیں سے یہ مسئلہ یا یہ ثبوت کو پہنچتا ہے کہ وصیت ایک تہائی مال تک جائز ہے۔ نہ اس سے زائد۔ پھر حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ اس سے بھی کم کرنا چاہئے۔ اور آنحضرت کے الفاظ مذکورہ سے دلیل لاتے ہیں۔ کہ آپ نے فرمایا والثلث کثیر کہ ایک تہائی بھی بہت ہے۔ چنانچہ ایک جماعت اسی خیال کی پیرو ہے۔ دوسرے حضرات کہتے ہیں کہ ثلث سے کم نہیں کرنا چاہئے کیونکہ اگر وصیت کو ایک تہائی سے بھی کم کرنا مندوبا بھی جائز ہوتا۔ تو آپ حضرت سعد سے ایک تہائی سے بھی کم کراتے پھر بیہقی اپنی سنن میں حضرت ابن عمرؓ سے روایت بدیں معنی لائے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا وصیت میں ایک تہائی مال کا درمیانی حصہ ہے نہ اس سے کم ہو نہ زیادہ۔ یہ روایت بھی پچھلے خیال کی تاکید کرتی ہے ۔

Maktaba Tul Ishaat.com

۵۱۶ ح ۲

ابوحنیفة عن ابی الزبیر عن جابر ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال لا یرث المسلم النصرانی الا ان یکون عبده او امته ؕ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان نصرانی کا وارث نہیں ہوتا۔ مگر یہ کہ نصرانی اس کا غلام ہو یا نصرانیہ اس کی باندی ؕ

ف: مسلمان اور کافر کے درمیان مسئلہ توارث کی مختصر وضاحت یہ ہے کہ اس پر تو سب کا اتفاق ہے کہ کافر مسلمان کا وارث نہیں ہوتا۔ البتہ اس میں ضرور اختلاف ہے کہ آیا مسلمان کافر کا وارث ہوتا ہے یا نہیں۔ جمہور صحابہ و تابعین و ائمہ اربعہ کا یہی مسلک ہے کہ مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوتا۔ ان کی حجت یہی حدیث ہے یا اس جیسی احادیث جو کتب صحاح میں وارد ہیں کہ ان میں توریث سے صاف انکار ہے سوا اس صورت کے کہ نصرانی مرد غلام ہو یا نصرانی عورت چھوکری۔ حضرت معاذ بن جبل رضؓ اور حضرت معاویہ اور سعید بن مسیب اور مسروق توریث کے قائل ہیں۔ اور وہ اس حدیث کو پیش نظر رکھتے ہیں کہ الاسلام یعلو ولا یعلیٰ کہ اسلام غالب رہتا ہے نہ مغلوب۔ مگر یہ دلیل قوی نہیں کیونکہ اس حدیث میں محض فضیلت اسلام کا ذکر ہے۔ نہ ارث کا۔ بخلاف احادیث مذہب اول کے کہ ان میں ارث سے صاف انکار ہے۔ پھر ارشاد ساری میں ہے کہ اگر نصرانی مسلمان کا غلام ہو تو مسلمان نصرانی کے مرنے کے بعد اس کے مال کا حقدار اس لئے بنتا ہے کہ غلام کا مال اس کی ملک نہیں۔ وہ دراصل اس کا آقا ہے تو گویا مسلمان آقا ہونے کے سبب اس کے مال کا مستحق بنا۔ نہ وارث ہونے کی حیثیت سے ؕ

۵۱۷ ح ۳

ابوحنیفة عن طاؤس عن ابن عباسؓ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم الحقوا الفرائض باهلها فما بقی فلاولی رجل ذکر ؕ

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم فرض حصے ان کے مستحقین کو۔ اور جو بچ رہے وہ قریب ترین مرد کو (خواہ وہ بالغ ہو یا بچہ بحق عصبیت) ؕ

ف: اصحاب الفرائض یا ذوی الفروض وہ قرابت والے ہیں جن کے حصے مقرر ہیں اور جن کا ذکر کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ میں آچکا ہے۔ یہ حصے کل چھ ہیں آدھا۔ تہائی۔ اٹھوال۔ دو تہائی۔ ایک تہائی اور چھٹا۔ اور ان کے حقدار یہ ہیں ماں۔ باپ۔ میاں۔ بیوی بیٹے۔ بیٹیاں۔ بھائی۔ بہنیں۔ یہ کل تعداد میں بارہ ہیں چار مرد ہیں اور آٹھ عورتیں۔ ان سے بچا ہوا حصہ عصبہ لیتے ہیں۔ مزید تفصیل کتب فرائض میں مل سکتی ہے ؕ

۵۱۸ ح ۴

ابوحنیفة عن الحکم عن عبد الله بن شداد ان ابنة لحمزة اعتقت مملوکا فمات فترک ابنة فاعطی النبی صلی الله علیه وسلم الابنة النصف

عبداللہ بن شداد سے روایت ہے کہ حضرت حمزہؓ کی بیٹی نے آزاد کیا ایک غلام کو پس وہ غلام مر گیا اور چھوڑ گیا ایک بیٹی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بیٹی کو آدھا حصہ دیا۔ اور حضرت حمزہؓ کی بیٹی کو

Maktaba Tul Ishaat.com

واعطى ابنة حمزة النصف ۞ بقیہ آدھا ۞

ف: - یہ غلام آزاد کرنے والی بیٹی حضرت عبداللہ بن شداد کی بیٹی کے رشتہ میں سے بہن تھیں یعنی کے نزدیک آزاد کرنے والے خود حمزہ تھے۔ چنانچہ دار قطنی کی روایت سے ایسا ہی پتہ چلتا ہے۔ مگر صحیح یہ ہی ہے کہ ان کی لڑکی آزاد کرنے والی تھیں۔ زندہ خود۔ اس سے اس مسئلہ کا ثبوت ملتا ہے کہ مولی العتاقہ جس کو عصبہ سببیہ بھی کہتے ہیں بنا بر عصبیت میراث کا حقدار بنتا ہے۔ یہ ذوی الارحام پر مقدم مانا جاتا ہے۔ البتہ عصبہ نسبیہ سے اس کا مرتبہ بعد تر کا ہے۔ پھر حدیث سے یہ بھی پتہ چلا کہ مولی العتاقہ میں مرد ہونے کی شرط نہیں۔ وہ خواہ مرد ہو خواہ عورت اسے حق ولا حاصل ہے ۞

۵۱۹ ح ۵

ابوحنیفة عن الهیثم عن الشعبی عن مسروق عن عائشة رضی الله عنها قالت لما نزلت اِنَّ الَّذِیْنَ یَأْکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی ظُلْمًا اِنَّمَا یَأْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَسَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا ۔ عدل مَنْ کَانَ یَعُوْلُ اَمْوَالَ الْیَتَامٰی فَلَمْ یَقْرَبُوْهَا وَشَقَّ عَلَیْهِمْ حِفْظُهَا وَخَافُوْا الْاِثْمَ عَلٰی اَنْفُسِهِمْ فَنَزَلَتِ الْاٰیَةُ فَخَفَّفَ عَلَیْهِمْ

وَیَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْیَتٰمٰی قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَیْرٌ وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ الْاٰیَةَ ۞

حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ فرماتی ہیں کہ جب یہ آیت اتری ان الذین یاکلون اموال الیتامی الخ (ترجمہ آیت) کہ البتہ جو لوگ ناحق یتیموں کے مال کھاتے ہیں تو وہ کھاتے ہیں اپنے پیٹوں میں آگ اور عنقریب وہ جہنم میں داخل ہوں گے۔ تو جو یتیموں کے مال کی دیکھ بھال وغیرہ پر داخت رکھا کرتے تھے وہ ان کے مالوں سے بچے اور ان کو انہوں نے چھوا تک نہیں اور ان پر ان اموال کی حفاظت دوبھر ہوگئی کیونکہ وہ اپنے بارہ میں ڈرے کہ کہیں گنہگار نہ ہو جائیں تو اللہ تعالے نے آیت ویسئلونک عن الیتامی قل اصلاح لہم خیر وان تخالطوہم الآیۃ اتاری اور یوں ان کی تکلیف کو ہلکا کیا۔ (ترجمہ آیت) اور آپ سے پوچھتے ہیں یتیموں کا حکم تو آپ کہئے کہ ان کے لئے مصلحت کی رعایت بہتر ہے۔ اور اگر ان خرچ وغیرہ میں ان کے ساتھ تم مل جل کر رہو تو وہ تمہارے بھائی ہیں ۞

فائدہ - ابوداؤد میں حضرت ابن عباس کی روایت میں اس کی مزید تفصیل یوں وارد ہے کہ جب اللہ تعالے نے ولا تقربوا مال الیتامی الا بالتی ہی احسن - وان الذین یاکلون اموال الیتامی ظلما - الخ کی آیات اتاری - تو جس جس کی سرپرستی میں کوئی یتیم تھا وہ گیا اور یتیم کا کھانا اور پینا اپنے سے جدا کر دیا - تو جب یتیم کا کھانا اس سے بچ جاتا تو ایسا ہی رکھا رہنے دیتے - یہاں تک کہ وہ یتیم خود اس کو کھا لیتا یا سڑ بس کر پھٹ جاتا - تو یہ احتیاط سرپرستوں پر دوبھر ہوگئی - چنانچہ اس کا ذکر آنحضرت کے روبرو ہوا - اور اللہ تعالے نے ویسالونک عن الیتامی الخ کی آیت اتاری - لہذا سرپرستوں نے پھر یتیموں کو کھانے پینے میں

Maktaba Tul Ishaat.com

اپنے ساتھ شریک کرلیا ۔

ابوحنیفة عن محمد بن المنکدر عن انس بن مالك قال قال رسول الله صلے الله علیه وسلم لا یتم بعد الحلم ۔

حضرت انس بن مالک رضؓ کہتے ہیں ۔ کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ بالغ ہونے کے بعد یتیمی نہیں ۔

ف :۔ یعنی یتیم وہ ہی بچہ کہلائے گا کہ جس کا باپ مرگیا ہو ۔ اور ابھی وہ بالغ نہ ہوا ہو اور اگر وہ بالغ ہو گیا تو وہ باصطلاح شرع یتیم نہیں ۔

۲۲۹ کِتَابُ الْقِیَامَةِ وَصِفَةِ الْجَنَّةِ!

کتاب قیامت کے بیان اور جنّت کی صفت میں!

ابوحنیفة عن اسماعیل عن ابی صالح عن ام هانئ عن رسول الله صلعم قال ان یوم القیمة ذو حسرة وندامة ۔

حضرت ام ہانی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روز قیامت حسرت و ندامت کا دن ہے ۔

ف :۔ کتب صحاح میں اس حدیث کے ہم معنی وہم مطلب بہت سی احادیث وارد ہیں ۔ یہ فرمان نبوی در اصل اس ارشاد خداوندی کی ترجمانی کرتا ہے ۔ کہ فرمایا ۔ وانذرھم یوم الحسرۃ اذ قضی الامر کہ آپ ان کو حسرت کے دن (یوم قیامت) سے ڈرائیے ۔ جب کہ فیصلہ صادر کردیا جائے گا ۔ اور حقیقت میں روز قیامت کا دن مشرک اور نیز امت محمدیہ کے فاسق فاجر بدکار اپنے پچھلے گناہوں اور گذشتہ بدکرداریوں پر حسرت و افسوس کریں گے ۔ پشیمان و شرمندہ ہوں گے ۔ سر پیٹیں گے ۔ ماتھا کوٹیں گے اور دست حسرت ملیں گے ۔ کچھ نہ کرسکیں گے یوں حسرت گو اہل جنت کو بھی ہوگی مگر وہ دوسری شکل کی اور دیگر نوعیت کی کہ حضرت معاذ سے طبرانی و بیہقی میں بایں الفاظ روایت ہے لیس یتحسر اھل الجنۃ یوم القیمۃ الا علی ساعۃ مرت بھم ولم یذکروا اللہ فیھا کہ روز قیامت اہل جنت کسی چیز پر حسرت نہیں کریں گے مگر اس ساعت پر جو دنیا میں گذری اور انہوں نے اس میں اللہ کا ذکر نہیں کیا ۔ یہ دراصل حسرت و ندامت نہیں بلکہ زیادتی اجر و ثواب و ترقی مدارج و منازل کا ارمان ہے اور اشتیاق نہ پشیمانی و ندامت یا شرمندگی ۔

ابوحنیفة عن اسماعیل عن ابی صالح عن ام هانئ عن رسول الله صلعم قال ان القیمة ذو حسرة وندامة ۔

حضرت ام ہانی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت حسرت و ندامت والی ہے ۔

ف :۔ یہ حدیث حدیث بالا کی تکرار ہے اور اسی کے ہم معنی ۔

Maktaba Tul Ishaat.com

۵۲۳/۳

ابو حنيفة عن اسماعيل عن ابي صالح عن ام هانئ قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله خلق من الجنة مدينة من مسك اذفر ماؤها السلسبيل وشجرها خلقت من نور فيها حور حسان على كل واحدة سبعون ذوابة لوان واحدة منهن اشرقت في الارض لاضاءت ما بين المشرق والمغرب ولملأت من طيب ريحها ما بين السماء والارض فقالوا يا رسول الله لمن هذا قال لمن كان سمحا في التقاضي ۞

وفي رواية قال لوان واحدة من الحور العين اشرقت لاضاءت ما بين المشرق والمغرب ولملأت ما بين السماء والارض من طيبها ۞

وفي رواية قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله مدينة خلقت من مسك اذفر معلقة تحت العرش وشجر من النور وماؤها السلسبيل وحور عينها خلقت من نبات الجنان على كل واحدة منهن سبعون ذوابة لوان واحدة منهن علقت في المشرق لاضاءت اهل المغرب ۞

حضرت ام ہانی رض سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت میں ایک شہر مشک اذخر کا پیدا فرمایا ہے۔ جس کا پانی سلسبیل ہے اور اس کے درخت نور سے بنے ہوئے جس میں حوریں ہیں خوش جمال کہ ان میں سے ہر ایک کی ستر لٹیں ہیں (مینڈھیں)۔ اگر ان میں سے ایک بھی زمین میں نور افگن ہو تو زمین کو مشرق سے لے کر مغرب تک روشنی سے چمکا دے اور آسمان و زمین کے درمیان پوری فضا کو اپنی مست جوشبو سے مہکا دے اور معطر کر دے۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ کس کے لئے ہے آپ نے فرمایا اس کے لئے جو قرض کے تقاضے میں نرم دل ہو۔ (سختی درشتی نہ برتے) ۞

اور ایک روایت میں یوں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ان حورعین میں سے اگر ایک بھی عالم ظہور میں آجائے تو زمین کے مشرق و مغرب کا درمیانی حصہ پورا کا پورا جگمگا اٹھے اور آسمان و زمین کا درمیانی خلا پورا اس کی مہک سے بھر جائے اور معطر ہو جائے ۞

اور ایک روایت میں اس طرح ہے کہ حضرت ام ہانی کہتی ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ کا پیدا کیا ہوا ایک شہر ہے جس کی خلقت مشک اذخر سے ہوئی ہے لٹکا ہوتا ہے عرش کے نیچے۔ اس کا درخت نور سے ہے اور اس کا پانی سلسبیل اس کے حورعین کی پیدائش جنت کی گھاس سے ہے۔ ان میں سے ہر ایک پر ستر لٹیں ہیں (مینڈھیں) کہ اگر ایک بھی ان میں سے مشرق میں لٹکا دی جائے تو البتہ اہل مغرب تک کو منور و روشن کر دے ۞

ف: جنت و بافیہا کی تعریف و توصیف سے احادیث صحیحہ پر ہیں۔ خطیب اپنی تاریخ میں حضرت انس رض سے بایں معنی حدیث مرفوع لائے ہیں کہ حوروں کی خلقت زعفران سے ہے۔ طبرانی بھی کبیر میں اسی

Maktaba Tul Ishaat.com

مضمون کی حدیث لائے ہیں۔ ابن مردویہ حضرت عائشہ سے حدیث لائے ہیں کہ حوروں کی خلقت تسبیح ملائکہ سے ہے۔ طبرانی حضرت سعید بن عامر رض سے مرفوع روایت لائے ہیں کہ اگر اہل جنت کی عورتوں میں سے کوئی عورت زمین پر اپنی روشنی ڈالے تو زمین مشک کی خوشبو سے بھر جائے اور سورج و چاند اپنی روشنی چھوڑ بیٹھیں حضرت علامہ غزالی رح منہاج العابدین میں یہ قصہ نقل کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت سفیان ثوری رح کے بعض شاگردوں نے آپ سے کہا کہ حضرت آپ مسائل دینی کی تحقیقات اور اجتہادی کاوشوں میں اس قدر سخت منہمک و مصروف ہیں کہ آپ کی ظاہری حالت زار ہے اور قابل افسوس۔ اگر قدرے اپنی محنت کم کریں اور دینی مصروفیتوں کو گھٹائیں تو بھی ہمارے خیال ناقص میں کام چل سکتا ہے۔ اس پر سفیان ثوری فرمانے لگے کہ میں اپنی جان کو علمی تحقیقات میں کیوں نہ کھپاؤں جب کہ مجھے یہ روایت پہنچ چکی ہے کہ اہل جنت جنت میں اپنے اپنے کاشانوں میں ہوں گے کہ یکایک ایک بزرگ نور تجلی فگن ہوگا جس سے آنکھوں جنتیں چکا چوند ہو گی۔ لامحالہ اہل جنت یہ ہی خیال کریں گے کہ ذات باری کے نور کی تجلی ہے۔ چنانچہ سب اس کے سامنے سربسجود ہوں گے۔ تو غیب سے آواز آئے گی کہ اپنے اپنے سر اٹھاؤ۔ دھوکہ نہ کھاؤ۔ یہ نور رب نہیں یہ تو جنت کی ایک جاریہ کا نور تھا۔ جو اپنے زوج کے سامنے ہنس پڑی تھی۔

اللہ اکبر یہ بندہ کے خیال و گمان میں نہ آنے والی مذکورہ نعمتیں اور اس کی عقل و فہم سے بالاتر بخششیں جو بہشت میں مومن بندوں کو عطا ہوں گی۔ ان کا استحقاق کس خوش قسمت مومنین کو ہوگا۔ اور ان کے حقدار کون صاحب نصیب مسلمان ہوں گے۔ ان کا پتہ ان کی خوشخبری سنانے والے خود آنحضرت دیتے ہیں کہ وہ وہ لوگ ہوں گے جو قرض خواہی اور حق طلبی کے وقت قرضدار سے نرمی۔ خوش خوئی خوش مزاجی سے پیش آئیں گے۔ حسن برتاؤ حسن اخلاق۔ ہمدردی و دلسوزی اور خدا ترسی کا ثبوت دیں گے۔ نرم۔ رحم کے الفاظ میں تقاضہ کریں گے۔ اس کے نازک و پیچیدہ حالات کے ماتحت اس کے ساتھ برتاؤ کریں گے۔ اگر فی الوقت ادائیگی سے قاصر ہوگا اور قرض کی سبکدوشی سے عاجز تو اس کو کچھ اور مہلت و ڈھیل دیں گے اور یوں اس کے دکھے اور ٹوٹے ہوئے دل کو اور ڈھارس دیں گے۔ اور اگر پوری مقدار کی ادائیگی پر قادر نہ ہوگا تو بقیہ معاف کریں گے یا اس کی ادائیگی بعد کی کسی تاریخ پر موقوف رکھیں گے گویا اس کے حالات جس قسم کے برتاؤ کا تقاضہ کریں گے وہ ہی عمل میں لائیں گے۔ لہذا ایسے شرافت و انسانیت کے علمبرداروں کو اللہ تعالیٰ جنت میں نعمتوں سے نوازیگا اور خوش دل و شاد کریگا۔ برخلاف ان کے وہ سنگ دل بے رحم انسان کہ جب کسی کو بھولے بھٹکے کچھ قرض دے گذریں گے۔ تو گویا قرضدار کی جان کے مالک بن بیٹھیں گے۔ خدا ان کی قرض طلبی سے بچائے۔ قرض کیا مانگتے ہیں۔ جان لینے کھڑے ہو جاتے ہیں آنکھیں لال پیلی کرتے ہیں۔ کلامیں درشتی و سختی برستے ہیں اگر بیچارہ قرضدار عذرات و مجبوریوں کے نرم الفاظ زبان سے نکالتا ہے۔ تو یہ تند مزاج ادھر سے دل شکن الفاظ کے پتھر اس پر برساتے ہیں۔ بلکہ بعض وقت زبان کا جواب ہاتھ سے دینا پسند کرتے ہیں۔ غلط و مہمل معانی یا کمی تو ان کے مذہب میں روا ہی نہیں۔ خدا کی پناہ ایسے بندے اللہ تعالیٰ کو بہت ناپسند ہیں اور سزاوار عتاب ہیں۔

Maktaba Tul Ishaat.com

قال جامعه الشيخ المحقق العلامة الفهامة مولانا الشيخ محمد عابد السندی الانصاری هذا آخر ما وجدته من روایة الخصکفی فی مسند الامام الاعظم ابی حنیفة النعمان رح والحمد لله الذی عم نواله علی العباد والصلوٰة علی رسوله محمد المصطفی وعلی آله و اصحابه الامجاد۔ فقط ؞

کہا اس مسند کے جمع و مرتب کرنے والے شیخ محقق علامہ فہامہ مولانا شیخ محمد عابد سندھی انصاری نے کہ یہ آخری روایت ہے جو میں نے حضرت امام اعظم ابی حنیفہ النعمان رحمۃ اللہ علیہ کی مسند میں بروایت خصکفی پائی۔ اور سب تعریف اللہ کے لئے ہے جس کے انعامات سب کو شامل ہیں اور درود ہو اس کے برگزیدہ رسول اکرم محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان کی برگزیدہ اولاد و اصحاب پر ؞

تمت بالخیر

محمد سعید اینڈ سنز تاجران کتب و مالکان مطبع سعیدی قرآن محل
بالمقابل مولوی مسافر خانہ کراچی ۱

Maktaba Tul Ishaat.com

کُتب احادیث نبویؐ کے دو انمول تحفے!

مشکوٰۃ شریف

مترجم اُردو

چھ ہزار سے زائد احادیث نبوی کا انمول ذخیرہ

ایک کالم میں عربی عبارت مع اعراب (زیر و زبر) اسکے مقابل دوسرے کالم میں بامحاورہ سلیس اُردو ترجمہ،

درحقیقت یہ کتاب حدیث شریف کی ۱۱ کتابوں یعنی بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، نسائی، مسند امام احمد، امام مالک، امام شافعی، بیہقی اور دارمی کا

بے نظیر انتخاب ہے!

سچ تو یہ ہے کہ آج تک اس کتاب کا حق پوری طرح ادا نہ ہوا تھا، مگر خدا کے فضل و کرم سے ہم پہلی مرتبہ اہل علم اور اُردو دان طبقہ کے سامنے ایک نئی شان و شوکت اور طرز جدید پر پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں، تاکہ ہر دو حضرات رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال کی برکت سے مستفیض ہو سکیں،

تین جلدوں میں کامل ہے،

قیمت مجلد فی جلد آٹھ روپے، محصول ڈاک ایک روپیہ

علیحدہ علیحدہ جلدیں بھی طلب فرما سکتے ہیں؛

۸۰۰ احادیثِ نبوی کا گراں قدر مجموعہ۔

جو بلا اختلاف دنیائے اسلام میں یکساں مقبول ہے،

انتخاب صحاح ستّہ

مترجم اُردو

یعنی

بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ اور نسائی کا

بے نظیر خلاصہ

صحاح ستّہ کے نام سے مندرجہ بالا چھ کتابوں کو اپنی صحت و عظمت کے لحاظ سے قرآن پاک کے بعد اولیت حاصل رہی ہے، لیکن یہ کتابیں اس قدر ضخیم اور قیمتی ہیں کہ ہر شخص ان سے فیض حاصل کرنے کی قدرت نہیں رکھ سکتا،

اس لئے ہم نے نہایت سعی و کوشش کے بعد ان کتابوں کا انتخاب تیار کرایا ہے، جس کو درحقیقت احادیث نبوی کی روح کہا جا سکتا ہے،

ایک کالم میں عربی مع زیر و زبر اور اس کے مقابل دوسرے کالم میں سلیس اردو ترجمہ، اور ضروری فوائد و تشریحات درج ہیں،

قیمت مجلد پانچ روپے، محصول ڈاک بارہ آنہ،

محمد سعید اینڈ سنز، تاجران کتب و مالکان مطبع سعید، قرآن محل

مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی!

Maktaba Tul Ishaat.com

احادیث نبویؐ کے دو بیش بہا گوہر!

مؤطا امام محمدؒ مترجم اُردو!

مع ضروری فوائد و تشریحات

ایک ہزار سے زائد احادیث نبوی کا بے نظیر مجموعہ

فقہ و احکام کی کتابوں میں جو اہمیت مؤطا امام محمد کو حاصل ہے وہ محتاجِ بیان نہیں،

دراصل "مؤطا" امام مالکؒ کی لکھی ہوئی ہے جس کو آپ نے دس ہزار احادیث نبوی کے ذخیرہ سے منتخب کیا تھا، اور آج کل اس کے کم و بیش پندرہ نسخے دیارِ عرب میں پائے جاتے ہیں یعنی امام مالکؒ کے پندرہ شاگردوں کے نام سے یہ نسخے مشہور ہیں، جنھوں نے آپ سے روایت کر کے ترتیب دی تھی۔ ان میں یحییٰ اندلسیؒ اور امام محمدؒ کی مؤطا کو جو شہرت حاصل ہوئی وہ کسی دوسری مؤطا کو حاصل نہ ہو سکی، مؤطا امام مالک یحییٰ اندلسی نے مرتب کی اور اس کتاب کا نام اپنے استاد کے نام پر رکھا مگر امام محمدؒ نے مؤطا ترتیب دیکر اپنے نام سے رکھی۔ اور چونکہ امام محمدؒ حنفی مسلک پر تھے اس لئے جہاں کہیں انہیں اپنے استاد سے اختلاف یا اتفاق ہے اس کا حدیث کے بعد اظہار کر دیا ہے یہی وجہ ہے کہ مؤطا امام محمدؒ کو اکثر اصحاب علم نے یحییٰ اندلسی کی مؤطا امام مالک پر ترجیح دی ہے اور یہ بڑی بات کی ہے،

اس مہتم بالشان کتاب کا حق تھا کہ اُردو دان حضرات بھی اس سے مستفید ہوتے، چنانچہ ہم نے ایک کالم میں متن عربی عبارت مع زیر و زبر اور اس کے مقابل دوسرے کالم میں اُردو ترجمہ بامحاورہ اور فقہ حنفی کی روشنی میں شرح و ضروری فوائد کے ساتھ شائع کی ہے،

قیمت مجلد آٹھ روپے، محصول ڈاک ایک روپیہ،

کتاب الآثار مترجم اُردو

مع فوائد و ضروری تشریحات

۹۰۰ آثار (احادیث نبوی) کا گرانقدر و بیش بہا ذخیرہ

جس کو امام اعظم ابو حنیفہؒ نے چالیس ہزار احادیث کے مجموعہ سے منتخب فرمایا تھا اور آپ سے امام محمدؒ نے روایت کر کے کتابی شکل میں مرتب فرمایا ہے۔ کتاب الآثار کے سوا آج ہمارے پاس سنن کی کوئی کتاب ایسی موجود نہیں کہ جس کے مصنف کو تابعیت کا شرف حاصل ہو اور یہ ایسی فضیلت ہے جس میں امام ابو حنیفہؒ اس عہد کے تمام ائمہ میں ممتاز ہیں، امام ممدوح کی جلالت قدر کے لئے اس سے زیادہ اور کیا درکار ہے کہ وہ اُمت میں امام اعظمؒ کے لقب سے مشہور ہیں، اور ان کے اجتہادی مسائل پر اسلامی دنیا کی دو تہائی آبادی بارہ سو برس سے برابر عمل کرتی چلی آ رہی ہے، اور تمام اکابر ائمہ آپ کے فضل و کمال کے معترف ہیں،

امام ابو حنیفہؒ کی نظرِ انتخاب نے چالیس ہزار احادیث کے مجموعہ سے ۹۰۰ احادیث منتخب کیں، اور علم شریعت کو باقاعدہ ابواب پر مرتب فرمایا، اور یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ فقہ حنفی کی بنیاد کتاب الآثار کی احادیث و روایات پر مبنی ہے،

ایک کالم میں عربی اور دوسرے کالم میں اُردو ترجمہ مع ضروری فوائد و تشریحات شائع کی گئی، تاکہ اُردو دان حضرات بھی احادیث نبویؐ کے فیض سے استفادہ حاصل کر سکیں،

قیمت مجلد مع رنگین گرد پوش آٹھ روپے

محصول ڈاک ایک روپیہ،

محمد سعید اینڈ سنز تاجران کتب قرآن محل مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی!

Maktaba Tul Ishaat.com

مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا

رسول اللہؐ جو کچھ تم کو دیں، اُس کو لے لو، اور جس سے منع کریں، اُس سے باز آجاؤ!

مسند

امامِ اعظمؒ مترجم اردو

۵۲۳ احادیث نبویؐ کا ایمان افروز خزانہ

جسے فقہ حنفی کے بانی حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ نے مرتب فرما کر
مسلمانانِ عالم پر احسانِ عظیم فرمایا ہے!

ترجمہ و فوائد

مولانا سعد حسن صاحب!

ناشران سعید محمد اینڈ سنز تاجران کتب قرآن محل مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی